جمہوریت و شورائیت کا تقابلی جائزہ

مصنف: عطا محمد جنجوعہ

www.kitabosunnat.com

مرتبہ وناشر: راجہ محمد ارشاد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی

کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے

درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

جمہوریت و شورائیت
کا
تقابلی جائزہ

مصنف: عطا محمد جنجوعہ

مرتبہ و ناشر: راجہ محمد ارشاد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتساب

علامہ محمد اقبال، حافظ عبدالرحمٰن کیلانی، مولانا محمد یوسف لدھیانوی، مفتی غلام سرور قادری اور دیگر دانشوروں کے نام

جنھوں نے معاشرہ میں سیکولر جراثیم سرایت کرنے والے نظام سے ملت اسلامیہ کو آگاہ کیا۔

عطا محمد جنجوعہ

المکتبة الرحمانیة
۹۹ - جے ماڈل ٹاؤن - لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

- حرفِ آغاز..... از:- ڈاکٹر زاہد اشرف 17
- وقت کی آواز.....از:- کرنل (ریٹائرڈ) محمد عبدالرحمٰن 22
- عرضِ مرتب.....از:- راجہ محمد ارشاد 26
- پیش لفظ 27
- یہودی بے تاج بادشاہ کیسے بنے؟ 30
  - در بدر کی ٹھوکریں 30
  - امریکہ و یورپ میں یہود کا اثر ورسوخ 34
  - یہود کے خلاف امریکی عیسائیوں کی گواہی 36
  - یہودی حربہ 37
  - امریکی کانگرس یہودی لابی سے کیوں کپکپاتی ہے؟ 40
  - AIPAC کس طرح اثر انداز ہوتی ہے 42
  - امریکی الیکشن میں حصہ لینے والے صلیبی لیڈر 46
  - کیا اسرائیل امریکہ کا پٹھو ہے؟ 46
  - صلیبی قوم کے لیے لمحہ فکریہ 49
- جمہوریت کے برگ وبار نیشنلزم.....سیکولرازم.....کیپیٹل ازم 54
  - آزادی سیکولرازم کو جنم دیتی ہے 54
  - اپوزیشن کے وجود سے نیشنلزم کا تصور ابھرتا ہے 56

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- ○ جمہوری نظام کا محور سرمایہ ہے 59
- ○ جمہوریت علامہ اقبال رحمہ اللہ کی نظر میں 62
- ○ حریت کا دوہرا معیار 66
- ○ اقوامِ متحدہ میں جمہوری اصولوں کا مذاق 67
- ○ جمہوریت کا خاتمہ ایٹمی تجربہ کرنے سے زیادہ جرم ہے 69
- ○ طاغوتی قوتیں غیر جمہوری حکومت کو تسلیم کیوں کرتی ہیں؟ 69
- ○ کیا ہم حق بالغ رائے دہی کی بنیاد پر اسلامی حکومت قائم کر سکتے ہیں؟ 70
- ○ جمہوریت اکثریت کے چکر میں جہادی روح کا خاتمہ کر دیتی ہے 74

▣ اسلام اور اہل مغرب کی آزادی کا تقابلی جائزہ 75
- ○ اسلام نے بنی نوعِ انسان کو آزادی فراہم کی 76
- ○ اسلام میں آزادی رائے کا تصور 79
- ○ دینی امور میں فیصلے کے لیے کثرت رائے ضروری نہیں 81
- ○ جمہوری نظام کا دارومدار اکثریت کی مرضی ہے 82
- ○ آزادی رائے کے حق میں دلائل کثرتِ رائے کی نفی کرتے ہیں 83
- ○ بدی کا محور 88
- ○ جمہوریت روایتی میلہ ہے 89
- ○ سرمایہ دارانہ نظام بدی کی جڑ نہیں برگ وبار ہے 90
- ○ صہیونی اکابر کا تمسخر 91

▣ آزادی یا پستی 94
- ○ ربّ کے احکام میں ترمیم کا اختیار کسی کو نہیں 96

▣ شترِ بے مہار آزادی کی کوکھ 97

▣ اہل مغرب کا دوہرا معیار اور اسلام کا نظام مساوات 99

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- مساوات کی تعریف 99
- اہل مغرب کی ''مساوات'' نظامِ فطرت کے خلاف ہے 100
- مردوزن کی مساوات خلاف فطرت ہے 102
- اسلامی نقطہ نظر سے مردوزن کی مساوات 103
- اسلام معاشرہ میں عدل وانصاف کی دعوت دیتا ہے 104
- اہل مغرب میں مساوات کا دوہرا معیار ہے 105
- کیا اہل مغرب کے اصول وضوابط مساوات پر مبنی ہیں؟ 105
- اسلام کا نظریہ مساوات 106
- اسلام عدل وانصاف قائم کرنے کا حکم دیتا ہے 107
- مسلمانوں کے کردار 109

صیہونی سازشوں کا دوسرا پہلو ''وحدتِ ادیان'' 110
- برصغیر میں وحدتِ ادیان کے اثرات 111
- اقوام عالم وحدت ادیان کی پابند ہیں 115
- دوسروں کو بنیاد پرست کہنے والے خود مذہب کے پابند ہیں 115
- مغرب اور مشرق کو راضی کرنے والے ذومعنی بیان 115
- ملت اسلامیہ کو سود خور بنانے کی مہم 119
- ایمان ہی اخوت اسلامی کی بنیاد ہے 120
- جمہوری نظام منافرت کو جنم دیتا ہے 121
- گریجوایٹ ارکان کے نفرت انگیز بیان 121
- سقوطِ ڈھاکہ کا بنیادی سبب 122

انسانی حقوق کے عالمی منشور کا جائزہ 124
- دفعہ نمبرا 125

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- دفعہ نمبر ۲ 125
- دفعہ نمبر ۲۱ 126
- دفعہ ۱۸ 127
- دفعہ نمبر ۱۹ 128
- دفعہ نمبر ۴ 128
- دفعہ نمبر ۵ 129
- دفعہ نمبر ۲۸ 131
- دفعہ نمبر ۳ 132

تہذیبوں کا تصادم یا نظاموں کی جنگ؟ 138

- امریکی حملوں کا ہدف 138
- مغرب کی تہذیبی یلغار 138
- افغانستان و عراق میں امریکی قیام؟ 138
- پاکستان میں نظامِ اسلام میں رکاوٹ کی وجہ 139
- عوامی حکومت کی بنیاد 139
- یورپی تہذیب کا جنم 140
- اہل مغرب کا محدود زاویہ فکر 141
- اسلام کا وسیع نقطۂ نظر 141
- ہمہ گیر ضابطۂ حیات 141
- پروفیسر خورشید احمد کی تحقیق 142
- ''وحدتِ ادیان'' امریکی شوشہ 143
- دینی جماعتوں کی غلط توقعات 144
- تہذیبوں کی کشمکش 144

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

○ عصرِ حاضر میں ذرائع ابلاغ کا کردار 145
○ صہیونی چال 145
○ اسلام اور عیسائیت کا تقابل 146
○ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا کردار 146
○ دینی راہ نماؤں کی ذمہ داری 146
صہیونی جنگ کا مقصد نظریاتی یلغار ہے 147
قیامِ جمہوریت ...... امریکا کا مذہبی فریضہ 151
''عالمی فیڈریشن'' کا مقصد 154
آئینی طور پر پارلیمنٹ خود مختار ادارہ ہے 163
روسو کا نظریہ منشائے عام خلاف فطرت ہے 166
وحی الٰہی کا واضح انکار...... 168
○ اختلافات کا آغاز اور بنیاد 169
○ اگلا قدم 171
○ صلیبی جنگیں اثر انداز نہ ہو سکیں، کیوں؟ 172
○ تحریک تنویر کی علمیات 173
○ تحریک رومانویت کی علمیات 174
○ روسو کے نزدیک تنویر اور رومانویت کا ادغام 174
○ ان تحریکوں کا اصل ہدف 177
○ ہمارا دفاعی کام 179
○ استعماری ہتھکنڈے 180
○ جدیدیت کیا ہے؟ 180
○ احکامِ قرآن کی تفسیر 181

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

○ معاملات میں داخل امور 185

○ معاملات میں تغیر و تبدل کا اختیار 185

○ ثقافت دین اسلام کا جزو ہے 186

○ ثقافت کیا ہے؟ 188

○ الفرقان الحق کی اشاعت پر ممکنہ خطرہ 202

○ نبی کریم کی سیرت کو سرمایہ دارانہ انداز میں پیش کرنے کی سازش 214

○ جمہوریت روحانی اقدار کو دیمک کی طرح چاٹتی ہے 224

اسلامی جمہوریت کا مدوجزر 231

○ جمہوری نظام کا خیر مقدم 231

○ نیشنلزم کی تردید 232

○ جمہوری نظام میں شریک ہونے سے قبل نسلاً مسلمانوں کو حقیقی مسلمان 233

○ حکومت الہیہ کا تصور 234

○ جماعت کی بنیاد 236

○ عملی جدوجہد کا آغاز 237

○ جماعت نے جمہوری طریقہ کیوں اختیار کیا؟ 237

○ قرارداد مقاصد کا ابتدائی متن 238

○ دو قومی نظریہ کے منافی اور اسلام سے مذاق 238

○ قرارداد مقاصد پر تبصرہ اُنہی کی زبانی 239

○ آئین کی رو سے قرآن و سنت کی حکمرانی یا پارلیمنٹ کی بالادستی 240

○ تحریری دستور کی ضرورت 241

○ دستور ساز کمیٹی پر تبصرہ 241

○ دستور سازی کے حقدار منتخب ارکان 242

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

○ کہاں کی دانش مندی 242
○ اجتہاد کا حق اکثریت کو ہے 242
○ اکثریتی نظریہ کا تجزیہ 243
○ جمہوری نظام میں رائے عامہ کا احترام مجبوری بن جائے گا 243
○ برصغیر میں حدود وتعزیرات کا نظام کب تک رائج رہا؟ 246
○ قرآن دستور حیات ہے 247
○ تحریر دستور سے اسلام پرسنل لاء تک محدود ہو گیا 250
○ مولانا کی زبانی پارلیمنٹ کی خدائی پر تبصرہ 250
○ موجودہ دور میں عوام کی حاکمیت اور پارلیمنٹ کی بالادستی کا مطالبہ 251
○ وحدت الوجود کا سیاسی نظریہ 251
○ قانون سازی عقیدہ توحید کے منافی 251
○ ممکنہ غلط فہمی کا ازالہ 252
○ جمہوری نظام کے تدریجی طریقہ کار سے یورپ میں عیسائیت کو منسوخ 253
○ کیا جمہوری نظام کی آبیاری مجددانہ کاوش ہے 254
○ جمہوریت کا قیام 255
○ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین محروم کیوں رہے؟ 256
○ روح جمہوریت 258
○ قیام پاکستان کے بعد ''اصلاح'' کا عمل موثر ہوا تو ناکامی کیوں؟ 259
○ تاریخ اسلام کو سلاطین نے سیاہ کیا یا جمہوری سربراہوں نے؟ 260
○ کیا خلافت جمہوری ہے؟ 261
○ کیا انتخابی مہم عبادت اعلیٰ کا درجہ رکھتی ہے؟ 262
○ اسلام کل ہے سیاست جزو ہے 263

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- حکومت کی تبدیلی ممکن ہے اسلام کا نفاذ مشکل امر ہے 263
- انتخاب میں حصہ لینے سے اصلاحی کام مدھم پڑھ گیا 264
- عوام کی اندھی خواہشات کی وجہ سے مغرب کی حقیقی جمہوریت کا قیام 265
- سیاست میں تغیر وتبدل معیوب نہیں 266
- علامہ محمد اقبال نے وسعت نظری کا مظاہرہ کیا 267
- نمائندگی کا اعزاز 268
- علامہ اقبال کے آخری دور اور مولانا مودودی کے پہلے دور کے کلام پر عمل .. 269
- خلافت کا حق دار مومن یا مسلمان؟ 270
- اسلام اکمل ضابطہ حیات ہے 272
- اصلاح کے لیے مبلغ کا کمال اور کردار ضروری ہے 273
- عقل اسلام کے تابع ہے 274
- تغیر کے اپنے اصول پر عمل کی ضرورت 274

مخبر صادق ﷺ کی رائے میں بھی حکمت الٰہی تھی 279

وحدت الوجود کی تردید میں جامع بخاری کی ایک حدیث کا انکار 284

- الیکشن کے دوران الٰہ کا معنی 287

”برہان قاطع“ کا تحقیقی جائزہ........................ 290

- تبصرہ 293

اسلام میں فیصلے کثرت رائے سے یا اتفاق رائے سے؟ 297

- اسلام میں رائے گننے کا نہیں پرکھنے کا معیار ہے 300
- تاریخ اسلام میں اکثریت کی حکومت کا دعویٰ کس نے کیا؟ 301
- جمہوری نظام اہل مغرب کی نظر میں 302
- اقوامِ متحدہ کی تحقیق 303

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- کثرت رائے حقائق کی روشنی میں 305
- مروجہ انتخابات قمار بازی تو نہیں؟ 311
- بہ سلسلۂ توہینِ رسالت آزادیِ رائے سے متعلق چند سوالات 312
- جمہوری نظام مادہ پرستی کو تقویت دیتا ہے 316
  - مادہ پرستی 316
  - مادہ پرستی کی مذمت 316
  - دوست نما دشمن 317
  - سرمایہ دارانہ نظام کی قیادت 317
  - مغربی جمہوری نظام 318
  - اسلام کی تعلیمات 318
  - مملکت اسلامی کی ذمہ داری 319
  - حرفِ آخر 319
- جہادی روح کو مدھم کرتا ہے 320
  - عراقی عوام کے لیے تحفہ 320
  - بے مہار آزادی سے سیکولر معاشرہ جنم لے گا 321
  - جان کا نذرانہ کیسے دے سکتے ہیں؟ 321
  - مغربی تھنک ٹینک کی تجاویز 322
  - دل کی بھڑاس نکال لی 322
  - انتقامی جذبے میں پتلے جلانا 323
  - انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ 323
  - سینٹ کی قرارداد جہادی جذبہ مدھم ہونے کا واضح ثبوت 324
  - معاشرے اور حکومت کی اصلاح کے لیے جہاد ضروری ہے 325

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

○ محاسبہ سے روگردانی 326

○ امارت وخلافت کا زریں اصول 326

○ اہل مغرب خوفزدہ کیوں ہیں؟ 327

▣ مغرب میں جمہوریت کا مثبت پہلو 328

▣ جمہوریت، حقائق کی روشنی میں 333

○ انقلابی جماعتوں کے علماء کا نظریہ 338

▣ اہل مغرب کے نزدیک متبرک مقام کون سا ہے؟ 345

▣ پارلیمنٹ میں جائز مگر مسجد میں مکروہ؟ 347

○ توجہ طلب پہلو 349

▣ اہل علم کو دعوتِ فکر 351

▣ اسلام امن وسلامتی کا قلعہ ہے 353

○ اسلام کے راہ نما اصول 354

○ امر بالمعروف ونہی عن المنکر 356

○ فلاحی معاشرہ کے قیام کے لیے صلوٰۃ کا نظم انتہائی ضروری ہے 357

○ امارتِ اسلامیہ 358

○ امارتِ اسلامیہ کی تعریف 359

○ امارتِ اسلامیہ کا مقصد 359

○ اسلام کا شورائی نظامِ حکومت 359

○ احتیاطی تدابیر 361

○ مجلس شوریٰ کے فرائض 362

○ اہلیت امیر 362

○ انتخابِ امیر 362

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

○ امیر کی مدت خدمت 363

○ امیر ریاست کی معزولی کے اسباب 363

○ شعبہ تعلیم وتزکیہ 364

○ امارتِ اسلامیہ کا دستور 364

○ مجلس شوریٰ میں فیصلہ کا معیار 364

▣ اسلام میں مشورے کی اہمیت ونوعیت 365

○ کیا خلفائے راشدین کو ویٹو پاور حاصل تھی؟ 367

○ قرآن وسنت کو ویٹو پاور حاصل ہے 368

▣ حکومت الٰہیہ کے خدوخال 378

○ جمہوریت کے لغوی معنی 378

○ جمہوریت کی ابتداء کیسے ہوئی؟ 378

○ اسلام کو پیوندکاری کی ضرورت نہیں 379

○ ڈیموکریسی کی تعریف 381

○ ''عوام کی حکومت'' یا ''اللہ کی حکومت'' 381

○ ''عوام کے ذریعے'' یا ''قرآن وسنت کے ذریعے'' 382

○ عوام کے لیے یا امن وانصاف کے لیے؟ 386

○ بندوں کو گنا کرتے ہیں، تولانہیں کرتے 389

○ خفیہ بالغ رائے دہی سے منافقت کے جراثیم جنم لیتے ہیں 390

○ تقویٰ وصلاحیت معروف شے ہے 392

▣ خلفائے راشدین کا تعین شورائی تھا! 394

○ ''جمہوریت'' مسلمانوں کا متعارف کردہ نظام نہیں 395

○ امامت قریش میں ہوگی 396

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

○ خلفائے راشدین کا تعین شورائیت سے ہوا 397

○ نظامِ خلافت تدریجی انداز میں زوال پذیر ہوا 403

○ ''اسلامی حکومت'' سے کیا مراد ہے؟ 403

▣ سعودی عرب کی مجوزہ سیاسی اصلاحات کا تعاقب 411

○ کیا خلفائے راشدین کا تقرر عصر حاضر کے جمہوری طرز پر ہوا؟ 413

○ سعودی عرب میں جمہوریت کے رائج ہونے سے کون سی روحانی بیماریاں .. 422

▣ عورتوں کی رائے لینے کا طریقہ 431

▣ ووٹ اور بیعت میں فرق 436

○ محاسبہ یا آئینی سازی 438

▣ دعوتی و اصلاحی تحریک کا لائحہ عمل 441

○ دعوت و جہاد کا چولی دامن کا ساتھ ہے 456

▣ اہلیت کا معیار 460

▣ عصر حاضر/اسلام/متبادل سیاسی نظام 465

▣ علم و آگہی کی ضرورت 469

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرفِ آغاز

انسانی معاشرہ ٹھوس، مستحکم اور پائیدار نظم وضبط کا متقاضی ہے، ایسا نظم وضبط جو اس میں بسنے والے انسانوں کی جبلّی خصوصیات سے ہم آہنگ ہو، ان کے فطری تقاضوں کو پورا کر سکے، ان کے قدرتی تنوّع میں ودیعت کردہ حسن کو داغ دار ہونے سے محفوظ رکھ سکے اور ان کی خلقت میں پنہاں متضاد اوصاف و خصائل کو سلبی کیفیات سے محفوظ رکھتے ہوئے اس معاشرے کو اثباتی نہج سے متصف کر سکے۔

اس مقصد کے حصول کے لئے الٰہی راہ نمائی نے ہر دور میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ یہ راہنمائی انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے ذریعے خلقِ خدا تک پہنچتی رہی۔ سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلہِ ہدایت کی آخری کڑی تھے، افضلیت و جامعیت کا مرقع اور ہمہ گیریت کا پیکرِ مجسم۔ وہ محض رحمۃ للعالمین ہی نہیں تھے بلکہ کَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا (ساری انسانیت کے لئے خوش خبری دینے والے بھی اور ڈرانے والے) بھی تھے۔ اس حوالے سے ان کا لایا ہوا دین بھی قیامت تک جنم لینے والے ہر ہر انسان کے لئے ذریعہ ہدایت ہے، ایسا دین جو جامعیت اور ہمہ گیریت میں اپنی مثال آپ ہے۔ زندگی کا کوئی گوشہ اور زاویہ بھی اس کی دسترس سے باہر نہیں ہے۔ یہ دین کسی بھی فرد کے انتہائی ذاتی اور نجی امور سے لے کر اجتماعی زندگی کے اعلیٰ ترین مظہر تک کے حوالے سے بھرپور راہ نمائی فراہم کرتا ہے، بنیادی اصولوں کی نشان دہی کرتا ہے، ہر شعبۂ زندگی سے متعلقہ نظام کا ڈھانچہ استوار کرتا ہے اور پھر اسے زندہ اور جیتا جاگتا ٹھوس وجود عطا کرتا ہے۔ نظامِ سیاست وحکومت اسی کا اہم ترین جزو ہے۔

اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں ہے کہ نظامِ سیاست وحکومت کے بغیر کسی بھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاشرے کا پنپنا اور ترقی کی شاہ راہ پر گام زن رہنا تو کجا، اس کا وجود تک معرضِ خطر میں پڑ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کے دونوں بنیادی مآخذ، قرآنِ مجید اور حدیث وسنت نبویؐ، میں اس بارے میں ٹھوس اساسی اصول وضع کر دیئے گئے ہیں۔ قرآنِ مجید نے وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ کے اصول کے ذریعے اسلامی نظامِ حکومت کے حقیقی خدوخال کا تعین کر دیا ہے۔ یوں باہمی مشاورت کا اصول اسلامی ریاست کے نظامِ سیاست وحکومت کی اساس قرار پاتا ہے۔ اسی حکمِ قرآنی سے شورائی نظام نے ہی جنم نہیں لیا، اس نے شورائیت کے پورے ڈھانچے کے خدوخال تشکیل دینے میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ اسی سے ایک ایسا نظام معرضِ وجود میں آیا جو اپنا جداگانہ تشخص رکھتا ہے۔ اسے مزید انفرادیت ان احکامات وتعلیمات نے عطا کی جو قرآن وحدیث میں ہمیں ملتی ہیں۔ اس نظامِ حکومت کے مقاصد سے لے کر اس کی رو سے برسراقتدار آنے والے حکم رانوں کی خصوصیات واوصاف، اہلیت ونااہلیت، ان کے واجبات وفرائض اور حقوق تک کا تعین ان تعلیمات واحکامات میں کر دیا گیا ہے۔ یہ تعلیمات ہمیں بتلاتی ہیں کہ مسلمانوں کی زمامِ کار اور کسی اسلامی ریاست کی باگ ڈور سنبھالنے والوں کو صادق وامین ہونا چاہیے۔ عہدے کی طلب ان کی سرشت میں ہی شامل نہ ہو، وہ اپنی ذات کی بجائے رعایا کی ہمدردی وخیرخواہی کے خوگر ہوں، اور ایسے لوگ جب برسرِ اقتدار آجائیں تو ان کی بنیادی ذمہ داریاں یہ ہوں گی:

﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (الحج 22:41)

”وہ لوگ کہ جب ہم انہیں زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ اقامتِ نماز اور ادائیگی زکوٰۃ کا بندوبست کرتے ہیں (یعنی نظامِ صلوٰۃ وزکوٰۃ قائم کرتے ہیں)۔ وہ نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں۔“

اس حکم کے ذریعے بدنی عبادت ومالیاتی نظام کے ساتھ ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے زندگی کے ہر ہر شعبے کا احاطہ کر دیا گیا۔ اب کسی بھی زاویۂ حیات میں نیکی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے فروغ کے ذریعے خیر مجسم کے حصول کی ذمہ داری مسلم حکم رانوں کے کندھوں پر عائد کردی گئی۔ اسی طرح نہی عن المنکر کے ذریعے انسانی زندگی کے جملہ گوشوں سے برائی کا خاتمہ اور اس کا قلع قمع کرنا ان کا فرض منصبی قرار پایا۔گویا ہر ہر شعبے میں اسلامی احکامات و تعلیمات کا نفاذ اور ان پر خود بھی عمل پیرا ہونا اور عوام الناس کو بھی کرنا، ان کے عہدے کا لازمی تقاضا ہوتا ہے۔

اسلام کے اسی نظامِ سیاست وحکم رانی کے بارے میں اسلامیانِ پاکستان کو آگہی بخشنا اور اپنی تحریروں کے ذریعے اس کے قیام و نفاذ کی جدوجہد کرنا، زیرنظر کتاب ''جمہوریت و شورائیت کا تقابلی جائزہ'' کے مصنف جناب عطا محمد جنجوعہ کی زندگی کا اہم ترین مقصد ہے۔ اسی کی تڑپ دل میں لئے وہ ہر وقت فکر وعمل کی گتھیاں سلجھاتے رہتے ہیں۔ یہی تڑپ الفاظ کا روپ دھارے قرطاس پر منتقل ہوتی ہے اور قارئین کے سامنے موضوع کے فکری و عملی گوشوں کو آشکار کرتی چلی جاتی ہے۔

''جمہوریت وشورائیت کا تقابلی جائزہ'' میں مصنفِ کتاب جناب عطا محمد جنجوعہ نے دین وسیاست اور نظامِ حکومت کے حوالے سے یہودیوں کی وارداتوں اور گھاتوں کو بھی طشتِ ازبام کیا ہے، امتِ مسلمہ کے خلاف ان کی گھناؤنی سازشوں کا پردہ چاک کیا ہے، اسلامیانِ عالم بالخصوص اسلامیانِ پاکستان کی کج رویوں کی بھی نشان دہی کی ہے اور انہیں حال کی اندوہناکیوں سے نجات حاصل کرکے تابناک مستقبل کی طرف قدم بڑھانے اور بڑھاتے چلے جانے کا درس دیا ہے۔

جناب عطا محمد جنجوعہ کی تحریر دلائل کی قوت سے لیس ہوتی ہے۔ وہ ہوا میں باتیں کرنے کی بجائے ٹھوس براہین کے روشنی میں اپنے موضوع سے انصاف کرتے ہیں۔ یہ دلائل و براہین باحوالہ درج ہوتے ہیں اور یوں ان کے مضامین تحقیق کا انداز لئے ہوئے مستقبل کے مؤرخ اور محقق دونوں کے لئے قابلِ ذکر مواد کا ٹھوس حوالہ بن جاتے ہیں۔

آج دنیا بھر میں جمہوری نظام، سکہ رائج الوقت کی حیثیت رکھتا ہے۔کوئی سی بھی قوم یا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی سا بھی ملک، جس کے باسیوں کی بڑی بھاری اکثریت کسی بھی دین سے وابستہ ہو، وہ جمہوریت کا راگ الاپتی ہے۔عیسائی ہوں یا یہودی، مسلمان ہوں یا ہندو، سبھی زبانی طور پر جمہوریت کا ہی نعرہ بلند کرتے ہیں۔اسی کو اپنانے کا درس دیتے ہیں اور اسی پر کاربند رہنے کا عہد و پیمان باندھتے ہیں،اور تو اور خالص ڈکٹیٹرانہ نظام کے علَم بردار بھی اپنی جمہوریت پسندی کے دعوے دار ہوتے ہیں۔اس جمہوریت کا عملاً حقیقی چہرہ کیا ہے؟ اس سے نقاب کشائی کا فریضہ جناب عطا محمد جنجوعہ نے اپنی اس کتاب میں سرانجام دینے کی بھرپور سعی کی ہے۔ انہوں نے جمہوریت کو دنیا بھر میں قائم کرنے کی علَم بردار طاقتوں کے بھیانک چہرے کے خدوخال قارئین کے سامنے اجاگر کئے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مغربی جمہوریت نے اَن گنت لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا رکھا ہے۔اس کے یورپی ومغربی ممالک میں پائے جانے والے مظاہر میں کسی حد تک تابندگی بھی ہوگی اور اس کی بدولت ان کے نظامِ سیاست وحکم رانی میں ایک ٹھہراؤ اور تسلسل نے جنم لیا ہوگا،لیکن یہی جمہوریت جب ''آف شور'' ممالک میں قدم رنجہ فرماتی ہے تو اس کا بھیانک چہرہ چنگیز سے تاریک تر دکھلائی دیتا ہے۔اس جمہوریت کے علَم برداروں نے ترقی پذیر ممالک،خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، میں سوائے قتل وغارت اور ہلاکت و بربادی کو مسلط کرنے کے کچھ اور نہیں کیا۔ یہاں تک کہ ان کے جمہوری نظام کے تحت اسلام کی نام لیوا کوئی جماعت اکثریت حاصل کر کے برسر اقتدار آ گئی یا اقتدار اس کی جھولی میں گرتا ہوا محسوس ہوا تو جمہوریت کے ان عالمی ٹھیکیداروں نے ان کے خلاف گھناؤنی سازشوں کے تانے بانے بنے، ہزار ہا بے گناہ لوگوں کو تہِ تیغ کیا اور کئی ممالک کو مستقلاً خانہ جنگی کے جہنم میں دھکیل دیا۔

ایسی جمہوریت پر بلاشبہ تین حرف بھیجے جانے چاہئیں،لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ اس سے مکمل گلو خلاصی سے پہلے اسلام کے نظامِ سیاست وحکم رانی کا ٹھوس ڈھانچہ وضع کیا جائے۔اس مقصد کے لئے اسلامی فکر کے حامل ماہرینِ علمِ سیاست کو یک جا کر کے بنیادی اسلامی تعلیمات، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعین کردہ اصول وضوابط، ان کی فکری وعملی راہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمائی، خلافتِ راشدہ میں اختیار کیے گئے مختلف طریق ہائے انتخاب، بعد کے ادوار میں عمرانی وسیاسی اور سماجی علوم کے ماہرین کے افکار اور عہدِ حاضر کے زمینی حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے اسلام کے تصورِ شوریٰ پر مبنی ایک واضح، ٹھوس اور قابلِ عمل نظام کو اس کی جملہ تفصیلات کے ساتھ تیار کرنا ہوگا تاکہ جمہوریت کے مقابلے میں زیادہ بہتر اور زیادہ قابلِ عمل ایسا طریقِ انتخاب وحکمرانی وضع کیا جاسکے جو زیادہ منصفانہ ہو اور جمہوری نظام کی جملہ خرابیوں سے مبرا بھی۔ اسی نظام میں ہی فلاحِ انسانیت مضمر ہوگی۔

جناب عطا محمد جنجوعہ کی زیرِ نظر کتاب اس حوالے سے بنیادی فکری راہ نمائی فراہم کرتی ہے، اہلِ علم کو اس مسئلے پر محققانہ انداز میں غور وفکر کرتے ہوئے اس کام کو آگے بڑھانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فاضل مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائیں اور ان کی اس قابل قدر کتاب کو امتِ مسلمہ کے لئے نفع بخش اور ان کے لئے سرمایۂ آخرت بنائیں۔ آمین۔

ڈاکٹر زاہد اشرف
مدیر: ماہنامہ **المنبر**، فیصل آباد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت کی آواز

اسلام آباد سے مجلہ کشف الاحسان کے اجرا نے ، بطورِ مدیر، جہاں حصولِ علم وعرفان کا نادر موقع دیا وہاں بعض ایسے قارئین سے بھی رابطہ ہوا جو بذات خود علم وادب کے روشن چراغ ہیں۔ محترم عطا محمد جنجوعہ بھی علم و ادب سے منسلک ایسی ہی ایک شخصیت ہیں جنہیں بذریعہ ڈاک ماہنامہ ''کشف الاحسان'' ارسال کیا تو آپ نے ٹیلیفون پر رابطہ کر کے اس تحریری تبلیغی کاوش کو بہت سراہا اور ایسے مضامین کا بطور خاص ذکر فرمایا جن میں ملت اسلامیہ کو درپیش مسائل کا قرآن و احادیث کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہوتا۔ مضامین میں آپ کی دلچسپی کا یہ عالم رہا کہ ایک روز بندۂ ناچیز سے ملاقات کے لیے بنفسِ نفیس سرگودھا سے اسلام آباد تشریف لائے اور حالات حاضرہ پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ چند لمحات کی اس ملاقات سے احساس ہوا کہ حالات حاضرہ پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں اور آپ کا مطالعہ بھی ، ماشاءاللہ، بہت وسیع اور باریک بین ہے اور یہ تو یقینی ہے کہ ایسا مطالعہ جب قرآن وسنت کے انوارات کی ذراسی تجلی بھی پالیتا ہے تو حکمت وبصیرت اس کا خاصا بن جاتا ہے اور یہی خاصا انسان کو اُس مقام کی طرف لے جاتا ہے جہاں پہنچنے والوں کو قرآن کریم میں اولی الالباب ٹھہرایا گیا ہے اور اولی الباب اگر کبھی غفلت میں جا پڑیں تو حکمت وبصیرت کی بات سمجھانے کیلئے انہیں اولی الابصار فرمایا گیا ہے۔

اولی الالباب کے بارے سورۃ ال عمران ۱۹۰،۱۹۱ میں ہے: اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ۝ الَّذِيۡنَ يَذۡكُرُوۡنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰى جُنُوۡبِهِمۡ وَيَتَفَكَّرُوۡنَ فِىۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ج رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ هٰذَا بَاطِلًا ج سُبۡحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ......ترجمہ: بیشک آسمانوں اور زمین کے پیدا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے میں اور رات اور دن کے بدلتے رہنے میں نشانیاں ہیں عقل والوں کیلئے، یعنی وہ جو یاد کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کو کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور پہلوؤں پر لیٹے ہوئے اور غور کرتے رہتے ہیں آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں (اور مانتے ہیں کہ) اے ہمارے پروردگار! نہیں پیدا فرمایا تو نے یہ (کارخانۂ حیات) بے کار، پاک ہے تو بچا لے ہمیں آگ کے عذاب سے) یعنی ایسا مومن جو مظاہر قدرت میں غور و فکر کے ساتھ حالات پر بھی نظر رکھتا ہے اور رب تعالیٰ کی بزرگی و بڑائی کے اعتراف میں ہمہ تن و ہمہ پہلو اس کی حمد و ثنا بھی اپنا مشغلہ بنائے رکھتا ہے اور اپنی غفلت، کوتاہی یا خطا تسلیم کرتے ہوئے یوم آخرت کے عذاب سے بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا رہتا ہے قرآن حکیم میں اولی الالباب کہا جاتا ہے۔ جبکہ اولی الابصار کے بارے سورۃ حشر۲ میں ہے: هُوَ الَّذِيْ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؕ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ...... ترجمہ: وہی تو ہے جو باہر نکال لایا اہل کتاب کے کافروں کو ان کے گھروں سے پہلی جلاوطنی کے وقت، تم نے کبھی یہ خیال بھی نہ کیا تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور وہ بھی گمان کرتے تھے کہ انہیں ان کے قلعے بچا لیں گے اللہ (کے قہر) سے۔ پس آیا ان پر اللہ (کا قہر) اس جگہ سے جس کا انہیں خیال بھی نہ آتا تھا اور اللہ نے ڈال دیا ان کے دلوں میں رعب، چنانچہ وہ برباد کر رہے ہیں اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور اہل ایمان کے ہاتھوں سے پس عبرت حاصل کرو اے دیدہ و بینا رکھنے والو!)

دوسری آیہ مبارکہ میں اہل کتاب کے کفار سے مراد مدینہ منورہ کے مضافات میں بسنے والا یہودی قبیلہ بنونضیر ہے جس کے سرکردہ افراد میثاق مدینہ کی خلاف ورزی میں اس حد تک سرگرم ہو گئے کہ انہوں نے ایک بار رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی خفیہ سازش کی اور جنگ بدر کے بعد ان کا سردار کعب بن اشرف کفار مکہ کے پاس پہنچا اور مسلمانوں کے خلاف دوبارہ جنگ کرنے کے لیے انہیں اکسایا اور جنگ میں اپنی بھرپور امداد کا یقین بھی انہیں دلایا اور پھر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنگِ احد میں مختلف طریقوں سے اپنے قول پر کا عمل بھی کیا تو اس قبیلہ کو بستی سے نکال دینے کا حکم جو ہوا تو انہوں نے اپنے قلعہ نما گھر بھی برباد کیے اور ذلیل وخوار بھی ہوئے۔ یہاں اولی الابصار کے الفاظ سے اہل ایمان کو اس بات کی طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ دیکھو ان اہل کتاب کے کفار کی طرف جن کے قلعے کس قدر مضبوط تھے اور ان کے پاس اسلحہ کے ذخائر بھی موجود تھے لیکن جب اللہ تعالیٰ کی آیات کا ان لوگوں نے کفر کیا تو خلاف توقع ان کو مسلمانوں کے سامنے ایسے مغلوب کر دیا جو اپنے ہاتھوں سے اپنے شاندار گھروں کو برباد کرنے لگے اور بغیر جنگ کیے اپنی صدیوں پرانی آماجگاہوں سے نکال دیے گئے۔ یہ سزا انہیں اسلئے دی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کرتے تھے اور یاد رکھو کہ جو کوئی بھی ایسا وتیرہ اختیار کرے گا اس کو اسی قسم کے انجام سے دوچار ہونا پڑے گا۔ استغفر اللہ من ذلك

خلاصہ یہ کہ اولی الالباب اللہ تعالیٰ کی آیات میں غور وفکر والوں کو فرمایا گیا ہے اور اولی الابصار ایسے ایمان والوں کے لیے استعمال ہوا ہے جنہیں علم وحکمت کی باتیں سمجھانا مقصود ہوتا ہے۔ ایمان والوں ہی کی یاد دہانی کے لیے یہ حکم الٰہی ہے کہ اس سارے واقعہ کا وقتِ نظر سے اگر مطالعہ کرو گے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ جب کوئی فرد، قبیلہ یا قوم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتی ہے اور اس کے رسولؐ کے مقابلے پر ڈٹ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں بزدلی پیدا کر دیتا ہے۔ ان کے پاس خواہ اسلحہ کے انبار ہی کیوں نہ ہوں اور مضبوط دفاعی حصار میں قلعہ بند ہی کیوں نہ ہوں کوئی چیز بھی انہیں شکست فاش سے بچا نہیں سکتی۔ محترم عطا محمد جنجوعہ نے بھی اپنی تصنیف میں یہی بات مختلف زاویوں سے اہل اسلام کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ یعنی یہ کہ مسلمان کی اصل کامیابی اس ہدایت نامہ پر عملداری میں ہے جس نے اسے سب سے اعلیٰ سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام دیا ہے نہ کہ کفار کے اختیار کردہ نظام کی من و عن تقلید میں ہے۔ خلافت اور مروّجہ جمہوری نظام کے متعلق آپ نے اس کتاب میں سیر حاصل بحث فرمائی ہے جس میں مختلف حوالہ جات سے قارئین کو اختلاف بھی ہوسکتا ہے لیکن مضامین کا مکمل مطالعہ آخری تاثر یہی دیتا ہے کہ ایک اولی الالباب نے اولی الابصار حضرات کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالخصوص اور عامۃ المسلمین کو بالعموم دعوتِ فکر دینے کی حتی المقدور کوشش کی ہے کہ جب تک قرآن وسنت سے دُوری اور اپنی روشن تاریخ سے چشم پوشی اختیار کیے رکھو گے تباہی و بربادی تمہارا اسی طرح مقدر بنی رہے گی جس طرح یہودی قبیلہ بنونضیر اور پھر پوری یہودی قوم کی بنی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عصر حاضر کے مسلمان کو اس کتاب میں مذکور حکمت و بصیرت کی باتیں سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دعا گو

کرنل (ریٹائرڈ) محمد عبدالرحمٰن
امیر مجلس اتحاد بین المسلمین
مدیر ماہنامہ کشف الاحسان اسلام آباد
فون: 0333-5121092

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرضِ مرتب

جمہوریت وشورائیت کا تقابلی جائزہ مصنف کی انتہائی قابل قدر تصنیف ہے۔ اسلام کے شورائی نظام کا قیام عصر حاضر کا سب سے بڑا چیلنج ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ جو اس کائنات کے خالق و مالک اور فرمانروا ہے۔ آج اس کرۂ ارض پر کسی ایک ٹکڑے پر بھی اس کی حاکمیت نظر نہیں آتی اس لیے دنیا فساد سے بھر گئی ہے۔

میں نے اس کتاب کے مسودہ کا سرسری مطالعہ کیا ہے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ جو حضرات اسلامی دستور سازی اور اللہ تعالیٰ کی حاکمیت و اقتدار اعلیٰ کے قیام میں مصروف ہیں۔ یہ تحریر ان کے لیے بہت مفید ثابت ہوسکتی ہے۔ اقامت دین کی جدوجہد اور طاغوتی نظام کے خاتمہ کے لیے دینی مدارس اور ملک کے دیگر تحقیقی اداروں میں اس کتاب کو نمایاں جگہ دی جانی چاہیے۔

میری دعا ہے کتاب کے مصنف عطا محمد جنجوعہ صاحب کی زندگی میں اللہ تعالیٰ برکت دیں اور انھیں مزید زورِ قلم عطا فرمائیں اور یہ تحریر ان کے لیے بہترین صدقہ جاریہ بن سکے۔ آمین

راجہ محمد ارشاد

سابق ڈپٹی اٹارنی جنرل سپریم کورٹ آف پاکستان، اسلام آباد

ہاؤس نمبر 324، سٹریٹ نمبر 102، سیکٹر I-8/4 اسلام آباد

فون: 0300-8561645

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

زمانہ طالب علمی میں تاریخ اور پولیٹیکل سائنس کا دل جمعی سے مطالعہ کیا۔ قومی و بین الاقوامی حالات سے آگاہی کے لیے بی بی سی اردو سروس کا باقاعدہ سامع رہا۔ خبر نشر ہوتی کہ فلاں ملک کی فوج نے سول حکومت کا تختہ الٹ دیا۔ اس لیے دولت مشترکہ نے رکنیت معطل کردی اور یو این او نے امداد روک دی۔ کبھی کسی ملک میں عوامی انقلاب کے ذریعے آمر کا تخت الٹ دیا جاتا تو اقوام متحدہ کی فوج کی نگرانی میں پُرامن الیکشن کا انعقاد ہوتا، جمہوری حکومت کی تشکیل ہونے پر مغربی ممالک کی طرف سے امداد اور قرضوں کی پیشکش شروع ہو جاتی۔ سیر بین میں اس قسم کے تجزیے اور جمہوریت اور اسلام کے تقابلی جائزہ پر مباحثہ سن کر سوچنے پر مجبور ہوا کہ اہل مغرب کو جمہوریت کو فروغ میں اس قدر دلچسپی کیوں؟

مغرب مسلم دنیا کو دفاعی و صنعتی زرعی ٹیکنالوجی حتیٰ کہ انسانی جان بچانے کے لیے میڈیکل تھیوری قیمتاً فراہم نہیں کرتا۔ وہ اُن کو پولیٹیکل تھیوری برآمد کرنے کے لیے بلین ڈالر خرچ کر رہا ہے، عسکری کارروائیوں میں اپنی قوم کی قیمتی جانوں کو موت میں دھکیل رہا ہے اور مزاحمتی گروپوں پر بمباری کر کے دنیا کے اعتدال پسند حلقوں میں رسوائی کا باعث بنا ہوا ہے۔ توجہ طلب پہلو ہے کہ جمہوری نظام کو مسلم ریاستوں پر مسلط کرنے میں اہل مغرب کا کون سا مفاد ہے؟

یہودی یورپی ریاستوں میں در در کی ٹھوکریں کھاتے رہے۔ آج وہ اس قدر بے تاج بادشاہ بن گئے ہیں کہ اُن کی منظوری کے بغیر مغربی دنیا میں کوئی قانون پاس نہیں ہوسکتا۔ تعجب ہوا کہ انھوں نے کون سا لائحہ عمل اختیار کیا؟

ان عوامل کو تلاش کرنے میں قومی اخبار و رسائل اور ڈاکٹر حمید اللہ لائبریری اسلام آباد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے خاطر خواہ استفادہ حاصل کیا۔

اللہ جل شانہ کی ذات ہر قسم کی خامیوں، کمزوریوں اور تقاضوں سے پاک ہے۔ اسی طرح اس کا نازل کردہ نظام بھی ہر قسم کے نقص سے مبرا و منزہ ہے جبکہ انسانی خود ساختہ نظاروں سے متعلق مفکرین کے تجزیوں میں خوبیوں کے ساتھ خامیوں کا تذکرہ ضرور ملے گا تو پھر ہمارے مسلم دانشور صاحبان کسی ایک قدرے مشترک کی بنا پر ان کے پرستار کیوں؟

بلاشبہ خود ساختہ نظام ہائے حکومت میں سے جمہوریت آزادی رائے کی بنا پر آمریت، اشتمالیت اور فسطائیت سے بدرجہا بہتر ہے جس میں فرد اپنا مافی الضمیر بیان کرسکتا ہے اور حکومت کے غیر آئینی اقدام پر تنقید کرسکتا ہے۔ اس امتیازی وصف کی وجہ سے بعض سکالر صاحبان اس نظام کے مداح ہیں لیکن اس کا تاریک پہلو بھی ہے کہ فحاشی وعریانی کو فروغ دینے والے ذرائع پر قدغن لگانا آزادی رائے کے منافی تصور کیا جاتا ہے۔

خالق کائنات نے انبیاء کرام مبعوث فرمائے تاکہ بنی نوع انسان وحی الٰہی کے ضابطوں پر عمل پیرا ہو کر دنیا و آخرت میں امن وسکون کی نعمت سے ہوں جبکہ طاغوت کی تگ و دو ہے کہ وہ الہامی ضابطوں کو ترک کر کے خود مختار ہو جائیں۔ یورپ میں اس فلسفہ کو پذیرائی حاصل ہوئی کہ انسان خیر وشر میں خود تمیز کرسکتا ہے۔ انقلاب فرانس کے بعد قانون سازی کے اختیارات عوام کو حاصل ہو گئے۔ اہل مغرب نے محکوم مسلم ریاستوں میں سیکولر نظام رائج کیا جن میں نہ ہو سکا وہاں نفاذ کا عمل جاری ہے۔

مغربی مفکرین نے مسلم دنیا کو آزادی کی نیلم پری کا اسیر بنانے کے لیے مسلسل تگ و دو کی جس کے مضر اثرات مسلم معاشرہ میں کافی حد تک سرایت کر چکے ہیں۔ اس کو زائل کرنے کے لیے فکری تحریک کی ضرورت ہے جو دلائل کی روشنی میں جمہوریت کے برگ و بار واضح کرے اور اسلام کے شورائی نظام سے آگاہ کرے۔ تحریک اسلام کے فروغ، وطن کی ترقی و استحکام اور خدمت انسانیت کے لیے قوت محکمہ کا کردار ادا کرے۔ مزید برآں فرد اور معاشرہ کی اصلاح کے لیے تعلیم وتزکیہ کا اہتمام کر کے اقامت دین کا فریضہ سرانجام دے تاکہ نئی نسل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروان چڑھ کر ریاست پر اسلام کے غلبہ کے لیے قائدانہ کردار ادا کرنے کی اہل ہو جائے۔

مذکورہ موضوعات پر میری معروضات مختلف دینی جرائد میں شائع ہوتی رہیں۔ محترم راجہ محمد ارشاد صاحب کی دلچسپی اور تعاون سے کتابی صورت میں پیش خدمت ہیں۔ مختلف اوقات میں لکھے گئے تکرار کی معذرت چاہتا ہوں۔

کرنل (ریٹائرڈ) محمد عبد الرحمٰن، ڈاکٹر محمد امین اور ڈاکٹر زاہد اشرف نے مطالعہ کر کے اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے میں اِن تمام احباب کا تہہ دل سے مشکور ہوں۔

الٰہی! جن دانشوروں کے علم و تحقیق سے استفادہ حاصل کیا ہے ان کو اجر عظیم سے نواز دے اور میرے والدین کو جنت الفردوس میں مقام عطا فرما۔

عطاء محمد (جنجوعہ)
کوٹ بھائی خان، نزد جھاوریاں، ضلع سرگودھا
فون: 0313-8602130 ـ 0302-6728908
Email: atamjanjua@gmail.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہودی بے تاج بادشاہ کیسے بنے؟

کائنات میں کئی مذاہب کے لوگ زندگی بسر کرتے ہیں جن کے ہاں نیکی اور بدی کے الگ الگ ضابطے ہیں وہ اُن کی روشنی میں دوسروں کو نیکی کی ترغیب دے کر اپنے مذہب میں شامل ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ مگر یہودی قوم ایسی ہے جو دوسروں کو اخلاقی، سماجی، مذہبی، معاشی اور معاشرتی برائیوں کے جال میں پھنساتی ہے۔ اس لحاظ سے یہودی سب سے کم ظرف قوم ثابت ہوئے ہیں۔

یہودی اٹھارہ سو سال تک مختلف قسم کی شیطانی عادات کی بنا پر لاکھوں کی تعداد میں قتل ہوتے رہے اور در در کی ٹھوکریں کھاتے رہے لیکن پھر ایک صدی کے دوران آخر انہوں نے کون سا حربہ اپنایا کہ وہ دنیا کے بے تاج بادشاہ بن گئے؟

در بدر کی ٹھوکریں:

۷۰ء میں رومی محاصرے کے دوران یروشلم میں قحط پھیل گیا۔ اس دوران ایک لاکھ سولہ ہزار یہود صرف بھوک کی وجہ سے موت کا شکار ہوئے۔ پانچ ماہ کے محاصرے کے بعد رومیوں نے آدھا شہر فتح کر لیا، ہیکل کو نذر آتش کر دیا۔ انہوں نے کسی کو نہ بخشا جو اُن کے ہتھے چڑھا مارا گیا۔ ۹۷ ہزار غلام بنا کر روم میں بھوکے شیروں کے آگے ڈالے گئے اور اہل روم کی تفریح کا شکار ہوئے۔ یہودی تخمینے کے مطابق مارے جانے والوں کی تعداد گیارہ لاکھ ۹۷ ہزار تھی جب کہ رومی اندازے کی رو سے چھ لاکھ یہود اس موقعے پر مارے گئے۔☆ اس موقع پر جو یہودی بچے وہ یورپ کے شہروں اور ایشیا میں دجلہ وفرات کے کنارے اور عرب کے ریگزاروں میں پھیل گئے اور اپنی آبادی بڑھانے پر متوجہ رہے۔

یہودی عورتیں حسن میں اپنی مثال آپ تھیں جن کے نقوش تیکھے اور آنکھیں چراغوں کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح روشن تھیں۔ چنانچہ قوم یہود نے دولت، ظاہری عزت اور شہرت تک پہنچنے کے لیے اپنی عورتوں کو بھی زینوں کی طرح استعمال کیا۔ دولت ہاتھ آئی تو یہود نے ساحری اور طبابت کے پیرایۂ کاروبار کے ساتھ تجارت کو بھی اپنایا اور مالی حالت مستحکم کر لی اور مقامی لوگ ان کے دست نگر ہوتے چلے گئے۔

۰۷ء کی تباہی اور کسمپرسی کے دور میں یہودیوں کی طرف سے ایک مشنری سکول قائم کیا گیا جو آل موسیٰ کے بچوں کے دلوں کو گرماتا اور قومی حمیت بیدار کرتا رہا۔ یہودیوں نے اس کے پیغام کو مذہبی اور سماجی تمام معاملات میں ہر جگہ تسلیم کیا۔ اس سکول میں ایک کونسل تشکیل دی گئی جس کے ارکان سیاست دانوں یا راہبوں کی بجائے تورات کے استاد تھے۔ جس کا سربراہ تمام یہودی قوم کے لیے ناظم مقرر کرنے کا مجاز تھا۔ اس تنظیم نو سے یہودیوں میں ہیکل کی تعمیر کے لیے نئی لہر پیدا ہو گئی۔

جب ہیڈریان نے ۱۳۰ء میں حکم دیا کہ یروشلم میں ہیکل کے مقام پر جیوپٹر کا معبد بنایا جائے۔ پھر اس نے ختنہ کرانا ممنوع قرار دیا اور یہودی قوانین کی منظر عام پر تعلیم و تدریس بند کر دی تو یہودی بھڑک اٹھے۔ وہ تین برس تک پورے عزم و ہمت کے ساتھ روم کا مقابلہ کرتے رہے۔ بالآخر رسد اور خوراک کی کمی نے انہیں نڈھال کر دیا۔ رومیوں نے فلسطین میں پانچ لاکھ اسی ہزار یہودیوں کو تہ تیغ کیا۔ جو بچے ان کو گھوڑے کی قیمت پر نیلام کر دیا گیا اس کے باوجود انہوں نے اپنے ماضی کو سینے سے لگائے رکھا۔ اپنی کتابوں کو حرز جان بنایا اور ان کے احکام کو اپنی بقا کے لیے حصار کے طور پر استعمال کیا۔ ہر ظلم کو کرم سمجھا مگر ان کی زبان پر ایک طلسم سوار تھا۔

"یروشلم اگر تجھے میں بھول جاؤں تو میرا دایاں ہاتھ اپنی عیاری کو بھول جائے۔"

یہی یروشلم جب خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں مسلمانوں کے تسلط میں آیا تو اہل کتاب میں سے کسی زائر پر کوئی پابندی نہ تھی بلکہ مسلمان ان کی مہمان نوازی کرتے

☆ یہودیت از یوسف ظفر ص ۱۶۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ ۹۶۹ء میں جب فلسطین فاطمیوں کے زیر اثر آیا تو عیسائیوں کو مزید سہولتیں حاصل ہوگئیں یہود ونصاریٰ مسلمانوں کے حسن سلوک سے یہ اخذ کرتے کہ یہ لوگ طبعاً کمزور ہیں۔

یہودیوں نے اپنے خود کاشتہ ''پروٹسٹنٹ عیسائیت'' میں جو عقیدہ داخل کیا تھا کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر اٹھائے جانے کے ایک ہزار سال بعد دوبارہ ظاہر ہوں گے اس عقیدے نے سارے یورپ کے کٹر عیسائیوں کو فلسطین کی سرزمین کا شوق دلایا اور یہودیوں نے فلسطین کے مسلمان فرمانرواؤں کی بدسلوکی کا واویلا مچایا۔ جس کا شکوہ لے کر نمائندے پوپ کے حضور پہنچے۔ ۱۰۹۵ء میں پوپ نے فتویٰ دیا۔ ''ان کافروں کے خلاف جنگ کی جائے جن کے قبضے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے۔ جو لوگ اس جنگ میں شریک ہوں گے ان کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور جو اس میں مارے جائیں گے انہیں جنت میں جگہ دی جائے گی۔''

یہودیوں نے دیگر اقوام کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر انہیں یروشلم کو فتح کرنے پر آمادہ کیا ورنہ عیسائیت کے نام لیواؤں کا فلسطین کی سرزمین میں کیا رکھا تھا جس کے لیے وہ سر دھڑ کی بازی لگاتے۔ ان صلیبی جنگوں کے دوران مسلمانوں اور عیسائیوں کا بے پناہ جانی اور مالی نقصان ہوا اور ان کے مابین نفرت کی خلیج حائل ہوگئی لیکن تاریخ نے وہ دن بھی دیکھا جب مسیحی مبلغ صلیبی نوجوانوں کو بھرتی کے لیے اُکساتے تو ان پر اعتراض کی بوچھاڑ ہو جاتی کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خالی قبر کے لیے اتنی دور کیوں جائیں جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قاتل ہمارے درمیان عیش و آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ چنانچہ عیسائی نوجوان صلیبی جنگوں کے جنون میں یہود کو حضرت مسیح کا قاتل قرار دے کر موت کے گھاٹ اتارنا شروع کر دیا۔ اگر کوئی عیسائیت قبول کرتا تو اس کو آگ میں جلا کر پرکھا جاتا کہ ان کا دل عیسائی ہوا ہے یا نہیں؟ ان کا عقیدہ تھا کہ عیسائی کو آگ نہیں چھوتی۔ دو تین مقامات پر یہود کا قتل عام بے رحمی سے کیا گیا۔

''برطانیہ کے یہودیوں کو زمین حاصل کرنے اور کاشت کرنے کی اجازت نہ تھی اس لیے انہوں نے سودی کاروبار اور تجارت کو اپنایا، ان وسیلوں سے وہ دولت مند بھی جلد ہو جاتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ اس لیے مقامی لوگ اس سے نفرت کرتے اور امرائے دولت ان سے بالعموم قرضے حاصل کرتے اور صلیبی جنگوں کا اہتمام کرتے۔ جب ۱۲۵۷ء اور ۱۲۶۷ء کی خانہ جنگیوں میں یہودی پھر ہدف بنے تو لندن، کنٹبری، لنکن اور کیمبرج کے یہودی خاندان کلیتًا ختم کر دیے گئے جو یہودی بچے ان کے گھر لوٹ لیے گئے قرض کے حوالے پھاڑ ڈالے گئے اور انہیں کوڑی کوڑی کا محتاج کر دیا گیا۔ چنانچہ ۱۲۹۰ء میں ایڈورڈ اول نے ۱۶ ہزار یہود کو حکم دیا کہ انگلستان سے اپنا مال متاع اور قرضوں کو چھوڑ کر نکل جائیں۔

جب بین الاقوامی تجارت عام ہوئی اور اس کے لیے بڑی بڑی رقوم کی ضرورت پڑی تو صلیبی حکمرانوں کو دقت پیش آئی کیونکہ رومن کیتھولک عقیدے کے مطابق عیسائی کسی غریب شخص سے سود وصول نہیں کر سکتا۔ نہ سودی بیوپار کر سکتا ہے جب کہ یہودی ''احبار'' میں یہ جملہ درج تھا ''کسی قسم کا سود کوئی یہودی کسی یہودی سے وصول نہیں کر سکتا، ہاں اجنبیوں کو سود پر ادھار دیا جا سکتا ہے۔'' چنانچہ صلیبی حکمرانوں نے دنیا کے ساتھ سیاسی رابطے اور تجارتی تعلقات براہِ راست قائم کر لیے اور سودی کاروبار یہود کے لیے مخصوص کر دیا گیا۔ اس فیصلے سے یہود کو نمایاں حیثیت حاصل ہوگئی۔

۱۳۵۶ء میں فرانس کے بادشاہ جان دوئم کو پوائیٹرز کے مقام پر انگریزوں نے گرفتار کر لیا۔ اس کی رہائی کے لیے انگریزوں نے اتنی رقم مانگی کہ انہیں ۱۳۶۱ء میں یہودیوں سے قرض لینا پڑا اور انہیں بیس سال کا اجازت نامہ دینا پڑا جس کی رو سے انہیں مفلوک الحال عوام سے دوگنی شرح کا سود لینے کا حق دیا گیا لوگوں نے اس پر زبردست ہنگامہ برپا کیا۔ جان کا ۱۳۶۴ء میں انتقال ہوا لیکن تیس برس تک فرانسیسی حکومت نے قوم یہود کو عوام سے سود وصول کرنے اور حکومت کی جیب گرم کرنے کی کھلی چھٹی دیے رکھی اس کے بعد عوام مشتعل ہوگئی اور انہیں مار پیٹ کا نکال دیا گیا اور انقلاب فرانس تک دوبارہ ادھر کا رخ نہ کر سکے۔''

عیسائی دنیا میں جب انہیں کہیں جائے امان نہ ملی تو انہیں پتہ چلا کہ عظیم ترک کی مملکت میں غریب سے غریب یہودی بھی امن وسکون کی زندگی بسر کر سکتا ہے۔ انہیں کسی چیز کی کمی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں بلکہ اپنی مرضی کے مطابق رہنے سہنے کی آزادی ہے۔ یہود نے عالی شان کنیسا تعمیر کیے ہیں اور ایک یہودی خود سلطان کے مشیروں میں شامل ہے۔ یہ خبر سن کر انہوں نے ایک ایک کر کے کوچ کرنا شروع کر دیا لیکن راستے میں عیسائی انہیں لوٹ لیتے ان کی عورتوں کی بے حرمتی کرتے اور ان کے مردوں کو قتل کر دیتے۔

مزید تفصیل کے لیے یوسف ظفر مرحوم کی کتاب ''یہودیت'' کا مطالعہ کریں۔

امریکہ ویورپ میں یہود کا اثر ورسوخ:

یہودیوں نے اپنے عقیدے سے وفاداری، بچوں کی تعلیم وتربیت، آبادی میں اضافہ اور علوم وفنون میں مہارت کی بنا پر اپنا وجود برقرار رکھا، پھر انہوں نے بین الاقوامی تجارت میں بھرپور کردار ادا کیا اور اپنے بنکوں سے سودی قرضوں کا جال پھیلا کر امراء اور بادشاہوں پر تسلط قائم کرنا چاہا۔ لیکن پھر بھی ان کی جان ومال کو تحفظ حاصل نہ رہا۔

یہودی اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ وہ انبیاء کی اولاد ہیں، اس لیے ان کے علاوہ دنیا پر حکومت کرنے کا حق کسی کو حاصل نہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت ہی نہیں دیتے بلکہ دیگر مذاہب عالم کے پیروکاروں کو ان کے مذہب سے بیزار کرتے رہے۔ ان کی سرگرمیاں سرمایہ داری اور سیاسی عیاری تک محدود نہ تھیں بلکہ انہوں نے نوجوانوں کا اخلاق بگاڑنے کے لیے عریانی وفحاشی کے ساتھ ساتھ قحبہ خانے اور منڈا بازی کے اڈے بھی قائم کیے ہوئے تھے۔ جب ان کی بد اعمالیاں ظاہر ہوتیں تو عوام مشتعل ہو جاتے۔ اور پوپ آنکھیں بند کر کے ان کے قتل کا فتویٰ جاری کرتے اور امراء بادشاہ ان کے قتل وغارت میں پیش پیش ہوتے۔ ان کو تحفظ دینے والا کوئی نہ ہوتا۔ اٹھارہ سو سال تک دھکے کھانے والے یہودیوں نے وہ کون سا حربہ آزمایا؟ کہ وہ قلیل عرصے میں یورپی ممالک خصوصاً برطانیہ میں اس قدر اثر ورسوخ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے کہ عالمی نوعیت کے اہم فیصلے ان کی مرضی سے طے ہونے لگے۔ انہوں نے سب سے پہلے خلافت اسلامیہ کو سبوتاژ کر کے اپنے لیے آزاد ملک اسرائیل حاصل کر لیا۔ جس نے ۱۹۷۹ء میں غیر اعلانیہ طور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر ایٹمی قوت بھی حاصل کر لی اور عربوں کا ناک میں دم کر رکھا ہے۔

یہودی پروٹوکول میں جس سپر گورنمنٹ کا ذکر ہے اس پر مجلس اقوام متحدہ کا لیبل چسپاں کر کے یہودی دنیا کے بے تاج بادشاہ بن گئے۔ عالمی سطح پر بظاہر امریکہ کا طوطی بولتا ہے مگر حقیقت میں اس کے اہم فیصلے اسرائیل میں ہوتے ہیں۔

''ڈان برگس (Don Bergus) سابق سوڈان میں امریکی سفر نے ایک مرتبہ ازراہ تمسخر کہا ''اگر اسرائیل کا وزیر اعظم کسی دن اعلان کرے کہ زمین چپٹی اور سپاٹ ہے تو چوبیس گھنٹوں کے اندر کانگریس میں وزیر اعظم کو مبارک باد کی قرارداد پاس ہو جائے گی۔''

تھامس ڈائن نے ۱۹۸۲ء میں فخریہ طور پر کہا:

"Now American Jews can form their own foreign policy agenda."

''اب امریکی یہودی امریکہ کی خارجہ حکمت عملی کی تشکیل خود دے سکتے ہیں۔'' دنیا میں کسی جگہ امن قائم نہیں ہو سکتا جب تک یہودی راضی نہ ہو جائیں اسی لیے کینیڈا کے سابق وزیر اعظم پرٹروڈو (Perer Trudeeu) سے کسی نے سوال کیا۔

''مسٹر ٹروڈو! آپ کے خیال میں فلسطین کا مسئلہ کب حل ہو گا''

ٹروڈو نے جو ایک زبردست متحرک شخصیت تھا اور حق گوئی میں مشہور تھا فوراً عمیق اور معنی خیز جواب دیا: ''جب نیویارک کے یہودی اسے حل کرنا پسند کریں گے۔''

یہی وجہ ہے کہ روز ویلٹ سے لے کر بل کلنٹن تک امریکہ کے سارے صدر (آئزن ہاور کر چھوڑ کر) یا تو صیہونی رہے ہیں یا پھر یہودیوں سے نفسیاتی طور پر اتنے مرعوب کہ وہ آزادانہ اور معقول انداز سے سوچنے سے قاصر ہیں۔ کوئی امریکی سفیر یہودیوں کی اجازت کے بغیر غیر ملکی لیڈر سے ملاقات کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔''

امریکی میڈیا پر یہودیوں کا تسلط ہے۔ اس لیے کسی کو یہودیوں کے خلاف کتاب شائع کرنے کی اجازت نہیں اگر کسی حیلے سے شائع ہو بھی جائے تو مارکیٹ سے فوراً غائب ہو جاتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہود کے خلاف امریکی عیسائیوں کی گواہی:

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا امریکہ کے عیسائی اور دانش ور یہودی عزائم سے بے خبر ہیں؟ ہرگز نہیں۔ جارج واشنگٹن جیسی عظیم شخصیت جو اس ملک کو ایک علیحدہ آزاد ملک کے طور پر دنیا کے نقشے پر وجود میں لانے کا باعث بنا۔ یو ایس اے کا پہلا صدر ہے۔ یہودی قوم کے بارے میں اس کا یہ قول تمام دنیا کے لیے اپنے اندر سبق رکھتا ہے:

''دشمن کی افواج کے مقابلے میں یہ یہودی ہمارے اندر رہ کر ہمارے خلاف کہیں زیادہ مؤثر انداز میں محاذ آرا ہیں کیونکہ ہمارے سامنے آزادی کا جو مقصد ہے۔ جس کے حصول کے لیے ہم نے اپنی جانیں لڑائی ہیں اس کے خلاف یہ ہمارے لیے سو گنا زیادہ خطرناک ہیں۔ یہ لوگ امریکہ اور امریکی معاشرے کی خوشیوں کو مٹانے کو نقصان پہنچائیں یہ قوم اس لائق تھی کہ اس ملک میں اس قوم کا آباد ہر فرد شکار سمجھ کر ختم کر دیا جاتا جو ہر سٹیٹ اپنا فرض سمجھ کر ادا کرتی لیکن اسے ایک المیہ قرار دیا جائے کہ ایسا نہ ہو سکا۔''

امریکہ کی آزادی میں صف اول کے راہنما اور آئین کی تیاری میں اہم کردار ادا کرنے والے مدبر ''بنجامن فرینکلن'' نے آئینی کنونشن میں یہودی قوم کے بارے کہا:

''جنرل واشنگٹن کی اس بات سے میرا کامل اتفاق ہے کہ ہماری قوم جس نے تازہ تازہ آزادی حاصل کی ہے اسے ان عناصر کے خوفناک اثرات سے محفوظ رکھا جائے۔ جو بڑی عیاری اور خاموشی سے کسی نظام کے اندر گھس کر اسے اندر سے کھوکھلا کر دیتے ہیں۔ معزز شرکاء کنونشن! مجھے یہ کہنے میں ذرا باک نہیں کہ ہمارے لیے یہ خطرہ یہودی ہیں امر واقع یہ ہے کہ جس ملک میں بھی یہودی زیادہ تعداد میں آباد ہوئے۔ انہوں نے اس ملک کی اخلاقیات کو پستی میں گرا دیا۔ تجارت میں دیانت داری کا خاتمہ کر کے تجارتی اقدار کو بے وقعت بنا ڈالا۔ اس معاشرے میں بس کر رہنے کی بجائے اپنے آپ کو اس سے الگ تھلگ رکھا۔ مذہب عیسائیت جس پر ہماری قوم کی بنیادیں قائم ہیں وہ اسی قوم کے طنز وتعریض کا نشانہ اور نیچے سے اس کی جڑیں کھوکھلی کرنے کا باعث ہیں۔ یہ قوم ریاست اندر ریاست قائم کرنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بڑی مشاق ہے اور اس معاملے میں اگر اس کی مخالفت کی جائے تو یہ قوم اس ملک کو ہلاکت سے دوچار کرنے میں ذرا باک نہیں کرتی۔ اسپین اور پرتگال کا معاملہ آپ کے سامنے ہے...... یہودی لوگ خون آشام چمگادڑ ہیں اور چمگادڑ کی خوراک اپنی جنس نہیں اور نہ ہی جنس اپنی جنس کے ساتھ مل کر رہ سکتی ہے۔ لہٰذا اپنا وجود اور اپنے پھلنے پھولنے کے لیے انہیں دیگر اقوام ہی کو اپنا شکار بنائے رکھنا ہے۔

آپ یہ حقیقت اپنے ذہن نشین کرلیں کہ اگر آج آپ نے اس قوم کو اس ملک سے باہر نہ کیا تو وہ دو سو سال سے کم عرصہ میں آپ کی نسلوں کی حیثیت ایک معمول کا شتکار اور مزدور سے زیادہ نہ ہوگی اور یہ قوم آپ کو ایسے حشر سے دوچار کرے گی کہ آپ قبروں میں ہوں گے اور آپ کے بچے آپ پر لعنت بھیج رہے ہوں گے۔

جنٹلمین! یہ امر آپ اصحاب کے گوش گزار کرنا ہے...... اگر اس قوم کو امریکہ میں آباد ہونے کی اجازت دی گئی تو یہ اس ملک کے لیے بے حد خطرناک ہوگا۔ لہٰذا مناسب یہی ہوگا کہ اس آئین کی رو سے اس ملک میں اس قوم کی آبادی کو کوئی جگہ نہ دی جائے۔"

(ایڈریس فیڈرل کانسٹی ٹیوشنل کنونشن منعقدہ فلاڈلفیا ۱۷۸۷ء، بحوالہ نوائے وقت ۱۲۔۱۔۲۰۰۱ء)

لیکن آج تک امریکی ان سے چھٹکارا حاصل نہ کر سکے۔ کیا یہودیوں نے سماجی ومعاشی برائیوں سے توبہ کرلی ہے جن کی بنا پر انہیں اذیتیں دے کر ملک بدر کیا جاتا تھا۔ نہیں ہرگز نہیں وہ تو پہلے سے زیادہ آزادی سے سرگرم عمل ہیں بلکہ ان کو آئینی وقانونی حق حاصل ہے۔ یہ استحقاق انہیں کیسے حاصل ہوا۔

یہودی حربہ:

یہودی سازش سے پروٹسٹنٹ عیسائیوں میں یہ عقیدہ سرایت کر گیا کہ حضرت عیسیٰ کے دوبارہ ظہور کے زمانے میں یہودی ساری دنیا پر پھیلے ہوں گے جنہیں عیسیٰ علیہ السلام اپنے ہاتھ سے اپنے دین میں شامل کریں گے۔ اس لیے انگلستان کے عیسائیوں نے یہود کو عیسائی بنانے کے کار خیر میں شرکت کے لیے اپنے ملک میں یہود کی آبادکاری کا خیر مقدم کیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برطانیہ کو دیگر ممالک کی فتوحات اور تجارت کے فروغ نے اس ضرورت کا احساس دلایا کہ انہیں ایسی قوم کی ضرورت ہے جو دیگر ممالک سے خام مال درآمد کرے اور انگلستان سے پختہ مال برآمد کرنے کی ذمہ داری قبول کرے۔ یہ ذمہ داری یہودیوں نے قبول کر لی اور ایمیسٹر ڈیم کو مرکز بنا کر تجارتی سرگرمیاں شروع کر دیں۔ انہوں نے ''مجلس یہودِ یہود'' قائم کر کے لندن کو سیاسی ریشہ دوانیوں کا مرکز بنا لیا، بس پھر یہودیوں کے وارے نیارے ہو گئے۔

صلیبی جنگوں کے بعد یورپ میں علم کی روشنی حاصل کرنے کا احساس پیدا ہوا جب کہ یورپ میں علم کے سرچشموں پر یہودی پہرہ تھا، کیوں کہ ہسپانیہ میں قیام کے دوران انہوں نے طب، ریاضی، نجوم، جغرافیہ، فلسفہ اور منطق کے علوم میں مہارت حاصل کر لی تھی اور ان کو عبرانی زبان میں منتقل کر لیا تھا۔

اگرچہ اس دور میں عیسائی مذہب پہلے ہی شکست و ریخت کا شکار ہو چکا تھا۔ تاہم اللہ اور آخرت کا تصور موجود تھا۔ جب یورپ کے عیسائی علم کی تلاش میں نکلے تو یہودی راہبوں کو سنہری موقع مل گیا۔ ان کو جدید علوم کے نام پر ایسی تعلیم عام کرنے کی کھلی چھٹی مل گئی جس سے عیسائی پود میں مذہب کے خلاف جراثیم داخل ہو گئے اور نتیجتاً مارٹن لوتھر جیسے لیڈر بن کر نکلے جنہوں نے دین واصلاح کے نام پر کلیسا کے خلاف تحریک چلائی۔ جس سے نئی نسل عبادت گاہوں سے دور ہو کر آزاد خیال بن گئی۔ تعلیمی اداروں میں مذہب کے خلاف سیلاب اُمڈ آیا جس نے اہل یورپ کے دلوں سے خدا اور آخرت کا تصور بھی نکال پھینکا۔ حتیٰ کہ رب کے وجود پر بحثیں شروع ہو گئیں۔

مذہب کے خلاف طوفان اٹھانے والوں میں پولس (ماہر فلکیات) کوپرنیکس، اٹالین (ماہر فلکیات ''گیلیلو'' اور برطانوی ماہر طبیعات ''نیوٹن'' قابل ذکر ہیں۔ یہ یہودی تھے یا یہود نواز۔ تاہم سائنس اور کلیسا کی نظریاتی جنگ سے یہودی قوم نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔

ڈارون کا تخلیقی نظریہ ارتقاء اور یہودی فرائڈ کا جنسی نسبت کا نفسیاتی تجزیہ، فلسفہ،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سائنس اور نفسیات کے نام پر سیکولر اور جنسی بے راہ روی کے نظریات شامل نصاب ہو گئے۔ انجان عوام علم کے نام پر میٹھا زہر پی گئے۔

چنانچہ تعلیم نے معبود حقیقی کی عبادت کا تصور ختم کر کے دولت کی طلب کا جذبہ جنم دیا حتی کہ عیسائی پادری بھی اس دوڑ میں خودساختہ معجزوں کی آڑ میں برابر کے شریک ہو گئے۔ آج یورپ اور امریکہ میں زندگی کا محور ڈالر ہے۔ جنسی آزادی نے عورت سے شرم وحیا لباس چھین کر ماڈل گرل بنا دیا۔ یہودیوں کو جب یورپ میں عیسائیت نے چین سے بیٹھنے نہ دیا تو انہوں نے عقل کی حکمرانی کا تصور پیش کر کے عیسائیت کا قلع قمع کر دیا۔ اس طرح عقل کو روح سے جدا کر کے یورپ کو سیکولرازم کی راہ پر ڈال دیا۔ جب اہل یورپ میں آزادی، دولت کی طلب اور عقل کی بالادستی گھر کر گئی تو یہود نے قدیم یونانی بت پرست قوم کا نظریۂ جمہوریت متعارف کرایا۔

جب اللہ کو کائنات کے نظام چلانے کے لیے شریکوں کی ضرورت پڑتی ہے تو اکیلا بادشاہ سلطنت کے فرائض کیسے سرانجام دے سکتا ہے۔ یہودیوں نے بادشاہی نظام کے خلاف عوامی حکومت قائم کرنے کا شعور پیدا کیا۔ رفتہ رفتہ جس نے تحریک کی صورت اختیار کر لی۔ فرانس میں مساوات، اخوت اور حریت کے نعروں کی گونج چھا گئی حتی کہ ۱۷۹۱ء میں فرانس کے نئے آئین میں حقوق انسانی کا اعلان ہوا۔ جس کی رو سے تمام انسان آزاد ہوں گے ان کے حقوق مساوی ہوں گے تحریر وتقریر اور پریس کی مکمل آزادی ہوگی ہر شخص کو جائداد حاصل کرنے کا حق ہوگا۔ بادشاہت عوام کی ہوگی۔ ۳۱ جنوری ۱۷۹۳ء کو فرانس میں بادشاہی نظام کو ختم کر کے جمہوریت فرانس کا اعلان کر دیا گیا۔ برطانیہ اور امریکہ میں بھی انقلاب کی آگ بھڑکی تو یہودیوں کو پورے شہری حقوق حاصل ہو گئے۔ جمہوری نظام میں سیاسی ومذہبی اختیارات بادشاہ اور پوپ کی بجائے لاکھوں افراد میں تقسیم ہو گئے۔ جمہوری نظام سے قبل بنی نوع انسان کے اخلاق وکردار تباہ کرنے پر یہودیوں سے جو باز پرس ہوتی تھی۔ اب آزادی کے نام پر وہ جرائم انسانی حقوق کا حصہ بن گئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قحبہ خانہ، جوا، شراب نوشی اور عصمت فروشی کے کلب قائم کرنے کے لیے قانونی تحفظ حاصل ہوگیا۔ فرائڈ کی شیطانی اولاد نے ہم جنس پرستی کے قانون کو پارلیمنٹ میں پاس کرا کر گرو کے نظریہ کو حقیقت کا روپ دے دیا۔ وہ فعل جو حیوان بھی ایک دوسرے سے سرانجام نہیں دیتے جمہوری نظام نے اشرف انسان کو اس ذلیل مقام پر کھڑا کر دیا۔ کوئی روک ٹوک نہ رہی کیونکہ اکثریت نے قانون پاس کیا جب کہ یہود نے عوام کو دولت کا پجاری بنا کر عقل سے عاری کر دیا۔

امریکی کانگرس یہودی لابی سے کیوں کپکپاتی ہے؟

امریکہ میں یہودی نہایت منظم طریقہ سے رہ رہے ہیں۔ سرکاری وغیر سرکاری شعبوں پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے ان کے فعال قسم کے ادارے اور تنظیمیں سرگرم عمل ہیں۔ لیکن ان کی سیاسی سطح پر سب سے زیادہ طاقت ور، مستحکم اور منظم جماعت "AIPAC" American Isreal Public Affairs Committee ہے۔ جس کا رابطہ پورے امریکہ کے ۲۰۰ یہودی اداروں سے ہے۔

امریکی محکمہ انصاف اس کے حسابات اور اقدامات کی جانچ پڑتال نہیں کر سکتا کیونکہ اس کے قہر سے امریکہ کی سینیٹ بھی کپکپاتی ہے۔ "اے پیک" کی منظوری کے بغیر اول تو کوئی قرارداد کانگرس میں پیش نہیں ہو سکتی اگر پیش ہو بھی تو منظور نہیں ہو سکتی۔ وہ کیسے؟

امریکہ کے تقریباً ۹۳ فی صد یہودی صرف ۱۲ ریاستوں میں رہتے ہیں جن میں سے پانچ وہ ریاستیں ہیں جن کو امریکہ کے صدارتی انتخاب میں نازک ریاستیں کہا جاتا ہے۔

امریکہ کے جمہوری نظام میں ہر چار سال بعد الیکشن منعقد ہوتے ہیں جب کہ امریکہ میں الیکشن کے "جن" کی جان ڈالر میں ہوتی ہے۔

چینی رپورٹ کے مطابق، امریکہ میں جمہوریت امیروں کا کھیل ہے جہاں جمہوریت کو تجارت کی روح تصور کیا جاتا ہے۔ امریکہ میں جو بڑا سیاسی منصب حاصل کرنا چاہتا ہے اسے بے پناہ دولت صرف کرنا پڑتی ہے کوئی بھی امیدوار اس وقت تک کامیابی حاصل نہیں کر سکتا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب تک وہ ایک خطیر رقم مناسب جگہوں پر صرف نہ کرے یا مخصوص اداروں کو مالی معاونت کے نام پر بھاری رقم ادا نہ کرے۔ ۲۰۰۰ء کے عام انتخابات کے دوران ۳ بلین ڈالر خطیر رقم صرف کی گئی۔ جب کہ سیاسی اداروں اور شخصیات کو تحائف اور فنڈ نگ کے طور پر ادا کی جانے والی رقم اس کے علاوہ ہے۔ الیکشن فیڈریشن کمیٹی سے حاصل کی گئی رپورٹ کے مطابق ۹ر نومبر ۲۰۰۰ء کو ہونے والے انتخابات میں ۸۱ فی صد سینیٹ کے کامیاب امیدواروں اور ۹۹ فیصد پارلیمنٹ کے کامیاب امیدواروں نے قانون کی پرواہ نہ کرتے ہوئے انتخابی مہم میں کئی گنا زیادہ پیسہ صرف کیا۔ امریکہ کی ایگزیکٹو سیاسی کمیٹی کی ڈائریکٹریری مانکس کے مطابق ''امریکہ کا جمہوری نظام افسوس ناک حد تک غیر منصفانہ راستوں پر گامزن ہو چکا ہے۔ اگر میں الیکشن فیڈریشن کمیٹی کی جانب سے تحائف جمع کرنے کی مہم پر لگ جاتی تو میں انتخابات سے پہلے ہی اس کے نتائج آپ کے سامنے رکھ سکتی تھی۔'' اس مثال سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ امریکہ میں الیکشن کے ''جن'' کی جان ڈالر میں ہوتی ہے اسپین کا مشہور اخبار ''الموندہ'' امریکی جمہوریت کی تعریف اس طرح کرتا ہے کہ ''دولت امریکہ کے جمہوری نظام میں سرطان کی طرح سرایت کر چکی ہے جب کہ امریکہ میں آزادی صحافت کی لگامیں بھی صاحب ثروت افراد کے ہاتھ میں ہیں جو اسے اپنے مفادات کے لیے استعمال کرتے ہیں۔''

(ندائے ملت، ۱۶ر اپریل تا ۲ مئی ۲۰۰۱ء)

امریکہ کے جمہوری نظام میں ہر چار سال بعد الیکشن منعقد ہوتے ہیں جب کہ انتخابی مہم چلانے کے لیے نوٹ ضروری ہیں۔ الیکشن جیتنے کے لیے ووٹ ضروری ہیں، امریکہ میں دو جماعتی نظام رائج ہے۔ اے پیک نے دونوں پارٹیوں پر کس طرح گرفت مضبوط کی ہے۔ امریکی سیاست میں کہاوت مشہور ہے:

"If you are Democrate you can not win with out Jewish money if you are Republican you cannot win with out Jewish support."

''اگر تم ڈیموکریٹ ہو تو یہودی سرمایہ کے بغیر نہیں جیت سکتے، اگر تم ریپبلکن ہو تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہودی تعاون کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتے۔''

اس لیے امریکہ کی دونوں جماعتیں یہودیوں کی مخالفت کی جرأت نہیں کر سکتی ہیں۔ کیونکہ چار سال بعد آئندہ الیکشن میں کامیابی کے لیے سرمایہ اور ووٹوں کی ضرورت پڑے گی۔

محترم تنویر قیصر شاہد کے مقالہ ''امریکی یہودی اور عالم اسلام'' سے اقتباس شکریہ کے ساتھ پیش خدمت ہے۔

''سوویت یونین کے ٹوٹنے کے فوراً بعد امریکی یہودیوں نے اپنے بے پناہ اثر ورسوخ کو بروئے کار لاتے ہوئے امریکی کانگریس وسینٹ سے یہ بل پاس کروالیا کہ سابقہ سوویت یونین کے یہودیوں کو آزادنہ امریکہ میں بسنے کی اجازت ہے۔ چنانچہ اس بل کے پاس ہوتے ہی ہزاروں یہودی روس سے ہجرت کر کے امریکہ ڈیرہ ڈالنے لگے۔ ان کی آمد سے امریکی یہودیوں کو فوری اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ان کی تعداد میں اضافہ ہوا اور چونکہ انہیں آتے ہی گرین کارڈ اور بعد ازاں امریکی شہریت سے نوازا گیا، اس بنیاد پر انہیں ووٹ ڈالنے کا حق بھی مل گیا جس کی بنیاد پر وہ امریکی صدارتی انتخابات، کانگریس اور سینٹ کے انتخابات پر براہِ راست اثر انداز ہونے کے قابل ہو گئے۔ اس ووٹ کی طاقت سے انہیں بغیر کسی رکاوٹ کے امریکی مقنّنہ کو بلیک میل کرنے کے ''شان دار'' مواقع بھی میسر آ گئے۔''

(ماہنامہ آب حیات، ستمبر ۲۰۰۱ء)

AIPAC اسرائیل کی طرف داری اور مالی امداد میں اضافہ کی تجویز پیش کرنے والے امریکی ارکان کے نام اچھی کتاب میں درج کر جاتی ہے۔ تنظیم رضا کاروں کو حکم دیتی ہے کہ آئندہ الیکشن میں اس کی حمایت کی جائے۔ یہودی مخالفت کی صورت میں آئندہ الیکشن میں اسے ہر جگہ طوفان بدتمیزی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

AIPAC کس طرح اثر انداز ہوتی ہے:

پال فنڈلے جو ۲۲ سال تک امریکہ کی سینیٹ کا نمائندہ رہا۔ ۱۹۷۳ء میں وہ سینیٹ کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خارجہ امور کی سب کمیٹی کا ممبر چنا گیا۔ جس کو ۱۹۷۴ء میں غیر سرکاری سفر کے دوران بیروت رکنا پڑا۔ وہاں شہر کے دورے کے دوران اس کو صبرا، شتیلا اور تل خطار مہاجر کیمپوں کے دیکھنے کا موقع ملا۔ پال فنڈ لے کو ان کی حالت زار دیکھ کر ترس آیا۔ واپسی پر سینیٹ میں تقریر کے دوران صرف یہ کیا ''امریکہ کا مفاد اس میں ہے کہ وہ غیر جانبدار ہو کر عربوں کے موقف پر روشنی ڈالے۔'' لیکن کسی نے توجہ نہ دی۔ سارے جہاز اور ہر قسم کے بم امریکی تھے۔ ہر روز سینکڑوں فلسطینی مسلمان ہلاک ہو رہے تھے۔ فنڈ لے نے اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ سے مسلسل احتجاج کیا۔ اس وجہ سے پال فنڈ لے کا نام AIPAC کی دشمنان اسرائیل کی فہرست میں درج ہو گیا۔ جب پال اگلے الیکشن میں کھڑا ہوا تو اس کی پارٹی کے سرکردہ راہ نماؤں نے اس کے ساتھ کسی جلسہ میں شریک ہونا پسند نہ کیا اس کے سیاسی دوست احباب بھی ساتھ چھوڑ گئے۔ امریکی دانشور فنڈ لے سے فون پر کہتے رہے کہ تمہارا الیکشن میں جیتنا امریکہ کے مفاد میں ہے لیکن اے پیک کے خوف کی وجہ سے اس کا ساتھ دینے اور تائیدی اعلان کرنے سے انکار کرتے رہے۔ یہودیوں نے غنڈوں کو پیسے دے کر فنڈ لے کے ہر جلسہ میں ہڑبونگ کروائی اور Paul Go کے نعرے لگوائے۔ اے پیک نے فنڈ لے کے مد مقابل امیدوار رچرڈ ڈربن کے لیے ۷ لاکھ ۵۰ ہزار ڈالر جمع کیے۔ ٹی وی اور اخباروں میں اس کے حق میں اشتہار چھپے۔ آخر کار فنڈ لے ہار گیا۔

پال میک کلاسکی اسرائیلی امداد میں ۱۵۰ ملین گھٹانا چاہتا تھا۔ اے پیک نے اسے دوبارہ منتخب نہ ہونے دیا۔ سارے یہودی اس کے خلاف صف آراء ہو گئے۔ تمام اخباروں میں اس کے خلاف مضامین لکھے گئے۔ اس کے کارٹون بنائے گئے۔ گوبلز کا جانشین نمبرا اور کتیا کا بچہ کہہ کر ذلیل کیا گیا۔ جب اسے کانگرس میں شکست ہوگئی اور اس نے بنک میں نوکری اختیار کر لی تو یہودیوں نے بنک کے صدر کو دھمکی دی کہ میک کلاسکی بنک میں رہے گا تو ہم اپنے سارے اکاؤنٹ بنک سے نکال لیں گے۔ پھر میک کلاسکی نے اسٹین فورڈ میں پروفیسری شروع کی تو یونیورسٹی پر دباؤ ڈالا گیا کہ اسے برطرف کیا جائے۔ کانگرس کا پرانا کالا ممبر ڈائے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملے (Dymally) کانگرس کا رکن تھا۔ اس کی یہودیوں اور اسرائیل سے ''وفاداری'' اور محبت میں کسی کو شک نہیں تھا۔ ایک دفعہ اس نے کانگرس سے سوال کیا ''امریکہ کس بنیاد پر اسرائیل کو دو بلین ڈالر کی امداد دے رہا ہے جب کہ امریکہ میں ۱۸ فی صد لوگ غربت کی زندگی گزار رہے ہیں۔'' اے پیک نے اسے اپنی حمایت سے خارج کر دیا۔ نتیجتاً وہ کیلیفورنیا کی گورنر شپ کے لیے الیکشن میں ہار گیا۔ (ماخوذ خدا کے منتخب بندے، از اطہر نقوی)

امریکہ کی یہودی لابی انتخابات پر کس طرح اثر انداز ہوتی ہے؟ مشاہد حسین وضاحت کرتے ہیں: ''امریکی ایوان نمائندگان کے تقریباً ۶۰ فیصد ممبروں اور ۴۰ فیصد سینیٹروں کا انتخاب جزوی طور پر یا بڑی حد تک یہودی لابی کے باعث ہوتا ہے۔ اس لیے ہر امریکی صدر کو یہودی لابی کا وفادار بن کر رہنا مجبوری بن جاتا ہے۔ یہودی لابی نے ۱۹۷۶ء کے انتخاب میں جمی کارٹر کی حمایت کی۔ مارچ ۱۹۷۷ء میں کارٹر پہلے امریکی صدر تھے جنہوں نے کھلم کھلا فلسطینی وطن کی بات کی یہ بات تو اسرائیل کے صہیونی حامیوں کے لیے ''الحاد'' سے کم نہ تھی چنانچہ ایک صہیونی لیڈر نے اس اعلان پر اپنے ردّعمل کا اظہار کیا ''اگر کارٹر یہ بات اکتوبر ۱۹۷۶ء میں کہتے جو وہ اس موسم بہار میں کہہ رہے ہیں تو وہ وائٹ ہاؤس میں نہ ہوتے۔''

اکتوبر ۱۹۷۷ء کا مشرق وسطیٰ سے متعلق امریکہ اور روس کا مشترکہ اعلان جس میں فلسطینیوں کے جائز حقوق کو واضح طور پر تسلیم کیا گیا تھا۔ جب یہودی لابی کے دباؤ کے تحت غیر مؤثر ہو گیا تو کارٹر کی مشرق وسطیٰ کی پالیسی یہودی لابی کی ریشہ دوانیوں کا شکار ہو گیا۔ اس کے علاوہ مسٹر کارٹر کو یہودی لابی کو اور بھی بڑی مراعات دینا پڑیں۔ جس کا اظہار اس امر سے ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے سیاسی حلیف اینڈریو ینگ کو ان کے عہدہ سے برطرف کر دیا۔ اس لیے کہ سیاہ فام ہونے کے باعث ان پر یہودی دباؤ نہیں پڑ سکتا تھا۔ مارچ ۱۹۷۸ء میں مارک سیگل نے (جو یہودی امور کے بارے میں صدر کے معاون تھے) احتجاجاً استعفیٰ دے دیا۔ سبب یہ بتایا کہ اسرائیل کے معاملے میں مسٹر کارٹر کے مواعید میں پختگی نہیں ہے۔ ان کے استعفیٰ کے باعث صدر کارٹر مجبور ہو گئے کہ وہ اسرائیل کی وفاداری کی قسم کھائیں تاکہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طاقت در یہودی عناصر اس سے خوش ہو جائیں۔

انہوں نے اعلان کیا کہ ''اسرائیل کو نقصان پہنچانے کی بجائے میں سیاسی خودکشی کو ترجیح دوں گا۔'' جون ۱۹۷۸ء میں مسٹر کارٹر نے اے آئی پی اے سی کے سابق سربراہ ایڈورڈ سانڈرس کو اپنا سینئر مشیر اور وزیر بنا کر ایک غیر معمولی اقدام کیا ایک جانبدار شخصیت کا تقرر کر کے جو واشنگٹن میں اسرائیلی سفارت خانہ کے ایجنٹ کا کردار ادا کرتی تھی۔ مسٹر کارٹر مکمل طور پر یہودی لابی کے تابع ہو گئے۔ ان اقدامات کے باوجود یہودی لابی کو خطرہ محسوس ہوا کہ ہوسکتا ہے کہ وہ دوسری ٹرم میں فلسطینیوں کے لیے ایک اسٹیٹ بھی بنوا دے اس لیے جمی کارٹر آئندہ الیکشن میں یہودی لابی کی حمایت سے محروم ہوگیا آئندہ اور الیکشن ہار گیا۔ ۱۹۸۰ء کی انتخابی مہم کے دوران ریگن نے خود امریکہ کی مشرق وسطیٰ کی پالیسی کی یہ کہہ کر وضاحت کر دی تھی کہ

''اسرائیل امریکہ کے لیے ایک بڑا فوجی حکمت عملی کا اثاثہ ہے اور اسرائیل کو کمزور کرنا خود مشرق وسطیٰ کو غیر مستحکم کرنا ہے۔''

ریگن نے کامیاب ہو کر خارجہ پالیسی کے مشیروں کا اعلان کیا تھا ان چار مشیروں میں سے دو تو اسرائیلی شہری تھے باقی دو مشیروں میں ایک تو جوزیف چرباتھا جو ایک سابق یہودی پادری (ربی) تھا دوسرا رابرٹ ٹکر تھا جس نے سب سے پہلے عربوں کے تیل کے کنوؤں پر قبضہ کر لینے کی امریکی حکمت عملی کا خاکہ تیار کیا تھا۔ (روزنامہ جنگ)

ریگن نے اسرائیل کی لبنان کی جنگ کو آنکھیں اور منہ بند کر کے نظر انداز کیا اور دوسری جنگ عظیم کے بعد شیطانیت اور بربریت کے بدترین مظاہرے کو روکنے سے انکار کیا۔

جارج بش سے الیکشن کے دوران جب کسی نے سوال کیا کہ کیا وہ فلسطین اسٹیٹ کے تصور کا حامی ہے تو اس نے جواب دیا:

The Word "STATE" is a non Starter.

اس کا کارنامہ سازشوں بھری جنگ تھی۔ خلیجی جنگ سے اگر کسی ملک کو فائدہ پہنچا تو وہ اسرائیل تھا۔ اس کا سازشی جال بدستور قائم ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بل کلنٹن نے ۱۹۹۲ء میں اپنی الیکشن مہم کے دوران ایک تقریر میں کہا تھا: ''مجھ پر میری چرچ کے پادری کی تعلیم کا بہت اثر ہے۔ اس نے اپنی موت سے پہلے مجھ سے کہا کہ اگر تم امریکہ کے صدر بنے تو یاد رکھنا کہ اسرائیل کو ناامید کرنا خدا کو ناامید کرنے کے برابر ہے۔ اس دن میں نے وعدہ کیا تھا کہ میں ساری عمر اسرائیل کی بقا کے لیے کام کروں گا۔''

(حوالہ: خدا کے منتخب بندے از اطہر نقوی)

اے پیک کا امریکی صدر پر مکمل غلبہ ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ جب بھی اقوامِ متحدہ میں اسرائیل کے خلاف کوئی قرارداد پیش ہوتی ہے تو اسے امریکہ بلا تکلف ویٹو کر دیتا ہے۔ جب صورت حال یہ ہو تو آپ خود فیصلہ کریں کہ مجلس اقوام متحدہ امریکہ کی لونڈی ہے یا یہودی ادارہ؟

امریکی الیکشن میں حصہ لینے والے صلیبی لیڈر:

صہیونی آرڈر کی تقلید کیوں کرتے ہیں۔ تنویر قیصر شاہد رقم طراز ہیں:

''ستمبر ۱۹۹۵ء کے وسط میں جب نیویارک میں اقوامِ متحدہ کی پچاسویں سالگرہ منانے کے لیے تمام دنیا کے راہنما اکٹھے ہوئے تو ان میں فلسطین کی آزادی کے راہنما یاسر عرفات بھی شامل تھے۔ نیویارک کے میئر نے ان عالمی راہنماؤں کو اپنے عشائیے میں مدعو کیا۔ دعوت میں یاسر عرفات بھی چلے گئے۔ مگر میئر جولیانی نے نیویارک کے انتہائی موثر یہودیوں کے احتجاج پر سفارتی بداخلاقی کا انتہائی شرمناک مظاہرہ کرتے ہوئے یاسر عرفات کو عشائیے سے نکال دیا۔ ''نیو یارک پوسٹ'' نے میئر جولیانی کی اس حرکت پر اداریہ قلم بند کرتے ہوئے لکھا: ''جولیانی نے انتہا پسند یہودیوں کا مطالبہ مان کر آئندہ انتخابات میں یہودیوں کے ووٹ محفوظ کر لیے ہیں۔'' (رواداری اور اہل مغرب، ص:۹۸، از مرتبہ محمد صدیق بخاری)

کیا اسرائیل امریکہ کا پٹھو ہے؟

فلسطینی و دیگر مسلمانوں پر یہودی مظالم کے واقعات پر امریکہ کی تنگ نظری کا مظاہرہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھ کر بعض مسلم دانش ور اسرائیل کو امریکہ کا پٹھو قرار دے کر غم وغصہ کا اظہار کرتے ہیں لیکن میرا اس سے اتفاق نہیں پہلے ایک واقعہ پر نظر ڈالیں:

''۱۶ستمبر ۱۹۹۷ء کی دوپہر امریکی ریاست میری لینڈ کی منٹگمری کاؤنٹی میں ایک انتہائی بھیانک واقعہ رونما ہوا۔ سیموئیل مشین بان اور آئرن فیڈل نامی دو نوجوان یہودی لڑکوں نے اپنے ایک عیسائی دوست کلاس فیلو الفریڈ جونیر کو انتہائی بے دردی سے قتل کر دیا۔ قتل کرنے کے بعد دونوں یہودی لڑکوں نے ایک برقی آرے کی مدد سے الفریڈ کی دونوں ٹانگیں چیر کر علیحدہ کر دیں اور بقیہ جسم کو آگ لگا کر خاکستر کر دیا۔ ۲۲ ستمبر ۹۷ کو منٹگمری کاؤنٹ پولیس نے دونوں یہودی لڑکوں کے گرفتاری کے وارنٹ جاری کر دیئے۔ مگر ۲۳ ستمبر کو یہ دونوں لڑکے امریکی انتظامیہ اور قانون نافذ کرنے والے تمام امریکی اداروں کی آنکھوں میں جل دے کر اسرائیل فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے۔ بعد ازاں امریکیوں نے اسرائیلی حکومت سے دونوں قاتلوں کو امریکی انتظامیہ کے حوالے کرنے کی درخواست کی تو انہیں صاف جواب دے دیا گیا۔ ۲۹ ستمبر کو اسرائیل حکومت نے اسرائیل میں متعین امریکی سفیر کو آگاہ کر دیا کہ اسرائیلی حکومت ہرگز ہرگز دونوں مفرور یہودی لڑکوں کو امریکیوں کے حوالے نہیں کرے گی کیونکہ دونوں لڑکے امریکی شہری نہیں بلکہ اسرائیلی شہری ہیں۔ اس بنیاد پر وہ ان پر اسرائیل ہی کی سرزمین پر مقدمہ چلائے گی۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ دونوں لڑکے امریکہ میں پیدا ہوئے اور دونوں ہی اسرائیل کی قومی زبان عبرانی سے قطعی ناواقف ہیں لیکن دونوں یہودیوں کو بچانے کے لیے راتوں رات اسرائیل کی طرف سے انہیں اسرائیلی شہریت سے نواز دیا گیا۔''

(رواداری اور اہل مغرب، ص: ۳۰۲)

اب آپ خود فیصلہ کریں کہ اسرائیل امریکہ کا پٹھو ہے یا امریکہ اسرائیل کا غلام۔ خدانخواستہ اس جرم میں کوئی مسلمان ملوث ہوتا تو اس کی گرفتاری میں کسی قسم کی رکاوٹ پیش نہ آتی۔ کیونکہ اس ملک کا سربراہ وائٹ ہاؤس کے آرڈر کو سپر آرڈر تسلیم کرکے پھولے نہ سماتا۔ جس طرح ایمل کانسی کو گرفتار کرا کر مسلم حکمران نے ''گڈ گائے'' کی فہرست میں نام لکھوایا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب کہ امریکی انتظامیہ اپنے ملک میں عیسائی نوجوان کو بے دردی سے قتل کرنے والے دو یہودیوں کو گرفتار کرنے میں بے بس ہوگئی۔ صہیونی آرڈر کے سامنے امریکی صدر کا مطالبہ زیرو پاور بن گیا۔ گویا امریکہ سپر پاور نہیں صہیونی آرڈر سپر پاور ہے۔

امریکہ کو صہیونی آرڈر کا مقلد بن کر کیوں رہنا پڑتا ہے؟ اس لیے کہ امریکی الیکشن مہم اور اداروں کو تحائف دینے پر لاکھوں ڈالر خرچ ہوتے ہیں۔ یہ سرمایہ یہودی فراہم کرتے ہیں۔ اس لیے امریکی کانگرس، سینیٹ کے ارکان اور صدر یہودی سرمایہ اور تعاون کے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتے۔

صہیونی آرڈر کی ذرہ بھر خلاف ورزی کی صورت میں پال فنڈلے اور جمی کارٹر کی طرح ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ان تاریخی حقائق وواقعات کو مدنظر رکھ کر اصل حقیقت حال سامنے آجاتی ہے کہ یہودی جمہوری نظام کی بنا پر امریکہ پر مسلط ہیں۔

وائٹ ہاؤس میں قادیانی نما پروٹسٹنٹ عیسائی بٹھا کر یہودی ساری دنیا کے بے تاج بادشاہ بن گئے ہیں۔ دنیا بھر کے پس ماندہ ترقی پذیر ممالک اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ وہ خود مختار ہیں اور اقوام متحدہ کے رکن ہیں۔ عوام خوش وخرم ہیں کہ ان کا سربراہ مملکت ہم وطن ہے جسے وہ خود منتخب کرتے ہیں۔ امریکی عوام اس خوش فہمی میں مبتلا ہے کہ ان کا ملک دنیا کی اکلوتی پاور ہے حتی کہ اقوام متحدہ امریکہ کی لونڈی ہے۔ یہ سب خود فریبی کے علاوہ کچھ نہیں جب کہ حقیقت حال اس کے برعکس ہے۔

یہودی پروٹوکول میں جس سپر گورنمنٹ کا عندیہ دیا گیا مجلس اقوام متحدہ اس کی ٹھوس عملی شکل ہے۔ اول تو یو این او کے اہم اداروں پر یہودی چھائے ہوئے ہیں۔ دوم اقوام متحدہ کی پالیسیوں کا انحصار سرمایہ کا مرہون منت ہے۔ جب کہ عالمی جنگ اور آئی ایم ایف پر یہودیوں کی مکمل اجارہ داری ہے۔ جو اقوام عالم کو سرمایہ کی فراہمی کے موقع پر ایسی شرائط عائد کرتے ہیں جو عالمی سطح پر صہیونی ورلڈ آرڈر کی راہ ہموار کرتی ہیں۔ بلکہ دنیا بھر کے پس ماندہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وترقی پذیر ممالک کو سودی قرضوں میں جکڑ کر ان کی اقتصادی، تعلیمی، دفاعی اور سیاسی پالیسی خود تشکیل دیتے ہیں۔

دنیا بھر میں یہودی جنگ کے شعلے بھڑکا کر سودی قرضوں پر اسلحہ فروخت کر رہے ہیں۔ موقع کی نزاکت بھانپ کر امن کی فاختہ بن کر ٹیبل ٹاک سجا لیتے ہیں۔ ان کے درمیان معاہدے کرا کر اپنی قوم کے مفاد کے لیے مراعات بھی حاصل کرتے ہیں اور ممنون کر کے دیئے ہوئے قرضوں کی رقمیں بھی وصول کرتے ہیں۔

سودی قرضے دے کر مفاد حاصل کرنا ان کا پرانا شیوہ ہے۔ جس پر وہ انقلاب فرانس سے قبل بھی عمل کرتے تھے۔ فرانس کے بادشاہ کی رہائی کے لیے قرضہ دیا تھا۔ عوام نے مشتعل ہو کر ان کو دھتکار کر نکال دیا تھا۔

پھر ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہودیوں نے ان اخلاقی جرائم سے توبہ کر لی ہے جس کی بنا پر ان کو اذیتیں دے دے کر قتل کیا جاتا تھا جو بچ جاتے وہ در در کی ٹھوکریں کھاتے تھے۔

نہیں نہیں، ہرگز نہیں بلکہ یہودی پہلے سے بھی زیادہ دیدہ دلیری سے سرگرم عمل ہیں۔ امریکہ، برطانیہ اور فرانس کے تعلیمی اداروں اور میڈیا پر براہِ راست یہودی کنٹرول ہے۔ جب کہ دیگر ممالک میں اقوامِ متحدہ کے اداروں کے توسط سے سائنسی ایجادات کے نام پر الحاد، اعلیٰ تعلیم کے نام پر بے دینی، ثقافت کے نام پر فحاشی، تفریح کے نام پر عیاشی اور فلاح اداروں کی آڑ میں مذہب سے بیزاری پیدا کر رہے ہیں اور ان شیطانی حربوں سے دولت بھی دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہیں۔ ان پر کوئی روک ٹوک نہیں کیونکہ آزادی کی لہر میں میٹھا زہر انسانی حقوق کا چارٹر بن چکا ہے۔

صلیبی قوم کے لیے لمحہ فکریہ:

اہل مغرب میں رہنے والے عیسائیو! آپ کے آباء واجداد جو اپنی عبادت گاہوں میں یہودیوں پر لعنت بھیجنا عبادت کا جزو سمجھتے تھے وہ حق پر تھے یا آپ جنہوں نے حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی پاک دامنی پر بہتان باندھنے والوں سے سمجھوتہ کر لیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس وقت ۴ ہزار عیسائی تنظیموں کے تحت کام کرنے والے مشنریوں کی تعداد ۲،۶۳،۳۰۰ ہے جن کا کام صرف دعوت وتبلیغ ہے اور چرچ ان پر ۸ ملین ڈالر سالانہ خرچ کرتا ہے۔ تعجب ہے کہ عیسائی فلاحی اداروں کی آڑ میں دور دراز کے ملکوں میں جا کر عیسائیت کی تبلیغ کرتے ہیں لیکن خود اپنی سیکولر ریاستوں میں آئین الٰہی نافذ کرنے کی جدوجہد کیوں نہیں کرتے۔

اگر جمہوری نظام کے تحت اکثریت کے فیصلہ کو انسانی حقوق کا تقاضا تسلیم کرلیا جائے تو الہامی کتابوں میں حلال وحرام اور معاملاتِ زندگی سے متعلق جزا وسزا کے قوانین کیوں نازل ہوئے؟

عیسائیو! آپ کے ممالک میں میڈیا پر عیسائیت و دیگر مذاہب عالم کی تضحیک کرنے اور ان کے مذہبی راہنماؤں کے کارٹون بنا کر مذاق اڑانے کی کھلی چھٹی ہے۔ اس کے برعکس یہودی عزائم کو الیکٹرانک میڈیا پر بے نقاب کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسی طرح پرنٹ میڈیا پر کوئی کتاب شائع نہیں ہوسکتی۔ اگر کسی طریقہ سے مارکیٹ میں آ جائے تو آناً فاناً غائب ہو جاتی ہے۔ عیسائیو! آپ کی اپنے ملک میں بے بسی ہے یا یہودیوں کی سینہ زوری۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سادہ تعلیم کی دعوت دینے والے پادری اور عمل کرنے والے حواری کے ووٹ کی قدر و قیمت وہی ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر لٹکانے والے یہودی کی ہے۔ عیسائیو! تم کس منہ سے ٹائی پہن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر لٹکانے کے واقعہ کی یاد تازہ کرتے ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عقیدت کا دم بھرنے والو! اگر تم اپنے ملکوں کو یہودیوں سے آزاد کرانا چاہتے ہو تو حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمنوں کو ووٹ دینے کے حق سے محروم کر کے سیاسی طور پر اثر ورسوخ ختم کر دیا جائے۔

محدود مدت کی بجائے تاحیات ارکان پارلیمنٹ کا انتخاب کریں اسی طرح یہ ارکان مل کر تازیست صدر یا وزیراعظم کا انتخاب کریں۔ جب تک میڈیکل ان فٹ، کرپشن یا فوجی غداری کا اعلیٰ عدالت میں ثبوت مہیا نہ ہو جائے تو اسے امورِ حکومت سرانجام دینے کا موقع دیا جائے۔ بار بار کے الیکشن میں یہودی سرمایہ اور ووٹوں سے نجات حاصل کریں۔ برسراقتدار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنے والا صدر دلجمعی سے اپنے وطن کی خدمت اور عالمی امن میں حق وانصاف قائم کرنے میں بھرپور کردار ادا کرے۔

۱۹۹۰ء میں امریکہ کی ۴۰ فیصد اقتصادیات ایک فیصد اقلیت کی جیبوں میں ہے جب کہ ۸۰ فیصد افراد ملک کی ۱۸ فیصد دولت پر قابض ہیں۔ ۱۹۷۷ء میں امریکہ میں غربت کا تناسب ۹ فیصد تھا جو اب بڑھ کر ۲۰ فیصد ہو چکا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام کا استحصال امریکہ کے غریبوں کو غریب تر اور ایک فیصد (یقیناً یہودی) امیر سے امیر تر ہو رہے ہیں جب کہ اسلام کے اقتصادی ضابطے میں دراصل گردش دولت کا نظام ہے جو صاحب ثروت لوگوں کو زکوٰۃ صدقات دینے کا حکم دیتا ہے۔

اسلام کے معاشی نظام کی برکت کا ثمر ہے کہ جو لوگ پیٹ کی آگ لوٹ مار کر بجھاتے تھے وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں زکوٰۃ دینے والے بن گئے۔ ۲۲ لاکھ مربع میل کے علاقے میں زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ رہا۔

اہل مغرب کے نصرانیو! اگر تم اپنے ملکوں کو یہودیوں کے تسلط سے آزاد کرانا چاہتے ہو تو سودی کاروبار کا خاتمہ کرکے یہودیوں کے قارونی سرمایہ دارانہ نظام پر کاری ضرب لگائیں جب کہ اسلام کا معاشی نظام اپنا کر غربت کا بڑھتا ہوا تناسب کم کریں اور معاشرے میں خوشحالی کی فضا قائم کریں۔

اہل مغرب اگر تم اپنے خطے میں امن وامان چاہتے ہو تو اسلام کا مطالعہ کرو جو خالق کائنات کا نازل کردہ نظام ہے۔ اسلامی قانون تمام بنی نوع انسان کی عزت، جان اور مال کا محافظ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سعودی عرب میں سال بھر کے دوران قتل وغارت، چوری، ڈکیتی اور عصمت دری کے اکا دکا واقعات رونما ہوتے ہیں۔ یہ خالق کائنات کے قانون کی برکات کا ثمر ہے۔

جمہوری چمپئن امریکہ میں ایک سال کے دوران ۳۱ ہزار افراد قتل وغارت کا نشانہ بنتے ہیں۔ امریکی اخبار نویس یو۔ ایس۔ ای امریکی وزارت عدل وقانون کے حوالے سے ایک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رپورٹ شائع کرتا ہے جس کے مطابق گزشتہ سال ۸/اگست تک 6.3 ملین امریکی مرد عورتیں قید میں تھیں۔ جب کہ گیارہ سال پہلے تک امریکی جیلوں میں قید مرد اور عورتوں کی تعداد 1.14 ملین تھی۔"

گویا ہر سال پہلے کی نسبت مجرموں کی شرح میں اضافہ جاری ہے۔ قانونِ الٰہی سے بغاوت پر عذابِ الٰہی نہیں تو اور کیا ہے۔

اہل مغرب کے میڈیا پر صہیونی کنٹرول ہے۔ انہوں نے کیموزم کے زوال کے بعد اسلحہ کی بھٹیاں چالو رکھنے کے لیے اب اسلام کو ہدف بنا لیا ہے۔ "ہالینڈ کے ایک کنیسا (Synagouge) نے وسیع پیمانے پر رپورٹ شائع کی کہ اسلام ایک جھوٹا دین False Religion ہے اور پورے عالم کے لیے شدید خطرے کا باعث ہے۔ ایک تنصیری تنظیم نے ایک مسجد کی تصویر شائع کی جس میں مسلمانوں کو نماز پڑھتے ہوئے دکھایا گیا تھا اور تصاویر کے نیچے لکھا تھا "دہشت گردوں کا اڈا" گھناؤنی سازش کے تحت اہل مغرب کو اسلام سے متنفر کیا جا رہا ہے۔

اہل مغرب کے روشن ضمیر لوگو! صہیونی انسانیت کے دشمن ہیں ان کے میڈیا پر اعتبار نہ کرو۔ بلکہ غیر جانبدار ہو کر امام کائنات ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرو کہ کس طرح انہوں نے عرب کے صحرانشینوں کو امن وسلامتی کا پیکر بنا لیا۔ قتل وغارت، لوٹ مار، شراب نوشی اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا ان کی روزمرہ زندگی کا معمول بن چکا تھا۔ جب وہ خاتم النّبیین سیّد الکونین ﷺ کی صحبت میں آئے تو اخوت ومحبت کے رشتہ میں پیوست ہو گئے۔ ماؤں بہنوں کی عزت کے رکھوالے بن گئے۔ لوٹ کا مال کھانے والے غریبوں پر سب کچھ وارنے والے بن گئے۔ شراب پینے والے جام کوثر کے لیے بے تاب ہو گئے۔ پانی پینے پلانے پہ لڑنے والے آپس میں شیر وشکر ہو گئے۔ شیطان کے پجاری اور ظالموں کے سروں پر لٹکتی ہوئی تلوار بن گئے تو دنگا فساد کرنے والا معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ بن گیا۔ اپنے پرائے کی آنکھوں کا تارا بن گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عیسائیت سے عقیدت کا دم بھرنے والے اہل مغرب اگر تم امریکہ ویورپ میں قتل وغارت گری، چوری، ڈکیتی، عصمت دری اور فحاشی پر قابو پانا چاہتے ہو تو کثرت رائے کی بنا پر قانون سازی کرنے کی بجائے کائنات کے خالق کی حدود وقیود نافذ کرو تو پھر رات کو دروازہ کھول کر چین کی نیند سو جائیں۔ یورپ سے امریکہ تک سفر کرتے پھریں تو پھر کوئی میلی آنکھ سے دیکھنے والا نہ رہے گا۔ ان شاء اللہ ☆

☆ ہفت روزہ ''الاعتصام'' ۲ تا ۲۲ نومبر ۲۰۰۱ء۔ پندرہ روزہ النمر فیصل آباد ۲ جولائی تا ۲۹ اگست ۲۰۰۳ء، مکالمہ بین المذاہب یہودیت نمبر مارچ ۲۰۱۴ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمہوریت کے برگ وبار

نیشنلزم ...... سیکولرازم ...... کیپیٹل ازم

جمہوریت ایسا جرثومہ ہے جس سے نیشنلزم، سیکولرازم اور کیپیٹل ازم کے وبائی امراض پھوٹتے ہیں۔ سوشلزم میں دین کا تصور ناممکن ہے جب کہ سیکولرازم مجموعی نظام میں مذہب اپنانے کا انکاری تو نہیں مگر دین کو انفرادی زندگی تک محدود کر دیتا ہے اور نظام سیاست، معیشت اور عدالتی امور میں دخل اندازی کی اجازت نہیں دیتا۔

آزادی سیکولرازم کو جنم دیتی ہے:

جمہوری ملک میں آزادی ہوتی ہے کہ وہاں کے عوام توحید ورسالت اور آخرت پر ایمان لائیں یا نہ لائیں، اطمینانِ قلب کے لیے مسجد جائیں یا گرجا گھر، مندر جائیں یا نائٹ کلب اس پر کوئی پابندی عائد نہیں ہوتی۔ شادی، غمی اور مذہبی وقومی تہواروں کو منانے میں آزادی ہوتی ہے۔ عید کے دن رب العالمین کی ثنا بیان کرنے کے لیے عید گاہ جائیں یا ''جی پرچانے'' کے لیے سینما گھر۔ الغرض کسی قسم کی تقریبات اور تفریحات پر کسی قسم کی کوئی قدغن نہیں لگائی جا سکتی۔

جمہوریت میں بے لگام آزادی کا تصور ہے کہ جو جی میں آئے کر گزرو۔ ثقافتی آزادی کے نام پر عریانی وفحاشی پھیلانے کی، معاشی آزادی کے نام پر غریبوں کا خون چوسنے کی، عورتوں کے حقوق کے نام پر عفت وحیا کا جنازہ نکالنے کی کھلی چھٹی ہے۔ مذہبی آزادی کی آڑ میں ہر قسم کے غیر اسلامی افکار وآراء اور رسوم ورواج اپنانے کے علاوہ مشرکانہ طرزِ زندگی اپنانے پر بھی کوئی قانونی روک ٹوک نہیں ہوتی حالانکہ اسلام میں ایسی شتر بے مہار قسم کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آزادی کا تصور نہیں۔ اسلام میں رب العالمین کی عبدیت اور محمد عربی ﷺ کی غلامی اختیار کرنے کا نام ہی آزادی ہے۔ دینی ور دنیاوی ہر دو طرح کے معاملات میں اللہ اور رسول ﷺ کے اوامر ونواہی کی پابندی ہی مومن کے لیے آزادی کا پیغام ہے۔ اسلام انسان کو اس کے انفرادی واجتماعی معاملات طے کرنے کے لیے راہنمائی کرتا ہے۔

اسلام میں آزادئ رائے کی ہر شخص کو مکمل اجازت ہے کہ ایک عام شہری بلا جھجک پوچھ سکتا ہے کہ اے خلیفۂ وقت! خطبہ دینے سے پہلے یہ تو بتاؤ کہ بیت المال سے ملنے والے کپڑے سے ہماری قمیص نہیں بنی آپ کی کیسے بن گئی؟ کبھی ایک عورت ڈانٹتی ہے کہ اے عمرؓ! حق مہر کی مقدار اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مقرر نہیں کی، آپ کون ہیں متعین کرنے والے؟ لیکن آزادئ رائے کا یہ مطلب نہیں کہ تسلیمہ نسرین اور سلیمان رشدی جیسے ننگ دین وملت لوگ انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کے جاں نثاروں کی توہین کریں اور انہیں کوئی پوچھنے والا نہ ہو یا پھر سودی کاروبار (جو اللہ اور رسول ﷺ کے خلاف اعلانِ جنگ ہے) کی بقا کے لیے حیلے بہانے تلاش کیے جائیں، آزادی کے یہ معنی بھی نہیں کہ آسمانی دستور وآئین (قرآن وسنت) کی موجودگی میں پارلیمنٹ کو قانون سازی کا حق سونپ کر خالق کے ساتھ مخلوق کو شریک بنا دیا جائے اور اس پر مستزاد یہ کہ حکمران اور سیاست دان اسلام کو فرسودہ مذہب کہہ کر اس کی تضحیک کریں اور اس پر صحیح عمل کرنے والوں کو رجعت پسند یا دقیانوس وغیرہ کے القاب سے دشنام کا نشانہ بناتے رہیں۔ آزادی کا یہ مطلب بھی نہیں کہ قرآن پر ایمان لانے کا دعویٰ کرنے کے باوجود محمد عربی ﷺ کے فرمان کو جھٹلا دیا جائے۔

جمہوری نظام فرد کو ذاتی معاملات میں اس حد تک آزادی دیتا ہے کہ جو چاہے رستہ اختیار کرے لیکن انتظامی وقانونی ضابطے قائم کرنے کا اختیار عوامی نمائندوں کو سونپ دیتا ہے جب کہ اسلام فرد کو اپنے گھر سے ایوانِ حکومت اور معاشرے کے ہر شعبے تک، حکومت کے داخلی امور سے لے کر بین الاقوامی سطح تک، عبادات واخلاقیات سے لے کر معاملات وسیاسیات تک مکمل راہنمائی کرتا ہے۔ حتیٰ کہ پانی پینے، کھانا کھانے، قضائے حاجت اور استنجا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے لے کر سفارتی آداب تک سکھاتا ہے۔

جمہوریت حریت، مساوات اور آزادی کا ایسا کوٹڈ زہر ہے جو پینے والوں کو اس طرح مست کر دیتا ہے کہ وہ اپنے دین و مذہب سے ہی بیگانہ ہو جاتے ہیں، سیکولر بن کر اسلام کے خلاف طاغوتی قوتوں کے آلۂ کار بن جاتے ہیں۔

اپوزیشن کے وجود سے نیشنلزم کا تصور ابھرتا ہے:

جمہوری نظام میں اپوزیشن کا وجود لازمی عنصر ہے، جس کے بغیر جمہوری گاڑی جانب ''منزل'' رواں دواں نہیں رہ سکتی۔ اپوزیشن کے معنی ضد، الٹ اور مخالفت کے ہیں۔ جمہوری حکومت میں حزبِ اقتدار کو اپنی کرسی مضبوط کرنے کی فکر رہتی ہے اس لیے وہ اپنے حلیف ارکان کے جائز و ناجائز کاموں کی تکمیل کے لیے سرگرم رہتی ہے اور رفاہی کاموں کو ثانوی حیثیت دیتی ہے، جب کہ حزبِ اختلاف حکومت کی جڑیں کھوکھلی کرنے میں مصروف رہتا ہے تاکہ حزب اقتدار آئندہ الیکشن میں شکست سے دوچار ہو اور حزبِ اختلاف کو آئندہ اقتدار حاصل کرنے کا موقع مل سکے۔ حالانکہ یہ طریقۂ کار اسلام کے منافی ہے۔ قرآن میں ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ﴾ (المائدة: ۲)

''نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی پر تعاون نہ کرو۔''

یہودی پروٹوکول میں ہے کہ ''گویم کی ریاستوں کو چھوٹی اکائیوں میں تقسیم کرنا۔'' جمہوری نظام میں یہ سفر نہایت تیزی سے طے ہوتا ہے۔ جب سے جمہوری نظام اسلامی ممالک میں رائج ہوا ہے، تب سے امت مسلمہ کی ملی وحدت سیاسی دھڑے بندیوں میں بٹ کر رہ گئی ہے۔ آپس میں الفت واخوت کا رشتہ ناپید ہوگیا ہے۔ اب سیاسی جتھے بازی، اقتدار کی خاطر جنگ، حسد، کینہ، منافرت اور عداوت کے جراثیم گھروں سے محلوں تک، ضلع سے صوبائی سطح تک پھیل گئے۔ الیکشن کا اعلان ہوتے ہی امیدوار ایک دوسرے کے اخلاقی کردار پر حملے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شروع کر دیتے ہیں۔ قتل وغارت کے واقعات روزمرہ کا معمول بن جاتے ہیں۔

اپوزیشن مذہب، رنگ، نسل اور زبان کو بنیاد بنا کر سیاسی دکان چمکاتی ہے۔ یہی تعصب شدید تر ہو کر خودمختاری کا مطالبہ بن جاتا ہے۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی بنیاد یہی تعصب تھا۔ جمہوری نظام رائج ہونے سے قبل یورپ میں عیسائیت کی بنیاد پر اتحاد تھا، یہی وجہ ہے کہ صلیبی جنگوں میں پورا یورپ ایک اکائی تھا۔ لیکن جب سے جمہوری جرثومہ یورپ میں سرایت کر گیا وہی صلیبی عالمی جنگوں میں جرمن، انگریز، فرانسیسی اور اٹالین بن کر نمودار ہوئے۔ نیشنلزم کے وبائی مرض کے پھیلنے سے وہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بن گئے۔

اسلام آفاقی نظامِ حیات ہے جو بنی نوع انسان کو توحید باری تعالیٰ کے سانچے میں ڈھال کر رنگ ونسل، زمان ومکان اور زبان کے اختلاف کے باوجود ایک اکائی بناتا ہے۔ یعنی اتحادِ ملت کی بنیاد اللہ کی وحدانیت اور محمد عربی ﷺ کے ختم نبوت کے عقیدے پر استوار ہوتی ہے۔ جو شخص حلقہ بگوش اسلام ہو جاتا ہے وہ ملت اسلامیہ کا رکن بن جاتا ہے۔ عربی دوسروں کو عجمی کہہ کر پکارتے تھے۔ انہی عربوں میں بلال حبشی، سلمان فارسی اور صہیب رومی رضی اللہ عنہم کی قدر ومنزلت اس کی روشن مثال ہے۔

اسلام ایک تحریک اور پرامن انقلاب کا نام ہے۔ اسے برپا کرنے کے لیے ایک ایسی منظم ومربوط جماعت کا وجود ناگزیر ہے جو ایک امیر کی اطاعت کا التزام کرے۔

اس نظام کو انفرادی اور اجتماعی سطح پر نافذ کرنے کے لیے ہی (غالبًا) پانچ وقت کی نماز باجماعت فرض کی گئی ہے۔ نماز میں صف بندی اور امام کی اقتدا کی پابندی کو جو لازم قرار دیا گیا ہے، اس پر غور کرنے سے یہ عقدہ کھل کر سامنے آجائے گا کہ نماز مسلمانوں کو اجتماعی قالب میں ڈھالنے کا غیر محسوس اور مؤثر ترین نسخہ ہے۔ بشرطیکہ اسے اس کے تمام ظاہری وباطنی آداب اور شرائط کے ساتھ اسوۂ رسول کے مطابق ادا کیا جائے، بلکہ مزید غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز چھوٹا اسلام (Mini Islam) ہے۔ یعنی پورے نظام اسلام کی تمام جہات واطراف اور پہلوؤں کو نماز میں سمو دیا گیا ہے تاکہ اس کی پابندی سے مکمل نظام کی پابندی ممکن اور آسان ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں عبادات میں سے سب سے پہلے یہی عبادت فرض ہوتی اور بچوں کی اسلامی تربیت کے ضمن میں سب سے پہلے نماز ہی کا حکم آیا ہے۔ اس موضوع کی مزید وضاحت کے لیے ''سیرۃ النبی ﷺ'' (از سید سلیمان ندوی) کے حصہ عبادات کا مطالعہ کیجیے۔ (الاعتصام)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختلاف قدرتی اور طبعی امر ہے لیکن ہٹ دھرمی ناجائز ہے کہ معمولی اور ہر اختلاف پر علیحدگی اختیار کر لی جائے یا نئی جماعت تشکیل دے دی جائے۔ ہر تنازعے کا حل اللہ کے قرآن اور محمد ﷺ کے فرمان میں موجود ہے جسے اہل حل وعقد آسانی سے تلاش کر سکتے ہیں۔ قرونِ اولیٰ میں جب بھی امت مسلمہ میں اختلاف پیدا ہوا، قرآن وسنت پر غور وخوض اور عمل ہی کے ذریعے اسے حل کر لیا گیا۔ انصار ومہاجرین وطن ودیار اور دیگر کئی قسم کے امتیازات کے باوجود باہم شیر وشکر ہو کر رہے۔ جب کہ جمہوری نظام میں سیاسی جماعتیں روز افزوں رہتی ہیں اور انہی کا وجود وحدتِ ملی کو پارہ پارہ کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اسلام تفرقہ سے بچنے کا اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیتا ہے اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر شیطان اور اس کے پجاریوں کے خلاف جہاد کرنے کا اعلان کرتا ہے تاکہ دنیا امن وسلامتی کا گہوارہ بن جائے۔

جمہوری نظام میں ارکان اسمبلی کا چناؤ علاقائی بنیاد پر ہوتا ہے جس سے نسلی اور علاقائی تعصب کو ابھرنے کا موقع ملتا ہے جب کہ اسلام میں مجلس شوریٰ کے چناؤ کے لیے اہلیت (زہد وتقویٰ، اخلاق وحیا اور احساس مسئولیت) کو معیار بنایا جاتا ہے، خواہ وہ دنیا کے کسی علاقے سے تعلق رکھتا ہو۔

جمہوری نظام میں ارکان اسمبلی کو زرعی وصنعتی قرضوں کی صورت میں سیاسی رشوت دی جاتی ہے اور انتخابی حلقوں میں تعمیراتی پروگرام کی آڑ میں خرچ کے لیے خطیر رقم دی جاتی ہے۔ ہارس ٹریڈنگ کے خطرے کے پیش نظر جس کی جانچ پڑتال کا مرحلہ نہیں آتا اور محدود مدت کے بعد ڈکار مار کر گھر چلے جاتے ہیں۔ اس طرح غیر ملکی قرضوں کا بوجھ ٹیکسوں کی صورت میں عوام پر ڈال دیا جاتا ہے جب کہ خلفائے راشدین کے دور میں کسی عامل کو تحفے تحائف ملتے، اول تو خود بیت المال میں جمع کرا دیتا بصورت دیگر اس سے چھین کر بیت المال میں جمع کرا دیے جاتے۔ اس صورت میں بیت المال سے ناجائز کھانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمہوری نظام کا محور سرمایہ ہے:

انتخابی مہم میں سرمائے کا چکر درخواست جمع کرانے سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اشتہارات، بینرز، وال چاکنگ، ٹرانسپورٹ، خورونوش اور تحفے تحائف کے مراحل طے کرتا ہوا ووٹوں کی خرید وفروخت تک پہنچ جاتا ہے۔ مثلاً حالیہ ضلعی ناظم کے انتخاب کے موقع پر ۲۵ خاتون کونسلرز نے مطالبہ کیا ہے کہ مرد کونسلرز کو ووٹوں کے عوض موٹر سائیکل دیئے جا رہے ہیں، اس لیے ہمیں بھی سونے کے کنگن دو اور ووٹ لو (جنگ لاہور ۲ر اگست ۲۰۰۱ء) جب ایسا امیدوار لاکھوں روپے خرچ کر کے کامیاب ہوتا ہے تو یقیناً وہ اپنے خرچ سے کئی گنا زیادہ وصول کرنے کی دوڑ میں شامل ہو جاتا ہے۔ جو ہار جاتا ہے ہائے افسوس کرتا ہوا چارپائی سنبھال لیتا ہے یا وہ مخالفین سے انتقامی کارروائی کرنے پر تل جاتا ہے۔

اسی طرح پارلیمنٹ کے انتخابات پر تو امیدواروں کے کروڑوں روپے خرچ ہوتے ہیں۔ یہی ارکان سینٹ اور قائد ایوان کے چناؤ کے موقع پر مالی خسارہ پورا کرتے ہیں اور پرمٹ، پلاٹ اور خویش واقارب کو اعلیٰ عہدوں پر تعیناتی کی مراعات بھی حاصل کرتے ہیں۔ جب کابینہ اور قائد ایوان روپے خرچ کر کے اقتدار کی کرسی پر براجمان ہوتے ہیں، وہ جن اداروں سے سرمایہ لیتے ہیں پھر ان کی مرضی کے مطابق حکومتی پالیسی تشکیل دیتے ہیں۔ برسر اقتدار جماعت کے ارکان رفاہی کاموں کی آڑ میں قومی گرانٹوں کا بیشتر حصہ ہضم کر لیتے ہیں۔ پھر یہی رقم سوئٹزر لینڈ میں یہودی بنکوں میں جمع کراتے ہیں۔ بین الاقوامی ساہوکار سیاسی ارکان کی ہیرا پھیری کی رقم جمہوری حکومتوں کو بھاری شرح سود پر قرض دیتے ہیں۔ قرضوں کے چکر میں ان پر سیاسی تسلط قائم کر لیتے ہیں۔

کلرک کی تعیناتی کے لیے تعلیمی قابلیت کے علاوہ ٹائپنگ اور کمپیوٹر کی اہلیت کو، پولیس اور فوج میں بھرتی کے لیے جسمانی قوت کو، انجینئر اور ڈاکٹر کے لیے اس کی فنی صلاحیت کو، شعبہ تعلیم میں استاد کے لیے محکمانہ تربیت کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ لیکن پارلیمنٹ کے ارکان کے لیے ایمان وتقویٰ تو درکنار بنیادی اہلیت وقابلیت کا معیار مقرر نہیں ہوتا۔ جنہوں نے کامیاب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو کر آئین وقانون سازی کے علاوہ مذکورہ محکموں پر نگرانی کا فریضہ سرانجام دینا ہوتا ہے، اور بیرونی سطح پر اپنے ملک کی تجارتی، دفاعی، اقتصادی وخارجہ پالیسی تشکیل دینا ہوتی ہے۔ جو بندوق چلانا نہیں جانتا جمہوری ملک میں اس کے وزیر دفاع بننے پر کوئی قانونی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ جو طب کی ا، ب نہیں جانتا اسے صحت کا وزیر بنا دیا جاتا ہے۔ الیکشن کے موقع پر سیاسی جماعتیں انتخابی ٹکٹوں کی تقسیم کے لیے پارٹی فنڈ میں کثیر رقم جمع کرنے والے اور انتخابی مہم کے اخراجات میں خود کفیل سرمایہ دار کو ترجیح دیتی جاتی ہے۔

اس کے برعکس اسلامی حکومت میں تقویٰ وللّٰہیت کو معیار بنا کر ذمہ داری سونپی جاتی ہے جس پر ذرہ برابر خرچ نہیں ہوتا۔ خلفائے راشدین کے تقرر کے موقع پر سرکاری سطح پر بیت المال سے کوئی خرچ ہوا اور نہ خلفائے راشدین کی ذاتی جیب سے۔

جب جمہوری نظام جواری کا کھیل ہے تو غریب شہری خواہ کتنے ہی ذہین کیوں نہ ہوں انہیں مقنّنہ کا رکن منتخب ہونے کا موقع نہیں ملتا۔ ایسے دانش مند جن کی راہنمائی سے سیاسی لیڈر استفادہ کرتے ہیں وہ عملی طور پر سیاسی دنگل میں حصہ نہیں لیتے اس لیے کہ ان کے پاس سرمایہ نہیں ہوتا۔

قوم یہود سرمائے کے لحاظ سے دنیا کی بڑی قوم ہے جس کی ملٹی نیشنل کمپنیاں اور تجارتی بنک یورپ اور امریکہ کے علاوہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ جو پس ماندہ ممالک کو قرض فراہم کرتے ہیں۔ اس وقت اسلامی جمہوری ممالک اربوں روپے ان کے مقروض ہیں۔ جمہوری نظام سے قبل قومِ یہود بادشاہ اور امراء کو قرض دے کر مراعات حاصل کرتی تھی۔ سود کی ادائیگی کے لیے ملک میں مزید ٹیکس لاگو ہوجاتے تو عوام الناس بھڑک اٹھتے۔ اذیتیں دے کر ان کو ملک بدر کردیا جاتا۔

لیکن جمہوری نظام کے کھیل میں کامیابی سرمائے کی مرہون منت ہے اس لیے کوئی سیاسی جماعت یہودی ساہوکاروں کی مخالفت نہیں کرسکتی بلکہ برسراقتدار آنے والی سیاسی جماعت قرضوں کی ادائیگی کے چکر میں قومی اثاثے اور اہم حساس محکمے یہودی ساہوکاروں کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اونے پونے داموں پر نیلام کرتی ہے اور داخلی وبین الاقوامی معاہدوں میں یہودی اداروں کے سامنے سر تسلیم خم کر لیتی ہے۔ عبوری حکومت میں وزیر اعظم، کابینہ اور ارکان کا چناؤ محدود مدت کے لیے ہوتا ہے۔ ابتدائی عرصہ حکومت بنانے، سنبھالنے، مخالفین کو گزند پہنچانے اور رفاہی کاموں کی آڑ میں مال ہڑپ کرنے میں گزر جاتا ہے اور بقیہ وقت آئندہ الیکشن کی تیاری کے لیے سپورٹروں اور ووٹروں کے جائز وناجائز کاموں میں گزر جاتا ہے۔

محدود مدت کی بنا پر جمہوریت غیر ذمہ دار حکومت ہے۔ ایک حکومت کے دور میں ذلت آمیز معاہدے ہوتے ہیں۔ دوسری حکومت کے دور میں عمل درآمد ہوتا ہے جس کا بہانہ معقول ہوتا ہے کہ میں بے قصور ہوں یہ کہہ کر جان چھڑاتی ہے کہ یہ پہلی حکومت کا سیاہ کارنامہ ہے۔ محدود مدت گزرنے پر پھر الیکشن سر پر سوار ہو جاتے ہیں۔ پھر سیاسی جماعتوں کو سرمایہ داروں کے دروازوں پر دستک دینا پڑتی ہے۔ گویا جمہوری نظام روپے پیسے کا تماشا ہے۔ ایک دن امریکی حکومت بیان دے کر پانچ فلسطینی شہریوں کی ہلاکت کا الزام اسرائیلی حکومت پر لگائے تو دوسرے دن یہودی لابی کے دباؤ میں آکر معافی مانگنی پڑتی ہے کیونکہ امریکہ کے الیکشن میں سیاسی نمائندوں کو یہودی سرمایہ فراہم کرتے ہیں۔ اس لیے کوئی کانگرسی رکن یا سینیٹر یہودی پالیسی کے خلاف بیان نہیں دے سکتا۔

بادشاہ وسلاطین اپنے دور میں تاج محل، شاہی قلعہ جیسی تاریخی عمارات بنانے پر کثیر رقم خرچ کرتے تھے۔ لیکن وہ اپنے ملک میں ہی کرتے تھے۔ اسی ملک کے شہری، مزدور محنت مزدوری کرکے پیٹ پالتے تھے اور خام مال بھی اپنے ملک کا استعمال کرتے تھے۔ وہ بادشاہ یا سلاطین مر گئے یا معزول ہوئے تو ان یادگاروں کو اپنے ساتھ لے کر نہیں گئے بلکہ آج بھی وہ حکومت کے زیر استعمال ہیں یا اہل وطن کے لیے تفریح گاہیں بن گئی ہیں۔

لیکن جمہوری حکومت مستقل اور پائیدار نہیں ہوتی۔ اسے مقررہ مدت کے اندر بھی مخالف سیاسی جماعتوں کے احتجاج اور دھرنوں سے حکومت ٹوٹنے کا خطرہ لاحق رہتا ہے۔ اس لیے سیاسی لیڈر [illegible] کی بجائے یورپ اور امریکہ میں محل اور فلیٹ [illegible] ہیں اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوٹ مار کا پیسہ بھی دیار غیر میں جمع کراتے ہیں۔

اب آپ فیصلہ کریں یہ سیاسی لیڈر وطن کے خیر خواہ ہیں یا غدار؟ ایسا جمہوری نظام قوم کی فلاح کی ضمانت فراہم کرتا ہے یا اقتصادی تباہی کا سامان مہیا کرتا ہے......؟

جمہوریت علامہ اقبال رحمہ اللہ کی نظر میں:

اہل مغرب نے نو آبادیاتی دور میں جمہوریت کا ڈھول اس انداز سے پیٹا کہ اہل مشرق کے نامور مدبر و مفکر بھی اس دلفریب جال میں پھنس گئے۔ (دور کے ڈھول سہانے) مظفر حسین۔ ؟ اردو ڈائجسٹ میں ''علامہ اقبال کی جمہوری سوچ'' پر اظہار خیال کیا۔

علامہ اقبال رحمہ اللہ نے ۱۹۰۹ء سے ۱۹۱۱ء کے دوران میں ''ہندوستان ریویو'' میں اسلام کے سیاسی نظریات پر دو مقالے تحریر کیے ان میں سے ایک مقالہ اسلام بحیثیت ایک اخلاقی اور سیاسی نصب العین کے عنوان سے شائع ہوا جس میں وہ لکھتے ہیں کہ

''اسلام کو اگر ہم ایک سیاسی نصب العین کے اعتبار سے دیکھیں تو اس کا اہم ترین پہلو جمہوریت ہے۔''

اس کے بعد برطانوی حکومت کے جمہوری کردار کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''عصر جدید میں جمہوریت انگلستان کا عظیم مشن ہے اور برطانوی مدبرین اس حصول کو بڑی جرأت مندی سے ان ممالک میں اپنے ساتھ لے گئے جو صدیوں سے بدترین قسم کے جبر واستبداد کے بوجھ تلے کراہ رہے تھے۔ سلطنت برطانیہ آج ایک بہت بڑی ہیئت سیاسیہ ہے جس کی تمام تر قوت کا انحصار اسی اصول (جمہوریت) کی بتدریج رونمائی میں ہے۔ سلطنت برطانیہ کا استمرار (اسی اصول کی بنا پر) بنی نوع انسان کے سیاسی ارتقاء میں جو کردار ادا کر رہا ہے۔ وہ ہمارے اپنے مفاد میں ہے۔ یہ وسیع وعریض سلطنت ہماری تمام تر ہمدردی اور احترام کی سزاوار ہے کیونکہ اس کی (جمہوری) کاوشوں سے ہمارے اپنے ہی سیاسی نصب العین کا ایک اہم پہلو آہستہ آہستہ ہمارے سامنے آ رہا ہے۔ اس طرح انگلستان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درحقیقت ہمارے ان فرائض کو ادا کر رہا ہے جنہیں نامساعد حالات نے ہمیں ادا کرنے سے روکے رکھا۔ سلطنت برطانیہ اگر آج دنیا کی سب سے بڑی محمڈن سٹیٹ ہے تو وہ مسلمانوں کی اس بڑی تعداد کی وجہ سے نہیں جو اس کی حفاظت میں ہیں بلکہ اس کی (جمہوری) روح کی وجہ سے ہے۔''

(بحوالہ اردو ڈائجسٹ فروغ جمہوریت نمبر، جنوری ۱۹۸۶ء، ص: ۴۵)

علامہ اقبال رحمہ اللہ نے جب جمہوریت کا باریک بینی سے جائزہ لیا تو انہوں نے پہلے نظریے پر ہٹ دھرمی کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ واشگاف الفاظ میں اظہارِ خیال فرمایا کہ جمہوریت سرمایہ دارانہ نظام ہے۔

گرمیٔ گرفتار اعضائے مجالس، الامان
یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگ زرگری

جمہوریت ایسی بے نیام تلوار ہے جو مسلمان اور کافر کے درمیان فرق نہیں کرتی۔

زمن دہ اہل مغرب را پیامے
کہ جمہوریت تیغ بے نیامے
چہ شمشیرے کہ جانہاے ستاند
تمیز مسلم و کافر نداند

جن مسلم ملکوں میں جداگانہ طرز انتخاب رائج ہے وہ اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ ہم اپنے ووٹوں سے مسلم نمائندے منتخب کرتے ہیں۔ ان کی خدمت میں عرض ہے کہ جو اقلیتی ممبر منتخب ہوتے ہیں ضلعی و مرکزی سطح کے انتخاب کے موقع پر مسلمان ممبران اور اقلیتی منتخب ممبران کے ووٹوں کی قدر و قیمت برابر ہو جاتی ہے۔

اس لیے علامہ اقبال رحمہ اللہ نے درست فرمایا ہے۔

جمہوریت میں آزادی کی وجہ سے اہل مشرق کے بعض مفکر بے حد تعریف کرتے ہیں،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن علامہ اقبال رحمہ اللہ اسے چنگیزی نظام سے بدتر کہتے ہیں۔

دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری
تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن اندرون چنگیز سے تاریک تر

علامہ اقبال نے مغرب کے جمہوری نظام کو قیصری نظام سے تشبیہ دی ہے:

ہے وہی سازِ کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری

جمہوری نظام میں زر، زمین کے سارے سرمایہ دار اور جاگیردار قانون سازی کی کرسی پر قبضہ کر لیتے ہیں جو تقویٰ، بصیرت اور اہلیت سے عموماً محروم ہوتے ہیں۔

ان کے بارے شاعر مشرق نے کیا خوب فرمایا:

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو
کہ از مغز دو صد خر فکر انسانے نمی آید

جمہوری نظام بنی نوع انسان کے رنج و غم کا خاتمہ نہیں کرتا بلکہ اضافے کا سبب بنتا ہے۔

از خودی دور است و رنجور است و بس
رہبر او ذوق جمہور است و بس
وائے بر دستور جمہور فرنگ
مردہ تر شد مردہ از صور فرنگ

(افسوس کہ وہ خودی سے دور، و رنجور ہو گیا ہے اس کا رہبر محض جمہوری ذوق رہ گیا ہے۔ فرنگی دستور جمہور پر افسوس کہ فرنگی صور سے مردہ، مزید مردہ ہو گیا ہے۔)

علامہ اقبال نے دو ٹوک الفاظ میں ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کی سیاست کا مقصد دین

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کی بالادستی ہے۔

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

علامہ اقبال مسلمانوں کو بھولا ہوا سبق یاد دلاتے ہیں کہ تمہارا آئین قرآنِ مجید ہے اور قانون رحمت کائنات ﷺ کا فرمان ہے:

آن کتاب زندہ قرآن حکیم
حکمت او لایزال ست و قدیم
نوع انساں را پیام آخریں
حامل او رحمۃ للعالمین

ہمارے اسلاف نے قرآن وسنت کو سینے سے لگا کر دنیا میں توحید کا پرچم بلند کیا۔ اس لیے علامہ اقبال مسلمانوں کو فرقہ پرستی اور گروہ بندیوں کی زنجیریں توڑ کر توحید کا ڈنکا بجانے کے لیے دعوت فکر دیتے ہیں۔

بتانِ شعوب و قبائل کو توڑ
رسومِ کہن کے سلاسل کو توڑ
یہی دین محکم یہی فتح باب
کہ دنیا میں توحید ہو بے حجاب

اگر تم کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے عقیدت ہے تو جمہوریت کے بت کو خاک میں ملا کر نظامِ خلافت کے لیے اپنی تمام تر صلاحتیں صرف کردو۔ علامہ نے کیا خوب فرمایا:

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظارۂ دیرینہ زمانے کو دکھا دے

اے مصطفوی خاک میں اس بت کو ملا دے

جمہوریت یہودی ذہن کی اختراع وترویج ہے۔ جس کا مقصد اسلامی تحریکوں کو ناکام کر کے مسلمانوں کو لا دین بنانا ہے۔ اسی لیے صیہونی ادارہ اور اس کے ایجنٹ مسلم دنیا میں جمہوری نظام رائج کرنے پر زور دیتے ہیں۔

اگر وہ واقعی مخلص ہیں تو مسلم دنیا کو ایٹمی وانفارمیشن ٹیکنالوجی فراہم کیوں نہیں کرتے؟ ٹیکنالوجی تو درکنار معاہدے کے مطابق پاکستان کو ایف 16 طیارے دینے سے بھی انکار کر دیا گیا۔ بلکہ ان طیاروں کی رقم ابھی تک واپس نہیں کی۔ قرآن شاہد ہے کہ یہود ونصاریٰ مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں۔ اگر جمہوری نظام مسلمانوں کے روشن مستقبل کی علامت ہوتا تو وہ خلافت کا خاتمہ کر کے جمہوری نظام قطعاً نافذ نہ کرتے۔ اہل مغرب بخوبی واقف ہیں کہ مسلمان خلافت کے زمانہ میں متحد تھے تو انہوں نے یورپ کے دروازے فرانس پر دعوت وجہاد کا پرچم بلند کیا، ایک نکتہ دان نے خوب کہا:

خلافت کفر کے لیے پیام موت ہے

مسلمانوں کے لیے آب حیات ہے

جمہوریت مسلم کے لیے میٹھا زہر ہے

کفر کے کھیت کے لیے سیکولر نہر ہے

حریت کا دوہرا معیار:

جمہوریت کی مثلث اخوت، حریت اور مساوات کے خطوط پر استوار ہے لیکن اقوام متحدہ میں جمہوری خطوط پس ماندہ اقوام کے لیے منحنی ہو کر مثلث کو مسخ کر دیتے ہیں۔

اقوام متحدہ کے مالیاتی ادارے، اسرائیل کو دفاع کے لیے اربوں ڈالر سالانہ مہیا کریں ان پر سود وصول کرنا تو درکنار اصل زر بھی بخشش کر دیا جاتا ہے جب کہ پس ماندہ وخصوصاً مسلم ممالک کو ملکی تعمیر وترقی کے لیے مالی سہارا دیں تو ان کے سر پر سود در سود کا بھوت سوار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کردیں۔ کیا اس کا نام اخوت وہمدردی ہے یا صلیبی جنگ کی انتقامی کارروائی؟

فلسطین کی طرح انڈونیشیا میں دور دراز کے علاقوں سے عیسائیوں کو لا کر مشرقی تیمور میں آباد کیا گیا۔ جب ان کی تعداد مقامی آبادی سے زائد ہوگئی تو انہوں نے آزادی کا مطالبہ شروع کردیا۔ آناً فاناً استصواب رائے کی قرارداد منظور ہوئی تو بغیر کسی تاخیر کے اس پر عمل کیا گیا۔ اس کے برعکس عرصہ دراز سے کشمیری آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں یورپ اور امریکہ کو آزادی کی خاطر اسی ہزار سے زائد کشمیریوں کی قربانیاں نظر نہیں آ رہیں۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ انڈونیشیا کے وسیع وعریض مسلم ملک کے سینے میں مشرقی تیمور کی صلیبی ریاست کا خنجر پیوست کردیا گیا۔ اس میں طاغوت کا مفاد تھا جب کہ مسئلہ کشمیر میں مسلمانوں کا مفاد ہے۔ اس لیے استصواب رائے کی قرارداد کو دفن کردیا گیا۔ یہ آزادی کا دہرا معیار نہیں تو اور کیا ہے؟

اقوامِ متحدہ میں جمہوری اصولوں کا مذاق:

امریکہ، برطانیہ، فرانس دنیا بھر میں حق بالغ رائے دہی، آزادی رائے اور مساوات کے جمہوری اصولوں کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔ جس ملک میں جمہوریت نہ ہو امریکی بلاک انسانی حقوق کی پامالی کا واویلا مچانا شروع کردیتا ہے۔ بعض اوقات اقوامِ متحدہ کے ذریعے اس ملک کے خلاف اقتصادی پابندیاں تک عائد ہوجاتی ہیں۔ اگر کسی ملک میں جمہوریت کا مستقبل تاریک ہوجائے تو اقوامِ متحدہ کی فوج کی نگرانی میں انتخابات کرائے جاتے ہیں جب کہ خود اقوامِ متحدہ کے اہم ادارے عالمی سلامتی کونسل کا ڈھانچہ جمہوری اصولوں کی نفی کرتا ہے۔

۱: جمہوری نظام میں ہر بالغ شہری کو ووٹ دینے کا حق حاصل ہے لیکن عالمی سلامتی جیسے اہم مسائل کے حل کے لیے اقوامِ متحدہ کے ۱۸۴ ارکان میں سے سلامتی کونسل کے ۱۵ ارکان کو منتخب کرکے باقی ارکان کو محروم کیا گیا ہے؟

۲: سلامتی کونسل کے پانچ ارکان کی حیثیت مستقل ہے جب کہ باقی ۱۰ ارکان ان کی مرضی سے صرف ۲ سال کے لیے منتخب ہوتے ہیں۔

۳: جمہوریت میں عالم کے علم کو جاہل کی جہالت پر، جج کی دیانت کو چور ڈاکو کی رائے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر کوئی برتری حاصل نہیں۔ سب کے ووٹ کی قدر و قیمت یکساں ہے۔ لیکن اقوام متحدہ کے کثیر ارکان میں سے پانچ ممالک کی رائے کو ویٹو پاور حاصل ہے۔ یعنی جمہوری اصول کے تحت تمام ممالک کے ووٹ کی قدر و قیمت برابر نہیں۔ اہل مغرب ایک طرف مساوات کے علمبردار، دوسری طرف ویٹو پاور ایٹمی قوت کا اظہار اقوامِ متحدہ میں دوہرا معیار کیوں؟

۴: جمہوری اصول کے مطابق کثرت رائے کی بنیاد پر فیصلے ہوتے ہیں لیکن سلامتی کونسل میں امن وسلامتی کے فیصلے ان پانچ غاصبوں کی صوابدید پر ہوتے ہیں۔

۵: جمہوری اصول میں گداگر اور ارب پتی کے ووٹ کی قیمت برابر ہے لیکن آئی ایم ایف میں جس ملک یا ادارے کا سرمایہ زیادہ ہوتا ہے اس کے ووٹ کا کوٹہ (قدر و قیمت) زیادہ ہوتا ہے۔

یہودی ملٹی نیشنل کمپنیاں اور تجارتی بنکوں کا جال دنیا بھر میں پھیلا ہوا ہے۔ یہودی آئی ایم ایف کو سرمایہ فراہم کرتے ہیں اور اس کے اہم عہدوں پر چھائے ہوئے ہیں۔ آئی ایم ایف قرضہ دیتے وقت مقروض ممالک پر جو کڑی شرائط عائد کرتا ہے اس سے مقروض ممالک کی خودمختاری اور قومی سلامتی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ گویا آئی ایم ایف صیہونی ورلڈ آرڈر کو عملی جامہ پہنانے میں مرکزی کردار ادا کر رہا ہے۔ اہل مغرب دوسرے ممالک کو جمہوری نظام کی دعوت دیتے ہیں لیکن اقوامِ متحدہ میں اس پر عمل نہیں کرتے۔

تعجب ہے کہ اقوامِ متحدہ جمہوری اصولوں کی خلاف ورزی کرنے والے ممالک پر اقتصادی اور دفاعی پابندیاں عائد کر دیتی ہے لیکن اپنے اداروں میں جمہوری اصولوں پر عمل نہیں کرتی؟

پس ماندہ اور مسلم ممالک جن کی رائے کو اقوامِ متحدہ کے اہم اداروں میں شمار نہیں کیا جاتا کس منہ سے جمہوریت کے گن گا کر اپنے ملک میں لاگو کر رہے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمہوریت کا خاتمہ ایٹمی تجربہ کرنے سے زیادہ جرم ہے:

پاکستان نے ایٹمی دھماکہ کیا تو امریکہ نے اس پر پابندیاں عائد کر دیں، جب ۱۲/ اکتوبر کو جمہوری حکومت ختم ہوئی تو اس پر ۵۰۸ بی کے تحت مزید اقتصادی نوعیت کی پابندیاں عائد ہوئیں۔

امریکہ نے اسامہ کا بہانہ بنا کر افغانستان پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا تو اس نے پاکستان سے لاجسٹک مدد مانگی اور اس کے عوض امریکی صدر نے ایٹمی دھماکہ کرنے کی وجہ سے جو پابندیاں لگائی تھیں وہ اٹھالی ہیں، مگر جمہوریت کا بستر گول کرنے کی وجہ سے ۵۰۸ بی کے تحت جو پابندیاں عائد کی تھیں وہ بدستور رہیں گی۔ کیونکہ اس کو ختم کرنے کے لیے امریکی کانگریس و پارلیمنٹ نے منظوری دینی تھی۔

کیا جمہوریت کو ختم کرنا ایٹم بم کا تجربہ کرنے سے زیادہ جرم ہے۔ انسان جسم و روح کا مرکب ہے۔ شیطان کا نشانہ جسم نہیں روح ہوتا ہے۔ ایٹم بم سے نوع انسان میں جسمانی تباہی پھیلتی ہے، لیکن جمہوریت انسان کو روحانی طور پر مفلوج کرتی ہے، اس لیے شیطان کے چیلوں کے نزدیک جمہوریت کو ختم کرنا ایٹم بم کا دھماکہ کرنے سے زیادہ جرم ہے۔

طاغوتی قوتیں غیر جمہوری حکومت کو تسلیم کیوں کرتی ہیں؟

اگر جمہوری نظام صہیونی ورلڈ آرڈر کی راہ ہموار کرنے کا مؤثر ذریعہ ہے تو پھر طاغوتی قوتیں غیر جمہوری حکومتوں کو تسلیم کیوں کرتی ہیں، یا بعض اوقات جمہوری ممالک میں خود آمریت مسلط کر کے بدستور تعلقات بحال رکھتی ہیں کیوں؟

طاغوت کو ذاتی مفاد عزیز ہے اگر کوئی آمریت یا ملوکیت صہیونی پالیسی کے تحت کام کرتی ہے۔ اس کی مرضی کے مطابق معاہدے کرتی ہے اور صہیونی ایجنڈا کی تکمیل کی راہ میں روڑے نہیں اٹکاتی تو طاغوت نظریہ ضرورت کے تحت قبول کر لیتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود صہیونی قوت جمہوری نظام کے فروغ کو مقدم رکھتی ہے۔ اسی لیے مسلح حکمرانوں کو جمہوری اصطلاحات رائج کرنے پر زور دیتی ہے۔

جمہوری ممالک میں آمریت کیوں مسلط ہوتی ہے؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صیہونی قوت نے جب کسی جمہوری ملک کے ساتھ قومی غیرت کے منافی معاہدہ یا ذلت آمیز کارروائی کرنا مقصود ہو لیکن اس عمل سے جمہوری نظام کا مستقبل تاریک ہونے کا خدشہ ہو تو حزب اختلاف سے ایجی ٹیشن کروا کر جواز پیدا کرتی ہے۔

پھر اس پر عبوری یا فوجی حکومت قائم کر کے مفاد حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح طاغوتی قوتیں ایک تیر سے دو شکار کر لیتی ہیں۔

۱: جمہوری نظام میں سیاسی جماعتوں کو سیاسی موت سے بچا لیا جاتا ہے۔

۲: جب کہ فوجی حکومت کے دور میں معاہدے ٹھونس کر عوام کی نظروں میں قوم کے محافظوں کو بدنام کر دیا جاتا ہے۔ جس سے عوام اور فوج کے درمیان نفرت کی خلیج حائل ہو جاتی ہے۔

۳: جب کوئی جمہوری حکومت طاغوتی قوتوں کے دباؤ میں آ کر ملی حمیت کے برعکس کوئی معاہدہ کر لیتی ہے تو اس ملک کے غیور عوام میں حکومت کے خلاف نفرت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ اس کو بنیاد بنا کر اگر کوئی بنیاد پرست لیڈر انقلاب کی فضا سازگار کر لے تو طاغوت ہنگامی حالات کا بہانہ بنا کر فوجی حکومت مسلط کر کے انقلاب کی لہر کو جام کر دیتے ہیں۔

آمرانہ حکومتیں ریفرنڈم جیسے حیلوں سے جمہوری جامہ پہن لیتی ہیں یا انقلابی لہر کو پریس کرنے کے بعد الیکشن کا انعقاد کر کے از سر نو جمہوری لبادہ پہن لیتی ہیں۔

کیونکہ جمہوری نظام میں آزادی کے نام پر وہ تمام مواقع وافر مقدار میں میسر ہوتے ہیں جو گوئم کو سیکولر بنا کر ڈالر کا اسیر بنا دیتے ہیں اور ماں کی گود میں پلنے والے بھائیوں کے مابین بٹوارے کا چور دروازہ کھل جاتا ہے۔

کیا ہم حق بالغ رائے دہی کی بنیاد پر اسلامی حکومت قائم کر سکتے ہیں؟

جمہوریت میں کثرت کا فیصلہ حق پر مبنی ہوتا ہے۔ جب کہ دنیا میں اکثریت کافروں، منافقوں اور مشرکوں پر مشتمل ہے۔ کیا ہم حق بالغ رائے دہی کی بنیاد پر دنیا میں اسلامی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکومت قائم کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں کیونکہ مسلمان دنیا کی کل آبادی کا پانچواں حصہ ہیں۔

جس طرح دنیا میں اکثریت غیر مسلموں کی ہے اسی طرح مسلم دنیا میں اکثریت نافرمانوں، بدکاروں، فاسقوں اور جاہلوں کی ہے۔ آپ معاشرہ میں نمازیوں اور بے نمازیوں کی تعداد اور صاحب نصاب افراد میں زکوٰۃ دہندہ اور نادہندہ کے مابین تقابلی جائزہ لیں تو آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ مسلم معاشرہ میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو اسلام کے بنیادی ارکان پر ہی عمل نہیں کرتے۔ کیا ایسے لوگوں سے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ کسی ایسی جماعت کو ووٹ دیں گے جس نے اپنے انتخابی منشور میں اعلان کر رکھا ہو کہ بے نماز اور ماہِ رمضان کی بے حرمتی کرنے والے مسلمانوں کو قید خانے میں ڈال دیا جائے گا۔ منکرین کے خلاف جہاد کیا جائے گا۔ سینما ہالز کو سیل کر دیا جائے گا۔ وی، سی، آر، کیبل سسٹم اور ڈش انٹینا جیسے فحاشی کے ذرائع کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔ ٹی، وی کو تبلیغ اسلام کا مؤثر ذریعہ بنا دیا جائے گا، چور، اُچکے اور شرابی چاہیں گے کہ ان پر حدود و قیود کا قانون نافذ ہو جائے؟ ہرگز نہیں۔

شیطان کے آلہ کار مسلمانوں کا اخلاق و کردار تباہ کرنے کے لیے جدید ذرائع عام کر رہے ہوں اور اداروں میں سیکولر تعلیم رائج ہو۔ الیکٹرانک میڈیا پر حلال وحرام کا امتیاز مٹانے کا عمل اور اسلام سے بھٹکانے کی روش قائم ہے۔ جب ان حربوں سے شیطان کے پجاریوں کی تعداد میں اضافہ بدستور جاری ہو تو وہ الیکشن میں ہم مشرب و ہم پیالہ لوگوں کو منتخب کریں گے۔ چور، اُچکے اسے منتخب کریں گے جو ان کو پولیس کی گرفت سے آزاد کرائے گا۔ سودی کاروبار کرنے والے تاجر اور ملازمین انہیں ووٹ دیں گے جو انہیں مجبور لوگوں کا خون چوسنے کی کھلی چھٹی دے دے۔

بدکردار لوگ ایسی جماعت کو ووٹ دیں گے جس نے منشور میں سیر و تفریح کی آڑ میں فحاشی کے جدید ذرائع کو تحفظ دینے کا اعلان کر رکھا ہو۔ قرونِ اولیٰ میں بے شمار محدث، مفکر اور فقیہ گزرے ہیں جن کی دینی خدمات سے آج تک امت مسلمہ استفادہ کر رہی ہے۔ موجودہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمہوری دور کے مفکرین اس دور کو ملوکیت کہہ کر نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ کثرت رائے کی بنیاد پر منتخب نہیں ہوئے حالانکہ تاریخ اسلام میں جب بھی کسی خلیفہ وقت نے اسلام کے منافی کوئی قدم اٹھایا تو علماء حق نے کوڑے کھانے کی سزا منظور کرلی۔ گدھے پر بیٹھ کر منہ پر کالک لگوا کر رسوائی قبول کرلی، تاحیات دیوار پس زندان قید کاٹ لی مگر حق گوئی سے باز نہ آئے۔ اسلامی تاریخ میں ایسا کوئی واقعہ نہیں ملتا کہ کسی عالم ربانی نے جرأت کا مظاہرہ کیا ہو کہ اے خلیفہ وقت! تمہاری حکومت غیر اسلامی ہے کیونکہ تم حق بالغ رائے دہی کی بنیاد پر کثرت رائے سے منتخب نہیں ہوئے۔

وہ تمام خلفاء تاحیات خلافت کے عہدہ پر فائز رہے مگر علمائے حق نے متعین مدت (۴ تا ۵) سال کے بعد مظاہرہ کرکے الیکشن یا بیعت عامہ کا مطالبہ کیوں نہیں کیا۔

تاجدار مدینہ محمد رسول اللہ ﷺ نے قیصر روم کے نام خط تحریر کیا:

''اسلام اس کو جس نے ہدایت کی پیروی کی اس کے بعد میں آپ کو اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں آپ مسلمان ہوجائیں، سلامت رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دوہرا اجر مرحمت کرے گا۔ اگر آپ نے اعراض کیا تو پھر آپ کی رعایا کا وبال بھی آپ کے سر ہوگا۔

اے اہل کتاب! ایک ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم میں اور آپ میں مشترک ہے کہ اللہ کے سوا اور کسی کی غلامی نہ کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں، نہ اللہ کو چھوڑ کر ایک دوسرے کی قیادت کا کلمہ پڑھیں (اس پر بھی) اگر وہ نہ مانیں تو آپ کو اعلان کردینا چاہیے کہ (بھائیو) گواہ رہنا! ہم مسلمان ہیں۔'' (بخاری)

آپ کے اس فرمان سے بادشاہی نظام کی مذمت ثابت نہیں ہوتی اور نہ ہی قیصر سے سلطنت میں الیکشن یا بیعت عامہ کا مطالبہ کیا گیا بلکہ اسے مسلمان ہونے کی دعوت دے کر سلامتی کا پیغام دیا گیا۔

آمریت یا فرعونی بادشاہت میں فرد واحد اور جمہوریت میں سینکڑوں انسان ارباب بن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر لاکھوں افراد کے لیے قانون سازی کرتے ہیں۔آپ نے اس سے منع فرمایا۔

اہل علم حضرات خواہ وہ دانش ور ہیں یا علماء جو جمہوری نظام کی بقا کے لیے اپنی ذہنی صلاحیتیں صرف کرتے ہیں اور جمہوریت کو اسلام کی روح قرار دینے کی پرزور وکالت کرتے ہیں اور جمہوریت کو وطن عزیز کی ماں کہتے ہیں۔ ان کی خدمت میں سوال ہے آپ حق خدمت کے طور پر مشاورت، سفارت، پرمٹ یا سینٹ کی رکنیت حاصل کر لیتے ہیں۔لیکن آپ براہِ راست الیکشن میں حصہ لے کر ماں کی قدم بوسی کا شرف حاصل نہیں کرتے جب کہ آپ کے مداح ملک بھر میں ہزاروں، لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ شاید اس لیے کہ جو خوبی علم وفہم آپ کے پاس ہے کثرت عوام کو اس کی ضرورت نہیں۔ظلم وستم میں تعاون اور مال ودولت میں اضافہ کی انہیں ضرورت ہے وہ آپ کے پاس نہیں۔

اگر آپ اس قسم کی مجبوری کی وجہ سے انتخاب میں حصہ نہیں لیتے تو پھر آپ دوسروں کو دعوت کیوں دیتے ہو؟

ملوکیت کو برا بھلا کہنے والے مفکر کس منہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن عبدالعزیز کو عمر ثانی کہہ کر پکارتے ہیں، کیا انہوں نے اپنے انتخاب کے لیے سلطنت بھر میں الیکشن کرائے تھے؟ قوم عاد، ثمود، قوم لوط وشعیب کی اکثریت نے انبیائے کرام کی دعوت پر لبیک کہا یا انکار کیا۔ لبیک کہنے والے قلیل حق پر تھے یا انکار کرنے والے کثیر۔

جمہوری نظام میں ہر عاقل بالغ ذی روح کو الیکشن میں حصہ لینے کا حق حاصل ہے اس کے برعکس انصار مدینہ الائمہ من القریش فرمان نبوی سن کر خلافت کے دعویٰ سے دستبردار ہوگئے اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ حالانکہ مدینہ منورہ میں انصار کی اکثریت تھی۔ اسلام کی استقامت کے لیے ان کی قربانیاں لازوال تھیں۔ فدا ہوجائیں ان کی اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت پر، آئندہ بھی تاریخ اسلام میں کسی موقع پر اوس وخزرج قبائل میں سے کسی نے خلافت کا دعویٰ نہیں کیا۔

''جمہوریت کو قرآن وسنت کی منشا'' کہنے والو! اس بارے آپ کی کیا رائے ہے، انصار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدینہ کو خلافت سے محروم کر دینا جمہوری اصولوں کی خلاف ورزی نہیں ہے۔ جب دینی جماعتوں کو انتخابی سیاست میں کامیابی نہیں ہوئی تو انہوں نے بنیاد پرستی کے طعنے سے بچنے کے لیے میڈیا میں ''عورتوں کے لیے چہرے کا پردہ ضروری نہیں۔'' اور ''جب تک معاشرہ معاشی طور پر خودکفیل نہیں ہوتا۔ اس وقت اسلامی حدود و قیود کا نفاذ ناانصافی ہے۔ اس قسم کے مبہم قسم کے اخباری بیان دینے شروع کر دیئے۔ حتیٰ کہ انتخابی مہم میں بھنگڑا ڈال کر اکثریت کو ہم نوا بنانے کی روش اختیار کی، الیکشن مہم میں تشہیر کے ذرائع ابلاغ پر بے دریغ روپیہ لٹایا گیا پھر بھی ہر جگہ ان لوگوں کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس لیے کہ معاشرے کی اکثریت کو جمہوریت کے ساتھ ''اسلامی'' کی پیوندکاری بھی گوارا نہیں۔ خواہ وہ دعوت و جہاد کو ترک کر کے اکثریت کو ہم نوا بنانے کے لیے باطل سے سمجھوتہ ہی کیوں نہ کر لیں۔

بار بار ناکامی کے باوجود دینی جماعتیں جمہوری نظام کے بل بوتے پر اسلامی حکومت قائم کرنے کی کوشش میں ہیں۔ عوام جلسے، جلوس، ہڑتالوں اور دھرنوں میں شریک ہو کر اپنے ضمیر کو مطمئن کرتے ہیں کہ جہاد کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔ یہ جہاد نہیں درحقیقت جمہوری جماعتوں کا انتخابی میدان کے لیے افرادی قوت کا مظاہرہ ہے۔

جمہوریت اکثریت کے چکر میں جہادی روح کا خاتمہ کر دیتی ہے:

جب کہ اسلام میں باطل کو مٹانا جہاد ہے جو قیامت تک جاری رہے گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تک ہمارے اسلاف کی تاریخ شاہد ہے کہ انہوں نے حق و صداقت کے میدان میں باطل سے سمجھوتہ نہیں کیا بلکہ دعوت و جہاد کا پرچم بلند کرنے میں ان مٹ مثالیں پیش کیں جو آج بھی ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔☆

☆ ہفت روزہ ''الاعتصام'' ۲۵ جنوری تا ۱۴ فروری ۲۰۰۲ء۔
پندرہ روزہ المنبر فیصل آباد، ۲۵ دسمبر ۰۳ تا ۲۲ جنوری ۲۰۰۴ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام اور اہل مغرب کی آزادی کا تقابلی جائزہ

یہودی اپنے کرتوتوں کی بنا پر یورپ میں غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے اُن کے صیہونی چیلوں نے فطری حقوق کا نظریہ تراشا کہ انسان کو فطری آزادی کا حق پیدائشی طور پر ملا ہے ان پر کسی قسم کی پابندی عائد نہیں ہوسکتی اور نہ انہیں کوئی حکومت غصب کرسکتی ہے۔ ان مفکرین کے نزدیک انسان آزاد پیدا ہوا ہے، اس کے اختیارات اور آزادی پر کسی دوسرے انسان کو پابندی عائد کرنے کا کوئی حق نہیں اس فطری حقوق کے نظریے نے یورپ میں بادشاہی نظام کا خاتمہ کرنے اور عوامی حکومت کے قیام میں اہم کردار ادا کیا۔

معاشی آزادی :...... معاشی آزادی سے مراد یہ ہے کہ ہر انسان کو روزی کمانے اور خرچ کرنے میں آزادی ہو اور اپنی ذاتی ملکیت کے تحفظ کا حق حاصل ہو۔ آزادی کے اس مفہوم میں حلال وحرام کا کوئی امتیاز نہیں۔ خواہ وہ شراب اور سودی کاروبار میں ملوث ہو کر دولت اکٹھی کرے اور اسے قمار بازی پر خرچ کردے یا جوا جیت کر اُسے مجروں میں لٹا دے۔ کوئی فحش فلمیں دکھا کر نئی نسل میں روحانی بگاڑ پیدا کرے یا کوئی حوا کی بیٹی کو کلب میں شرم وحیا کا جنازہ نکال کر کمائے۔

معاشی آزادی کے تحت ان پر کوئی پابندی عائد نہیں ہوسکتی اگر کوئی مقامی اتھارٹی ان پر پابندی عائد کرے تو انسانی حقوق کی تنظیمیں چیخ اٹھتی ہیں۔

سیاسی آزادی :...... اخلاقی جرائم میں ملوث لوگوں نے سیاسی آزادی کے تحت انجمنیں بنائی ہوئی ہیں۔ جو اپنے کاروبار کے تحفظ میں رخنہ ڈالنے والوں کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرتی ہیں۔ اور اس مسئلہ کو ذرائع ابلاغ کے ذریعے اچھالتی ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمہوری ملک میں ہر بالغ شہری کو ووٹ دینے کا آئینی حق حاصل ہوتا ہے۔ جب کہ پارلیمنٹ کے ارکان کو اپنے حلقے میں جیتنے کے لیے ووٹوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ انجمنیں ان سیاسی جماعتوں کو ووٹ بھی دیتی ہیں اور الیکشن مہم کے لیے مالی مدد بھی فراہم کرتی ہیں جو پارلیمنٹ میں ان کے حقوق ومفادات کے تحفظ کا وعدہ کرتی ہیں۔

جنسی آزادی:......شیطان کے چیلوں کو فطری حقوق کی آڑ میں آزادی مل گئی اور انہوں نے بنی نوع انسان کو صراطِ مستقیم سے بھٹکانا شروع کر دیا۔ اس نظام نے اُن کو قانونی سہارا فراہم کیا۔ برطانوی مصنفہ ''میلینسی فلپس'' نے اعتراف کیا ہے کہ انگلستان میں نصف حمل شادی کے بغیر قرار پاتے ہیں۔ ہر سال نوے ہزار نو بالغ لڑکیاں حاملہ ہوتی ہیں ان میں ۷ ہزار ۷ سو کی عمر ۱۶ سے کم ہوتی ہے اور ۵۶ ہزار بچے پیدا کرتی ہیں۔ ان میں سے اکثر خود بھی تنہا ماؤں کی اولاد ہوتی ہیں۔ (ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور، اگست ۲۰۰۳ء)

اسلام ایسی شترِ بے مہار جنسی، معاشی آزادی کا قائل نہیں۔ یہ اٹل حقیقت ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ ماں اپنے بچے سے پیار کرتی ہے لیکن اللہ ذوالجلال کی اپنے بندے سے محبت ۷۰ ماؤں سے بھی زیادہ ہے۔ دنیا کے ہر شے میں نفع بھی ہے اور نقصان بھی، یہ اللہ حکیم کی حکمت ہے لیکن مہربان خالق کائنات نے اشرف المخلوقات کے لیے مفید اشیاء کو حلال اور ضرر رساں اشیاء کو حرام ٹھہرایا ہے۔ ﴿یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ﴾ مثلاً شراب وقتی تسکین دیتی ہے لیکن عقل سلیم پر پردہ ڈال دیتی ہے۔ چونکہ عریاں گھومنا حیوانیت کی علامت اور انسانیت کی تذلیل ہے، اس لیے اللہ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اسلام ہر قسم کی آزادی فراہم کرتا ہے لیکن خالق کائنات کی قائم کردہ حدود سے تجاوز کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور نہ یہ چیز آزادی کے مفہوم میں شامل ہی ہے۔

اسلام نے بنی نوع انسان کو آزادی فراہم کی:

اہل مغرب نہایت شد و مد سے اور فخریہ انداز میں شور مچاتے ہیں کہ ہم نے انقلاب فرانس میں بڑی قربانی کے بعد محکوم رعایا کے لیے اظہار رائے کا حق حاصل کیا اور اسے اقوام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متحدہ کے انسانی آزادیوں کے منشور میں شامل کیا۔لیکن تاریخی اعتبار سے اُن کا دعویٰ ناقابل اعتبار ہے۔ تاریخ عالم میں اسلام نے بنی نوع انسان کو حق وصداقت کی تحقیق کرنے، حق بات پر قائم رہنے، اُس کے لیے تکالیف برداشت کرنے اور حق کے اظہار کرنے کی آزادی دی ہے۔ اسلام سے قبل انسان دوسرے انسانوں کی غلامی میں جکڑے ہوئے تھے۔ حکمران طبقہ اپنی مرضی سے یا کسی کے کہنے پر جو کچھ کہہ دیتا، وہ قانون بن جاتا، محکوم رعایا اس کے سامنے دم نہیں مار سکتی تھی بلکہ انہیں وہ تسلیم کرنا پڑتا تھا۔ اسی طرح مذہبی پیشوا، راہب، ربی اور پنڈت حلال کو حرام اور حرام کو حلال میں بدلتے رہتے۔ لوگ اندھی تقلید کی وجہ سے سر جھکا لیتے، وہ یہ پوچھنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے کہ یہ الہامی حکم ہے یا آپ کی ذاتی رائے؟ کیونکہ پے در پے غلامی کی وجہ سے وہ فکر وتدبر کی صلاحیت سے محروم ہو چکے تھے۔ اندھیر نگری میں اللہ ذوالجلال نے مخلوق کی راہ نمائی کے لیے خاتم النبیین ﷺ پر قرآن نازل فرمایا، محسن کائنات ﷺ نے کوہِ صفا پر کھڑے ہو کر قریش مکہ کو بلایا اور انھیں غیروں کی بندگی چھوڑ کر رب کی عبادت کا درس دیا۔ رؤسائے مکہ نے مخالفت کی لیکن آپ ﷺ کی جرأت و دلیری میں ذرہ برابر فرق نہ آیا۔ آپ ﷺ بدستور مکہ کی گلیوں اور بازاروں میں توحید کا درس دیتے رہے۔ طائف کی وادی میں پتھروں سے لہولہان ہو کر بھی حق کا اظہار کرتے تھے۔

مکہ کے وہ غریب اور غلام جو اپنے سردار کا بلاوا سن کر تھر تھر کانپتے تھے، انہوں نے سرور کائنات ﷺ کی دعوت کو قبول کر لیا اور اپنے آقاؤں کے سامنے عزیمت کے پہاڑ بن گئے۔ تپتی ہوئی ریت پر، دہکتے ہوئے انگاروں پر، احد، احد پکار کر غیر اللہ کی بندگی کا انکار کرتے رہے۔ انہوں نے قیصر وکسریٰ کے درباروں میں حق کی دعوت دینے میں ذرہ برابر خوف محسوس نہ کیا۔

دنیا میں بیشتر مذاہب مثلاً یہودیت، بدھ مت وغیرہ ایسے ہیں جن کی مذہبی کتابوں (تورات، وید، بھگوت، گیتا وغیرہ) کو مخصوص طبقہ پنڈت گرو اور ربی کے علاوہ کوئی نہیں پڑھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکتا اور نہ اس کی دوسروں کو دعوت دے سکتا ہے۔ اللہ نے دعوتِ اسلام کا فریضہ اپنے پیارے حبیب ﷺ کے ہاشمی خاندان یا قریش قبیلہ سے مخصوص نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے ہر دور کے مسلمانوں پر فرض عائد کیا ہے کہ وہ دوسروں کو اسلام کی دعوت دیں۔

﴿وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (آل عمران: ١٠٤)

''اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے۔ یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں۔''

مشاہدہ کر لیں موجودہ دور کے مسلمان کسی خاندانی امتیاز کے بغیر دینی علم حاصل کر کے دوسروں کو اسلام کی دعوت دے رہے ہیں۔

مسلمان اپنی زندگی میں کس حد تک آزاد ہیں اور کس حد تک پابند؟ اللہ نے قرآن حکیم میں اُن کے لیے معیار مقرر کر دیا۔

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا﴾ (الحشر: ٧)

''اور جو کچھ رسول تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے وہ تمہیں روکیں اس سے رک جاؤ۔''

حضرت محمد ﷺ دینی امور سے متعلق جو قولی حکم دیں یا عملی نمونہ پیش کریں وہ معروف کام ہیں ان پر عمل کرو اور دوسروں کو دعوت دو جس کے بارے آپ ﷺ نے حکم نہیں دیا اُن کو دین میں شامل کرنا یا اُن پر عمل کرنا گمراہی ہے۔ رسول کریم ﷺ دنیا کے معاملات میں جن کاموں سے منع کر دیں اُن سے خود بھی بچو اور دوسروں کو بچنے کی تلقین کریں۔ ایسے دینوی معاملات جن سے آپ ﷺ نے منع نہیں کیا، اُن کے بارے میں فرد کو آزادی دی ہے کہ وہ جس طرح چاہے عمل کرے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں آزادی رائے کا تصور:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جس عقیدت ومحبت سے اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کی، تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ غزوۂ تبوک کے لیے آپ ﷺ مالی قربانی کا اشارہ کریں تو سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر کا سارا مال آپ ﷺ کے قدموں میں نچھاور کردیں۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شادی ہوئی تو دوسرے روز صبح نبی کریم ﷺ نے جہادی لشکر میں شامل ہونے کا اعلان کردیا۔ حنظلہ آپ ﷺ کا حکم سن کر سب کچھ بھول گئے میدانِ اُحد کی طرف روانہ ہوگئے اور لڑائی میں شہید ہوگئے تو فرشتوں نے غسل دیا۔ آپ ﷺ وضو کریں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُس پانی کو پینا اپنے لیے سعادت سمجھیں۔ آپ ﷺ لعابِ دہن پھینکیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم ہتھیلیاں دراز کردیں۔ ایک طرف آپ ﷺ کی اطاعت کا یہ عالم تھا دوسری طرف آپ ﷺ نے ذاتی معاملات میں فرد کو جو حقوق دیئے آپ ﷺ کی جماعت میں سے بعض لوگوں نے جس طرح استعمال کیے۔ خلق عظیم کے پیکر ﷺ نے جس طرح تحمل وبردباری کا مظاہرہ کیا اس کی کسی عام حاکم سے توقع نہیں کی جاسکتی۔ بریرہ رضی اللہ عنہا ایک لونڈی تھی جس کا شوہر بھی غلام ہی تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب بریرہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا تو اسلامی قانون کے مطابق وہ اپنے شوہر سے عقد قائم رکھنے اور فسخ کردینے میں آزاد اور خود مختار تھی۔ اُس نے جب فسخ نکاح کا ارادہ کرلیا اور اُس کے شوہر کو اس کا بہت شدید صدمہ ورنج پہنچا تو نبی اکرم ﷺ نے سفارش کی کہ بریرہ رضی اللہ عنہا تم اپنا نکاح قائم رکھو۔ اس نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ حکم دیتے ہیں یا مشورہ؟ آپ ﷺ نے جواب دیا حکم نہیں سفارش کرتا ہوں۔ اُس نے کہا اگر یہ سفارش ہے تو میں اُس کے پاس جانا نہیں چاہتی۔

نبی کریم ﷺ نے خیبر کے قریب پڑاؤ ڈالا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خطاب کرتے ہوئے اُن کو نصیحت کی، جہاد پر ترغیب دی، ثواب میں رغبت دلائی اور صبر کرنے والوں کو فتح اور غنیمت کی خوش خبری سنائی۔ شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

''ایک روایت میں آیا ہے کہ حباب بن منذر رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی خدمت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں آئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ! یہ بتائیے جس جگہ آپ ﷺ نے کیمپ لگایا ہے آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس جگہ پر اُترنے کا حکم دیا ہے یا جنگی تدبیر کے لیے آپ ﷺ نے اس کو پسند فرمایا ہے" آپ ﷺ نے فرمایا: "جنگی تدبیر کے لیے اس کو مناسب سمجھا ہے۔" انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ جگہ قلعہ نطاۃ کے بالکل قریب ہے زیادہ تر اُن کی تربیت یافتہ اور جنگ آزمودہ فوج اسی قلعہ میں ہے وہ ہمارے تمام حالات سے واقف ہیں اور ہم اُن کے حالات سے واقف نہیں ان کے تیر ہم تک پہنچ سکتے ہیں اور ہمارے تیر اُن تک نہیں پہنچ سکتے اور ہم پر ان کے شبخون مارنے کا بھی ہر وقت خطرہ ہے اس کے علاوہ یہ کھجوروں سے گھری ہوئی نشیبی جگہ ہے اور بیماری کا گھر ہے اگر آپ ﷺ حکم دیں تو ہم ان مفاسد سے خالی جگہ کیمپ لگائیں۔" آپ ﷺ نے اُن کی رائے سے اتفاق کیا اور فرمایا: "تمہارا مشورہ درست ہے۔" (مختصر سیرۃ الرسول، ص: ۴۹۲)

دین کے احکام میں تغیر وتبدل کے آثار دیکھ کر مسلمانوں کو امیر جماعت یا حاکم وقت سے حقیقت حال پوچھنے کی آزادی ہے۔

حضرت ابومعاویہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں ظہر کی نماز دو رکعت پڑھائی اور سلام پھیر دیا، اس کے بعد آپ ﷺ مسجد کے اگلے حصے میں ایک لکڑی کا سہارا لے کر کھڑے ہوگئے اور اس پر اپنا ہاتھ رکھا۔ حاضرین میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے مگر بات کرنے سے ڈرے اور جلد باز لوگ مسجد سے باہر نکل گئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپس میں کہا کہ شاید نماز میں کمی ہوگئی ہے۔ حاضرین میں ایک صحابی تھے جنہیں آپ ﷺ ذوالیدین (لمبے ہاتھوں والا) کہہ کر مخاطب فرمایا کرتے تھے، انہوں نے عرض کی اے اللہ کے نبی ﷺ! نماز کی رکعات کم ہوگئی ہیں یا آپ ﷺ بھول گئے ہیں؟

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز کی رکعات کم ہوئی ہیں۔"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھول گئے ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یاد کرکے) فرمایا کہ ذوالیدین نے صحیح کہا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور دو رکعات اور پڑھائیں۔ پھر سلام پھیرا اور تکبیر کہہ کر سجدہ (سہو) میں گئے......؎''

(صحیح بخاری، حدیث رقم:۷۰۵۱)

اسلامی حکومت میں اولی الامر سے مسئلہ پوچھنے اور دلیل طلب کرنے کی آزادی ہے۔ لیکن ادب واحترام کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے اور خندہ پیشانی سے تحقیق کرنے اور اس پر عمل کرنے کا سبق حاصل ہوتا ہے۔

دینی امور میں فیصلے کے لیے کثرت رائے ضروری نہیں:

مسلمانوں کی زندگی کے اجتماعی معاملات ہوں یا دین کے وہ امور جن کی ادائیگی کے لیے اللہ کا اجمالی حکم تو ہو لیکن اس کو سرانجام دینے کے لیے تفصیلی طریقہ کار کی وضاحت نہ ہو، اللہ کے رسول ان پیش آمدہ عمومی مسائل سے عہدہ برا ہونے کے لیے صلاح ومشورہ کرتے۔ کیوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا حکم بھی یہی تھا:

﴿وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ (آلِ عمران : ١٥٩)

''اور (دین کے) اس کام میں اُن (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) سے مشورہ کیا کرو۔''

ہر ایک کو اپنی رائے دینے میں آزادی ہوتی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت رائے سے فیصلہ نہ کرتے بلکہ جس کی دلیل قوی ہوتی اس پر عمل کرتے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خندق کھودنے کا مشورہ دیا تھا، انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فارس میں جب ہم پر حملہ ہوتا تو ہم اپنے اردگرد خندق کھود کر اپنا تحفظ کرتے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ قریشی تھے نہ انصاری، وہ فارس سے غلام بن کر آئے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی رائے میں انوکھی جنگی تدبیر پائی جس سے عرب ناواقف تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

؎ نماز میں اگر بھول چوک بھی ہوجائے تو ساری نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں صرف سجدہ سہو ہی کافی ہے۔ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھول بھی امت کے لیے باعث رحمت بن گئی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہم موقع پر صرف ایک صحابی کی رائے کو قبول کیا۔

جمہوری نظام کا دار و مدار اکثریت کی مرضی ہے:

سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ معروف مفکر اور سکالر تھے۔ انہوں نے جس دور میں تصنیف و تالیف کا آغاز کیا اس وقت عالمی سطح پر سوشلزم اور جمہوریت زیر بحث تھے، روس اور امریکہ میں نظریاتی جنگ جاری تھی۔

مولانا مودودی نے اپنی تحریروں میں سوشلزم کے باغیانہ نظام سے امت مسلمہ کو باخبر کیا۔ جب کہ جمہوریت میں مذہبی آزادی کا تصور موجود تھا، اس بنا پر انہوں نے جمہوریت کو سراہا۔ البتہ انہوں نے مغربی جمہوریت کے بعض مفاسد کو موضوع سخن بنا کر اصلاحی نقطہ نظر پیش کیا۔ اسی طرح انہوں نے بعض خلفائے اسلام کے فیصلوں کو ہدف تنقید بنا کر ''اسلامی جمہوریت'' کا نظریہ پیش کیا۔

قومی وحدت کے لیے وہ بنیادیں کیا ہو سکتی ہیں جن پر ایک صحیح مصالحانہ فضا میں زیادہ سے زیادہ اتفاق کے ساتھ ملک کا نظامِ زندگی تعمیر کیا جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں سید مودودی رحمہ اللہ نے چار بنیادوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔

''۱: قرآن وسنت کی بالا دستی

۲: جمہوریت کا قیام

۳: جمہوریت کی اصل روح اور لوازم

۴: انتخابات آزاد اور آئین وقانون سب کے لیے یکساں ہوں۔''

''دوسری بنیاد جس پر اتفاق ہو سکتا ہے جمہوریت ہے۔ یہ خود قرآن وسنت کا منشا بھی ہے اور باشندگانِ ملک کی خواہشات کا تقاضا بھی۔ اس کا سیدھا سادھا مطلب یہ ہے کہ ملک کسی خاص شخص یا طبقے اور گروہ کا نہیں بلکہ ان تمام لوگوں کا ہے جو اس میں رہتے ہیں۔ لہٰذا اس کا انتظام اُن سب کی یا کم از کم ان کی اکثریت کی مرضی کے مطابق چلنا چاہیے اور اُن کو اصولاً یہ حق اور عملاً یہ موقع حاصل ہونا چاہیے کہ اپنے حکمران آزاد مرضی سے چنیں اور اپنی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آزاد مرضی ہی سے اُن کو تبدیل کر سکیں۔" (تفہیمات، حصہ پنجم، ص: ۱۷۴)

آزادی رائے کے حق میں دلائل کثرتِ رائے کی نفی کرتے ہیں:

سید مودودی رحمہ اللہ نے "آزادی کا اسلامی تصور" میں چند واقعات پیش کیے ہیں:

"غزوہ بدر کے موقع پر حضور ﷺ ابتدا میں جہاں خیمہ زن ہوئے تھے وہ جگہ مناسب نہ تھی حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ اس مقام کا انتخاب وحی کے ذریعے کیا گیا ہے یا محض ایک تدبیر جنگ کے طور پر ہے۔ فرمایا وحی نہیں ہے، انہوں نے عرض کیا کہ اگر ایسا ہے تو میری رائے میں آگے بڑھ کر فلاں مقام پر خیمہ زن ہونا چاہیے۔ حضور ﷺ نے ان کی رائے کو قبول فرمایا اور اسی پر عمل کیا۔" (تفہیمات، حصہ اول، ص: ۸۷، اشاعت ستمبر ۱۹۳۹ء)

اگر چہ یہ واقعہ جمہوریت کے ایک پہلو "آزادی رائے" کو تو اجاگر کرتا ہے۔ تاہم جمہوری نظام کے بنیادی عنصر "کثرت رائے" کی نفی کرتا ہے۔ حضرت حباب رضی اللہ عنہ بن منذر نے اپنی رائے میں کون سی قوی دلیل پیش کی جس کو نبی کریم ﷺ نے پسند فرمایا اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرنا بھی ضروری نہ سمجھا۔

"...... تو حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! پھر وہ جگہ اترنے کے لیے مناسب نہیں ہے ہمیں قریش کے نزدیک والے کنوئیں پر اُترنا چاہیے اور اس کے پیچھے جتنے کنوئیں ہیں سب مٹی سے بھر دینا چاہئیں پھر ہم تالاب کھود کر پانی سے بھر لیں ایسا کرنے سے ہمارے پاس پینے کے لیے وافر پانی ہوگا اور اُن کے پاس پینے کے لیے پانی نہیں ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس رائے کو بہت پسند فرمایا اور اس کے مطابق عمل کیا۔"

(مختصر سیرۃ الرسول از ابن محمد بن عبد الوہاب، ص: ۳۴۲)

سید مودودی رحمہ اللہ آزادی رائے کے حق میں لکھتے ہیں:

"غزوۂ خندق کے موقع پر حضور ﷺ نے بنی غطفان سے صلح کرنے کا ارادہ فرمایا، انصار کے سرداروں نے عرض کیا کہ اگر یہ ارادہ وحی کی بنا پر ہے تو مجال

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کلام نہیں اور اگر حضور ﷺ اپنی رائے سے ایسا کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس تجویز سے اختلاف ہے۔ حضور ﷺ نے اُن کی رائے قبول فرمائی اور اپنے ہاتھ سے صلح نامہ کا مسودہ چاک کر ڈالا۔'' (تفہیمات، حصہ اول، ص: ۸۷)

بدر و اُحد کی لڑائیاں مدینہ سے باہر ہوئی ان میں اہل مدینہ کی عورتیں بچے براہِ راست شریک نہ تھے لیکن غزوۂ خندق میں اہل مدینہ بالواسطہ و بلا واسطہ طور پر شریک تھے۔ ان نازک حالات میں نبی کریم ﷺ اہل مدینہ کی خیر خواہی کو مدنظر رکھ کر بنو غطفان سے معاہدہ کرنے کے خواہش مند تھے۔ پھر آپ ﷺ نے اردہ کیوں ملتوی کیا؟

شیخ عبداللہ بن محمد رحمہ اللہ تحریر کرتے ہیں:

''بنو غطفان سے معاہدہ کا معاملہ زیر غور تھا کہ آپ ﷺ سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ مدینہ کے دوسرداروں سے اس کا تذکرہ فرمایا اور اس معاملہ میں ان سے مشورہ لیا۔ وہ دونوں بولے ''یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ چیز آپ ﷺ کو پسند ہے اور آپ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اس سلسلے میں آپ ﷺ سے اتفاق کریں یا یہ اللہ کا حکم ہے جس پر عمل کیے بغیر کوئی چارہ نہیں یا ہمارے فائدہ کے پیش نظر ایسا کرتے ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: واللہ! میں تمہارے فائدہ کے لیے کرتا ہوں کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ عرب کی سب قومیں متحد ہو کر تم پر حملہ آور ہو رہی ہیں اور بیک وقت سب سے لڑنا مشکل ہے۔ سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ کہنے لگے: اے اللہ کے رسول ﷺ! پہلے جب ہم اور یہ مشرک تھے، بتوں کی پرستش کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کو نہیں جانتے تھے اور نہ اس کی عبادت کرتے تھے، اس وقت بجز مہمان نوازی یا خرید وفروخت کے مدینہ کی ایک کھجور کھانے کی بھی امید نہیں رکھتے تھے۔ اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کی نعمت سے نوازا ہے اور اس کی وجہ سے ہمیں ہدایت بخشی ہے ہم اُن کو بطور رشوت اپنے مال کس طرح دے سکتے ہیں ہمیں اس کی قطعاً ضرورت نہیں، ہم ان سے لڑیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے درمیان اپنا فیصلہ صادر فرما دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بہت اچھا، اگر آپ حضرات کی یہی مرضی ہے تو ٹھیک ہے ایسا ہی کریں'' یہ سن کر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سعد رضی اللہ عنہ نے وہ کاغذ پکڑا اور اس میں جو کچھ لکھا تھا اس کو کاٹ دیا اور کہا اُن کو کھلی چھٹی ہے جو چاہے کریں۔'' (مختصر سیرۃ الرسول، ص:۴۵)

اس واقعے کو پڑھ کر کوئی غلط فہمی کا شکار نہ ہو کہ وہ دونوں اہل مدینہ کے قبائلی سردار تھے، اس بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی رائے کو قبول کیا۔ خندق کی کھدائی سے متعلق رائے دینے والے سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ تو سردار نہ تھے۔ جس طرح بدر، خیبر کے غزوات کے موقع پر حباب رضی اللہ عنہ بن منذر کی جنگی تدبیر عمدہ تھی، اسی طرح مدینہ کے سرداروں نے تاریخی پس منظر کا حوالہ دے کر جو موقف اختیار کیا، وہ ان کے قوتِ ایمانی کا مظہر تھا۔ اس بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی رائے کو پسند کیا۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل ملت اسلامیہ کے لیے رشد وہدایت کا نمونہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض امور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کر کے مشورہ دیا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی رائے میں امت مسلمہ کے مفاد کی خوشبو محسوس ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رائے کو منظور کرانے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کثرت رائے لینے کا اہتمام نہیں کیا۔

سید مودودی مرحوم نے رائے عامہ کے جواز اور اس کو ہموار کرنے کا طریقہ کار بیان کیا ہے:

''جنگ حنین کے موقع پر تقسیم غنائم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤلفۃ القلوب کے ساتھ جو فیاضی ظاہر فرمائی تھی اس پر انصار چیں بہ جبیں ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو بلایا، اپنے فعل کی تائید میں یہ نہیں فرمایا کہ میں اللہ کا نبی ہوں جو چاہوں کروں بلکہ ایک تقریر کی جس طرح ایک جمہوری حکومت کا سردار اپنی رائے سے اختلاف رکھنے والوں کے سامنے کرتا ہے۔ اُن کے ایمان بالرسالت سے اپیل نہیں کی بلکہ اُن کی عقل اور اُن کے جذبات سے اپیل کی اور انہیں مطمئن کر کے واپس فرمایا۔''

اس واقعے کو شیخ عبداللہ بن شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"صحیحین میں انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ انصار میں سے کچھ لوگوں نے کہا اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو معاف فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مال قریش کو دیتے ہیں اور ہمیں نظر انداز کرتے ہیں حالانکہ ابھی تک ہماری تلواروں سے اُن کے خون کے قطرے گر رہے ہیں۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو چمڑے کے ایک خیمہ میں جمع کیا۔ جب سب جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان سے پوچھا:

"وہ کیا بات ہے جو مجھے تمہاری طرف سے پہنچی ہے؟"

عقل مند انصار رضی اللہ عنہم نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے سمجھ داروں نے تو کچھ نہیں کہا البتہ بے سمجھ نوجوانوں نے ضرور کہا ہے...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میں ان لوگوں کو دیتا ہوں جو ابھی کفر کو چھوڑ کر اسلام لائے ہیں۔ میری غرض تالیفِ قلب ہے۔ کیا تم اس پر راضی نہیں کہ لوگ مال لے کر جائیں اور تم اپنے گھروں میں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر جاؤ؟ اللہ کی قسم! جو چیز تم لے کر جاؤ گے، وہ اس سے بدرجہا بہتر ہے جو وہ لے کر جائیں گے۔"

انصار رضی اللہ عنہم نے کہا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اس پر راضی ہیں۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میرے بعد تمہیں سخت قسم کی کنبہ پروری کا سامنا کرنا پڑے گا، اس وقت صبر سے کام لینا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آملو، میں تمھیں حوض کوثر پر ملوں گا۔ ابن اسحاق ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انصار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر سن کر اس قدر روئے کہ آنسوؤں سے ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں اور وہ کہنے لگے یا رسول اللہ ہم راضی ہیں کہ ہماری قسمت میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آئے پھر آپ واپس آئے اور لوگ بھی اپنے اپنے خیموں میں چلے گئے۔ (مختصر سیرت رسول ص ۷۹ ذ)

مذکورہ وضاحت سے صاف ظاہر ہے کہ شکوہ کرنے والے چند بے سمجھ نوجوان تھے، اس میں تمام انصاریوں کو ملوث کرنا صریحاً ناانصافی ہے۔

جمہوری لیڈر دنیوی زندگی میں ساتھ دینے اور مال ومتاع دینے کا وعدہ کرتے ہیں۔ محمد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ نے دنیا وآخرت میں ساتھ دینے اور حوض کوثر سے جام پلانے کا وعدہ کیا۔ مدینہ منورہ میں روضہ اطہر کا ہونا بین ثبوت ہے۔ آخرت میں انعام کا ملنا بھی یقینی امر ہے۔

آپ ﷺ کی تقریر سن کر انصار نے جذبات سے مشتعل ہو کر نعرہ بازی نہیں کی بلکہ وہ آخرت کے ڈر سے رو پڑے۔

کسی نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ وہ بے سمجھ نوجوان بھی روتے ہوئے خیمے میں واپس چلے گئے۔

چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ ﷺ نے جمہوری حکومت کے سردار کی طرح اُن کی عقل اور اُن کے جذبات سے نہیں بلکہ اُن کے ایمان بالرسالت سے اپیل کی۔

مذکورہ واقعات سے صاف ظاہر ہے جب نبی کریم ﷺ نے حکم نہیں دیا بلکہ اپنی رائے کا اظہار کیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے مقامی حالات وواقعات کو مدنظر رکھ کر مدلل انداز میں اس کے برعکس مشورہ دیا تو آپ ﷺ نے اس کو پسند فرمایا۔ یہ بھی رب کی حکمت خاص تھی مستقبل میں امت مسلمہ کی بہتری مقصود تھی۔

رحمت دو عالم ﷺ اللہ کے رسول ہیں اس کے باوجود وہ اپنی رائے بھی پیش کرتے اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ بھی کرتے چونکہ آپ ؐ کے بعد وحی کا سلسلہ بند ہو گیا۔ اس بنا پر مذکورہ لائحہ عمل مقامی ومرکزی امراء کے لیے سبق ہے کہ کسی قسم کا مسئلہ ہو تو اُسے شوریٰ میں پیش کریں بحث مباحثہ میں جس کی دلیل قوی ہو اس پر اتفاق رائے سے عمل کریں مذکورہ واقعات میں آپ ؐ کی رائے سے اختلاف کرنے والے صحابی نے نہایت ادب واحترام سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کا حکم ہے یا مشورہ۔ تو موجودہ دور میں بھی ہمارے لیے روشن سبق ہے کہ جب کوئی رکن شوریٰ اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول ﷺ کا فرمان پیش کر دے تو اس پر کسی مسلمان کو رائے زنی کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین ﷺ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ نے رب کے دربار میں سجدہ ریز ہو کر پچاس کی بجائے پانچ نمازوں کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منظوری لی۔ اُسی رحمت عالم ﷺ نے انفرادی واجتماعی معاملات میں ہمیں جو ہدایات دیں یا حد بندی مقرر کی درحقیقت ان پابندیوں میں بنی نوع انسان کی ہی فلاح مضمر ہے۔

اہل مغرب کے سائنس دانوں نے غیر جانبدار ہو کر اسلام کی حرام کردہ اشیاء یا منکرات پر تحقیق کی تو اُن کے دل ودماغ حق وصداقت کی مہک سے معطر ہو گئے۔

بدی کا محور:

امت مسلمہ کی زبوں حالی کے موضوع پر ہمارے تجزیہ نگار بحث ومباحثہ میں مختلف توجیہات پیش کرتے ہیں۔ ''اہل مغرب کے لبرل ازم کی لہر مسلمانوں میں سرایت کر چکی ہے اس لیے ہمارا اصل مقابلہ لبرل ازم سے ہے۔'' معاشرے میں عزت کا معیار دولت ہے اس سے متاثر ہو کر مسلمان مادہ پرستی کی دوڑ میں شامل ہو گئے۔ جب کہ مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام نے مسلم ممالک کا کچومر نکال دیا ہے اس بنا پر مادی برائیوں کی جڑ کیپٹل ازم ہے۔

وطن پرستی اور فرقہ پرستی نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کے خلاف صف آرا کر دیا ہے۔ مسلم حکمران امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ سے غافل ہو گئے ہیں اور ظالموں کے خلاف جہاد کرنے کی پالیسی ترک کر دی ہے۔

ایک طبقہ کا خیال ہے کہ حق تلفی، کرپشن، بدعنوانی اور رشوت عام ہوگئی ہے معاشرے اور حکومت میں عدل وانصاف قائم کرنے کی ضرورت ہے۔

مسلم معاشرے میں یہ اختلافی بیماریاں موجود ہیں۔ لیکن ہم کسی ایک برائی کو تمام برائیوں کی جڑ نہیں کہہ سکتے کیونکہ لبرل ازم، کیپٹل ازم وغیرہ بذات خود کوئی سیاسی نظام نہیں بلکہ جمہوری نظام کے ہی برگ وبار ہیں۔

انقلاب فرانس سے قبل عالمی معاشرے میں روحانی بیماریاں موجود تھیں۔ یورپ کی تاریخ کی ورق گردانی کریں جب بھی یہودی معاشرہ میں بگاڑ پیدا کرنے کی کوشش کرتے تو عوام بھڑک جاتے۔ پادری ان کے خلاف قتل کا فتویٰ جاری کرتے تو یہودیوں کے مقروض وہی عیسائی بادشاہ ان کے قتل کا حکم جاری کرتے۔ یورپی عیسائی عوام ان پر ٹوٹ پڑتے، قتل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وغارت کا بازار گرم ہو جاتا اور یہودیوں کا مال و دولت لوٹ لیا جاتا۔

شرک و جہالت کے دور میں یہودی احبار کو ترکیب سوجھی۔

- جب اللہ کو کائنات کا نظام چلانے کے لیے شریکوں کی ضرورت ہے تو بادشاہ اپنی سلطنت کا نظام اکیلا کیسے چلا سکتا ہے۔
- جب انسان اپنی ضرورت کی ہر چیز خود تخلیق کر سکتا ہے تو وہ اپنے لیے قانون کیوں نہیں وضع کر سکتا۔
- جب انسانی دماغ اپنے نفع ونقصان سے متعلق سوچ سکتا ہے تو وہ قانون سازی میں بھی خیر و بشر میں امتیاز کر سکتا ہے؟

اس قسم کے عقلی دلائل نے یورپی معاشرے کو متاثر کیا تو آزادی، مساوات اور اخوت کے نعروں نے جنم لیا۔ انقلاب فرانس نے پاپائیت کو گرجا گھروں میں محدود کر دیا۔ بادشاہی نظام ملیا میٹ ہو گیا۔ نئی دنیا میں عوامی دورِ حکومت کا آغاز ہوا۔

یہودی آزادی کی آڑ میں فحاشی پھیلائیں یا سازشی جال سے جنگ کے شعلے بھڑکائیں ان کو عن طعن کرنے والی اشرافیہ خاموش تماشائی بن گئی ہے۔ کیونکہ جمہوری نظام میں کامیابی کے لیے دونوں کی ضرورت ہے ووٹ کی بھی اور نوٹ کی بھی۔ اب یہودیوں کے وارے نیارے ہو گئے۔

جمہوریت روایتی میلہ ہے:

روایتی میلوں کی طرح جمہوریت بھی ایک میلہ ہے۔ پنجاب، سندھ وغیرہ میں اکثر مقامات پر سالانہ میلوں کا اہتمام ہوتا ہے جن میں سرکس، تھیٹر، فلم، میجک شو، موت کا کنواں، مداری منتر، نیزہ بازی اور کبڈی کے ثقافتی مظاہر منعقد ہوتے ہیں۔ لاؤڈ سپیکر کے شور سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی، گانوں کی دھن میں ناچ ناچ کر دوسروں کو ثقافتی شو میں شمولیت کی دعوت دے رہے ہوتے ہیں۔ مٹھائی ومشروبات کی دکانیں رنگا رنگ جھنڈیوں سے سجی ہوتی ہیں۔ عارضی قائم کیے گئے بازار میں بچے کھلونوں سے دل بہلا رہے ہوتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ یہ میلہ جس کی یاد میں منایا جاتا ہے، علی الصبح اس کی قبر پر قرآن خوانی سے افتتاحی تقریب شروع ہوتی ہے۔ دن چڑھے جلوس نکال کر ڈھولوں کی تھاپ پر رقص اور چادر پوشی کی رسم ادا کی جاتی ہے۔

جب ہم ''میلہ'' کا لفظ سنتے ہیں یا کہتے ہیں تو یہ تمام ثقافتی کھیل اور رسم ورواج کے مناظر ذہن میں گھوم جاتے ہیں، جب کسی جگہ ایک ثقافتی مظاہرہ کا انعقاد ہو تو ہم اُسے سرکس، سینما، تھیٹر یا کبڈی میچ کہہ سکتے ہیں لیکن میلہ ہرگز نہیں کہیں گے۔

نیشنلزم، کیپٹل ازم، سیکولر ازم، لبرل ازم، مادہ پرستی، ظلم وناانصافی، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فقدان، جہاد سے پہلوتہی، اور منافقت وغیرہ جمہوری نظام کے فطری شو (مظاہر) ہیں۔ جہاں جہاں جمہوری میلہ لگتا ہے آزادی کی آڑ میں وہاں یہ شو اور مظاہرے جنم لیتے ہیں۔

سیکولر ازم اور کیپٹل ازم وغیرہ کوئی سیاسی نظام نہیں بلکہ کسی نظریاتی ریاست میں نقب لگانے کی اخلاقی ومعاشرتی بیماریاں ہیں۔ دنیا کے جن ممالک میں جمہوریت رائج نہیں اُن میں بھی متعدد روحانی بیماریاں موجود ہیں۔ لیکن ان ممالک کا سیاسی نظام ان بیماریوں کو تحفظ فراہم نہیں کرتا بلکہ معاشرے کا طبقہ اشراف ان کے قلع قمع کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔

جمہوری نظام میں مذہبی آزادی کا تصور ہے جس کی وجہ سے ہمارے بعض علماء اس کی تعریف کرتے ہیں۔ جناب والا! جنسی، معاشی، سماجی اور قانونی آزادی کی آڑ میں ہر قسم کی روحانی بیماریاں جنم لیتی ہیں، اس نظام میں اُن کو خوب پھلنے کا موقع ملتا ہے۔ قانونی طور پر ان کو تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ اشرافیہ ووٹوں کے چکر میں آنکھیں بند کر لیتی ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام بدی کی جڑ نہیں برگ وبار ہے:

حیرانی کی بات ہے کہ ہمارے بعض دانش ور اسلام کا سرمایہ دارانہ نظام سے موازنہ کرتے ہیں یا سرمایہ دارانہ نظام کو بدی کا محور کہتے ہیں۔ حالانکہ سرمایہ دارانہ نظام جائز وناجائز ذرائع سے دولت اکٹھی کرنے اور بغیر مشقت اضافے کے نئے حربوں اور ہتھکنڈوں کی اختراع کا نام ہے۔ اس کے سوا انسان کی انفرادی واجتماعی زندگی کے معاملات سے اس کوئی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سروکار نہیں۔

دُنیا کا کوئی مذہب یا نظام دوسروں کے خون پسینے کی کمائی کو ہڑپ کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ صرف جمہوری نظام ہی ایسا ہے جو معاشی آزادی کے نظریے کی وجہ سے کالے دھن کو تحفظ فراہم کرتا ہے۔

روزمرہ زندگی کا مشاہدہ ہے کہ جمہوری حکومت کی تشکیل کے ہر موقع پر سرمایے کی ضرورت ہوتی ہے۔ دولت کے بغیر الیکشن مہم کا تصور ناممکن ہے۔ اس لیے سیاسی جماعتیں اور اُن کے نمائندے انتخابی مہم پر اٹھنے والے اخراجات کے لیے سرمایہ داروں کے در پر دستک دیتے ہیں، جو کامیاب ہو کر اُن کے محافظ و ترجمان بن جاتے ہیں۔ اسی طرح جمہوری حکومتیں سالانہ ترقیاتی بجٹ پورا کرنے کے لیے عالمی مالیاتی اداروں سے اپیل کرتی ہیں، وہ ان کو سود پر قرض دیتے ہیں لیکن ملک کی سلامتی اور خود مختاری کے منافی کڑی شرائط عائد کرتے ہیں۔ اس لیے سرمایہ دارانہ نظام برائی کی جڑ نہیں بلکہ برائی کا برگ وبار ہے۔

صہیونی اکابر کا تمسخر:

آزادی، مساوات اور اخوت کے نعرے سن کر گوئم (غیر یہودی) دیوانہ وار سڑکوں پر نکل آئے تو صیہونی اکابر نے ان کا جس انداز سے تمسخر اڑایا آپ بھی ملاحظہ کریں۔

"عرصہ ہوا پرانے زمانے میں ہم نے سب سے پہلے عوام الناس کے سامنے آزادی، مساوات اور اخوت کے نعرے پیش کیے تھے۔ بعد کے زمانوں میں اطراف وجوانب کے احمق طوطے ان کی رٹ لگاتے ہوئے اس جال میں پھنستے گئے اور اس کے ساتھ ہی دنیا سے خوش حالی بھی رخصت ہوگئی۔

"غیر یہودی مفکرین یہ نہیں سمجھ سکے کہ مساوات اور آزادی، نظام فطرت کے خلاف ہیں، قدرت نے انسانوں کو یکساں ذہن نہیں دیا، یکساں خصوصیات نہیں دیں، یکساں صلاحیتیں نہیں دیں۔ یہ اصول اتنا ہی ناقابل قبول ہے جتنا خود یہ اصول کہ قانون قدرت سے انحراف ناممکن ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''انہوں نے کبھی اس بات پر غور نہیں کیا کہ عوام کور چشم ہوتے ہیں اور اس لیے جو لوگ ان عوام میں سے منتخب ہو کر حکومت کرنے کے لیے آئیں گے وہ بھی رموز مملکت سے اتنے ہی نابلد ہوں گے جتنے کہ وہ عوام جنہوں نے انہیں منتخب کیا ہوگا......

ہمارے بھولے اور ناسمجھ گماشتوں کی وجہ سے جو ہم نے غیر یہودی معاشرے میں پیدا کر دیئے تھے آزادی، مساوات اور اخوت کے الفاظ کے جھنڈے تلے آنے لگے اور رفتہ رفتہ یہ الفاظ گوئم (غیر یہود) کی خوش حالی کو گھن کی طرح چاٹ گئے، امن واستحکام رخصت ہوا اور غیر یہود کی سلطنتوں کی بنیادیں ہل گئیں جیسا کہ بعد کے صفحات سے معلوم ہوگا کہ اس عمل نے ہمیں کامیابی سے ہمکنار کرنے میں کافی مدد کی اور منجملہ دوسرے فائدوں کے ہمیں ایک شاہ کلید حاصل ہوگئی یعنی مراعات یافتہ طبقہ کا خاتمہ۔ دوسرے الفاظ میں غیر یہودی کی اشرافیہ جو ہمارے مقابلے میں عوام اور حکومتوں کا واحد دفاع تھی اس کا وجود مٹ گیا۔ اس قدرتی نسبی اشرافیہ کے کھنڈروں پر ہم نے اپنی تعلیم یافتہ اشرافیہ قائم کی جس کی سرخیل دولت مندوں کی اشرافیہ ہے۔ اس اشرافیہ میں شمولیت کی جو شرط ہم نے رکھی ہے وہ ہے دولت جس کے حصول کے لیے وہ ہمارے محتاج ہیں۔ اس اشرافیہ میں شمولیت کی دوسری شرط اسرار و رموز کا علم ہے جس کی قوت مہر کہ صرف ہمارے دانا و بزرگ ہی مہیا کر سکتے ہیں۔

اتنی آسانی سے ہمارے کامیاب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہم جن افراد کو اپنی مطلب براری کے لیے استعمال کرنا چاہتے ہیں، ان سے تعلقات استوار کرنے میں ان کے ذہن کے حساس ترین تاروں کو چھیڑتے ہیں۔ مالدار ہونے کی خواہش، عاشق مزاجی، لامتناہی مادی خواہشات، ان میں سے ہر ایک انسانی کمزوری انفرادی طور پر ان کی اختراعی قوتیں مفلوج کر دینے کے لیے کافی ہیں۔ انسان اپنی قوت ارادی اس کے حوالے کر دیتا ہے جو اسے یہ چیزیں مہیا کرتا ہے۔

لفظ آزادی کے تجرد نے ہمیں ساری دنیا کے عوام کو یہ باور کرانے کے قابل بنا دیا ہے کہ اصل میں ملک کے حقیقی مالک وہ خود ہیں اور ان کی حکومت کی حیثیت ملک کے عوام کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

داروغہ سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے اور اس داروغہ کو اپنے پرانے دستانے کی طرح جب جی چاہے اتار کر پھینکا جا سکتا ہے۔

اپنی تبدیلی کے امکان ہی نے انہیں ہمارا دست نگر بنا دیا ہے اور اس طرح ہمیں ان کا تقرر کرنے کی صلاحیت، مہیا کر دی ہے۔'' (تسخیر عالم کا یہودی منصوبہ، ص: ۲۴ تا ۲۵)

یہودی اپنے مذہب پر اس حد تک کاربند ہیں کہ اُن کے بچے پرائمری کی تعلیم دینی مدارس میں حاصل کرتے ہیں، اس کے برعکس صہیونی تھنک ٹینک آزادی، مساوات اور اخوت کی آڑ میں فحاشی، ناانصافی اور وحدت ادیان کا پرچار کر کے دوسروں کو سیکولر بنا رہے ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم صہیونی نظریات کا اسلام سے جواز تلاش کرنے کی بجائے امارت وخلافت کے احیاء کے لیے سیرت طیبہ اور خلفائے راشدین کی سنت کو مشعل راہ بنائیں۔ ☆

☆ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۲۱ مئی تا ۱۰ جون ۲۰۰۴ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آزادی یا پستی

یورپی اقوام میں چرچ کو بے حد قدر ومنزلت حاصل تھی۔ بادشاہ وقت بھی چرچ کے احکام کو سرکاری طور پر نافذ کرتا تھا اور عوام بھی بخوشی اس پر عمل کرتے تھے۔ لیکن انقلابِ فرانس کے بعد پارلیمنٹ ہاؤس نے قانون سازی کے اختیارات سنبھال لیے۔ عوام کے منتخب نمائندوں نے عوام کی مرضی کے مطابق قانون سازی کا عمل جاری رکھا۔ یہاں تک کہ یورپی ممالک کی اکثر پارلیمنٹ نے عوام کے پرزور مطالبہ کا لحاظ رکھتے ہوئے ہم جنس پرستی کی شادی کو جائز قرار دے دیا۔

انسانی تاریخ شاہد ہے کہ اس شیطانی فعل کی تائید کسی مذہبی وسیاسی تحریک نے نہیں کی۔ مزدک تحریک نے محرم رشتوں کے تقدس کو ضرور پامال کیا لیکن منڈابازی کی حمایت نہیں کی۔ البتہ جمہوری نظام نے آزادی کی نیلم پری کے نام پر لعنتی فعل کو قانونی طور پر جائز قرار دیا۔ یورپ میں دردر کی ٹھوکریں کھانے والے یہودیوں کے پروٹوکول کی پیش قدمی کا نتیجہ ہے کہ چرچ کے ارکان نے الہامی تعلیم کو پس پشت ڈال کر رائے شماری کی بنیاد پر ہم جنس پرستی کی شادی کی توثیق کردی۔

> ''سٹاک ہوم (اے پی پی) چرچ آف سویڈن نے ہم جنس پرستوں کی شادیوں کو جائز قرار دے دیا۔ گزشتہ روز چرچ آف سویڈن کے بورڈ کے اجلاس میں ہم جنس پرستوں کی شادی کو اجازت دینے کے لیے ایک قرارداد پر رائے شماری کی گئی جس کے حق میں ۶۲ کے مقابلے میں ۱۷۶ ووٹ آئے۔''

(روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۴راکتوبر ۲۰۰۹ء)

صہیونی تحریک چاہتی ہے کہ جس طرح صلیبیوں نے انجیل کے احکام کو دفن کردیا اسی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح مسلم دنیا سیاست، معیشت ومعاشرت میں قرآن وسنت کے احکام کو پس پشت ڈال دیں اور عوام کی مرضی وخواہشات کے مطابق اجتماعی معاملات میں قانون سازی کریں۔

جنرل ضیاء الحق کے دور میں پاکستان میں حدود وقیود کا نفاذ ہوا لیکن مشرف کے دور میں بہبود خواتین کے نام پر ان حدود کا انہدام ہوا۔ مرد عورت باہمی رضا مندی سے جو چاہیں کریں ان پر قانون کا اطلاق نہ ہوگا۔ البتہ زبردستی کسی سے فعل بد کرنا جرم تصور ہوگا۔ یہ قانون اس دور میں منظور ہوا جب اسمبلی میں دینی جماعتوں کے منتخب نمائندوں کی کافی تعداد موجود تھی۔ لیکن منظور اس لیے ہوا کہ ارکان کی اکثریت نے اس کی حمایت کی۔ صہیونی تھنک ٹینک مطمئن ہوئے لیکن ''ڈومور'' کی تکرار قائم ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ یورپ کی طرح مسلم دنیا خصوصاً پاکستان کا خاندانی نظام درہم برہم ہو جائے، اخلاق کا جنازہ نکال دیں، اور شرم وحیا کو دفن کر دیں۔

شریعت اسلامیہ میں شراب جوا حرام ہے پاکستان میں اس پر کوئی قدغن نہیں۔ سودی لین دین ممنوع ہے لیکن پاکستان میں قانوناً جرم نہیں۔ اللہ نے جن امور کو حرام قرار دیا ہے حکومت پاکستان آئینی طور پر ان کو حرام تسلیم نہیں کرسکتی۔ کیوں کہ پارلیمنٹ کے ارکان نے کثرت رائے کی بنیاد پر اس کو منظور نہیں کیا۔

صہیونی تنظیم چاہتی ہے جس طرح یورپی چرچ پارلیمنٹ کے ارکان کے فیصلوں کی تائید کررہے ہیں مسلم دنیا خصوصاً پاکستان کے علماء قومی اسمبلی کے عوامی امنگوں کے فیصلوں کی توثیق کرتے رہیں۔ علماء حق کو دعوت فکر ہے کیا وہ رب کے نازل کردہ حلت وحرمت کے احکام میں ترمیم کرنے کے لیے تیار ہیں؟

فتویٰ جاری کرتے وقت وہ کتاب وسنت کو مدنظر رکھیں گے یا عوام کی مرضی دیکھ کر فیصلہ کریں گے۔ اگر نہیں تو ایسے نظام میں شامل ہو کر باطل کو تقویت دینے سے اجتناب کریں۔ کیوں کہ یہ آزادیٔ رائے کا اظہار نہیں پستی کی انتہا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ربّ کے احکام میں ترمیم کا اختیار کسی کو نہیں:

گزشتہ انبیائے کرام مخصوص قوم اور زمانے کے لیے مبعوث ہوئے۔ جب سید الکونین ﷺ تشریف لائے تو ربّ ذوالجلال نے آپ ﷺ کو ختم نبوت کے تاج، خاتم النبیین، اور رحمۃ للعالمین کے القاب سے نوازا، جن کے بارے ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ ﴾ (النجم: ۳،۴)

''اور نہیں بولتا اپنے چاؤ سے، یہ تو حکم ہے جو پہنچتا ہے اس کو۔''

اس مبارک ہستی نے شہد نہ کھانے کی قسم کھالی تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فوراً وحی نازل فرمائی۔

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ﴾ (التحریم: ۱)

''اے نبی تو کیوں حرام کرتا ہے جو حلال کیا اللہ نے۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پیارے حبیب ﷺ کی زبان سے کہلوا کر رہتی دنیا تک امت پر اپنا مسلمہ اصول واضح کر دیا۔ چاہے کوئی علم وتقویٰ کی وجہ سے کتنا صاحب ذی وقار ہو، کثرت نوافل کی وجہ سے اس کی پیشانی پر محراب بنا ہو، اس کے وعظ ونصیحت سے متاثر ہو کر کفار اسلام قبول کرلیں اور مسلمان گناہوں سے توبہ تائب ہو جائیں، یا میدانِ جہاد میں دیوانہ وار کود پڑیں، چاہے مسلمانوں کے منتخب متفقہ قرار داد منظور کرلیں۔ حتی کہ ملت اسلامیہ ریفرنڈم کی بنیاد پر اکٹھی ہو جائے لیکن ربّ کے نازل کردہ نظام میں ردّ وبدل نہیں کر سکتے۔

جب رحمت کائنات ﷺ ربّ کے نازل کردہ حلت وحرمت کے احکام میں ترمیم کا اختیار نہیں رکھتے تو دوسروں کی کیا حیثیت؟ اوپر ذکر کردہ شہد نہ کھانے کے واقعہ کی یہی حکمت الٰہی تھی۔

دانش وروں کو دعوت فکر ہے کہ ایسا نظام جس میں حلت وحرمت کے احکام کا نفاذ عوام کی مرضی کی محتاج ہو، اور عوام کے منتخب نمائندے ربّ کے نازل کردہ حلت وحرمت اور جرم وسزا میں ترمیم کرنے کا اختیار رکھتے ہوں تو ایسے نظام سے شریعت کے نفاذ کی توقع رکھنا اور خیر وبرکت کے نزول کی امید رکھنا سراسر غیر دانش مندانہ فعل ہے۔ ☆

☆ **المنبر** مئی ۲۰۱۰ء۔ الاعتصام ۰۹ اپریل ۲۰۱۰ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شتر بے مہار آزادی کی کوکھ

کثیر انبیائے کرام علیہم السلام بیت المقدس میں مبعوث ہوئے۔ مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کی طرح بیت المقدس کی طرف سفر کرنا باعث ثواب ہے۔ مخبر صادق ﷺ نے فرمایا کہ مسجد اقصیٰ میں ایک نماز پڑھنے سے پچیس ہزار نمازوں کے برابر ثواب ملتا ہے۔ اگر مسجد اقصیٰ کی تولیت کے حق دار یہودی ہوتے تو مخبر صادق ﷺ اتنے عظیم اجر کی بشارت نہ دیتے۔ متبرک بیت المقدس اسرائیل کے قبضہ میں ہے جہاں عورتوں نے انصاف کے حصول کے لیے جلوس نکالا۔

''مقبوضہ بیت المقدس اے ایف پی مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں کے لیے یکساں مقدس شہر بیت المقدس میں جمعہ کو ننگے بدن اور بے ہودہ لباس پہن کر خواتین اور مردوں نے سلٹ واک کی یہ لوگ خواتین کے خلاف جنسی تشدد اور اُن کے لباس پر کیے جانے والے اعتراضات پر احتجاج کر رہے تھے ایک خاتون ننگے تن جلوس میں شامل تھی۔ اُس نے اپنے سینے پر صرف ایک سٹیکر لگا رکھا تھا جس پر عبرانی زبان میں لکھا تھا: میرا لباس کیسا ہے؟ ڈائل ۸۰۰۔۱، اس سے تمھارا کوئی تعلق نہیں۔ ان خواتین نے کتبے اٹھا رکھے تھے جن پر خواتین کے انصاف کے نعرے درج تھے۔ اس واک کے تحفظ کے لیے تعینات پولیس دور سے تماشا دیکھتی رہی۔'' (روزنامہ ایکسپریس ۵،۵،۲۰۱۲)

ملت اسلامیہ کو دعوت فکر ہے کیا یہودیت و نصرانیت میں عورتوں مردوں کا ننگے بدن جلوس نکالنا جائز ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات سے ثابت کرو؟ اگر نہیں تو یہ بیت المقدس کا تقدس ہے یا بے حرمتی؟

روئے کائنات میں ایک ارب ۵۷ کروڑ مسلمان رہتے ہیں جو دنیا کی آبادی کا چوتھائی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصہ ہیں۔ بیت المقدس ان میں سے صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کو تلاش کر رہا ہے لیکن مسلمان دولت اور اقتدار کے چکر میں باہم دست وگریبان ہیں۔

ہندومت اور بدھ مت کے کس برہمن یا پنڈت نے ننگے بدن پھرنے کو جائز قرار دیا ہے؟ یقیناً نہیں۔ غور طلب پہلو ہے کہ جب کسی الہامی یا غیر الہامی مذہب میں جائز نہ ہو بلکہ ممنوع ہو تو پھر یہ کس نظریہ کی پیداوار ہے؟ جہاں تک میرا نکتہ نظر ہے یہ شتر بے مہار فطری آزادی کا نظریہ ہے جس نے جمہوریت کی کوکھ سے جنم لیا ہے۔ مذاہب عالم میں حلال وحرام کے ضوابط، جرم کی نوعیت کے لحاظ سے سزا کے احکام اور تہذیب وتمدن کے راہ نما اصول متعین ہوتے ہیں۔ جن کی پابندی اس کے پیروکاروں پر لازمی ہوتی ہے۔ جب کہ جمہوری نظام میں حلال وحرام کا کوئی امتیاز نہیں کسی قسم کا فعلِ بد جرم نہیں، تاوقتیکہ عوام یا اُن کے نمائندوں کی اکثریت اُس کو جرم نہ قرار دے دے۔ لوگ مذہبی ماحول کی وجہ سے شرم محسوس کریں تو یہ الگ مسئلہ ہے ورنہ جمہوری ملک میں عورتوں مردوں کا ننگے بدن جلوس نکالنا یا اپنی مرضی سے جو چاہیں کرنا قانوناً جرم نہیں۔

صہیونی تنظیم نیٹو فوج کے روپ میں بزورِ قوت مسلم ممالک میں رائج نظاموں کو درہم برہم کر رہی ہے۔ پھر تعمیر وترقی کی آڑ میں شتر بے مہار آزادی پر مبنی نظام کو فروغ دے رہی ہے۔ مسلمانوں کے لیے یہ لمحۂ فکریہ ہے۔ ☆

☆ ہفت روزہ ''الاعتصام'' ۲۲ تا ۲۸ جون ۲۰۱۲ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل مغرب کا دہرا معیار اور اسلام کا نظام مساوات

یہودی دنیا میں جہاں کہاں بھی آباد ہوئے منافقت کی گٹھڑی سر پر اٹھائے وہاں پہنچے، چناں چہ ان کی اسی روش کی بنا پر یورپ کی عیسائی حکومتیں انھیں گھٹیا درجے کا شہری تصور کرتی تھیں اور حکومتی امور میں براہِ راست یہودیوں کے عمل دخل پر پابندی عاید تھی، جب یورپ میں آزادیٔ اظہار، سماجی مساوات اور اخوت کے نعروں کی گونج میں جمہوری دور کا آغاز ہوا تو یورپ میں آباد یہودیوں کو وہ تمام شہری مراعات حاصل ہوگئیں جو دیگر عیسائی شہریوں کو حاصل تھیں۔ آئینی مساوات کے تحت اُن کو انتخابات میں حق رائے دہی استعمال کرنے، من پسند امیدوار کھڑا کرنے، حتی کہ قانونی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے بہ حیثیت امیدوار انتخابات میں شرکت کی قانونی اجازت مل گئی، اور دوسری جانب معاشی آزادی کی وجہ سے اُن کو ہر قسم کا کاروبار کرنے کی آزادی مل گئی اور یہودیوں کی سود پر مبنی سرمایہ کاری کو حکومتی سطح پر قانونی تحفظ فراہم ہوگیا۔

مساوات کی تعریف:

''مساوات'' کے معنی برابری ہے، علم سیاسیات میں اس کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

''معاشرہ میں ترقی کے لیے یکساں مواقع سب کو حاصل ہوں کسی خاص گروہ، جماعت یا فرد کو مخصوص حیثیت حاصل نہ ہو۔''

ہر شہری کو ووٹ دینے، حکومت کے کاموں میں حصہ لینے، انتخابات میں نمائندہ کھڑا ہونے اور حکومت کے عہدوں پر فائز ہونے کے لیے یکساں مواقع حاصل ہوں۔ ہر شخص کو بلا امتیاز روزی کمانے، شخصی ملکیت کے جمع کرنے اسے استعمال کرنے اور کسی بھی پیشے کو اختیار کرنے کے لیے مساوی حقوق حاصل ہوں۔ سارے شہری بلا امتیاز قانون کی نظر میں برابر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں، سب پر یکساں قوانین کا نفاذ ہو اور سب کا یکساں تحفظ ہو۔

اہل مغرب کی ''مساوات'' نظامِ فطرت کے خلاف ہے:

ایک ہی ماں کی کوکھ سے جنم لینے والے دو بچے جنھوں نے ایک ہی آنگن میں پرورش پائی ہو، ان میں سے ایک شہری حصول علم کے شوق میں دن رات محنت کرنے کے بعد پی ایچ ڈی یا کوئی اور اعلیٰ ڈگری حاصل کر لیتا ہے، دوسرا والدین کے بے جا لاڈ پیار یا غلط ماحول کی بنا پر امورِ بد کا شکار ہو جاتا ہے اور چور اچکا بن کر معاشرے کے لیے رستا ہوا ناسور بن جاتا ہے۔ ایسے میں کیا امورِ حکومت میں دونوں برابر کے حق دار ہیں؟

ریاست کے وہ شہری جو پیدائشی محرومی یا جسمانی معذوری پر حالات وواقعات کا تجزیہ کر کے اپنی رائے قائم کرنے کی اہلیت سے یک سر محروم ہیں، کیا ان کو ووٹ کا حق دینا سماجی مساوات ہے یا اصحابِ علم اور اربابِ دانش کے ساتھ ناانصافی؟

معاشرے میں ایک بیٹا اپنے والدین کی خدمت کرتا ہے، اُن کی ضعیف العمری میں سہارا بنتا ہے، جب کہ دوسرا اُن کے ساتھ بدسلوکی کا مظاہرہ کرتا ہے، اس کے باوجود وراثت میں یہ دونوں بیٹے برابر کے حصہ دار ہیں، لیکن کیا وہ شفقت پدری میں بھی برابر کے مستحق بن سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں!!

تمام انسان اللہ کی مخلوق ہیں، ایک وہ ہیں جو فرماں بردار دوسرے نافرمان ہیں، بلاشبہ اللہ بلا امتیاز سب کو رزق دیتا ہے، لیکن امورِ خلافت میں نافرمانوں کو شامل ہونے کی اجازت نہیں دیتا، کیوں کہ اُن میں آخرت کی جواب دہی کا خوف نہیں ہوتا، اس بنا پر وہ عدل وانصاف کا ترازو تھامنے کی صلاحیت سے محروم ہوتے ہیں۔

موجودہ مسلم معاشرہ میں نیک، متقی، پرہیزگار اور دیانت داروں کے علاوہ فاسق، فاجر اور منافق بھی شامل ہیں، جن کی گواہی بھی قابل قبول نہیں۔

ایمان وتقویٰ کے لحاظ سے مسلمانوں میں مسلمان اور متقی کا مرتبہ بلند ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں ارشاد فرمایا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ ﴾

(الحجرات : ۱۳)

''اللہ کے نزدیک تم میں وہی زیادہ عزت دار ہے، جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے، بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔''

متقی کون ہے؟

جو خالص رب کی رضا کے لیے نیکی کرتا ہے اور صرف اللہ کے ڈر سے گناہوں سے بچتا ہے۔

اسلام دولت کی مساوی تقسیم کا نہیں گردشِ دولت کے نظام کا قائل ہے۔ اگر تمام انسانوں کے پاس برابر مقدار میں دولت ہو تو پھر کسی کو محنت ومشقت کرنے کی کیا ضرورت؟ ایسے میں مزدور ڈھونڈے سے بھی نہ ملیں گے، چناں چہ جب مزدوری کرنے والے نہ ہوں گے تو فیکٹریاں بند ہو جائیں گی، کارخانے ٹھپ ہو جائیں گے اور زمینیں بنجر ہو جائیں گی، اس طرح نظامِ معیشت کیسے چل سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کسی کو غربت دے کر امتحان میں ڈالتا ہے کہ وہ جائز اور حلال طریقے سے محنت مزدوری کر کے اپنے خون پسینے کی کمائی سے اپنی اور اپنے اہل وعیال کی معاشی ضروریات پوری کرتا ہے، دست سوال دراز کر کے یا پھر چوری، ڈاکے یا دیگر حرام ذرائع اختیار کرتا ہے؟ وہی رزاقِ کل کائنات کسی کو دولت کے دروازے کھول کر آزمائش میں ڈالتا ہے کہ بھلا وہ مال ودولت کی فراوانی کو اس کی عطا سمجھتے ہوئے جائز مقاصد میں خرچ کرنے کے علاوہ دیگر ضرورت مند، مستحقین پر بھی خرچ کرتا ہے یا نہیں؟

معاشی مساوات کے تحت جمہوری حکومت ریاست کے شہریوں کو دولت کمانے اور اسے ذخیرہ کرنے کی کھلی اجازت دیتی ہے، اور اس کے لیے حلال وحرام کا کوئی امتیاز بھی نہیں برتتی۔ چاہے وہ کوئی سودی کاروبار کرے، جوئے یا فحاشی کا دھندہ کرے یا پھر دولت کو شراب بیچ کر اکٹھا کرے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام صرف حلال ذرائع سے حصولِ معاش پر زور دیتا ہے:

﴿ يَآأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوا لِلّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴾ (البقرة: ١٧٢)

''مومنو! ہم نے تمہیں جو پاکیزہ چیزیں دے رکھی، انھیں کھاؤ، پیو اور اللہ کا شکر ادا کرو، اگر تم صرف اُسی کی عبادت کرتے ہو۔''

﴿ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ﴾ (البقرة: ١٨٨)

''اور ایک دوسرے کا مال ناجائز ذرائع سے نہ کھاؤ۔''

پھر نیک کمائی سے زکوۃ، صدقات ادا کرنے کا حکم ہے۔ تاکہ دولت ایک ہی جگہ جمع نہ ہو بلکہ گردش کرتی رہے، چناں چہ، جتنے ہاتھوں میں گردش کرے گی، اتنے ہی خاندانوں کی کفالت کے اسباب پیدا ہوں گے۔

مرد وزن کی مساوات خلاف فطرت ہے:

جمہوری ممالک میں مروّجہ نظریۂ مساوات کی رو سے ریاست کے تمام بالغ شہری بلا تخصیص مذہب، علمی مرتبے اور مقام میں حقوق وفرائض کی ادائیگی میں ایک دوسرے کے برابر ہیں۔ اس میں مرد وزن کی بھی کوئی تفریق نہیں۔ اور ریاست کی شہری تمام عورتیں سماجی سطح پر مردوں کے شانہ بہ شانہ مساوی سلوک کی حق دار ہیں۔ چناں چہ مساواتِ مرد وزن کا یہ اصول بھی قانونِ فطرت کے خلاف ہے، کیوں کہ خطرناک اور مشقت طلب کام صرف مرد سر انجام دے سکتا ہے صنف نازک نہیں۔ مثلاً: دریا سے مچھلیاں پکڑنا، سمندر کی گہرائی سے ہیرے جواہرات حاصل کرنا، پہاڑوں میں سرنگ کھود کر معدنیات حاصل کرنا اور لوہے کو پگھلا کر اپنی مرضی سے ڈھالنے کا کام عورتوں کو سونپ دیا جائے اور مردوں کو گھر میں امورِ خانہ کے لیے بٹھا دیا جائے یہ قانونِ فطرت سے کھلا مذاق ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے بہ لحاظ جنس مرد وزن کو جدا جدا صلاحیتوں اور جسمانی طاقت سے نوازا ہے، اس لیے جو امورِ زندگی مرد سر انجام دے سکتا ہے وہ عورت ادا نہیں کر سکتی اور کارگہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیات میں جو امور عورت ادا کر سکتی ہے انھیں نبھانے کے لیے مرد سے قطعاً توقع نہیں کی جا سکتی۔

اسلامی نقطہ نظر سے مرد و زن کی مساوات:

ہمارے وہ روشن خیال احباب اور ترقی پسند دانش ور جو اس امر کے قائل ہیں کہ عورت مردوں کے دوش بہ دوش دفتروں، فیکٹریوں میں کام کر سکتی ہے، کیا وہ یہ جواب دینا پسند کریں گے:

- ...... نکاح کے وقت حق مہر کون ادا کرتا ہے؟
- ...... نان ونفقہ کس سے لکھوایا جاتا ہے؟
- ...... جب مرد کسی شرعی عذر کی بنا پر طلاق دے دے تو عدت کے دوران عورت کا خرچہ مرد کے ذمہ کیوں ہے؟

اس لیے کہ شریعت میں سربراہِ خاندان ہونے کے ناطے اہل وعیال کے نان ونفقے کا ذمہ دار مرد ہے، عورت نہیں۔

اسلام چادر اور چار دیواری کی حدود میں یا محرم مردوں کی زیر نگرانی عورت کو ذریعۂ معاش میں ہاتھ بٹانے سے منع نہیں کرتا، لیکن چادر اور چار دیواری سے آزاد ہو کر غیر محرم مردوں کے دوش بہ دوش کام کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس کی ایک اہم وجہ ستر عورت کا تحفظ ہے، کیوں کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق مرد کا ستر، ناف سے شروع ہو کر گھٹنوں تک ہے، جب کہ عورت کا ستر اس کا پورا جسم ہے، گھر کی چار دیواری سے باہر مخلوط ماحول میں وہ مکمل اور آزاد طور پر اپنے فرائض ادا کرے تو پھر اپنے ستر کا اہتمام نہیں کر سکتی۔

قرآن وسنت کی لافانی تعلیمات اور خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم کا طرزِ عمل مسلمانوں کے لیے باعث حجت ہے۔ موجودہ دور کے علما کا نظریہ ضرورت کے تحت کسی امر کے بارے اجماع ہو بھی جائے جو اسلام کے دورِ اوّلیں کے منافی ہو تو وہ عمل امت کے لیے حجت نہیں بن سکتا، مثلاً پاکستان میں مردوں کے شانہ بہ شانہ خواتین نے بھی سابقہ عام انتخابات میں بڑے جوش اور ولولے سے حصہ لیا۔ بعد ازاں پارلیمان میں خواتین کی مخصوص نشستوں پر بھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منتخب ہوئیں، جو چھ دینی جماعتوں کے اتحاد ''متحدہ مجلس عمل'' نے بھی اپنے حصے (Quota) کی نشستوں پر متحدہ مجلس عمل کی معتمد عورتوں کو نامزد کر کے پاکستان کی تاریخ میں نام لکھوا لیا اور آیندہ کے لیے سند جواز مہیا کر دی۔

قرونِ اولیٰ میں امورِ حکومت طے کرنے کے لیے مسجد نبوی میں تمام اہم مشورے ہوتے رہے، وہ مقدس سرزمین جو جنت کا ٹکڑا ہے، جہاں ایک نماز پڑھنے سے پچیس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وہ جماعت جن کو مغفرت کی سند خود اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی، ایسی مقدس سرزمین پر مرحوم ومغفور جماعت کی موجودگی میں تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم شوریٰ سے صلاح مشورہ کرتے رہے، لیکن حدیث وتاریخ کی کسی کتاب میں کسی ایسے واقع کا ذکر نہیں ملتا کہ صحابیات رضی اللہ عنہن بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس شوریٰ میں مشاورت کے لیے بیٹھی ہوں اور اُن سے مشورہ لیا گیا ہو، البتہ عورتوں کے مسائل سے متعلق اگر مشورہ مقصود ہوتا تو صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی محرم عورتوں سے رائے طلب کرتے، جس طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں خواتین سے متعلق ایک اہم مسئلہ سامنے آیا کہ فوجی اپنے گھر سے باہر کتنا عرصہ رہ سکتا ہے؟ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ، محترمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھ کر فیصلہ صادر فرمایا۔

اسلام معاشرہ میں عدل وانصاف کی دعوت دیتا ہے:

❀...... زمانہ جاہلیت میں مشرکین مکہ اپنے گھروں میں جنم لینے والی جن نوخیز کلیوں کو زمین میں زندہ گاڑ دیا کرتے تھے، محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی تعلیم وتربیت کرنے والے کو روزِ آخرت اپنا ساتھی قرار دیا۔

❀...... باپ کے بعد بھائی اپنی بہنوں کو وراثت سے محروم کر دیتے تھے، اسلام نے دو بہنوں کو ایک بھائی کے برابر حق دار ٹھہرایا۔

بہن کے مقابلے میں بھائی کو وراثت میں دوہرا حصہ عطا کرنے کی وجہ، حکمت الٰہی کا تقاضا ہے، کیوں کہ کنبے کی کفالت کا بار مرد کے کندھوں پر ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل مغرب میں مساوات کا دوہرا معیار ہے:

اقوام متحدہ میں پانچ ممالک کو ویٹو پاور کا حق حاصل ہے، دیگر ارکان محروم ہیں، آئی ایم ایف کے فیصلے سرمائے کے بل بوتے پر ہوتے ہیں، جب کہ تیسری دنیا کے ترقی پذیر ممالک کو غریب اور پس ماندہ ہونے کے باعث کوئی قابل ذکر درجہ حاصل نہیں، ان ممالک کی حقیقت پر مبنی رائے کو بھی نظر انداز کر دیا جاتا ہے، جو ترقی یافتہ ممالک کے نظریات سے متصادم ہوں، اہل مغرب کو خود تو ایٹمی دھماکے اور کیمیائی ہتھیاروں کے تجربات کرنے کی اجازت ہے، لیکن تیسری دنیا خصوصاً عالم اسلام میں دفاعی اسلحے کی تیاری اور خریداری پر درجنوں پابندیاں عاید ہیں، یہودی اعلانیہ جرم کریں تو امریکی حکومت اُن سے چشم پوشی کرے، اس کے برعکس کسی ایک مسلمان پر شک وشبہ کی بنا پر عالم اسلام کو بلا تفریق اور بغیر ثبوت ننگی جارحیت کا نشانہ بنایا جائے۔

کیا اہل مغرب کے اصول وضوابط مساوات پر مبنی ہیں؟

اسلامی ملکوں میں بسنے والے مسلمان گھرانے، جہاں پردے کا رواج ہے، مخلوط ماحول میں لڑکیوں کی تعلیم اور ملازمت کو اسلامی روایات کے منافی سمجھا جاتا، ایسے صالح گھرانے میں خدانخواستہ کوئی لڑکی گھر سے فرار ہو کر غیر کفو میں شادی کرنا چاہے اور والدین اپنی بیٹی کی بازیابی کے لیے قانونی راہ اختیار کریں، تو والدین کا یہ راست قدم بھی مغربی ذرائع ابلاغ کا من پسند موضوع بن جاتا ہے، خصوصاً مغربی الیکٹرانک میڈیا اسلام کے نظام عفت عصمت کے خلاف زہریلی مہم شروع کر دیتا ہے کہ اسلامی معاشرے میں عورتوں کو مردوں کے مساوی حقوق میسر نہیں، اس کے برعکس ان ترقی یافتہ مغربی ممالک میں اگر کوئی عورت اپنی عزت وناموس کے تحفظ کی خاطر یا کسی نفسیاتی عارضے کے سبب اپنے بچوں سمیت خودکشی کر لے، ایسے موقعے پر حقوقِ نسواں کا علم بردار، مغربی میڈیا چپ سادھ لیتا ہے۔

جمہوری ممالک میں ادنیٰ واعلیٰ سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں اور مرکزی وصوبائی اراکین اسمبلی کے الاؤنس میں شرم ناک فرق موجود ہے، حقوق انسانی کا راگ الاپنے والے عالمی ذرائع ابلاغ کے کرتا دھرتا اور ان کے نمائندے اس معاشی عدمِ مساوات پر احتجاج

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیوں نہیں کرتے؟

ہم یہ کہنے میں حق بہ جانب ہیں کہ اہل مغرب مساوات کی آڑ میں فقط باحیا عورت کو چادر چار دیواری کے تحفظ سے نکال کر جنس بازار اور ہوٹل وکلب کی زینت بنانا چاہتے ہیں۔

پاکستان میں موجودہ حکومت سے قبل اراکین پارلیمان کے لیے تعلیم کی کوئی شرط عاید نہ تھی، اب تحصیل ناظم کے لیے ایف اے پاس اور رکن پارلیمان کے لیے بی اے پاس کی شرط لازم ہے، ان کی سرکاری مراعات، بود و باش اور رہائش کا تقابلی جائزہ پی ایچ ڈی پروفیسر سے کریں تو آپ پر عدمِ مساوات کی حقیقت عیاں ہو جائے گی۔

اگر کوئی غریب جرم کرے تو نہ صرف مجرم کی بلکہ اُس کے خویش اقارب کی بھی شامت آ جاتی ہے، جب کہ مراعات یافتہ طبقے کا فرد جرم کا ارتکاب کرے تو اوّل اس کی گرفتاری عمل میں نہیں آتی، اگر بالفرضِ محال طبقۂ اشرافیہ کا کوئی فرد کسی مقدمے میں پھنس کر جیل میں بھی چلا جائے تو اُسے مجرم ہونے کے باوجود، عام قیدیوں سے علیحدہ رکھا جاتا ہے، اور جیل میں بھی اُسے لگژری کلاس ملتی ہے۔

اسلام کا نظریہ مساوات:

اللہ کے نزدیک مرتبے اور مقام کے لحاظ سے تمام مسلمان برابر ہیں۔ جو کوئی شخص کلمۂ شہادت کا اقرار کرتا ہے تو وہ اسلام کے رشتے میں جڑ جاتا ہے۔ جب مسلمان نماز کے لیے اللہ کے دربار میں قیام کرتے ہیں۔ تو رنگ و نسل، غربت و امارت، اور شاہ و گدا کا امتیاز ختم ہو جاتا ہے، سب پاؤں سے پاؤں اور کندھے سے کندھے ملا کر رب ذوالجلال کی حمد و ثنا بیان کرتے ہیں، مساوات کے اس عمدہ نمونے کے باوجود اللہ کے نزدیک تمام مسلمان رتبے اور مقام میں برابر نہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں عشرہ مبشرہ کو جو مقام و مرتبہ حاصل ہے، وہ دیگر ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حاصل نہیں، عشرہ مبشرہ کے باہمی صلاح مشورے سے خلفے راشدین رضی اللہ عنہم کی بیعت خاص ہوئی، اسی طرح بدر و بیعت رضوان میں شامل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا جو مرتبہ وشان ہے وہ فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کرنے والوں کا نہیں، تاجدار مدینہ ﷺ نے کوئی مشورہ کرنا ہوتا تو آپ ﷺ عشرہ مبشرہ کے بعد بدری صحابہ کرام کی رائے کو فضیلت دیتے۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ.

مسجد نبوی کی تعمیر میں امام کائنات ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے برابر حصہ لیا، جنگ احزاب میں اپنے حصہ کی خندق خود کھودی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھوک سے نڈھال ہو گئے تو آپ ﷺ نے پیٹ پر بندھے ہوئے پتھر دکھا کر صبر کی تلقین کی، ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی، تو آپ ﷺ نے بھوکے ساتھیوں کو پہلے کھلایا، بعد میں آپ ﷺ نے خود کھایا۔

ایک اور موقعے پر جب آپ ﷺ کی خدمت میں دودھ کا پیالہ پیش کیا گیا تو اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم کو پہلے پلایا، آخر میں آپ ﷺ نے خود پیا۔

خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں معاہدے کے لیے بیت المقدس روانہ ہوئے تو غلام ساتھ تھا مگر سواری ایک تھی، خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ اور ان کا غلام سواری پر باری باری سوار ہوتے۔ حتیٰ کہ یروشلم پہنچنے پر غلام خچر پر سوار تھا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پاپیادہ تھے۔

اسلام عدل وانصاف قائم کرنے کا حکم دیتا ہے:

اسلام امن وانصاف کا مذہب ہے، قرآن حکیم میں اللہ ذوالجلال فرماتا ہے:

﴿ وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ﴾ (الانعام: ۱۵۲)

"جب تم بات کہو تو گو (فریق مقدمہ اپنا) رشتہ دار ہی (کیوں نہ ہو) انصاف کرو۔"

اسلام نہ صرف اپنے متبعین کو باہم عدل کا حکم دیتا ہے بلکہ دوسروں سے بھی انصاف کرنے کی تاکید کرتا ہے، قرآن حکیم میں آپ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے:

﴿ وَقُلْ آمَنتُ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِن كِتَابٍ ۖ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ ﴾

(الشوریٰ: ۱۵)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"آپ ﷺ کہہ دیں کہ میں ہر اُس کتاب کو مانتا ہوں جو اللہ نے اتاری اور مجھے اللہ سے یہ حکم ملا ہے کہ میں تمہارے (یہود ونصاریٰ) کے مابین انصاف کروں۔"

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی تاریخ میں غیر مسلموں سے عدل وانصاف سے متعلق بے شمار واقعات موجود ہیں، جن میں سے بعض کا تذکرہ ہو چکا ہے، حتی کہ سلاطین کے دور میں بھی ذمیوں کی عزت، جان، مال محفوظ رہا، کسی مسلمان کی طرف سے ذمی کے ساتھ ظلم وزیادتی ہوئی تو قاضی کی طرف سے رعایت نہیں برتی گئی، بلکہ اُسے قرارِ واقعی سزا دی گئی۔ ایک واقعے کا ذکر کرتا ہوں۔

"ایک ہندو لڑکے نے سلطان محمد تغلق پر مقدمہ دائر کیا کہ بادشاہ نے بغیر کسی جرم مجھے مارا ہے، قاضی نے عدالتی کارروائی کے بعد کہا کہ لڑکے کو راضی کر دو یا قصاص دو۔ ابن بطوطہ لکھتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ سلطان نے لڑکے کو بلایا اور چھڑی دے کر کہا کہ اپنا بدلہ لے لو اور اس کو قسم دے کر کہا: جیسے میں نے تجھے مارا تھا، تو بھی مجھے مار لے، لڑکے نے چھڑی لے کر اکیس چھڑیاں بادشاہ کو لگائیں، یہاں تک کہ ایک دفعہ سلطان محمد تغلق کی کلاہ بھی گر پڑی۔"

(ماخوذ از مسلمانوں کا عروج وزوال، ص: ۲۷۷، بحوالہ رواداری اور پاکستان ص ۱۰۵)

اسلامی حکومت ذمیوں میں سے بھی مسکین، یتیم اور بیواؤں کی بیت المال سے اعانت کرتی، حتی کہ جب کوئی ذمی بوڑھا ہو جاتا تو نہ صرف اس کا جزیہ معاف کر دیا جاتا بلکہ بیت المال سے اُس کے لیے روزینہ مقرر ہو جاتا۔

اسلامی تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ مسلمانوں نے تلوار سے جبر واستبداد کا خاتمہ ضرور کیا لیکن کسی کو جبراً مسلمان بھی نہیں بنایا۔

"خلیفہ مامون کا دربار لگا ہوا تھا، عیسائی پادری یزداں بخت مسلمانوں سے مباحثہ کر رہا ہے بالآخر پادری ہار گیا تو خلیفہ نے کہا:

اب تو مسلمان ہو جا، اُس نے کہا: زبردستی یا اپنی مرضی سے؟ خلیفہ نے کہا: "اپنی مرضی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے، اس میں زبردستی نہیں۔" پادری نے کہا: پھر تو میں مسلمان نہیں ہوتا، چناں چہ خلیفہ نے حکم دیا: "اسے فوجی حفاظت میں اس کی جائے پناہ تک پہنچا دیا جائے، مبادا کوئی ناداں اسے نقصان پہنچائے۔"

مسلمانوں کے کردار:

علمائے ربانیین کے اصلاحی طریقۂ کار اور مسلم حکم رانوں کے عدل وانصاف سے متاثر ہو کر لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

جب ایک یہودی نے خلیفہ چہارم امیر المومنین، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زرہ چوری کر لی تو خلیفہ نے عدالت میں مقدمہ دائر کیا۔ لیکن قاضی شریح رحمہ اللہ نے یہ کہہ کر مقدمہ خارج کر دیا، کہ ایک گواہ اُن کا بیٹا ہے، دوسرا اُن کا غلام، چناں چہ یہودی عدالتی تقاضوں سے متاثر ہوا، اُس نے زرہ بھی واپس کر دی اور مسلمان بھی ہو گیا۔

جمہوری اسلامی مملکت میں حکمران کا دوسروں کو اسلام کی دعوت دینا تو درکنار خود سیکولر بن جاتا ہے اور مسلمانوں کا ایمان سکڑتا ہے۔ جب کہ علما کا اسلام نظریۂ ضرورت کی پیداوار بن جاتا ہے۔ مثلاً:

۱۹۶۵ء کے صدارتی انتخابات میں علما نے عورت کی بھرپور حمایت کی جب کہ ۱۹۹۰ء میں اسلامی جمہوری اتحاد کے پلیٹ فارم سے عورت کی سربراہی کی مخالفت میں بھرپور کردار ادا کیا، جب اتحاد کو کامیابی ہوئی تو پارلیمانی لیڈر نے بنیاد پرستی کا الزام مٹانے کے لیے عابدہ کو سفیر بنا کر امریکا بھیج دیا تو اتحاد میں شامل علما نے چپ سادھ لی، اب تو متحدہ مجلس عمل نے اپنی قرابت داروں اور معتمد عورتوں کو پارلیمنٹ کی مخصوص نشستوں پر نامزد کیا اور انھیں مردوں کے دوش بہ دوش بٹھا دیا۔

ہمیں نظریۂ ضرورت کے تحت اہل مغرب کی تقلید کرنے کی بجائے عدل وانصاف قائم کرنے کے لیے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرنی چاہیے۔ ☆

☆ المنبر ۲۱ مئی۔ ۱۹ جون ۲۰۰۴ء۔

☆ الاعتصام ۲۶ اگست ۲۰۰۵ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صہیونی سازشوں کا دوسرا پہلو

''وحدتِ ادیان''

یورپ میں یہودی اپنی شرارتوں سے باز نہیں آتے تھے، لہٰذا وہاں کے عیسائی ان کے خلاف تادیبی کارروائی کرنے میں کسی قسم کی جھجک محسوس نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ یہودی ربیوں نے تعلیم وتدریس سے یورپی عوام کی ایسی برین واشنگ کی کہ وہ آزادی، مساوات اور اخوت کے شیدائی بن گئے۔ اخوت کے رشتہ میں وہ ایک دوسرے سے اس طرح پیوست ہوئے کہ نصاریٰ نے یہودیوں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا جرم تک معاف کردیا۔

صہیونی فکر اور ماڈرن نصاریٰ کی تگ ودو سے مغرب میں بادشاہی نظام اور پاپائی بالادستی کا خاتمہ ہوا اور جمہوری حکومتوں کے دور کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد صہیونی قوت نے عالمی ریاستوں کو کنٹرول کرنے کے لیے یو این او تشکیل دی تو نوآبادیاتی دور سے آزاد ہونے والی ریاستوں کو اقوام متحدہ کے ضابطوں کا پابند کردیا۔ صہیونی اکابرین نے اخوت کے روپ میں دیگر مذاہب عالم کے پیروکاروں کو وحدت ادیان کی پالیسی اپنانے کا پابند کردیا۔ اقوام متحدہ کے منشور کی ابتدائی جھلک ملاحظہ کریں۔

دفعہ (۱):...... ''تمام انسان آزاد اور حقوق وعزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انہیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوئی ہے، اس لیے انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔''

دفعہ (۲):...... ''ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اعلان میں بیان کیے گئے ہیں اور اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عقیدے، قوم، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہ پڑے گا۔"

(نوائے وقت، اشاعت خاص ۱۵/اپریل ۲۰۰۳ء)

حقوق انسانی کے چارٹر کی روشنی میں روئے کائنات پر تمام انسان بلا امتیاز مذہب وجنس آزاد، حقوق ومراعات میں مساوی اور ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔

برصغیر میں وحدتِ ادیان کے اثرات:

برطانیہ نے برصغیر پر قبضہ کیا تو فطری طور پر مسلمانوں میں نفرت کے جذبات امڈ آئے۔ چنانچہ تھنک ٹینک نے یہاں بھی وحدت ادیان کی پالیسی اپنائی۔ اینگلو محمڈن طرز کے سکول کالج جاری ہوئے جن میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان مشترکہ اخلاقی اقدار کو اجاگر کیا گیا۔ ان اداروں سے فارغ ہونے والے بعض لیڈروں نے اہل مغرب سے مفاہمت کی پالیسی کو سنٹرل آئیڈیل بنا لیا اور مسلمانوں کے ایک دوسرے دھڑے نے آزادی کی خاطر ہندو مسلم اتحاد کا نعرہ لگایا۔

یہودیوں نے جس طرح عیسائیوں میں سے پروٹسنٹ فرقے کو جنم دیا اسی طرح انہوں نے مسلمانوں میں قادیانی پودا کاشت کیا۔ قادیانی امت کے سرکردہ راہ نما چوہدری ظفر اللہ خان نے مارچ ۱۹۳۴ء میں ایک ٹریکٹ شائع کیا تھا جس کی فہرست یوں تھی:

خدا کے راست باز نبی رام چندر پر سلامتی ہو
خدا کے راست باز نبی کرشن پر سلامتی ہو
خدا کے راست باز نبی بدھ پر سلامتی ہو
خدا کے راست باز نبی زرتشت پر سلامتی ہو
خدا کے راست باز نبی کنفیوشس پر سلامتی ہو
خدا کے راست باز نبی ابراہیم پر سلامتی ہو
خدا کے راست باز نبی موسیٰ پر سلامتی ہو
خدا کے راست باز نبی مسیح پر سلامتی ہو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدا کے راست باز نبی محمدؐ پر سلامتی ہو
خدا کے راست باز نبی ''احمدؑ'' پر سلامتی ہو
خدا کے راست باز نبی بابا نانک پر سلامتی ہو

(پیغام صلح لاہور، مورخہ ۱۹؍اپریل ۱۹۳۳ء بحوالہ ختم نبوت اور تحریک احمدیت از پرویز، ص: ۱۱۷)

یہ ٹریکٹ وحدت ادیان کی لاجواب عکاسی ہے۔

آزادی کے بعد ارضِ پاکستان میں مسلم لیڈروں کی ایسی کھیپ تیار ہوئی جنہوں نے زور وشور سے وحدتِ ادیان کا پرچار کیا۔ مثلاً ''غلام مرتضیٰ عرف جی ایم سید'' نے ''بزم صوفیائے سندھ'' کے نام سے ایک مذہبی جماعت قائم کی۔ ہم ان کی کتاب ''جین ڈھوہ آہ مون'' سے کچھ اقتباسات پیش کرتے ہیں جن سے اس ''بزم صوفیائے سندھ'' کے اغراض ومقاصد کی نشان دہی ہوتی ہے۔

۱: سرزمین سندھ کو اتحاد انسانی، امن عالم اور لوگوں کی مادی اور روحانی ترقی میں ایک خاص مقام حاصل ہے اور ہمارے اولیائے کرام اور درویشوں نے اس پیغام کی حتی الامکان تشریح کی ہے اور اسی تشریح کے مطابق ہمیں انسانوں کی بھلائی اور تعلیم وتربیت کے لیے کوشش کرنا چاہیے۔

۲: سندھ میں ہندو اور مسلمان کا کوئی فرق نہیں۔ ہندو اور مسلم ایک قوم ہیں اور سندھ کے تمام صوفیائے کرام خصوصاً حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی اسی نظریہ کے مبلغ اور مداح تھے۔'' (بحوالہ ''ادب کی آڑ میں اسلام اور پاکستان دشمنی ص ۱۶۸'' تالیف رشید الحمد لاشاری شائع کردہ ۱۰۶ عالمگیر روڈ، کراچی)

جہاد سے روگردانی کے لیے عیسائیوں نے وحدت ادیان کے جال میں چند مسلم لیڈروں کو پھنسا کر مسلم کرسچین تنظیم قائم کی جس کی قراردادوں میں عالم اسلام پر صلیبی جارحیت سے تو چشم پوشی کی گئی لیکن مسلمانوں کو اقلیت برادری سے رواداری اور ہمدردی کا درس دیا گیا۔ ہمارے ایک مذہبی لیڈر وحدت ادیان کی بانسری میں محو ہوئے، انہوں نے کسی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’غیبی بشارت‘‘ پر سیاسی جماعت تشکیل دی لیکن اس کے ساتھ ’’اسلام‘‘ یا ’’اسلامی‘‘ کا سابقہ لاحقہ ملانا گوارا نہ کیا۔

ہمارے بعض لکھاری لکھنے پہ آئیں تو نظم ونثر میں برملا کہہ دیتے ہیں کہ ’’مسجد جائیں یا مندر‘‘ گرجا گھروں میں جا کر عبادت کریں یا گردواروں میں وہ درحقیقت طوعاً کرہاً اللہ کی عبادت کررہے ہیں۔‘‘ سندھی شاعر شیخ ایاز نے لکھا ہے کہ

’’صرف انسانیت ہی میرا مذہب ہے اور دین اور دھرم سب ڈھول ہیں۔‘‘

(کلہے پاتم کیزو، ص:۱۰ بحوالہ ادب کی آڑ میں اسلام اور پاکستان دشمنی، ص:۱۱۰)

یہ نظریۂ وحدت ادیان کی عکاسی نہیں تو اور کیا ہے؟

ابن لعل دین کی کتاب ’’گوہر شاہی کی گوہر افشانیاں‘‘ سے اقتباسات پیش خدم ہیں:

’’اللہ کی پہچان اور رسائی کے لیے روحانیت سیکھو خواہ تمہارا تعلق کسی بھی فرقہ یا مذہب سے ہو، مسلمان یہ کہیں گے کہ بغیر کلمہ پڑھے کوئی کیسے اللہ تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے؟ جب کہ عملی طور پر ایسا ہورہا ہے، عیسائی، ہندو اور سکھوں کے ذکر بغیر کلمہ پڑھے چل رہے ہیں۔‘‘

(گوہر، ص:۴ سرفروش پبلی کیشنز پاکستان بحوالہ مذکورہ کتاب، ص:۳۶۰)

’’گوہر شاہی جب برطانیہ پہنچے تو اس کی آمد کی اطلاع دینے کے لیے اخبار میں اشتہار شائع ہوا جس میں تمام مذاہب مثلاً یہودیت، عیسائیت، ہندومت، بدھ مت وغیرہ جیسے مذاہب کے آٹھ امتیازی نشانات دے کر اس کو تمام مذاہب کا نمائندہ اور ماننے والا ثابت کیا گیا ہے، نہ کہ اسلام کا نمائندہ۔‘‘

انجمن سرفروشان اسلام انٹرنیشنل برطانیہ کی طرف سے یورپ میں پھیلایا گیا ایک رنگین کارڈ جس میں لکھا گیا کہ گوہر شاہی کا مرید بننے کے لیے مسلمان ہونا ضروری نہیں۔

"In order to recognise Allah (God) and to be able to approach the Essence of Allah (God) learn spiritualism no matter what

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

religin or sect you belong to."

(عکس فوٹو ملاحظہ کریں گوہر شاہی کی گوہر افشانیاں، ص: ۳۵۹)

جب ریاض گوہر شاہی مسلمانوں میں وحدت ادیان کا پرچار کرتے ہیں تو اہل مغرب کا میڈیا اُس کے خطابات کو کیوں نہ نشر کرے گا؟ جب ریاض گوہر شاہی نے مہمانوں میں وحدت ادیان کا پرچار کیا تو اہل مغرب کے میڈیا نے اُس کے خطاب کو نشر کیا اور امریکی صدر کلنٹن نے اس کے نظریات کو سراہا، گوہر شاہی نے خود اعتراف کیا۔

''وہ جب امریکہ گئے تو امریکی صدر بل کلنٹن اور ایک انگریز خاتون نے کہا تھا کہ تمہاری شکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملتی ہے اور یہ کہ امریکہ میں ان کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات بھی ہوئی تھی۔'' (ہفت روزہ نومبر ۱۹۹۷ء بحوالہ گوہر افشانیاں، ص ۳۲۴)

گوہر شاہی کی کتاب دین الٰہی کی تازہ اشاعت وحدت ادیان کی کھلم کھلا عکاسی کرتی ہے۔

المہدی فاؤنڈیشن کا دعویٰ ہے کہ دین الٰہی دنیا کے تمام مذاہب کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ''دین الٰہی'' کتاب کے ٹائٹل پر عیسائیت، یہودیت، کمیونزم، ہندومت سمیت دنیا کے تمام باطل مذاہب کے مقدس مذہبی نشان شائع کیے گئے ہیں۔

''دین الٰہی'' کتاب کے صفحہ ۳ پر ضروری نوٹ میں لکھا گیا ہے کہ ''سابقہ تمام کتب، دین الٰہی میں ضم ہوگئی ہیں، لہٰذا صرف دین الٰہی سے ہی تلقین کی جائے اور دین الٰہی کا ہی پرچار کیا جائے کیونکہ یہی تعلیمات اسلام سمیت تمام مذاہب کے پیروکاروں کے لیے بلکہ ہر آدمی یعنی آدم کی تمام نسلوں کے لیے قابل قبول ہیں۔ تمام مذاہب اس دنیا میں نبیوں کے ذریعے قائم کیے گئے ان تمام مذاہب کا نچوڑ ''دین الٰہی'' ہے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی بھی نبی عشق الٰہی نہیں لایا، عشق الٰہی کی تعلیمات فقط امام مہدی گوہر شاہی نے دین الٰہی کی صورت میں عطا فرمائی ہیں۔''

المہدی فاؤنڈیشن دین الٰہی کو دنیا کی سات مختلف زبانوں میں بڑی تعداد میں شائع کر کے مفت تقسیم کرنے میں مصروف ہے۔ (غزوہ، ۱۲ر دسمبر ۲۰۰۴ء)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقوام عالم وحدت ادیان کی پابند ہیں:

شناختی کارڈ کسی ملک کے شہری ہونے کی پہچان ہے اور پاسپورٹ کارڈ کسی دوسرے ملک میں جانے کے لیے حکومت کی طرف سے اجازت نامہ ہوتا ہے جسے دیکھ کر پتا چل جاتا ہے کہ یہ شخص فلاں ملک کا شہری ہے۔ لیکن ان میں سے کسی پر مذہب کا اندراج نہیں ہوتا۔ صرف نام اور ولدیت پڑھنے سے اس امر کی نشان دہی مشکل ہو جاتی ہے کہ یہ شہری کس مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔ کیونکہ ماڈرن دور میں مختلف مذاہب کے لوگوں کے ناموں میں مشابہت پائی جاتی ہے۔ مرزائی امت مسلمہ سے خارج ہیں لیکن اُن کے نام مسلمانوں سے ملتے جلتے ہیں۔

اسلام، عیسائیت اور یہودیت الہامی مذاہب ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام تک انبیائے کرام تینوں مذاہب کے نزدیک متبرک ہستیاں ہیں، ان پر نام رکھنے کا رواج بھی ہے۔ چنانچہ پاسپورٹ اور شناختی کارڈ پر نام اور ولدیت سے کسی کے مذہب کی شناخت نہیں ہوسکتی۔

کافی عرصہ سے مجلس تحفظ ختم نبوت اپنے پلیٹ فارم سے مطالبہ کر رہی ہے کہ شناختی کارڈ اور پاسپورٹ پر مذہب کا اندراج کیا جائے لیکن یو این او کے ضابطوں کی خلاف ورزی کے ڈر سے حکومت پاکستان نے آج تک یہ مطالبہ تسلیم نہیں کیا۔

دوسروں کو بنیاد پرست کہنے والے خود مذہب کے پابند ہیں:

یہودی اقوام متحدہ کے پلیٹ فارم سے دوسروں کو تو وحدت ادیان کی پالیسی پر گامزن ہونے کے لیے مجبور کر رہے ہیں۔ لیکن وہ اپنے مذہب پر سختی سے کاربند ہیں۔ یہودی چاہے جس ملک کے شہری ہوں، وہ اپنے بچوں کو پرائمری جماعت تک تعلیم دینی مدرسوں میں ہی دیتے ہیں، اس کے بعد بھی سائنس اور ریاضی کی عصری تعلیم اُن کو عبرانی زبان میں دیتے ہیں۔ اس کے برعکس جب کوئی مسلمان مذہبی تعلیم سیکھے تو اُن کو بنیاد پرست کہتے ہیں۔

مغرب اور مشرق کو راضی کرنے والے ذومعنی بیان:

سیاسی لیڈر ذومعنی اور مبہم قسم کے بیان جاری کریں تو کوئی اچنبھے کی بات نہیں کیونکہ اُن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نزدیک ترقی کا معیار اہل مغرب کی نقالی ہے۔ لیکن جب مذہبی لیڈر اس قسم کے بیان دیں جن سے مسلمان بھی ناراض نہ ہوں اور اہل مغرب بھی مطمئن رہیں تو حیرت ہوتی ہے مثلاً ایک صحافی کے سوال پوچھنے پر ایک جماعت کے مرکزی راہ نما نے اظہار خیال کیا ''چہرے کا پردہ ضروری نہیں لیکن میں اپنی بیٹی کو پردہ کرنے کا حکم دیتا ہوں'' اسی طرح ایک مفتی صاحب نے ''تصویر کا مسئلہ'' میں بحث مباحثہ کے بعد فتویٰ صادر کیا ''مقدس افراد یا اشیاء کی تصاویر بنانے کے بارے میں قرآن وحدیث میں صریح الفاظ میں کوئی ممانعت نہیں پائی جاتی، لہٰذا اصولاً ایسی تصاویر کی حرمت کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا۔ البتہ ان کے اندر پایا جانے والا تقدس چونکہ ان تصاویر کے مظہر شرک بننے کا باعث ہوسکتا ہے لہٰذا ہماری رائے میں عقیدت کے جذبے سے مقدس افراد یا اشیاء کی تصاویر بنانا مکروہ کے درجے میں ہے۔''

(''تصویر کا مسئلہ'' تالیف محمد رفیع مفتی مطبوعہ المورد ادارہ علم وتحقیق لاہور، ص: ۹۵)

ہمارے بعض مذہبی راہ نما اپنی سرزمین میں افغان مجاہدین کی اعانت کے لیے مالی تعاون کی اپیل کرتے ہیں، وہی صاحبان امریکہ جائیں تو طالبان سے لاتعلقی ظاہر کرتے ہیں اور انتخابی سیاست کی وکالت کرتے ہیں۔ جب ان میں سے کوئی بھارت جائے تو کنفیڈریشن کے سوال پر یوں اظہار خیال کرتے ہیں ''دونوں ملکوں کے اہم راہ نما گول میز کانفرنس منعقد کریں اور اہم امور پر غور کیا جائے اور اس امر کا جائزہ لیں کہ دونوں ملکوں کے لیے الگ الگ شناخت بہتر ہے یا انہیں جرمنی کی طرح ایک ہوجانا چاہیے۔'' چہ معنی دارد

امریکہ افغانستان میں ہزاروں مسلمانوں کو موت کی وادی میں دھکیلنے کے بعد عراق پر حملہ کرنے کی دھمکی دے رہا ہو، اوران حالات میں کسی مذہبی لیڈر کو یہود ونصاریٰ کے خلاف سماجی معاشی بائیکاٹ کی مہم سوجھتی تھی یا اُن کو مسجد میں آنے کے بارے میں فقہی اجازت شائع کرنا زیب دیتا تھا؟ دو صفحات پر مشتمل فتویٰ شائع کرنے کے بعد چوکور میں جلے حروف میں تحریر ہے:

''امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہودی اور عیسائی مسجد میں داخل ہوسکتے ہیں۔''

(منہاج القرآن، دسمبر ۲۰۰۲ء)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان سے نرم رویہ چہ معنی دارد؟ صہیونیوں نے عالم اسلام کو وحدتِ ادیان کی راہ پر کس طرح گامزن کیا؟

محترم اسرار عالم رقم طراز ہیں:

''اصل اور خالص اسلامائزیشن کے بالمقابل ایک اور اسلامائزیشن کی فکری اور عملی کوشش کی گئی۔ اس نام نہاد اسلامائزیشن کے دباؤ کے تین نقطے ہیں۔ ان کا تعلق اسلام کی بنیاد کا کلی استیصال سے تھا، اس کے لیے اس فکر سے ہم آہنگ مسلمان ادیب واہل قلم کو آگے بڑھایا۔

۱: اخلاقی اور سیاسی ٹرینڈ کی کوششوں کا مقصد اسلام کے تصور اجتماعیت کی بنیادوں کو بدل دینا تھا اور تصور دارالسلام اور دارالحرب کے بجائے موجودہ تصور اکثریت واقلیت کو استوار کرنا تھا، اس طرح تصور اقامت دین یعنی تصور جہاد کا خاتمہ کر دینا تھا۔

۲: اخلاقی رجحان کی کوششوں کا مقصد اسلام کے تصور ملت وامت کے بجائے تعقلی اخلاق کو استوار کرنا تھا جس کے تحت ساری دنیا بشمول اسلامی دنیا کو انسانی حقوق کے نام پر نفاذ شریعت اور اجرائے جہاد سے روکنا تھا۔ مالی رجحان کی کوششوں کا مقصد اسلام کے تصور حلال وحرام کو بدل کر مغربی تصور حلال وحرام کو بظاہر اسلامی علوم سے ثابت کرنا تھا تاکہ مغرب کے یہودی عالمی مالیاتی نظام میں شامل ہونے سے عالم اسلام کو جو تصورات ودلائل روک رہے تھے، اُن کا خاتمہ کیا جا سکے۔''

(بحوالہ عالم اسلامی کی اقتصادی وسیاسی صورت حال، ص:۵۲)

اس تجزیے کی روشنی میں تاریخ کا مطالعہ کریں، انگریزوں سے قبل برصغیر میں حق وباطل میں امتیاز کے لیے قرآن وسنت کو مدنظر رکھا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے حق نے انگریزوں کے دور حکومت میں ہندوستان کو دارالحرب کہا اور متحد ہو کر انگریزوں کے خلاف برسر پیکار رہے۔ جب کہ انگریز کے خودنوشتہ پودوں نے برصغیر کو دارالسلام کہا۔ لیکن موجودہ دور میں حق کا معیار کثرت وقلت بن گیا۔ جمہوری الیکشن میں اسلام پسند امیدواروں کی کامیابی کے لیے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتخابی مہم بھی جہاد بن گئی اور اقتدار کی دوڑ میں ایک مسلک کے حامل کئی افراد کئی سیاسی دھڑوں میں بٹ گئے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر بین الاقوامی انسانی حقوق کا چارٹر پیش کیا لیکن ہمارے روشن خیال جمہوری علماء نے اس کے نفاذ سے منہ پھیر لیا اور اقوام متحدہ کے منشور کو سینہ سے لگا لیا۔ طرفہ تماشا یہ کہ وہ قرآن وسنت کی بجائے پارلیمنٹ کی بالادستی کے لیے سرگرم عمل ہیں۔

قرآنِ حکیم رشتۂ ازدواج طے کرنے میں کیا ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝﴾ (البقرۃ: ۲۲۱)

''اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لائیں البتہ مومن لونڈی، مشرک (آزاد) عورت سے بہتر ہے اگرچہ وہ تمہیں پسند ہو، اور اپنی عورتوں کو مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں اور مومن غلام بہتر ہے مشرک (آزاد) مرد سے اگرچہ وہ تمہیں پسند ہو۔ وہ لوگ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ جنت ومغفرت کی طرف بلاتا ہے اپنے حکم سے۔''

اسلام نکاح کرنے میں عقیدے کی شرط عائد کرتا ہے، جب کہ اقوام متحدہ کے منشور کی دفعہ نمبر ۱۶ اس کی نفی کرتی ہے، ملاحظہ ہو:

''بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر کسی ایسی پابندی کہ جو نسل، قومیت یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نکاح، ازدواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملہ میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔'' (نوائے وقت: ۳۰-۴-۱۵)

یہ پڑھ کر بھی اگر کسی کو وحدتِ ادیان کی جھلک نظر نہ آئے تو میں اُس کے لیے دعا ہی کر سکتا ہوں۔

اگر کوئی مسلم لڑکی شرعی حدود پھلانگ کر کسی ہندو، پارسی، یہودی یا عیسائی سے شادی کر لے تو اقوام متحدہ کے رکن مسلم ممالک اُس پر کوئی قانونی گرفت نہیں کر سکتے۔

ہمارے مذہبی اور سیاسی راہ نما بنیاد پرستی کے الزام سے بچنے اور اپنے آپ کو روشن خیال ظاہر کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں، اسی بنا پر وہ قرآن وسنت کے منافی اقوام متحدہ کی دفعات کو اسمبلی میں زیر بحث ہی نہیں لاتے۔

ملت اسلامیہ کو سود خور بنانے کی مہم:

ہمارے وہ علماء اور دانشور جو چھپن سال سے حکومتی نظام کو اسلام میں ڈھالنے کے لیے سرگرم ہیں، تاحال نظام کو تبدیل نہیں کر سکے، البتہ خود اس نظام کے حصے دار بن گئے ہیں۔ انہوں نے نظریۂ ضرورت کے تحت حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دینا شروع کر دیا ہے۔ پاکستان کے ایک سرکاری مولوی صاحب نے بوڑھوں کے لیے سود کو جائز قرار دیا ہے۔ ایک دوسرے انقلاب کے داعی نے اپنے دورے کے دوران یورپ میں رہنے والوں کے لیے سودی کاروبار کو مباح قرار دیا ہے۔

ملٹی نیشنل کمپنیاں جن میں ۸۴ فی صد یہودیوں کی ہیں اور جن کا کاروبار بھی سودی ہے، جب اُن کے خلاف بائیکاٹ کی مہم شروع ہوئی تو انہوں نے نفع ونقصان کی بنیاد پر شراکت مہم شروع کر دی۔ ہمارے بعض علماء اس میں سرمایہ کاری کو جائز قرار دے رہے ہیں بلکہ خود بھی سرمایہ لگا کر تقویت پہنچا رہے ہیں۔ غیر مسلم این جی اوز امدادی کارروائیوں کی آڑ (صوبہ سندھ تھر کے علاقہ) میں غریب ومجبور مسلمانوں کو سود پر قرضہ دے رہے ہیں۔ سرکاری ملازمین کو دس ماہ کی ایڈوانس تنخواہیں لینے کی اجازت مل گئی ہے قسطوں میں اصل رقم کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ سود بھی ادا کرنا ہوگا۔ یہ سب کچھ عالمی یہودی مالیاتی نظام میں شامل ہونے کے لیے فضا سازگار کرنے کی مہم ہے۔

یہود ونصاریٰ اپنے پیروکاروں کے ذریعے اخوت کی آڑ میں وحدت ادیان کا پرچار کرتے ہیں، دوسری طرف مسلمانوں کوظلم وستم کا نشانہ بناتے ہیں۔ فلسطین، کشمیر اور چیچنیا میں فوجی مداخلت سے مسلمانوں کو بے دخل کرنے کی مہم جاری تھی کہ بغیر کسی عدالتی ثبوت کے افغانستان اور عراق پر اندھا دھند بمباری صہیونی جارحیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اخوت کا دوہرا معیار ''بغل میں چھری منہ میں رام رام'' کا مصداق ہے۔ اللہ نے یہود ونصاریٰ سے متعلق مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی:

﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (المائدة: ٥١)

''اے ایمان والو! یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ دوست ہیں ایک دوسرے کے، اور تم میں سے جو کوئی دوستی کرے گا ان سے، وہ انہی میں سے ہوگا۔ بے شک اللہ ظلم کرنے والی قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔''

ایمان ہی اخوت اسلامی کی بنیاد ہے:

اسلام، عدل وانصاف کا مذہب ہے۔ جب یہود ونصاریٰ سے جھگڑا ہوجائے تو اللہ تعالیٰ اُن سے انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے:

﴿وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾ (المائدة: ٤٢)

''اور اگر فیصلہ کرنا ہوتو ان (یہود) میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو چاہتا ہے۔''

اللہ نے مسلمانوں کو وحدت ادیان کا نہیں اخوت اسلامی کا درس دیا ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ (الحجرات : ۱۰)

''مسلمان ہی تو آپس میں بھائی بھائی ہیں، پس تم اپنے دو بھائیوں میں (جو جھگڑا کریں) صلح کرادو اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔''

جمہوری نظام منافرت کو جنم دیتا ہے:

جمہوریت آپس میں اخوت کی بجائے منافرت، حسد، عداوت اور دھڑے بندی کو جنم دیتی ہے۔ الیکشن مہم کے دوران قتل وغارت اور لوٹ مار تک نوبت پہنچ جاتی ہے، پولنگ کے دن امن وامان کی خاطر پولیس کا ہاتھ بٹانے کے لیے فوج تعینات کی جاتی ہے۔ جن ممالک کی فوج محدود ہو یا خود فریق ہو تو وہاں اقوام متحدہ کی طرف سے امن فوج بھیجی جاتی ہے۔ ان تمام اقدامات کے باوجود لڑائی جھگڑے اور اکا دکا قتل کے واقعات رونما ہی ہو جاتے ہیں۔

گریجوایٹ ارکان کے نفرت انگیز بیان:

جمہوریت میں سیاسی مخالفین کے کردار اور اخلاق پر حملہ کیا جاتا ہے۔ حتی کہ وہ پارلیمنٹ کے مہذب ادارے کا بھی لحاظ نہیں رکھتے اور ایک دوسرے پر آوازیں کستے ہیں اور دلخراش چوٹیں مارتے ہیں کہ شرافت اور رواداری کا جنازہ نکال دیتے ہیں۔ ''یونیفارم کوڈ قیام پاکستان کی وجہ قرار دینے پر پنجاب اسمبلی میں ہنگامہ۔''

دلخراش بیان کے بعد نامعلوم افراد نے ثناء اللہ کو زدوکوب بھی کیا۔ اگر آپ پارلیمنٹ کے ارکان کی مہذب حرکات اور شائستہ زبان سیکھنا چاہیں تو محترم محمد صدیق شاہ بخاری کی کتاب ''رواداری اور پاکستان'' کا مطالعہ کریں۔ مذکورہ کتاب کے باب ''سیاست دان اور رواداری'' میں سے بطور نمونہ چند جملے پیش خدمت ہیں:

''پنجاب اسمبلی میں زبردست دنگل، لاتوں، گھونسوں اور ''پاگل ای اوئے'' کے نعروں میں بلدیاتی بل منظور۔ لڑائی جھگڑا ایک گھنٹہ سے زیادہ جاری رہا، کرسیاں چلتی رہیں چیزیں اٹھادی گئیں۔ متعدد اراکین زمین پر گر پڑے دونوں جانب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ارکان ایوان میں ایک دوسرے کو گریبانوں سے پکڑ کر کھینچتے رہے۔''

(نوائے وقت لاہور، ۹ جولائی ۱۹۹۶ء)

''قومی اسمبلی میں اپوزیشن اور حکومتی ارکان گتھم گتھا رہے۔ ایک دوسرے کو تھپڑ اور گھونسے مارے۔ گالی گلوچ ہوئی۔ ایک دوسرے کے گریبان پکڑ لیے، کئی ارکان ڈائس کے قریب منہ لے جا کر سیٹیاں بجاتے رہے۔''

(جنگ لاہور، ۵ نومبر ۱۹۹۴ء)

گستاخِ رسول سے بھی نرمی اور رواداری کی تلقین کرنے والے سیاست دان کیا اپنی ذات کے لیے بھی یہی پسند کرتے ہیں۔

نواز شریف فرماتے ہیں: ''پیپلز پارٹی والے سیاست دان نہیں، غنڈے ہیں۔ بدمعاش کا جواب مکے سے دوں گا۔'' (جنگ، ۹ ستمبر ۱۹۹۴ء)

غالباً اس کے جواب میں وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات خالد احمد کھرل نے کہا:

''کہ نواز شریف قومی مجرم اور گڑ کے کیڑے ہیں۔ ان پر تھوکتا ہوں انہیں تو پاکستانی شہری بھی نہیں کہنا چاہتا۔ جو بی بی کو گالی دے گا اسے پانچ ہزار گالیاں دوں گا۔'' (روزنامہ جنگ لاہور، ۱۵ ستمبر ۱۹۹۴ء ماخوذ از رواداری اور پاکستان)

یہ تو مہذب اور تعلیم یافتہ راہ نماؤں کے ایک دوسرے کے بارے میں ریمارکس ہیں بھلا جو اُن کے حلقوں میں سپورٹر اور کارکن ہیں، اُن سے بحث وتکرار کے دوران مؤدب گفتگو کی امید کی جاسکتی ہے؟ ہرگز نہیں، وہ تو الیکشن مہم کے دوران ایک دوسرے کو غلیظ گالیاں نکالتے ہیں۔ اشتعال میں آ کر قتل وغارت تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

سقوطِ ڈھاکہ کا بنیادی سبب:

جمہوری نظام میں مفاد پرست انتخابی دنگل میں کامیابی کے لیے مذہبی، نسلی اور لسانی تعصب کی چنگاری کو ہوا دیتے ہیں۔ جب حکمت عملی سے اس پر کنٹرول نہ کیا جائے تو وہ نفرت کا شعلہ بن کر سقوط ڈھاکہ کا بنیادی سبب بن جاتا ہے۔ نوائے وقت نے وطن عزیز کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیاسی لیڈروں کے تصادم کی پالیسی سے دلبرداشتہ ہو کر اپنے اداریہ میں انہیں ماضی کی تاریخ کا حوالہ دے کر تحمل اور بردباری سے سیاست کرنے کا مشورہ دیا۔

''گزشتہ ادوار کی مارشل لا حکومتوں کے علی الرغم بلاشبہ سیاست دانوں کا ریکارڈ تصادم کے حوالہ سے بڑا شرمناک ہے۔ ہماری تاریخ بے نظیر بھٹو اور میاں نواز شریف کو کبھی معاف نہیں کرے گی کہ قوم اور فوج نے انہیں دو دو مرتبہ وزارت عظمیٰ کی مضبوط کرسی پیش کی لیکن وہ آپس میں ورکنگ ریلیشن شپ بھی قائم نہ کر سکے نہ ایک دوسرے سے بات چیت کرنے کے روادار تھے۔ اس سے قبل ایک بھیانک تصادم شیخ مجیب الرحمٰن اور ذوالفقار علی بھٹو کے درمیان خالصتاً کرسی اقتدار حاصل کرنے کے لیے رونما ہوا جس کو جنرل یحییٰ خان توازن واعتدال کی حکمت عملی سے رفع نہ کر سکے اور آدھا ملک گنوا بیٹھے۔'' (نوائے وقت، ۲۳۔۴۔۲۰۰۲ء)

صہیونیت نے انقلاب فرانس کے نعروں سے عیسائیت کو یہودیت میں تحلیل کر دیا اور امت مسلمہ میں سے مؤثر طبقہ کو ہم نوا بنا لیا ہے، لیکن مسلمانوں میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت کی خلیج حائل کر دی ہے۔ تاریخ پاکستان میں سیاسی لیڈروں کی ایک دوسرے پر الزام تراشی اس کا بین ثبوت ہے۔

☆ ہفت روزہ ''الاعتصام''، ۱۸ جون تا یکم جولائی ۲۰۰۴ء۔

☆ پندرہ روزہ المنبر ۲۳ مارچ تا ۲۱ اپریل ۲۰۰۴ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسانی حقوق کے عالمی منشور کا جائزہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی وحدانیت کے علاوہ محتاجوں کی خبر گیری اور حلم و عجز کا درس دیا تو مظلوم و بے سہارا لوگوں نے آپ کے حکم پر لبیک کہا جن سے یہودی احبار کی دکانیں ماند پڑ گئیں۔ انھوں نے آپ پر بغاوت کا الزام لگا کر بادشاہ وقت کو بھڑکایا۔ یہود نے آپ کو یہودی شریعت کے مطابق سنگسار کرنا چاہا لیکن رومی حکمران پونٹیش پائلٹ نہ مانا۔ چناں چہ جرم بغاوت میں صلیب پر چڑھا کر مارنے کی سزا تجویز ہوئی۔ اللہ نے اُن کو آسمان پر اٹھا لیا۔ نصاریٰ آج بھی ''ٹائی'' پہن کر حضرت مسیح سے عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ کے مابین کئی جنگیں ہوئیں جن میں لاکھوں انسان ہلاک ہوئے۔ یہودی یورپ میں گئے وہاں بھی انسانیت سوز حرکتوں سے باز نہ آئے۔ عیسائی ان کے درپے رہے۔

یہودیوں نے صلیبی جنگوں کے شعلے بھڑکا کر مسلمانوں اور عیسائیوں سے انتقام لیا۔ جب ان صلیبی جنگوں نے عیسائیوں کی کمر توڑ دی تو یہودیوں نے اثر و رسوخ میں اضافہ کے لیے کئی حربے آزمائے۔ مثلاً سود پر مبنی اقتصادی نظام رائج کر کے یورپ کی عیسائی ریاستوں کو مفلوج کر دیا۔ مذہبی لحاظ سے عیسائیوں میں پروٹسٹنٹ فرقہ کو جنم دے کر معقول شہریوں کی ہمدردی حاصل کر لی۔ اور سیاسی طور پر ایسے نظام کو فروغ دیا جس میں یہود و نصاریٰ کی تمیز مٹ گئی اور ملزم و مظلوم کی قدر و قیمت مساوی ہو گئی۔

یورپ عالمی جنگوں کی لپیٹ میں آ گیا تو رفتہ رفتہ یورپی تسلط کے نو آبادیاتی دور کا خاتمہ ہوا۔ تو امریکی سامراج کا سورج طلوع ہوا اور یہودیوں نے لندن کی بجائے واشنگٹن کو مرکز بنا لیا۔ اس دوران صیہونی سازش سے خلافت عثمانیہ کا انہدام ہوا۔ تو عربوں کے سینہ میں خنجر پیوست کر کے اسرائیل کا قیام عمل میں لایا گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صیہونی تھنک ٹینک نے اقوامِ متحدہ کا ادارہ تشکیل دے کر سپر گورنمنٹ کی بنیاد رکھی۔ در در کی خاک چھاننے والے یہودیوں نے جن حربوں کو بروئے کار لا کر یورپ میں گرفت مضبوط کی۔ عالمی صہیونی تنظیم نے اُنہی وارداتوں، گھاتوں کو انسانی حقوق کے عالمی منشور میں ڈھال دیا۔ اہل علم باریک بینی سے جائزہ لیں تو یہ چارٹر وحدت الادیان، عوامی مذہب اور قانون کے علاوہ بے حیائی کے فروغ کا بین الاقوامی ایجنڈا ہے۔

دفعہ نمبر ۱:

”تمام انسان آزاد اور حقوق وعزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انھیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوئی ہے اس لیے انھیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔“

دفعہ نمبر ۲:

”ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اس اعلان میں بیان کیے گئے ہیں اور اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدے، قوم، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہ پڑے گا۔“

حکومت اسلامیہ میں بنو آدم کو بلا امتیاز رنگ ونسل اور مذہب کے عزت، جان ومال کے تحفظ کے حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ حق تلفی کی صورت میں مسلم کو غیر مسلم پر کوئی فوقیت نہیں ہوتی۔ شرعی عدالت سب سے یکساں سلوک کرتی ہے۔ مزید برآں خوراک، لباس، رہائش، تعلیم وصحت کی مراعات بھی سب کو ساری حاصل ہوتی ہیں۔ لیکن عزت ومرتبہ کے لحاظ سے بنی آدم برابر نہیں۔ کیوں کہ اللہ کے ہاں فضیلت کا معیار تقویٰ ہے۔

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (۴۹ : ۱۳)

”بے شک تم میں سے زیادہ معزز وہ ہے جو زیادہ متقی ہے۔“

امت مسلمہ میں منافق اور متقی، جاہل اور عالم، جھوٹا اور سچا، خازن اور سخی، باغی اور نمازی، غدار اور وفادار کا مقام برابر نہیں۔ تو پھر اسلام کے صریحاً دشمن یہودی، تثلیث کے قائل عیسائی، بتوں کے پجاری ہندو، عزت واحترام کے لحاظ سے مسلمانوں کے بھائی کیسے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن سکتے ہیں۔قرآن نے صرف مومنوں کو ایک دوسرے کا بھائی کہا ہے۔

دفعہ نمبر ۲۱:

(i) ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہِ راست یا آزادانہ طور پر منتخب کیے ہوئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق ہے۔

(ii) ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر حق ہے۔

(iii) عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد پر ہوگی۔ یہ مرضی وقتاً فوقتاً ایسے حقیقی انتخابات کے ذریعے ظاہر کی جائے گی جو عام اور مساوی رائے دھندگی سے ہوں گے جو خفیہ ووٹ یا اس کے مساوی کسی دوسرے آزادانہ طریق رائے دھندگی کے مطابق عمل میں آئیں گے۔"

اسلامی حکومت میں ہر شہری خلافت کا حق دار نہیں ہوسکتا۔ چوں کہ ریاست کے وہ شہری جو اللہ کی قانونی حاکمیت کے قائل نہیں یا وہ جو اللہ کے ساتھ کسی غیر اللہ کی حاکمیت کے قائل ہوں وہ اللہ کی نیابت کے اہل نہیں۔ کیوں کہ اللہ نے قرآن کی (سورۃ النور: ۵۵) میں صرف مومنوں کو خلافت دینے کا وعدہ کیا ہے۔اسی طرح وہ شہری جو کتاب وسنت پر ایمان نہیں رکھتے یا وہ مسلم شہری جو اس کو سمجھنے کی اہلیت وصلاحیت نہیں رکھتے وہ نفاذ اسلام کے لیے مجلس شوریٰ کے رکن نہیں بن سکتے اور نہ ہی اُن کو مجلس شوریٰ بنانے کا حق ہے۔

جمہوری ملک میں تعمیر وترقی کے لیے غیر مسلموں کو اہم عہدے دینے میں کوئی حرج نہیں۔ چوں کہ خلافت اسلامیہ کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ امن وسلامتی کے نظامِ اسلام کو دنیا میں پھیلائے۔اس مقصد کی تکمیل کے لیے ریاست کا امیر مجلس شوریٰ کے علاوہ اہم محکموں کے سربراہوں سے صلاح مشورہ کرتا ہے۔ چوں کہ غیر مسلموں کی وفاداریاں اپنے مذہب سے وابستہ ہوتی ہیں اس لیے وہ اسلام کی حکمرانی قائم کرنے میں روڑے اٹکاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ختم نبوت کانفرنسوں میں مطالبہ کیا جاتا ہے کہ غیر مسلموں خصوصاً مرزائیوں کو کلیدی پالیسی ساز عہدوں سے ہٹایا جائے۔ جب کہ مذکورہ دفعہ نمبر (۲۱) کی رو سے اقوامِ متحدہ کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکن ممالک میں ہر شہری انتخاب لڑنے، ووٹ دینے اور ملازمت حاصل کرنے کا حق دار ہے۔ مذہب کا امتیازی فرق ختم ہو گیا یہ شق وحدتِ ادیان کی آئینہ دار ہے۔

یہودی جو اپنی خباثتوں کی وجہ سے عالمی معاشرہ میں بدنام ہو چکے تھے اب اس ایجنڈا کی وجہ سے یہودی عالمی ممالک میں اہم عہدوں پر چھا گئے ہیں۔

دفعہ ۱۸:

”ہر انسان کو آزادیٔ فکر، آزادیٔ ضمیر اور آزادیٔ مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب یا عقیدے کو تبدیل کرنے اور پبلک میں یا نجی طور پر تنہا یا دوسروں کے ساتھ مل جل کر عقیدے کی تبلیغ، عمل، عبادت اور مذہبی رسمیں پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔“

جب کہ اسلامی حکومت غیر مسلموں کو مذہبی آزادی تو فراہم کرتی ہے لیکن ان پر چند پابندیاں بھی عائد کرتی ہے۔ وہ اپنی بستیوں میں کھلے عام مذہبی رسوم کی ادائیگی، شراب، خنزیر بیچنے صلیب نکالنے ناقوس بجانے میں آزاد ہوتے ہیں۔ لیکن ایسی مخلوط آبادی جہاں نماز جمعہ کا اہتمام ہوتا ہے وہاں ان مذکورہ امور کو سرانجام دینے اور مسلمانوں کو تبلیغ کرنے پر پابندی ہے۔ البتہ وہ اپنی عبادت گاہوں میں عبادت کرنے اور اپنی اولاد کو مذہبی تعلیم و تربیت دینے میں آزاد ہوتے ہیں۔ مسلم ممالک میں عیسائی مشنریاں رفاہی اداروں کی آڑ میں سرگرم عمل ہیں بذریعہ ڈاک مفت لٹریچر فراہم کرتے ہیں۔

جب کہ مسلم ممالک چارٹر پر دستخط کرنے کی وجہ سے عیسائی مشنریوں پر پابندی عائد نہیں کر سکتے۔ اسلام اس امر کی اجازت نہیں دیتا کہ کسی غیر مسلم کو زبردستی مسلمان بنایا جائے البتہ کوئی غیر مسلم مسلمانوں کی طرز زندگی اور طہارت فکر سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرتا ہے تو مسلمان بلا امتیاز رنگ و نسل اسے اپنا بھائی بنا لیتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی اسلام قبول کر کے عقیدہ تبدیل کر لے۔ تو ایسے فریبی مرتد کی سزا قتل تجویز کرتا ہے۔ مگر مذکورہ دفعہ کی روشنی میں ہر شخص کو عقیدہ و مذہب تبدیل کرنے کی آزادی ہوتی ہے اس لیے کوئی مسلم حکومت مرتد پر ارتداد کا مقدمہ بھی دائر نہیں کر سکتی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دفعہ نمبر ۱۹:

''ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہارِ رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اپنی رائے قائم کرے اور جس ذریعے سے چاہے ملکی سرحدوں کا خیال کیے بغیر علم اور خیالات کی تلاش کرے اور انھیں حاصل کرے اور ان کی تبلیغ کرے۔''

اسلامی حکومت میں ہر شہری کو آزادی رائے کا حق حاصل ہوتا ہے لیکن اللہ ذوالجلال اور رسولِ مقبول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کی اجازت نہیں۔ جب کہ مذکورہ شق کی وجہ سے شتر بے مہار آزادی کا تصور ابھرتا ہے یہی وجہ ہے کہ الیکٹرانک میڈیا سے فحاشی وعریانی کے پروگرام نشر ہو رہے ہیں کوئی مسلم ملک ان پر پابندیاں عائد نہیں کرسکتا۔ طالبان نے اپنے دور میں میڈیا کے فحش پروگراموں پر قدغن لگائی تو انسانی حقوق کی تنظیموں کی دہائی پر جو نوٹس لیا گیا وہ آپ کے سامنے ہے۔ علاوہ ازیں آزادئ فکر سے الہامی مذہب کی روح مردہ ہوجاتی ہے اور عوامی مذہب کے جراثیم جنم لیتے ہیں۔

دفعہ نمبر ۴:

کوئی شخص غلام یا لونڈی بنا کر نہ رکھا جا سکے گا۔ غلامی اور بردہ فروشی چاہے اس کی کوئی شکل بھی ہو ممنوع قرار دی جائے گی۔

ظہور قدسی سے قبل معاشرہ میں غیروں سے بدتر سلوک کیا جاتا تھا۔ اسلام نے اُن کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا۔ جیسا خود کھاؤ ویسا انہی کو کھلاؤ جیسا خود پہنو ویسا ان کو پہناؤ۔ اسلامی معاشرہ میں بعض جرائم کے کفارہ کے طور پر غلام آزاد کرنے کا حکم ہے۔ اس طرح تدریجی طریقہ سے اسے ختم کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اگرچہ اسلام میں مفتوحہ علاقہ کے جنگجوؤں کو غلام بنانے کا قانون بدستور موجود ہے تاہم ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ لیکن ابوغریب یا گوانتانا موبے جیلوں کی طرح قیدیوں کے ساتھ انسانیت سوز، اذیت ناک رویہ اختیار کرنے سے منع کیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عالمی منشور کی دفعہ نمبر ۳ میں تسلیم کیا گیا ہے کہ ہر شخص کو اپنی جان، آزادی اور ذاتی تحفظ کا حق حاصل ہے۔ غور طلب پہلو یہ ہے اگر کوئی شخص دوسرے کو ناحق قتل کرتا ہے، آزادی سلب کرتا ہے، عصمت دری کرتا ہے یا ڈاکہ مار کر دوسروں کا مال غصب کر لیتا ہے۔ تو انسانی حقوق کے عالمی منشور میں معاشرہ کے امن کو درہم برہم کرنے والے مجرم کے لیے کوئی سزا تجویز نہیں کی۔ بلکہ دفعہ (۲۱) کی رو سے سزاؤں کا متعین کرنا عوام کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ جو الہامی مذہب کی بیخ کنی کر کے عوامی مذہب کو نمودار کرنے کے مترادف ہے۔ اگر عوام کی اکثریت از خود روشن ضمیر، حق شناس ہوتی تو اللہ کو ان کی رشد وہدایت کے لیے انبیائے کرام بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔ یا اُن کی بعثت کو کلمہ نماز کی تلقین یا اخلاق وآداب کی تعلیم تک محدود رکھا جاتا۔ اُن کے ذریعے حدود وتعزیرات کا تعین کرنے اور جاری کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

دفعہ نمبر ۵:

''کسی شخص کو جسمانی اذیت یا ظالمانہ انسانیت سوز یا ذلیل سلوک یا سزا نہیں دی جائے گی۔''

چوں کہ اسلام میں بعض سنگین جرائم کے خاتمہ کے لیے ہاتھ کاٹنا، سنگسار کرنا، کوڑے مارنا اور سرعام سزا دینے کا حکم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے جس مسلم ملک میں اسلامی حکومت ان اسلامی حدود وقیود کو نافذ العمل کرے تو اہل مغرب ان پر انسانی حقوق کی پامالی کا الزام لگا دیتے ہیں۔ طالبان کے ساتھ یہی رویہ اختیار کیا گیا اب سعودی عرب پر شرعی حدود کے خاتمہ کے لیے دباؤ ہے۔

خالق کائنات اپنی مخلوق پر کتنا مہربان ہے۔ اس ذات مقدس نے معاشرہ میں امن وامان قائم کرنے کی خاطر مجرموں کے لیے خود سزائیں تجویز کی ہیں۔ یہی وجہ ہے جس علاقہ میں شرعی حدود نافذ ہوں وہاں جرائم کی شرح نسبتاً کم ہوتی ہیں۔

مسلمانوں کو رشتہ ازدواج طے کرنے میں کون سا اصول مدنظر رکھنا چاہیے؟

اللہ ذوالجلال نے قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۭ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۭ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ښ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴾ (البقرۃ: ۲۲۱)

''اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لائیں البتہ مومن لونڈی مشرک (آزاد) عورت سے بہتر ہے اگرچہ وہ تمھیں پسند ہو اور اپنی عورتوں کو مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں اور مومن غلام بہتر ہے مشرک (آزاد) مرد سے اگرچہ وہ تمھیں پسند ہو وہ لوگ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ جنت و مغفرت کی طرف بلاتا ہے اپنے حکم سے۔''

اسلام نکاح طے کرنے میں عقیدہ کی شرط عائد کرتا ہے جب کہ اقوامِ متحدہ کے منشور کی دفعہ نمبر (۱۶) اس کی نفی کرتی ہے۔

''(i) بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر کسی ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح وازدواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملے میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔

(ii) نکاح فریقین کی پوری اور آزاد رضا مندی سے ہوگا۔''

اقوامِ متحدہ نے آسمانی مذہب کی بنیاد کو مسمار کر کے رکن ممالک کو وحدتِ ادیان کا پابند کر دیا اور اُن کو عوامی مذہب کا پرچار شروع کر دیا۔ اگر کوئی مسلم لڑکی شرعی حدود پھلانگ کر کسی ہندو، پارسی، یہودی یا عیسائی سے شادی کرے تو اقوامِ متحدہ کے رکن مسلم ممالک اس پر کوئی قانونی گرفت نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ گزشتہ دنوں ہندوستان کی مسلم لڑکی نے ہندو سے شادی کر لی تو ہائی کورٹ نے اس نکاح کو برقرار رکھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے مذہبی وسیاسی راہ نما بنیاد پرستی کے الزام سے بچنے اور اپنے آپ کو روشن خیال ظاہر کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں اس بنا پر وہ قرآن وسنت کے منافی اقوامِ متحدہ کی دفعات کو قومی وبین الاقوامی فورم پر زیر بحث نہیں لاتے۔

یہودی جہاں بھی گئے اقوامِ عالم کو صراطِ مستقیم سے بھٹکانے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہے۔ جب ان کی نازیبا حرکتوں کا پردہ چاک ہوجاتا وہاں کے لوگ متحد ہوکر ان کو علاقہ بدر کردیتے۔ ان کی جائدادیں ضبط کرلی جاتیں۔ ۱۷۸۹ء کے منشور میں ان کو یورپ میں تحفظ دیا۔ جب کہ اقوام متحدہ کی دفعہ نمبر (۱۷) نے ان کو دنیا بھر میں آئینی تحفظ فراہم کردیا۔

(i) ہر انسان کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائداد رکھنے کا حق ہے۔

(ii) کسی شخص کو زبردستی اُس کی جائداد سے محروم نہ کیا جائے۔

بظاہر تو اس میں قابل اعتراض بات نہیں لیکن زمانہ قدیم میں یہودی اپنے جرم کی پاداش میں جہاں سے نکالے گئے تھے آج وہ اقوامِ متحدہ کی عدالت میں اپنا حق طلب کر رہے ہیں۔ امریکہ نے عراق پر قبضہ کیا تو سابقہ دور میں عراق سے بے دخل کیے گئے یہودیوں نے اپنا حق طلب کیا۔ خدانخواستہ مشرق وسطیٰ کے منصوبہ پر پیش قدمی ہوئی تو سعودی عرب سے بھی حق طلب کریں گے۔

اقوام متحدہ نے انسانی حقوق کے چارٹر میں رکن ممالک کو پابند کردیا ہے کہ وہ ریاست کے شہریوں کو آزادی دے۔ لیکن شہریوں کے فرائض کا تذکرہ نہیں کہ وہ اپنی ریاست کے حقوق کا احترام کریں۔ بلکہ ریاستوں کو پابند کردیا کہ اگر اُن کا کوئی شہری سیاسی ومعاشرتی بین الاقوامی نظام میں شامل ہونا چاہے تو ریاست اُس پر قدغن نہ لگائے۔

دفعہ نمبر ۲۸:

ہر شخص ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی نظام میں شامل ہونے کا حق دار ہے جس میں وہ تمام آزادیاں اور حقوق حاصل ہوسکیں جو اس اعلان میں پیش کردیے گئے ہیں۔

اس شق کی رو سے دنیا میں آباد شہریوں کو اپنی ریاست کی بجائے عالمی نظام سے حلف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وفاداری قائم رکھنے کی چال ہے۔

البتہ انسانی حقوق کے چارٹر میں چند دفعات ضرور ہیں۔ جو اسلام سے مطابقت رکھتی ہیں۔

دفعہ نمبر ۳:

ہر شخص کو اپنی جان، آزادی اور ذاتی تحفظ کا حق ہے۔ اگر چہ اس میں عزت وعصمت کے تحفظ کی واضح نشان دہی نہیں کی گئی لیکن اسلامی حکومت میں بلا مذہب وملت ہر شہری کو عزت، جان اور مال کے تحفظ کے حقوق حاصل ہیں۔ مسلمانوں نے اپنے دورِ عروج میں غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ کر کے عملی ثبوت پیش کیا۔ لیکن اقوامِ متحدہ نے انسانی حقوق پر عمل درآمد کرنے میں منافقانہ کردار ادا کیا۔ اسلامی ملک انڈونیشیا میں عیسائیوں نے آزادی کے لیے چند جلسوں میں قرار دادیں پیش کیں۔ تو اقوام متحدہ نے متحرک ہوکر مشرقی تیمور کو آزادی دلا دی۔ اب یہی ڈرامہ سوڈان کے علاقہ ڈارفر میں رچایا جا رہا ہے۔

کشمیر فلسطین چیچنیا میں آزادی کے لیے ہزاروں جانیں لقمہ اجل بن گئیں لیکن اقوامِ متحدہ کے کانوں میں جوں تک نہیں رینگی۔

انسانی حقوق کے عالمی منشور کی چند دفعات کا تذکرہ کیا گیا جو اسلام سے مطابقت نہیں رکھتیں اگر آپ باریک بینی سے ان کا جائزہ لیں تو ان کا مقصد بنی نوعِ انسان کو وحدتِ ادیان یعنی عوامی مذہب میں ڈھال کر صہیونی عالمی نظام کا مطیع وفرماں بردار بنانا ہے۔

اگر چہ دین اسلام اور انسانی حقوق کے چارٹر میں چند قدریں مشترک ہیں، لیکن ان کو بنیاد بنا کر عالمی منشور کے گن گانا دانش مندی کا تقاضا نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کے لیے دوا تخلیق کی ہے لیکن علاج کے لیے حرام اشیاء سے منع فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((إِنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ الدَّاءَ وَالدَّوَاءَ وَجَعَلَ لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءً فَتَدَاوَوْا وَلَا تَتَدَاوَوْا بِحَرَامٍ)) (سنن ابی داؤد: ۳۸۷۴)

”بے شک اللہ نے بیماری اتاری ہے اور دوا بھی۔“

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شراب حرام ہے لیکن حلال اجزاء میں اس کی آمیزش سے تیار ہونے والی دوا بھی استعمال کرنا ناجائز ہے۔ چوں کہ انسانی حقوق کی کئی دفعات اسلام سے متصادم ہیں، اگرچہ چند دفعات کی مطابقت موجود ہے۔ جس طرح حرام اشیاء کی آمیزش سے تیار ہونے والے مرکب Compound کو حلال کرنے کی گنجائش نہیں، اسی طرح انسانی حقوق پر اسلام کی ملمع سازی کرنا درست نہیں۔

تورات، زبور کو آسمانی کتب تسلیم کرنا ایمان کا جزو ہے لیکن قرآنِ مجید کے بعد ان پر عمل کرنا ناجائز ہے۔ خلفائے اسلام نے نئے پیدا شدہ ملکی و بین الاقوامی مسائل کے حل کے لیے تورات، انجیل سے راہ نمائی نہیں لی بلکہ وہ ارکانِ شوریٰ کو بلا کر قرآن وسنت کی روشنی میں مسائل حل کرتے رہے۔ جب اُس وقت امن کی خاطر آسمانی کتب میں سے مشترکہ اصول وضوابط اخذ نہیں کیے گئے تو موجودہ دور میں خود ساختہ عالمی منشور کا اسلام میں جواز تلاش کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

وحدۃ الادیان ہے کیا اور کب شروع ہوئی؟ جناب ڈاکٹر محمد جبر الالفی وکیل کلیۃ الشریعہ فی جامعہ الیرموک اردن فرماتے ہیں کہ

> ”یہ تحریک نئی نہیں، چند سال قبل جب میں فرانس میں زیرِ تعلیم تھا تو وہاں پر ”اخوت ابراہیم“ کے نام سے ایک تحریک چلائی گئی جس میں کہا گیا کہ مسلمان عیسائی اور یہودی تینوں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی معنوی اولاد ہیں اس لیے ان ادیان کے ماننے والوں کو اخوت ابراہیم کی دعوت قبول کرتے ہوئے اس کے جھنڈے تلے جمع ہوجانا چاہیے۔ فرانس میں مالی وسائل کے بل بوتے پر ”اخوت ابراہیم“ کی آواز اٹھی تھی اور اب کئی سال بعد یہی آواز نئے طریقہ کار کے ساتھ وحدۃ الادیان کے نام سے ایک بار پھر ابھری ہے۔“ (ہفت روزہ المسلمون جدہ، ۱۱ جولائی ۱۹۹۷ء)

محترم عابد حسین شاہ پیرزادہ مذکورہ تاریخی پس منظر بیان کرنے کے بعد یہود ونصاریٰ کے جرائد کے توسط سے وحدۃ الادیان کا نیا طریقہ کار بیان کرتے ہیں۔ کیوں کہ ”تینوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادیان آسمانی صحائف پر مبنی ہیں اور اتحاد کے اظہار کے لیے ان تینوں سماوی ادیان کے ماننے والوں کی عبادت گاہوں، مسجد، گرجا اور ہیکل تینوں کو یونیورسٹیوں کے اندر ہوائی اڈوں اور دیگر اہم مقامات پر یکجا تعمیر کریں۔ قرآنِ مجید، انجیل اور تورات کو ایک ہی جلد میں طبع کر کے ان کی دنیا بھر میں وسیع پیمانے پر اشاعت کریں۔ نیز مغرب ومشرق میں ایسی تنظیمیں وادارے قائم کیے جائیں، کانفرنسیں اور سیمینار منعقد کرائے جائیں جو ان تینوں ادیان میں اتحاد ویگانگت کی فکر کو فروغ دیں۔'' (ماہنامہ ضیائے حرم، جنوری ۱۹۹۸ء)

قدیم دور کی مساجد کا عینی مشاہدہ کریں یا اُن کی تصویروں کا بغور جائزہ لیں تو آپ کو ان میں خوبصورت گنبد اور گول یا مثمن طرز کے مینار نظر آئیں گے۔ ان میناروں کی بلندی پر وقفہ وقفہ سے پالکی ہوتی ہے اور بالائی حصہ کی غمزی پر سٹہ ہوتا ہے۔ میناروں کے بیچ تاج اور گردونواح میں چھوٹی میناریاں ہوتی ہیں اور محل کی سامنے والی دیوار اور مینار نقش ونگار سے مزین ہوتے ہیں۔ گنبد والی جگہ کے سوا باقی چھت ہموار ہوتی ہے۔ مسجد محل کا اندرونی حصہ مربع یا مستطیل طرز کا ہوتا ہے جب کہ موجودہ دور میں اہم شاہراہوں اور شہروں میں نئی تعمیر شدہ مساجد اسلامی ثقافت کی آئینہ دار نہیں ہیں۔ ان میں صراحی، دائرے، قائمہ اور ہموار غائب ہیں۔ ان کی جگہ تکون، چھکونہ اور ترچھاپن کے آثار نمایاں نظر آتے ہیں۔ جو گرجا اور ہیکل سے مماثلت رکھتے ہیں۔ ❶

پاکستان میں ماضی قریب کے دور میں تعمیر شدہ مشہور مسجد کو بغور دیکھا جس کا چھت چاروں سمتوں سے ترچھا نظر آتا ہے۔ ترچھا چھت کن کی عبادت گاہ کا ہوتا ہے؟ آپ اس کی خود

---

❶ وحدت الادیان کو عملی جامہ پہنانے کے لیے برلن میں جدید کمپلیکس تعمیر کے آخری مراحل میں ہے وسعت اللہ خان لکھتے ہیں: ''برلن کے وسطی علاقے پیٹری پلاٹز میں ''دی ہاؤس آف ون'' (ایک مشترکہ گھر) نامی جدید کمپلیکس تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔ اس کے احاطہ میں ایک چھت تلے تین ہال ہیں۔ ایک میں سینوگوگ دوسرے میں چرچ اور تیسرے میں مسجد جبکہ مرکزی ہال تینوں الہامی مذاہب کے عبادت گزاروں کی نشست و برخواست میل ملاقات کے لیے مختص ہے تینوں مذاہب کی عبادت گاہوں کے لیے مخصوص ہالوں کو ان مذاہب کے بنیادی عبادتی تقاضوں کے مطابق ڈیزائن کیا گیا ہے۔'' (روزنامہ ایکسپریس ۹ فروری ۲۰۱۶ء)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحقیق کریں۔ کیا یہ فن تعمیر میں جدت ہے یا عبادت گاہوں میں یکجائی کی صیہونی سازش ہے۔

یورپ وامریکا میں مقیم مسلمان عموماً سالانہ تبلیغی پروگرام منعقد کرتے ہیں۔ وہ عالم اسلام کے ممتاز علمائے کرام اور دانشوروں کو خطاب کی دعوت دیتے ہیں جو اپنے خطابات میں مسلمانوں کو قرآن وسنت پر عمل کرنے کی دعوت اور خلوص وللّٰہیت کا درس دیتے ہیں۔ وہاں اسلام کی حقانیت ثابت کر کے غیر مسلموں کو دین اسلام قبول کرنے کی ترغیب بھی دیتے ہیں۔

ان پروگراموں میں بغیر کسی امتیاز کے تمام شہریوں کو شرکت کی دعوت دی جاتی ہے، لیکن ان کا طرہ امتیاز یہ ہے کہ تبلیغی پروگراموں میں غیر مسلم سکالر کو مجمع سے خطاب کی دعوت نہیں دی جاتی۔

یورپ اور امریکا میں صیہونی تھنک ٹینک کے کئی ادارے موجود ہیں۔ دیگر عالمی امور کے علاوہ امت مسلمہ کو ''اخوت ابراہیم'' یا وحدۃ الادیان کا پرچار کرنے کے لیے سیمینار منعقد کرتے ہیں۔ مثلاً واشنگٹن کا فکری مرکز بروکنگز مغرب کے علاوہ قطر میں بھی کنونشن منعقد کرتا ہے۔ صیہونی تھنک ٹینک ان کانفرنسوں میں مسیحی ویہودی دانشوروں کے علاوہ عالم اسلام کے مخصوص مندوبین کو بلایا جاتا ہے۔

ان سیمیناروں میں مقررین کو جن موضوعات پر خطاب کرنے کی اجازت دی جاتی ہے، وہ بین المذاہب مشترکہ اقدار پر مبنی ہوتے ہیں۔ مثلاً امن عالم اور اخلاق وآداب وغیرہ لیکن کسی مسلم مقرر کو عالم اسلام پر ہوئے مظالم کا تذکرہ کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔

مسلسل تین روز تک مسیحی ویہودی سکالروں کے امن عالم پر لیکچرز سن کر بعض مسلم لیڈروں کے ذہنوں پر فطری اثر پڑ جاتا ہے تو وہ واپس آ کر صیہونی وصلیبی اقوام کے ساتھ اخوت کا رشتہ استوار کرنے کی مہم شروع کر دیتے ہیں۔ ان فکری ونظری گٹھ جوڑ کے باوجود مسلم امہ میں وحدت ادیان کو خاطر خواہ پذیرائی حاصل نہ ہو سکی۔ اب عالم اسلام کے قومی نصاب تعلیم میں جہاد کی اہمیت اور مجاہدین اسلام کے کارناموں کو حذف کر دیا گیا اور نئے نصاب تعلیم کی تدوین میں آزادی مساوات اور رواداری کا اصول مدنظر رکھا گیا۔ اس مرحلہ کے بعد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینی مدارس اُن کا ہدف ہیں۔ سرد محاذ پر صہیونی مہم بدستور جاری ہے لیکن ۱۱ ستمبر کے بعد گرم محاذ کا آغاز ہو چکا ہے۔

اسلام عالمی چارٹر میں متنازعہ ہے جس کی بنا پر طاغوتی قوتیں اسلامی احکام وقوانین کی مخالفت کرتی رہی ہیں۔ اب عراق اور افغانستان پر جارحانہ حملوں کے بعد دیگر مسلم ممالک پر ان کے خاتمہ کے لیے مسلسل دباؤ ڈال رہی ہیں۔ تو ان سنگین حالات کی نزاکت کے پیشِ نظر بعض دانشوروں نے امت مسلمہ کے اہل علم کو دعوت دی ہے کہ وہ متنازعہ امور پر غور وفکر کریں اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں انسانی حقوق کا ایسا جامع چارٹر مرتب کریں جسے اقوامِ متحدہ کے مذکورہ چارٹر کے متبادل کے طور پر پیش کیا جا سکے۔

چھپن مسلم ممالک میں سے کسی کے پاس نہ تو ویٹو پاور ہے کہ وہ اسلامی دستاویز کو منظور کرا سکیں۔ اور نہ ہی اقوامِ متحدہ نے باضابطہ طور پر مسلم ممالک کو پیشکش کی ہے کہ وہ عالمی منشور پر اسلامی نقطہ نظر سے نظر ثانی کریں۔ تو پھر خواہ مخواہ اس پر مغز ماری کرنے کا کیا فائدہ؟

اقوامِ متحدہ کا دفتر وحدت ادیان کا ادارہ بن چکا ہے۔ محترم طارق مجید طاغوتی فتنہ کا راز فاش کرتے ہیں۔ ''مسجد اقصیٰ کو خفیہ سبوتاژ سے شہید کر کے وہاں ایک ایسی عمارت بنانا جسے ظاہراً تاریخی ''ہیکل سلیمانی'' کہا جائے گا لیکن دراصل ایک صہیونی طاغوتی مندر ہوگا۔ صہیونی یہود صہیونی نظریات کے ''جدید مذہب'' کے لیے واشنگٹن میں ایک Temple of understanding یعنی ''سمجھوتے کا مندر'' اور نیو یارک میں اقوامِ متحدہ کی عمارت میں ایک Meditation Room یعنی ''مراقبے کا حجرہ'' کئی سال پہلے بنا چکے ہیں۔ ''جدید مذہب'' یہودیت، ہندو دھرم، بدھ مت، عیسائیت، اسلام، سکھ دھرم اور صہیونیت کا مرکب ہوگا۔'' (عالمی طاغوتی کھیل، ص:۴۱)

میرے خیال میں جدید مذہب عوامی قانون کی شکل میں ظہور پذیر ہو رہا ہے۔ مذکورہ چشم کشا حقائق کے بعد اربابِ علم ودانش کو ﴿لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ﴾ کہہ کر وحدت ادیان کے ایجنڈا سے قطع تعلقی کی مہم چلانی چاہیے اور ایجنڈا کو بنیاد بنا کر اسلامی تاریخ میں سے لچک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دار رویہ تلاش نہیں کرنا چاہیے۔

خلافت اسلامیہ میں مسلم وغیر مسلم فرد کے حقوق وفرائض کیا ہیں قرآن وسنت میں موجود ہیں۔ خلفائے راشدین نے جن کو مشعل راہ بنا کر عدل وانصاف رائج کیا۔

جب مسلمانوں کو عسکری غلبہ نصیب ہوا (ان شاء اللہ) تو اُس وقت خلافت اسلامیہ کی مجلس شوریٰ فرد کے حقوق کا ایجنڈا مرتب کر لیں گے۔ فی الحال مسلمانوں کو طاغوتی فتنوں کے سیلاب کے سامنے بند باندھنے کے لیے اور عالم اسلام کی یک جہتی وترقی کے لیے غور وفکر کرنا چاہیے۔ ☆

☆ ہفت روزہ ''الاعتصام'' ۱۷ تا ۳۰ نومبر ۲۰۰۶ء۔

☆ پندرہ روزہ المنبر ۲۳ مارچ تا ۲۱ اپریل ۲۰۰۴ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تہذیبوں کا تصادم یا نظاموں کی جنگ؟

امریکی حملوں کا ہدف:

مسلم ممالک پر امریکی حملہ کا ہدف معدنی وسائل پر قبضہ ہے یا تہذیبی یلغار اس کے لیے ہمیں تاریخی حقائق کا مطالعہ کرنا ہوگا، اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ مغرب میں آبادی کے لحاظ سے انسانی ضرورت کے وسائل کم ہیں جب کہ مسلم ممالک میں معدنی ذخائر وافر مقدار میں موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یورپی اقوام نے اٹھارہویں صدی عیسوی میں مسلم ممالک پر حملہ کر کے زرعی و معدنی وسائل پر تسلط جما لیا اور اب اکیسویں صدی میں امریکا اہل مغرب کا یہ فرض منصبی ادا کر رہا ہے۔

مغرب کی تہذیبی یلغار:

اس سے قبل برطانیا اور فرانس نے جن مسلم ممالک پر قبضہ کیا، وہاں مغربی تہذیب وتمدن کو پروان چڑھایا اور اسلام کی آبیاری کرنے والے اداروں کو نیست ونابود کر دیا۔ مسلم معاشرے میں ایسے ادارے قائم کیے جنھوں نے مغربی تہذیب وتمدن کی نشوونما کرنے میں اہم کردار ادا کیا، رفتہ رفتہ مفتوحہ ممالک کے بااثر طبقہ کا رہن سہن مغربی ماحول میں ڈھل گیا، جس طرح موجودہ دور میں افغانستان اور عراق میں تہذیبی یلغار کا سلسلہ بڑی تیزی اور تن دہی سے جاری ہے۔

افغانستان وعراق میں امریکی قیام؟

کیا امریکا مستقل طور پر افغانستان اور عراق میں اپنی فوج رکھے گا؟ ہرگز نہیں، البتہ وہ اس وقت تک اپنی فوج ضرور رکھے گا جب تک ان ممالک کے مسلم عوام پر مغربی تہذیب کا رنگ نہ چڑھ جائے خواہ دس سال یا اس سے زیادہ کا عرصہ لگ جائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غور طلب پہلو یہ ہے کہ کیا جب امریکی فوج چلی گئی تو ان ممالک کے عوام مغربی بود و باش سے چھٹکارہ پا کر اسلامی تہذیب کو اپنا لیں گے؟ اور کیا ان ممالک میں قرآن وسنت کی بالادستی قائم ہو جائے گی؟

پاکستان میں نظامِ اسلام میں رکاوٹ کی وجہ:

برصغیر سے برطانوی فوج کے انخلا کو نصف صدی سے زیادہ عرصہ بیت گیا ہے لیکن ''اسلامی جمہوریہ'' پاکستان کی نئی پود بڑی حد تک مغربی تمدن کو اپنا چکی ہے، یہ درست ہے کہ قیامِ پاکستان کے بعد ملک کے طول وعرض میں اسلامی مدارس کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے اور دائیں بازو سے وابستہ سیاسی جماعتیں ملک میں اسلام کی حکمرانی کے لیے سرگرمِ عمل ہیں۔ ان کی ''متحدہ'' جدوجہد کے باوجود حکومتی کے ایوانوں میں اسلام کا نفاذ کیوں نہیں ہو سکا؟ وجہ صاف ظاہر ہے کہ برطانیہ نے نوآبادیاتی دور میں متحدہ ہندوستان میں ایسا مستحکم سیاسی نظام رائج کیا جس سے مغربی تہذیب وتمدن کی نشوونما تو جاری رہ سکتی ہے لیکن قرآن وسنت کا عملی نفاذ ناممکن ہے۔ یاد رہے برطانیہ وفرانس نے مسلم ممالک کو جغرافیائی لحاظ سے اُس وقت آزاد کیا جب حکومت کے تمام شعبوں اور اس کے کل پرزوں میں اسلام کو تقویت دینے والی بنیادیں مسمار کر کے مغربی نظام کی قد آور دیواریں استوار ہو گئیں، مزید ستم یہ کیا گیا کہ پروانۂ آزادی دیتے وقت اُن ممالک کو اقوامِ متحدہ کے قانونی ضابطوں میں جکڑ کر بے دست وپا بھی کر دیا گیا، چناں چہ ان ممالک کو مروجہ مغربی سیاسی نظامِ حکومت پر کاربند رہنے کے علاوہ کوئی اور چارۂ کار نہیں۔

''عوام کی رائے سیاسی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہو گی'' دفعہ ۲۱ (۳) قانون ایوان کا چناؤ ہو یا ملکی قانون سازی کا مرحلہ ہو تمام معاملات عوام کی خواہشات اور کثرتِ رائے کے مطابق طے ہوں گے۔

عوامی حکومت کی بنیاد:

عوامی حکومت میں زندگی کے کسی شعبے کی اصلاحِ احوال کے لیے کوئی قانون اور ضابطہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اخلاق موجود نہیں ہوتا۔ سماجی، معاشی، معاشرتی، عدالتی، آئینی امور میں قانون سازی زیرو پوائنٹ سے شروع ہوتی ہے۔ جب تک کسی مسئلے پر عوام کثرت رائے کی بنیاد پر قانون سازی نہ کریں۔تو وہ قانون نہیں بن سکتا۔ مثلاً عریاں لباس پہننا، مے نوشی و قمار بازی، مرد و زن کا آزادانہ میل جول اور بلیو پرنٹ کا کاروبار، عوامی حکومت میں اس وقت تک ممنوع نہیں جب تک عوامی اکثریت مذکورہ روحانی بیماریوں پر فرد جرم عائد نہ کرے۔

یورپی تہذیب کا جنم:

یونانی و رومی ادوار کی مادیت و عقلیت اور بت پرستی کی ارتقائی تاریخ سے یورپی تہذیب نے جنم لیا۔ جب قسطنطین عیسائیوں کی سرفروشی کی بدولت ۳۵۰ء میں روم کے تخت پر بیٹھا تو اُس کے دور میں عیسائیت کو فروغ ہوا، چوں کہ شاہ روم نے حصول حکومت کی خاطر عیسائی مذہب قبول کیا اور عوام نے بھی اس کو بادشاہی مذہب سمجھ کر اپنایا چناں چہ عیسائی تعلیم و تزکیہ سے محروم رہے یہی وجہ ہے جب یورپ میں مذہب و عقلیت کی کشمکش شروع ہوئی تو وہ علمی میدان میں اس کا مقابلہ کرنے سے قاصر رہے، جب عوامی اقتدار کے نظریے نے شدت اختیار کر لی تو انقلاب فرانس برپا ہوا۔ نتیجتاً عوام میں مذہب کی ضرورت انسان کے نجی معاملے تک محدود ہوگئی اور عوامی معاملات و ریاستی قوانین عوامی خواہشات کے تابع بن گئے، ان کے نزدیک نیکی کا تصور عملی و مادی فائدہ بن کر رہ گیا، ایک مغربی سکالر کے بقول: ''اہل مغرب چھ روز تو بنک کی پرستش کرتے ہیں، صرف ساتویں روز کلیسا کا رخ کرتے ہیں۔''

مذاہب عالم پر نظر دوڑائیں یہودیت و عیسائیت میں انفرادی و اجتماعی معاملات طے کرنے کے لیے اصول و ضوابط موجود تھے جن کو راہبوں نے نظریہ ضرورت کے تحت مسخ کر دیا، حتی کہ بدھ مت و ہندو مت میں بھی سماجی و معاشرتی رسم و رواج ہیں، دنیا میں ایک جمہوری نظام ہی ایسا ہے جس میں تہذیب و تمدن کے اصول وضع کرنے کا انحصار عوام کی مرضی پر ہے، موجودہ مغربی تہذیب و تمدن کی اساس جمہوری نظام پر استوار ہے، اس بنا پر یورپی تہذیب و تمدن کو عوامی تہذیب کہنا مناسب ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ درست ہے کہ امریکا بزور قوت مغربی تہذیب کو مسلم دنیا پر مسلط کرنا چاہتا ہے، لیکن جو سیاسی نظام اس کو قانونی تحفظ فراہم کرتا ہے، وہ جمہوری نظام ہے۔ اٹھارہویں صدی عیسوی میں برطانیہ نے جمہوری نظام کی سرپرستی کی، اب امریکا بزور قوت اسی نظام کو ساری دنیا میں مسلط کرنے کے لیے کوشاں ہے۔

اہل مغرب کا محدود زاویہ فکر:

اہل مغرب میں تہذیب کا اصطلاحی مفہوم، طرز معاشرت، طرز معیشت اور فنون لطیفہ کے تصورات پر محیط ہے، مسلم دنیا میں تہذیب کا یہ مفہوم مغرب سے آیا ہے، کیوں کہ تہذیب کا لفظ نہ تو قرآن میں ہے نہ حدیث میں ہے۔ تہذیب کا لفظ رہن سہن بودوباش تک محدود ہے جب کہ دین، عقائد، اعمال، اخلاق سیاست، معیشت غرض یہ کہ زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے۔

اسلام کا وسیع نقطۂ نظر:

اسلامی تہذیب وتمدن کی بنیاد دین اسلام ہے، جس کا عملی نمونہ محسن انسانیت ﷺ نے پیش کیا اور امت مسلمہ نسل درنسل اس کو آگے بڑھاتی رہی، جب کہ مغربی تہذیب عوامی رجحان سے جنم لیتی ہے اور اسلامی تہذیب کی اساس ہدایت ربانی ہے۔ انسان چوں کہ جسم وروح کا مرکب ہے، دین اسلام انسانی نشوونما کے طور طریقوں کے علاوہ روحانی بالیدگی کے لیے بھی مکمل راہ نمائی فراہم کرتا ہے، مروجہ عیسائیت کے برعکس اسلام میں مادی وروحانی سرگرمیوں میں اعتدال وتوازن سے نہ تو نعمتوں سے منہ موڑا جاتا ہے، نہ لذت پرستی ہے، مغربی تہذیب تجرد پسندی پر زور دیتی ہے جب کہ اسلام خاندانی نظام کو استحکام بخشتا ہے۔

ہمہ گیر ضابطۂ حیات:

اسلام ہمہ گیر ضابطہ حیات ہے، سیاست ومعیشت کی طرح تہذیب وتمدن بھی اس کا جزو ہیں۔ اسلام میں بودوباش، رہن سہن، بول چال سے متعلق واضح آداب موجود ہیں، امام کائنات ﷺ کی مبارک زندگی، بنی نوع انسان کے لیے اسوۂ حسنہ ہے آپ ﷺ نے عملی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تربیت کے لیے ''صفہ'' درس گاہ کی بنیاد رکھی۔ اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم کی خدمات بحیثیت مبلغ ومجاہد تاریخ اسلام کا روشن باب ہے۔

موجودہ دور میں بھی نئی نسل کو اسلامی تہذیب کے سانچے میں ڈھالنے والے، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینے والے اور طاغوتی یلغار کا دفاع کرنے والے کہاں تیار ہوتے ہیں؟ یقیناً ان درس گاہوں میں جہاں نئی نسل کو قرآن وحدیث کی تعلیم دی جاتی ہے، روحانی تزکیہ کے لیے سیرت طیبہ کا درس دیا جاتا ہے۔ تربیت کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درخشاں پہلوؤں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے نو آبادیاتی دور میں برطانوی استعمار کا ہدف روحانی ادارے تھے آج یہی ادارے امریکی ہدف ہیں۔

پروفیسر خورشید احمد کی تحقیق:

پروفیسر خورشید احمد رقم طراز ہیں:

''۱۱/ ستمبر کے واقعہ کے بعد امریکی صدر کے حکم پر نائن الیون کمیشن مقرر ہوا۔ جس نے ۱۸ مہینے کی کوشش کے بعد ۶۰۰ صفحات پر مشتمل رپورٹ شائع کی جس نے ٹریڈ سنٹر پر حملہ میں پس منظر قوت کو نہ تو بے نقاب کیا اور نہ ہی اسامہ بن لادن کے خلاف ثبوت فراہم کیے بلکہ کمیشن نے اپنا زور اس مفروضہ پر لگایا کہ ہمارا واحد ہدف (Islamic Terrorism دہشت گردی) ہے اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اسلامک ٹیررزم تو عنوان ہے اصل چیز وہ نظریاتی بنیادی ڈھانچا (Infrastructure) ہے جس نے ان کے خیال میں اس دہشت گردی کو اور امریکا کے خلاف نفرت کو جنم دیا ہے۔ اور امریکا کو چیلنج کرنے کا جذبہ اور قوت دی ہے یہاں وہ نام لے کر اسلامی تحریکات، خصوصیت سے اخوان المسلمون اور سید قطب رحمہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں ستم ہے کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو بھی اس کا منبع قرار دیتے ہیں۔ اس رپورٹ میں جس چیز کو ہدف بنایا گیا ہے وہ محض القاعدہ نہیں بلکہ وہ بنیادی ڈھانچا ہے جو ان کے زعم میں امریکا مخالف فکر اور مزاحمتی تحریکوں کو پروان چڑھا رہا ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ یہی وہ منبع ہے جس سے یہ نیا ذہن، نئے جوان ان کی مختلف کوششیں سامنے آئی ہیں۔ ان میں سے ایک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوشش وہ ہے جو مسلح ہے اور جو دہشت گردی کرتی ہے۔ یہ سارے کا سارا بنیادی ڈھانچا اب امریکا کا اصل ہدف ہے۔''

اس خطرے کے مقابلے کے لیے امریکی تھنک ٹینک نے کون سی حکمت عملی مرتب کی؟ اس سلسلے میں امریکی سی آئی اے کے حاضر سروس نے نام ظاہر کیے بغیر کتاب شائع کی ہے:

Imperial Hubris : Why the west is loosing war on terror

جس میں اس حقیقت کا اعتراف کیا گیا ہے کہ امریکا کے خلاف جو نفرت عالم اسلام میں ہے وہ امریکی پالیسیوں کی وجہ سے ہے۔ وہ اسرائیل کی مکمل تائید، مسلم جابر حکمرانوں کی حمایت، مسلمانوں کی آزادی کی تحریکوں کو کچلنے والے روس انڈیا چین کی حمایت ہے۔ ان پر روشنی ڈالنے کے بعد وہ کہتا ہے کہ ہمارے سامنے چار منظر ہیں۔

پہلا راستہ جس پر صدر بش کاربند ہے کہ محض فوجی قوت کے ذریعے۔ لیکن اس کی قیمت زیادہ ہے، دوسرا راستہ یہ ہے کہ ہم اپنی پالیسیاں بدل لیں، یہ بھی ہمارے لیے ناممکن ہے، پھر کیا کریں وہ کہتا ہے کہ پھر تیسرا راستہ یہ ہے کہ ہم مسلم دنیا میں قوم سازی کریں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہاں کے نظام تعلیم کو، میڈیا کو، نوجوانوں کو حکمرانوں کو، ان سب کو اپنے زیر اثر لائیں۔ یہ کام جمہوریت، آزادروی اور عالم گیریت کے نام پر کیا جائے۔ اس کے لیے ایک چوتھی چیز اور چاہیے اور وہ یہ ہے کہ امریکا ایک نئی قسم کی سلطنت بنے جس کے لیے اُس نے Liberal empire کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ آپ قابض تو نہ ہوں لیکن ذہنوں پر قبضہ کریں۔ معیشت کو گرفت میں لائیں۔ بین الاقوامی تجارتی کمپنیوں اور این جی اوز کے ذریعے سے معاشرہ کو اپنی گرفت میں لے آئیں۔ اور اپنے اثر ورسوخ کو اتنا بڑھا لیں کہ ان ممالک کی قیادتیں اور ان کے کارفرما عناصر آپ ہی کے مطلب کی کہیں۔''

(ماخوذ ماہنامہ ترجمان القرآن ستمبر ۲۰۰۴ء)

''وحدتِ ادیان'' امریکی شوشہ:

ہم اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ امریکی تھنک ٹینک اسلامی دہشت گردی کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاتمہ کر کے وحدت ادیان کو رائج کرنا چاہتا ہے، اسلامی تہذیب کے ڈھانچے کو مسمار کر کے لبرل تہذیب کی نشو ونما کرنے والے اداروں کو تقویت دینا چاہتا ہے، عفت وحیا کی بجائے مردو زن کے مخلوط ماحول کو فروغ دینا چاہتا ہے۔ قرآن وسنت کی بالا دستی کی بجائے عوامی قانون کی حکمرانی قائم کرنا چاہتا ہے، اسلام میں معیشت کے زریں اصول وضوابط ہیں امریکا مسلم امہ کو سودی نظام کی زنجیروں میں جکڑنا چاہتا ہے، وہ ذرائع ابلاغ کو بے لگام کر کے معاشرہ میں بے حیائی وعریانی کا طوفان بدتمیزی برپا کرنا چاہتا ہے۔

غور طلب پہلو یہ ہے کہ امریکی تھنک ٹینک ان مذموم مقاصد کو بروئے کار لانے کے لیے کون سا سیاسی نظام تجویز کرتا ہے؟ اس کی کتاب سے مذکورہ عبارت کو غور سے پڑھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ جمہوری نظام ہے۔ دنیا کا جو ملک لبرل میانہ روی بہ الفاظ دیگر وحدت ادیان کی روش اختیار نہیں کرتا، امریکا اس کے خلاف فوج کشی کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔ اُس نے افغانستان کو تاراج کرنے کے بعد عراق کو تباہ و برباد کر دیا۔ اب ان دو اسلامی ممالک میں اسلامی تہذیب کے ڈھانچوں کو مسمار کیا جا رہا ہے اور لبرل میانہ روی کے لیے جو سیاسی نظام رائج کیا جا رہا ہے۔ وہ جمہوری نظام ہے۔

دینی جماعتوں کی غلط توقعات:

طرفہ تماشا یہ ہے کہ متحدہ مجلس عمل بھی ''جمہوری جدوجہد سے وطن عزیز کو اسلام کا حقیقی قلعہ بنانے کے لیے سرگرم عمل ہے۔'' یہ تاریخی حقیقت ہے۔ جمہوری جدوجہد کرنے والی جماعتوں کو امریکا نے دہشت گرد نہیں کہا، بلکہ کسی حکومت نے ان پر پابندی عائد کی تو امریکا نے اُس حکومت کے خلاف تادیبی کارروائی کی ہے۔ جب کہ امریکا نے ان اسلامی تنظیموں کو دہشت گردی کی فہرست میں شامل کیا ہے جن کا دستور العمل دعوت وجہاد ہے۔

تہذیبوں کی کشمکش:

نائن الیون کے بعد امریکا کی مسلم ممالک کے خلاف فوج کشی، دراصل دو نظاموں کے مابین جنگ ہے، سرد جنگ کے دوران جو ممالک جمہوریت سے محروم ہو گئے صدر بش وہاں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جبراً جمہوریت نافذ کرنا چاہتا ہے، بش کے بقول دہشت گردی سے نجات اس صورت میں مل سکتی ہے جب جمہوریت کے دشمنوں کے خلاف پیشگی حملوں کا سلسلہ جاری رکھا جائے۔ یہ بات انہوں نے پیلی فیکس میں یکم دسمبر کو خطاب کے دوران کہی، یہ ہے بھی حقیقت کہ جمہوری نظام کی نشوونما کرتا ہے جذبۂ جہاد کو مدھم کرتا ہے اور سیکولر جراثیم کو جنم دیتا ہے۔ جسے موجودہ دور میں روشن خیالی اور اعتدال پسندی کا نام دیا گیا ہے۔

عصر حاضر میں ذرائع ابلاغ کا کردار:

نیشنلزم اور کیپٹل ازم کی طرح عوامی تہذیب بھی جمہوریت کا برگ وبار ہے۔ موجودہ دور میں انفارمیشن ٹیکنالوجی کے فروغ سے دنیا عالمی گاؤں کی صورت اختیار کر گئی ہے، چوں کہ جمہوری نظام میں ذرائع ابلاغ کی آزادی اہم ستون ہے۔ جب کہ عالمی ذرائع ابلاغ پر صہیونی گرفت مضبوط ہے۔ جو آزادی کی آڑ میں عوام کے طرز معاشرت کو فحاشی وعریانی کے ماحول میں دھکیل رہا ہے، جب کسی ملک کا سنجیدہ طبقہ ذرائع ابلاغ کا قبلہ درست کرنے کا مطالبہ کرے، بالفرض حکومت اُن کے مطالبات کو توجہ سے سن لے تو اقوام متحدہ کی تنظیمیں اس ملک کے خلاف جمہوری حقوق کی پامالی کا واویلا شروع کر دیتی ہیں۔ گویا جمہوری نظام قائم ہونے سے عوامی تہذیب کی نشوونما ہوتی ہے اور اسلامی تہذیب وتمدن کی حوصلہ شکنی کا عمل خود بخود جاری رہتا ہے۔

صہیونی چال:

صہیونی اکابرین نے جمہوری عمل سے یورپ اور امریکا میں عیسائیت کو محض شادی وغمی کے رسم ورواج تک مقید کر دیا ہے اسی طرح وہ مسلم دنیا میں اسلام کے دائرہ کار کو محدود کرنا چاہتے ہیں۔ ۹رنومبر ۲۰۰۴ء کو جرمن یونیورسٹی میں مغربی مفکرین کے سیمینار کا موضوع اسی سلسلہ کی کڑی تھا۔

عجمی وبھگتی تحریک اور اکبر کے دین الٰہی نے اسلام کی عمارت میں نقب لگانے کی کوشش کی۔ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ ودیگر بزرگان دین کی مساعی جمیلہ سے یہ فتنے اپنی موت آپ مر گئے اور مسلمانوں میں خاطر خواہ پذیرائی حاصل نہ کر سکے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم بخوبی آگاہ ہیں کہ امریکا نے سرد جنگ کے دوران جمہوریت کے فروغ کے لیے مکمل Home Work کیا۔ اب یہ میٹھا زہر مسلمانوں کے رگ و پے میں سرایت کر چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکا جو آتش و آہن کی بارش برسا کر افغانستان اور عراق میں جمہوری عمل کا سفر طے کر رہا ہے تو مسلم ممالک میں جمہوریت کا گن گانے والے راہ نما بھی خاموش تماشائی بن گئے۔

اسلام اور عیسائیت کا تقابل:

اگرچہ عیسائیت الہامی مذہب تھا لیکن اس کے ضابطے محدود مدت کے لیے تھے۔ اس لیے عیسائیت نے جمہوریت کو جذب کر لیا۔ اسلام چوں کہ ایک جامع، ابدی اور عالم گیر ضابطہ حیات ہے، اس لیے اس میں ہر قسم کے فتنوں سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔ جس کا اعتراف مذکورہ سیمینار میں مغربی مفکرین بھی کر چکے ہیں مسلمانوں کا ایک طبقہ صہیونی سازش سے بخوبی آگاہ ہے کہ جمہوریت عوامی مذہب ہے۔ وہ اس کے سد باب کے لیے افغانستان کے پہاڑوں اور عراق کے صحراؤں میں دعوت و جہاد کا عملی ثبوت دے رہے ہیں۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا کردار:

نائن الیون کمیشن نے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو اسلامی دہشت گردی کا منبع کیوں کہا۔ کیوں کہ اُن کی دعوت پر مسلم حکمرانوں نے تاتاریوں کے حملوں کو جہادی قوت سے پسپا کیا۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نہ صرف قلم کے دھنی تھے بلکہ انہوں نے بارہا شمشیر کے جوہر بھی دکھلائے۔

دینی راہ نماؤں کی ذمہ داری:

موجودہ دور میں ضرورت اس امر کی ہے کہ دینی جماعتیں عوام اور معاشرہ کی دعوت و اصلاح کا فریضہ سرانجام دیں اور اسلام کے شورائی نظام کو بحال کرنے کا شعور بیدار کریں اور مسلم حکمرانوں کو باہمی اتحاد اور طاغوتی قوتوں کے خلاف جہاد کا درس دیں۔ تاکہ امریکا کی طرف سے بزورِ قوت عوامی مذہب رائج کرنے کی پالیسی رک جائے۔ ✲

✲ ہفت روزہ ''الاعتصام'' ۱۸ مارچ ۲۰۰۵ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صہیونی جنگ کا مقصد نظریاتی یلغار ہے

ہمارے بعض مسلم دانشوروں کا مؤقف ہے کہ افغانستان یا عراق میں امریکہ کی فوجی مہم کا واحد مقصد معدنی وسائل پر قبضہ ہے۔ لیکن میرے خیال میں یہ مقصد ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔

مثلاً اسلام کا ابتدائی دور تھا اور مسلمانوں میں غربت کی انتہاء تھی، غزوۂ احزاب کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھوک کی شدت سے نڈھال ہو گئے تو انہوں نے پیٹ پر پتھر باندھ لیے۔ البتہ جب خلفائے راشدین کے دور میں فتوحات کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوا، تو مالِ غنیمت کی وجہ سے وہ اتنے مال دار ہو گئے کہ زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ رہا۔ سلطان محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری نے ہندوستان پر پے در پے حملے کیے، کامیابی ملنے پر دربار میں سونا، ہیرے، جواہرات کے ڈھیر لگ گئے۔ اس بنا پر مغربی مؤرخین نے مسلم خلفاء کو وحشی و غاصب کہا اور ہندو مؤرخ تو غزنوی و غوری کو آج بھی لٹیرا کہتے ہیں۔ جبکہ تاریخی حقائق اس کے برعکس ہیں۔ مسلمانوں نے جہاد کر کے جبر واستبداد کا خاتمہ اور عدل وانصاف کا نظام رائج کیا۔ جس سے متاثر ہو کر ہی غیر مسلموں نے اسلام قبول کرنا شروع کیا۔ مسلم جرنیلوں نے اگرچہ بے پناہ مالِ غنیمت حاصل کیا، لیکن اس کی حیثیت ثانوی تھی۔

امریکہ نے افغانستان اور عراق پر قبضہ کیا تو بعض تجزیہ نگاروں نے واضح ثبوت فراہم کیے کہ امریکی حملہ کا مقصد مغربی ایشیاء اور مشرقِ وسطیٰ کے معدنی وسائل پر قبضہ ہے۔ اس مؤقف کی ہم تائید کرتے ہیں کہ جن امریکی کمپنیوں نے جنگی اخراجات کے لیے امریکہ کو قرضہ دیا، امریکہ نے عراق پر قبضہ کے بعد تیل کے ٹھیکے انہی کمپنیوں کو دیئے۔ لیکن غور طلب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلو یہ ہے کہ امریکہ یہ مالی مفاد خلیجی ممالک سے بغیر جنگ کے حاصل کر رہا تھا۔ پھر اس کو دنیا میں بدنامی، اقوام متحدہ کے ضابطوں کی خلاف ورزی کرنے، جنگ پر کئی بلین ڈالر خرچ کرنے اور فوجیوں کو مروانے کی کیا ضرورت تھی۔ اسلام امن وسلامتی کا دین ہے، جس طرح قرون اولیٰ میں مسلم سپہ سالار عدل وانصاف رائج کرنے کے لیے کرۂ ارض میں سرگرم عمل رہے۔ پہاڑوں کی چوٹیاں، بہتے دریا اُن کا راستہ نہ روک سکے۔ پے در پے کارروائیوں سے تھک کر چور ہو جاتے تو قرآن کے اوراق پڑھ کر یا سن کر تازہ دم اور احیائے اسلام کے جذبہ سے سرشار ہو جاتے۔ موجودہ دور کے مسلم حکمران بھی عوامی حمایت حاصل کرنے کے لیے اسلام کا سہارا لیتے ہیں۔ یا اپنی کسی کارروائی کو صحیح ثابت کرنے کے لیے اسلام سے جواز تلاش کرتے ہیں۔

اس طرح افغانستان اور عراق کی مزاحمتی تحریک میں روزانہ امریکی واتحادی فوجی مر رہے ہیں، لیکن امریکہ کے عزائم میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا۔ وہ اپنی عوام اور فوج کا مورال بلند کرنے کے لیے مرنے والوں کو آزادی ومساوات کا محافظ کہتا ہے۔ امریکی صدر بش نومبر ۲۰۰۳ء میں برطانیہ کے دورے پر گیا تو اس کی حفاظت کے لیے ہزاروں کی تعداد میں پولیس مینوں کی ڈیوٹی لگائی گئی۔ برطانیہ کی حزب مخالف جماعت نے مظاہرے کا اعلان کیا۔ لاکھوں لوگوں نے بش اور ٹونی بلیر کے خلاف نعرے بازی کی، ان کے پتلے بنا کر نذر آتش کیے گئے۔ لیکن دورہ کے اختتام پر مشترکہ پریس کانفرس میں بش نے دوٹوک الفاظ میں کہا:

> ''جمہوریت کے لیے دنیا کے کسی حصہ میں بھی ہم طاقت کے استعمال سے گریز نہیں کریں گے۔''

عراق میں مرنے والے فوجیوں کے تابوت امریکہ پہنچے تو عوام میں خوف وہراس پھیل گیا، تب صدر بش نے اپنی عوام کے حوصلے بلند کرنے کے لیے کس نظام کی نوید سنائی۔ ''صدر بش نے کہا کہ امریکہ کی دہشت گردی کے خلاف جنگ دنیا کو تبدیل کرنے کے لیے ہے، عراق سے واپسی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، انہوں نے بتایا عراق میں آئندہ برس جنوری تک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتخابات کرائے جائیں گے۔ جبکہ اس سے پہلے دسمبر میں عراق کا نیا آئین بن جائے گا۔''

(نوائے وقت لاہور ۲۰۰۴ء۔۴۔۱۵)

قرونِ اولیٰ کے مسلم حکمران حملہ سے پیشتر مقامی آبادی کو اسلام کی دعوت دیتے۔ بصورت دیگر جزیہ کی شرط عائد کرتے، انکار کی صورت میں ہی اُن پر حملہ کرتے تھے۔ کامیابی کی صورت میں عدل وانصاف کا نظام رائج کرتے لیکن کسی کو زبردستی مسلمان بننے پر مجبور نہ کرتے تھے۔

موجودہ دور میں امریکی حکومت جمہوریت کے فروغ کے لیے اسی طرح سرگرم عمل ہے۔ روسی قوت زائل ہونے سے قبل امریکہ دنیا کے پسماندہ ممالک کو جمہوری نظام کی ترویج کے لیے اقتصادی امداد فراہم کرتا رہا، آزادی ومساوات کا پرچار کرنے والے مسلم دانش وروں کی حوصلہ افزائی کرتا رہا۔ لیکن طاقت کی پالیسی سے اجتناب کیا۔ جب روس کا شیرازہ منتشر ہوگیا تو امریکہ نہ صرف روس بلکہ دنیا کے غیر جمہوری ممالک میں جمہوری نظام کے فروغ کے لیے سرگرم عمل ہوگیا۔ جن حکمرانوں نے سرتسلیم خم کرنے سے پس وپیش کیا، امریکہ اُن پر چڑھ دوڑا۔ افغانستان اور عراق پر حملہ اس کا بین ثبوت ہے۔ امریکی صدر بش نے چینی حکومت کو کیوں متنبہ کیا کہ وہ ''چین میں معیشت کے ساتھ ساتھ شخصی اور سیاسی آزادی کو یقینی بنائے۔''

(نوائے وقت ۲۰۰۳ء۔۱۲۔۱۰)

تو حکومت چین نے اپنے پارٹی کنونشن میں نجی ملکیت کے اختیار دے دیئے۔

ایران کی ''مجلس نگہبان'' نے چند اصلاح پسندوں کو قومی انتخابات میں حصہ لینے سے روک دیا تو مغربی ممالک نے انتخابی نتائج کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا، اور اقتصادی پابندیاں مزید سخت کردیں۔

افغانستان میں اسامہ بن لادن کی گرفتاری کا مسئلہ تھا اور عراق میں کیمیائی ہتھیاروں کا فرضی جواز تھا۔ لیکن دیگر عرب ریاستوں پر دباؤ کا کیا بہانہ ہے کہ امریکہ کے نائب صدر ڈک چینی نے ''ڈیوس'' (Devis) میں عالمی اقتصادی فورم کے اجلاس میں اپنے خطاب میں کہا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''مشرق وسطی اور اسلامی ممالک میں جمہوریت کو فروغ دے کر دہشت گردی کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر سفارت کاری کا عمل ناکام رہا تو امریکہ طاقت کے استعمال کا حق محفوظ رکھتا ہے۔ انہوں نے کہا افغانستان میں آئین کی منظوری اور عراق میں صدام کی گرفتاری نے انہیں پر امید کیا ہے۔'' (روزنامہ اسلام لاہور ۲۰۰۴۔۱۔۲۵)

مذہب اسلام میں نومسلموں یا اسلام کے لیے دل میں نرم گوشہ رکھنے والے غیر مسلموں کی تالیف قلب کے لیے انہیں زکوۃ دینا جائز ہے، بعینہٖ وہ ممالک جو جمہوری نظام کو قبول کرتے ہیں یا اسے رائج کرنے کا اعلان کریں تو اہل مغرب ان ممالک کی دل کھول کر مدد کرتے ہیں۔ ☆

☆ پندرہ روزہ ''المنبر'' ۱۶؍ اکتوبر تا ۱۴ نومبر ۲۰۰۴ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیامِ جمہوریت......امریکا کا مذہبی فریضہ

صہیونی تحریک نے سوشلزم اور جمہوریت کا عالمی سطح پر پرچار کیا تاکہ اہل مغرب نظریاتی طور پر دو بلاکوں میں بٹ جائیں اور وہ ان کے مکروفریب پر گرفت کرنے سے غافل ہو جائیں۔

الیکشن میں کامیابی اور ترقیاتی کاموں کا انحصار چوں کہ سرمائے پر ہوتا ہے اس لیے مغربی بلاک یہودی سرمایہ کاروں کا محتاج بن کر رہ گیا۔ مگر جمہوریت میں معاشی، سیاسی اور قانونی آزادی کا تصور ہے، اس بنا پر وہ جمہوری ممالک میں معیشت، صنعت، تعلیم اور ذرائع ابلاغ پر چھا گئے۔ چناں چہ جمہوری حکومتیں صہیونی تحریک کے تابع بن کر رہ گئیں۔

روس امریکہ کی نظریاتی جنگ کے دوران عالمی سطح پر جمہوریت کو پذیرائی حاصل ہوئی لیکن سوشلزم کو نہیں۔ کیوں کہ سوشلزم کے برگ و بار میں لادینیت کا کڑوا زہر تھا جس کو مسلمان ہضم نہ کر سکے لیکن جمہوریت کے برگ و بار میں آزادی، مساوات اور اخوت کا میٹھا زہر تھا۔ جس کو عالمی لیڈروں کی طرح مسلم مفکرین نے محسوس نہیں کیا، اس بنا پر صہیونی تحریک نے جمہوریت کو فروغ دینے کا انتخاب کیا۔

اگر جمہوریت، صہیونیت کا مرغوب نظام ہے تو امریکہ نے مشرق وسطی میں ملوکیت کو کیوں برداشت کیا؟ سرد جنگ کے دوران امریکہ کی مجبوری تھی کہ کہیں عرب ریاستیں تجارتی و دفاعی معاہدوں کے لیے روس کی طرف جھکاؤ نہ کر لیں۔ جب روس شکست و ریخت سے دوچار ہوا تو امریکہ نے مشرق وسطی میں جمہوریت کے روڈ میپ پر عمل کرنا شروع کر دیا۔

اگر جمہوری نظام کو بزور قوت سپلائی کرنا امریکہ کا ہدف ہے تو بعض اوقات سی آئی اے جمہوری حکومتوں میں فوجی انقلاب برپا کرنے کا کردار کیوں ادا کرتی ہیں؟

چونکہ جمہوریت میں سیکولر قوتوں کو ہوم ورک کرنے کی چھٹی ہوتی ہے تو وہاں دینی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعتوں کو بھی آزادی رائے کا حق دینا مجبوری بن جاتی ہے۔ چنانچہ جب وہ کسی ملک میں سیاسی طور پر فعال ہو جائیں اور ان کا قائد عوام کی نظروں میں مقبول بن جائے اور الیکشن میں ان کی کامیابی کے امکانات روشن ہو جائیں یا وہ پارلیمنٹ میں جا کر آئینی طریقہ سے شریعت کے نفاذ کا مرحلہ طے کرنے میں کامیاب نظر آئیں تو سی آئی اے متحرک ہو جاتی ہے۔

جب امریکہ نے صہیونی ورلڈ آرڈر کی پیش قدمی کے سلسلہ میں کسی جمہوری ملک میں وطن کی سالمیت اور اسلام کے منافی پالیسی نافذ کرنی ہو تو وہ جمہوریت کی سفید چادر کو داغ دار نہیں کرتا، بلکہ وہاں لابی کے توسط سے حکومت کے خلاف مہنگائی، بدعنوانی کا جواز پیدا کر کے دھرنوں، جلوسوں کا سلسلہ شروع کروا دیتا ہے یا سول وفوجی سربراہوں میں بدظنی کا ڈرامہ رچا کر فوجی انقلاب برپا کر دیتا ہے۔ اس صورت حال میں برطرف ہونے والے سول سربراہوں کو امریکہ تحفظ فراہم کرتا ہے۔ جب میاں نواز شریف پرویز مشرف کے دور میں سزا کے تحت سعودی عرب پہنچا دیے گئے تو واشنگٹن (این این آئی) کے مطابق "امریکہ کے سبکدوش ہونے والے نائب وزیر خارجہ برائے جنوبی ایشیا کارل انڈرفرتھ نے کہا، کہ "چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف" وعدہ کی پاسداری کرنا جانتے ہیں۔ انہوں نے وعدہ پورا کرتے ہوئے نواز شریف کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہیں کی بلکہ معاف کر دیا۔" (نوائے وقت ۲۰۰۱-۱-۱۲)

برسراقتدار فوجی حکومت کے دور میں امریکہ مذموم مقاصد حاصل کرتا رہتا ہے۔ دوسری طرف وہ اس ملک کی فوج کو بدنام کر کے اس کی وقعت کم کرتا ہے۔ خدانخواستہ جب فوجی حکومت کی طرف سے اسلام سے مذاق یا توہین آمیز اقدامات روزمرہ کا معمول بن جائیں تو فطری امر ہے کہ عوام حکومت کے خلاف نفرت کا عملی اظہار شروع کر دیتے ہیں۔

جو بھی فوجی حکومت برسراقتدار آئی ہے وہ اپنی حکومت کو جمہوری لبادہ پہنانے کے لیے جعلی ریفرنڈم وقومی انتخابات کا سہارا ضرور لیتی ہے۔

جب امریکہ صہیونی ورلڈ آرڈر کی پیش قدمی کے لیے فوجی حکومت سے مخصوص مفادات حاصل کر لیتا ہے اور اندرون ملک نفرت حد سے بڑھ کر انقلاب کی صورت اختیار کر لیتی ہے تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس وقت سول جمہوری دور کا آغاز کر کے انقلابی لہر کو پریس کر دیا جاتا ہے لیکن سول جمہوری حکومت بھی فوجی دور کے اقدامات کا تسلسل جاری رکھتی ہے۔ عوام کو مطمئن کرنے کے لیے سابقہ فوجی حکومت کو موردِ الزام ٹھہراتی ہے اور اپنا دامن صاف رکھنے کی کوشش کرتی ہے۔

روزِ روشن کی طرح یہ حقیقت ہے کہ صہیونی اکابرین آمریت، شہنشاہیت اور فوجی حکومت کو نظریہ ضرورت کے تحت قبول کرتے ہیں، ورنہ جمہوری نظام ان کے دھرم کا حکم ہے۔

جب عراقی شہر موصل میں مجاہدین کے حملے کے نتیجے میں بیک وقت ۲۰ امریکی ہلاک ہوئے تو صدر بش نے کہا کہ:

> ''کرسمس کی وجہ سے یہ واقعہ نہایت تکلیف دہ ہے تاہم وہ جنگ زدہ ملک میں جمہوریت کی تعمیر کے لیے مرے۔ امریکی صدر نے کہا کہ مجھے یقین ہے کہ عراق میں جمہوریت رائج ہوگی۔ میں جانتا ہوں کہ آزاد عراق سے دنیا میں امن ہوگا۔ اس لیے ہم مشن میں حصہ لینے والوں کے لیے خدا کی رحمت کے طلب گار ہیں۔'' (نوائے وقت لاہور ۲۰۰۴ء۔۱۲۔۲۳)

اس بیان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امریکہ مذہبی فریضہ سمجھ کر جمہوریت کے لیے سرگرم عمل ہے اور وہ اس کے لیے جان و مال کی قربانی سے دریغ نہیں کر رہا۔

یاسر عرفات فلسطین کی نام نہاد اتھارٹی کا صدر تھا، جس نے قومی آزادی کی تحریک کو منظم کیا۔ جس کی بنا پر فلسطینی عوام کے لبرل اور بنیاد پرست طبقوں میں اس کی مقبولیت تھی اور اس نے صہیونی حکومت کے دباؤ کے باوجود جہادی تنظیموں سے محاذ آرائی کی پالیسی نہیں اپنائی۔ اس لیے اس کی موجودگی میں نئے انتخابات کرانے ناممکن تھے۔ اب یاسر عرفات کو زہر دلوا کر موت کی نیند سلا دیا گیا، ادھر فوراً فلسطین میں عام انتخابات کا اعلان ہوگیا۔ فلسطینی قیادت کے لیے انتخابات امریکی حکومت اور مغربی میڈیا کی توجہ کا مرکز بن گئے ہیں کیوں کہ جمہوری نظام جہادی جذبہ کو منجمد کرتا ہے اور وحدت ادیان یا روشن خیالی کے برگ و بار کو جنم دیتا ہے۔☆

☆ ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور ۱۱ مارچ ۲۰۰۵ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''عالمی فیڈریشن'' کا مقصد

امام کائنات ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر بین الاقوامی امن وسلامتی کے جامع اصول وضوابط بیان فرمائے اور اپنے پیروکاروں کا حکم دیا کہ جو لوگ یہاں موجود نہیں ان کو اسلام کی دعوت دینا تم پر فرض ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور قرونِ اولی کے دوسرے مسلمانوں نے تن من دھن قربان کرکے کائنات میں امن وآشتی پر مشتمل اسلام کا پیغام پہنچایا اور جبر واستبداد کے شکنجوں میں جکڑی ہوئی مجبور ومظلوم اقوام کو غیر اللہ کی غلامی سے نجات دلائی۔ ان کو خالق کائنات کی بندگی اور مخلوق کے ساتھ ایثار وہمدردی کا درس دیا۔ وہ جاہل لوگ جو اپنے دور کے بادشاہوں، پیروں اور فقیروں کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کو قانون قدرت سمجھتے تھے، ہمارے اسلاف کی محنت ودعوت سے رب کے قرآن اور سید الکونین کے فرمان پر دل وجان نثار کرنے والے بن گئے۔

قرون اولی کے مسلمانوں نے نصف کرۂ ارض میں عدل وانصاف کا ایسا نظام رائج کیا کہ گردونواح کی مظلوم اقوام دادرسی کے لیے اُن کے پاس آنا شروع ہوئیں۔ کاؤنٹ جولین کی فریاد پر ہسپانیہ کے عوام کو راڈرک کی ظالمانہ پالیسیوں سے رہائی دلائی اور انہوں نے اس خطے میں علم وعرفان کی وہ شمع روشن کی کہ وہ علم وفن اور تہذیب وتمدن میں وہ پورے یورپ کے استاد بن گئے۔

اسلام ایک آفاقی ضابطۂ حیات ہے۔ ہمارے اسلاف اس پر خود بھی عمل کرتے اور دوسروں کو بھی دعوت دیتے رہے۔ آج اہل مغرب بڑے شد ومد سے دنیا بھر میں خود ساختہ انسانی ضابطہ حیات کی ترویج کے لیے سرگرم ہیں۔

جنگ کے عموماً کئی اسباب ہوتے ہیں۔ تاریخی پس منظر میں جھانکیں تو امریکہ کے عراق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر حملہ کی کئی وجوہ ہیں۔ شاہ فیصل نے ۱۹۷۳ء میں اسرائیل کی حمایت کرنے والوں کے خلاف تیل کا ہتھیار استعمال کرنے کی دھمکی دی تو غم کے عالم میں امریکہ میں سکتے کی کیفیت چھا گئی۔ اس کے بعد امریکہ نے ایسے پلان پر عمل شروع کیا کہ آج تیل پیدا کرنے والے ممالک پر اس کی اجارہ داری قائم ہوگئی ہے، یہاں تک کہ اس کے حکم کے بغیر تیل کی قیمت میں اضافہ بھی نہیں ہوسکتا۔ ۱۹۹۱ء کی خلیجی جنگ میں تیل کی قیمت میں اضافہ کی بجائے کمی ہوئی۔ میرے خیال میں امریکہ محض تیل کے لیے عالمی رائے عامہ کی مخالفت مول نہیں لے سکتا تھا۔

اہل علم سے مخفی نہیں کہ اسرائیل مشرق وسطی پر تسلط قائم کرنا چاہتا ہے۔ امریکہ ہر اس قوت کو باری باری ختم کرنا چاہتا ہے جو مستقبل میں اسرائیل کے توسیع پسندانہ عزائم میں حائل ہوسکتی ہو۔ مصر کی عسکری قوت کو کیمپ ڈیوڈ معاہدے میں دفن کیا گیا تو اسرائیل نے فلسطینی علاقے میں یہودی بستیوں کی تعمیر شروع کردی۔ جس کے نتیجے میں فلسطینیوں نے خودکش حملوں کا سلسلہ شروع کردیا تو ان میں خوف وہراس پھیل گیا۔ اسرائیل کا دعویٰ ہے کہ ان خودکش حملوں کی سرپرستی صدام حسین نے کی لہٰذا امریکہ کسی قیمت پر نہیں چاہتا کہ کوئی ملک اس کے ''گرو'' کے خلاف آنکھ اٹھا کر دیکھے کیونکہ امریکہ پر آبائی باشندوں کا نہیں یہودی لابی کا قبضہ ہے۔

ایک دور تھا جب یہودی یورپ میں نئی نسل کو آسمانی مذہب سے گمراہ کرنے کے لیے مختلف حیلے اور ہتھکنڈے استعمال کرتے اور بادشاہوں کو قرض دے کر مفاد حاصل کرتے تھے۔ جب ان کی خباثتوں کا پردہ چاک ہوجاتا تو عیسائی ان پر ٹوٹ پڑتے اور انھیں بھاگنے پر مجبور کردیتے تھے۔ نتیجتاً یہودیوں نے گٹھ جوڑ کرکے ایسا نظام وضع کیا جس نے اہل مغرب کو مسخر کیا اور انہوں نے عالمی اقتصادی نظام پر گرفت مضبوط کرلی۔ یہودی مالیاتی ادارے حکومتوں کو غیر پیداواری کاموں کے لیے قرض دیتے ہیں۔ مقروض ممالک عوام پر ناجائز ٹیکس لاگو کرکے یہودی ساہوکاروں کو سود ادا کرتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہودیوں کو نئی نسل کا اخلاقی دیوالیہ نکالنے کے لیے انفرادی طور پر جتن کرنا پڑتے تھے۔ اب صہیونی کھلے عام عالمی میڈیا پر انتہائی شرمناک مناظر پیش کر رہے ہیں، اخلاق باختگی اور حیا سوزی پر مشتمل ویڈیو کیسٹیں مارکیٹ میں عام فروخت ہوتی ہیں۔ مغربی طرز حکومت میں آزادی کی وجہ سے ان پر کوئی روک ٹوک نہیں۔ طالبان کی طرح کوئی حکومت ان پر پابندی عائد کر دے تو ان کی حقوق کی عالمی تنظیمیں چیخ وپکار شروع کر دیتی ہیں۔ مادر پدر آزادی کی وجہ سے اہل مغرب مذہب سے بے گانہ ہو گئے۔ آزادی کے سابقہ اور موجودہ چیمپئن برطانیہ اور امریکہ نے دنیا میں بے لگام آزادی پھیلانے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ امریکہ میں ''اوپری لینڈ'' کے مقام پر جارج بش نے مذہبی نشر کاروں کو بتایا کہ

> ''دہشت گرد اس حقیقت سے نفرت کرتے ہیں کہ ہم قادر مطلق کی عبادت جس طرح مناسب سمجھیں کریں اور یہ کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ خدا کے تحفہ آزادی کو دنیا میں ہر انسان تک پہنچائے ...... جب ہر کسی کو امن ملے گا تبھی میں خود کو امن میں سمجھوں گا۔''

(ندائے ملت رپورٹ ۱۳ تا ۱۹ مارچ ۲۰۰۳ء)

۱۹۹۳ء میں جب سابق امریکی صدر بش سینئر کویت کے دورے پر گئے تا کہ اس ملک کو آزاد کرانے پر مبارک بادیں وصول کر سکیں تو اس دوران جارج بش سینئر پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ سی آئی اے کے مطابق اس حملے کا ذمہ دار صدام حسین تھا۔ اس پر بش جونیر نے کہا:

> ''اس آدمی (صدام حسین) نے میرے والد کو قتل کرنے کی کوشش کی لیکن اس کے باوجود میں اس کے خلاف کسی بھی ذاتی دشمنی کی بنا پر نہیں۔ یہ جنگ اس لیے لازمی ہے تا کہ عراقی عوام کو آزادی اور جمہوریت کے ثمرات سے مستفید کیا جا سکے۔'' (روزنامہ ''دن'' ۲۴ جنوری ۲۰۰۳ء)

گویا صدام کا سابق امریکی صدر پر قاتلانہ حملہ اتنا قابل گرفت جرم نہیں تھا جتنا صدام کے عراقی عوام کو آزادی سے محروم کرنا اور جمہوریت رائج نہ کرنا سنگین جرم تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امریکہ نے پاکستان کو ایف ۱۶ طیارے دینے کا معاہدہ کیا۔ کئی ملین ڈالر لے کر پاکستان کو ۲۸ طیارے فراہم نہیں کیے بلکہ ادا شدہ رقم واپس کرنے سے بھی انکار کر دیا۔ وہی امریکہ افغانستان پر حملے کے دوران کئی جنگی طیارے اور ہیلی کاپٹر گنوا بیٹھا۔ سینکڑوں کی تعداد میں ہائی کمانڈوز سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ قبضہ برقرار رکھنے کے لیے تا حال جانی و مالی نقصان برداشت کر رہا ہے۔ اس کے باوجود امریکی حکومت مطمئن ہے کہ افغانستان میں جمہوری عمل پروان چڑھ رہا ہے۔

عراق میں جراثیمی ہتھیاروں کے آثار نہ ملے تو امریکہ نے عراق کا القاعدہ سے رابطے کا شور مچانا شروع کر دیا جسے دنیا کے انصاف پسند لوگوں نے کسی ٹھوس ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے قبول نہ کیا۔ دیگر ملکوں کے علاوہ برطانیہ اور امریکہ میں بھی مظاہروں نے شدت اختیار کر لی تو امریکی صدر نے اہل مغرب کے عوام اور حکمران طبقے کو مطمئن کرنے کے لیے اپنی تقریر میں کون سا حربہ آزمایا؟

''(واشنگٹن، مانیٹرنگ ڈیسک) امریکی صدر جارج بش نے کہا کہ امریکیوں کی حفاظت اور عالمی استحکام کا دار ومدار صدر صدام حسین کے خطرے کو ختم کرنے پر ہے۔ انہوں نے کہا اس کے نتیجہ میں عرب دنیا میں امن اور جمہوریت کا قیام ممکن ہو سکے گا اور ساتھ ہی نئی فلسطینی مملکت کا قیام بھی عمل میں آئے گا۔ صدر بش نے کہا کہ طاقت استعمال کرنا پڑی تو امریکہ اور اس کے اتحادی ممالک آزاد عراق کے شہریوں کی مدد کرنے کے لیے تیار ہیں۔ انہوں نے کہا صدر صدام حسین سے نجات حاصل کرنے والا ملک عراق باقی ماندہ مشرق وسطی کے لیے آزادی کی ایک ڈرامائی مثال بن سکتا ہے۔ امریکی صدر نے کہا صدام حسین کو ہٹانے کے بعد عرب دنیا میں جمہوریت اور امن کا پودا لگائیں گے...... اس سے دیگر حکمرانوں کو واضح وارننگ ملے گی کہ دہشت گردی کی حمایت نہیں کی جائے گی۔ بش نے کہا کہ عرب دنیا میں جمہوریت کی روایت نہیں لیکن عراق پر امریکی قیادت میں حملے سے یہ روایت تبدیل ہو جائے گی۔ دشمن کو شکست دینے کے بعد ہم وہاں قابض افواج نہیں دساتیر اور پارلیمنٹس چھوڑ کر جائیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے۔'' (روزنامہ دن ۲۸ فروری ۲۰۰۳ء)

ماسوائے چند سلاطین کے خلافت اسلامیہ کے دور میں سرکاری سطح پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیا جاتا تھا اور عدل وانصاف کی راہ میں حائل رکاوٹوں کا سد باب کیا جاتا تھا۔ آج امریکہ جمہوری نظام کے فروغ کے لیے سرگرم ہے۔ نوآبادیاتی دور میں وہ ممالک جہاں جمہوریت رائج نہ ہوسکی اور جو امریکی اشاروں پر عمل کرنے میں پس وپیش کررہے ہیں۔ امریکہ بزورِ بازو یا بزورِ ظلم وہاں جمہوری نظام مسلط کرنا چاہتا ہے۔ افغانستان پر تسلط جمانے کے بعد اس کا دستور تھنک ٹینک یورپ میں مرتب کررہے ہیں۔ اور اب صہیونی تحریک کے مہرے ''بش'' پر عراق اور عرب ریاستوں میں جمہوری نظام لاگو کرنے کا بھوت سوار ہے۔

کائنات کی رشد وہدایت کے لیے خاتم النبیین ﷺ کی سیرت طیبہ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا طرز حکومت ملت اسلامیہ کے لیے قیامت تک زندہ و پائندہ اور مثالی نمونہ ہے۔ جب کہ اہل مغرب کا انسانی فلاح وبہبود کا نظریہ ''جمہوریت'' ہے۔ مولانا محمد تقی عثمانی نے ۳۱ راگست ۱۹۹۳ء کو اسلامک سنٹر لندن میں سیرۃ النبی کے جلسے میں ارشاد فرمایا:

> ''آج امریکہ کی کتاب ''دی اینڈ آف ہسٹری اینڈ دی لاسٹ مین'' دنیا بھر میں بہت مشہور ہورہی ہے۔ اس کی ساری تھیسز یہ ہے کہ انسانیت کے عروج اور فلاح کے لیے کوئی نیا نظریہ وجود میں نہیں آئے گا۔ یعنی ختم نبوت پر ہم اور آپ یقین رکھتے ہیں۔ اب یہ نظریہ ختم ہوگیا کہ ڈیموکریسی کے بعد کوئی نظریہ انسانی فلاح کا وجود میں آنے والا نہیں ہے۔'' (رواداری اور اہل مغرب، ص: ۱۶۹)

در در کی ٹھوکریں کھانے والے یہودیوں نے یورپ کو نظریاتی طرز پر دو حصوں میں منقسم کردیا۔ اس محاذ آرائی کے دوران یہودی نہایت پھرتی سے اپنے پروٹوکول کی طرف پیش قدمی کرتے رہے۔ خلافت اسلامیہ کا خاتمہ، اسرائیلی ریاست کا وجود اور اقوامِ متحدہ کا قیام اسی سلسلہ کی مختلف کڑیاں ہیں۔ یہودی اقوام متحدہ کے اداروں پر چھا گئے اور انہوں نے عالمی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقتصادی نظامیات پر گرفت مضبوط کر لی۔ صہیونی تھنک ٹینک مختلف ممالک کو کنٹرول کرنے کے لیے جو ضابطے مرتب کرتے، اقوام متحدہ ان پر عمل کراتی رہی۔ کوئی خلاف ورزی کرتا تو اقوام متحدہ اس کے خلاف تادیبی کارروائی کرتی رہی۔ مگر جنرل اسمبلی میں قرارداد پاس کرانے کے لیے صہیونی لابی کو دیگر ممالک کے علاوہ پانچ مستقل ممالک کو اعتماد میں لینا پڑتا تھا۔ یہودی اب چاہتے ہیں کہ عالمی سطح پر صہیونی حکومت قائم ہو جائے تاکہ ہر یہودی آقا اور غیر یہودی غلام بن کر رہے۔ ورنہ بزور قوت ان سے جینے کا حق چھین لیا جائے۔

یہودی امریکہ میں پچاس لاکھ کے لگ بھگ ہیں۔ ۸۹ فی صد یہودی امریکہ کی ۱۲ بڑی ریاستوں میں قیام پذیر ہیں تاکہ ان کے ووٹ ڈالنے کی صورت میں ان کے من پسند ارکان اور صدر منتخب ہوں۔ اسی لیے امریکی کانگرس کے اکثر ارکان صہیونی تحریک کی حمایت کرتے ہیں جو ارکان صہیونی تھنک ٹینک کی مخالفت کرتے ہیں ان پر وائٹ ہاؤس تک پہنچنے کے تمام راستے بند ہو جاتے ہیں اور آئندہ الیکشن میں ان کو ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہودیوں نے جمہوری نظام کی بنا پر یورپ میں اثر ورسوخ حاصل کیا اور اب امریکہ کے تعلیم، میڈیا، فلم انڈسٹری اور اقتصادی وغیرہ شعبوں پر ان کا مکمل تسلط ہے۔ امریکی سی آئی اے، پینٹا گون اور وائٹ ہاؤس کے اہم عہدے دار اور صدر کے مشیر یہودی ہیں۔ صہیونی تھنک ٹینک جو دستاویز مرتب کرتے ہیں، کانگرس بھاری اکثریت سے اسے منظور کرتی ہے اور امریکی صدر اس پر عمل درآمد کرتا ہے۔

چنانچہ صہیونی تھنک ٹینک نے کیمونزم کے نظریے کو زائل کرنے اور اسلام کو ہدف بنانے کی پالیسی وضع کر لی۔ روس کی کیمونسٹ پارٹی کے کرتا دھرتا ہی یہودی تھے۔ انہوں نے ہائی کمان کے اشارے پر افغانستان پر چڑھائی کی تھی ...... زوالِ روس کے نتیجے میں وسط ایشیا کی جن ریاستوں نے روسی تسلط سے آزادی حاصل کی اب وہاں جمہوری نظام کی تیاری شروع ہے اور وہاں امریکا کا سیاسی وفوجی تسلط نمایاں ہے۔ روس کی پسپائی کے بعد امریکہ فرعونی سیاست پر اتر آیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱: ''دنیا کو اس کی حکمرانی قبول کرنا ہوگی کسی بھی ملک کو امریکہ کے خلاف فوجی قوت رکھنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ امریکی سرداری کے لیے خطرہ بن سکے۔

۲: امریکہ کو اگر کسی ملک سے خطرہ پیدا ہونے کا خدشہ ہو تو امریکہ کا حق بنتا ہے کہ اس ملک کو تباہ و برباد کردے۔ اسے Pre-Emptive War کا نام دیا گیا ہے۔

۳: کسی امریکی پر جرائم روکنے والی کسی عالمی عدالت کو مقدمہ چلانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اگرچہ وہ کسی اہم ترین عالمی جرم کرنے کا مجرم ہی کیوں نہ ہو۔''

(نوائے وقت ۲۲ مارچ ۲۰۰۳ء)

امریکی کانگرس کے ارکان صہیونی تھنک ٹینک کی پالیسی سے سرمو انحراف نہیں کرسکتے۔ چنانچہ صہیونی تحریک چاہتی ہے کہ وائٹ ہاؤس کے فیصلے ہی تمام دنیا میں بلا چون وچرا تسلیم کیے جائیں۔ صحافی نصرت مرزا کے بقول ''۱۹۹۷ء میں پنسلوانیا کے ایک پروفیسر ڈینیل ڈیوڈنی نے کہا کہ اب وقت آگیا ہے کہ ساری جمہورتیوں کو پابند کیا جائے کہ وہ امریکن سرپرستی میں عالمی فیڈریشن میں شامل ہوں۔ اس کے علاوہ کانگرس کے لوگوں میں ساری دنیا کے لے قانون سازی کی خواہش جاگی ہوئی ہے۔'' (نوائے وقت ۲۷ فروری ۲۰۰۲ء)

وفاقی ملک میں صوبائی حکومت قومی اسمبلی کے فیصلوں پر عمل درآمد کرتی ہے۔ صوبائی اسمبلی کو قومی اسمبلی کے فیصلوں میں ردّ وبدل کا اختیار نہیں ہوتا۔ امریکی منشا یہ ہے کہ دنیا کے جن علاقوں میں جمہورتیں نہیں وہاں بھی جمہوری نظام رائج کیا جائے۔ پھر تمام جمہوریتیں عالمی فیڈریشن میں شامل ہوکر کانگرس کے فیصلوں کو تسلیم کرلیں اور اپنی علاقائی حدود میں اسی پر عمل درآمد کریں تاکہ صہیونی تھنک ٹینک کی پالیسی جب کانگرس سے پاس ہوجائے تو ساری دنیا کی جمہوریتیں قانونی طور پر اس کی پابند ہوجائیں۔ جس طرح اقوام متحدہ کے ارکان اس کے ضابطوں کے پابند تھے۔ ''امریکی مشرق وسطی شراکت برائے جمہوریت وترقی'' کا منصوبہ بھی اسی سلسلے کی نظریاتی جنگ ہے۔

امریکہ کے وزیر خارجہ کولن پاول نے مستقبل میں عراقی حکومت کے بارے میں کانگرس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں منصوبہ پیش کیا ہے کہ

”عراق میں جنرل ٹومی فرینکس کی سربراہی میں حکومت بنے گی۔ اقوام متحدہ کے زیر کنٹرول حکومت بنانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ البتہ عراق میں امریکی فوجی حکومت قائم ہوتے ہی جتنی جلدی ممکن ہو سکا اقوام متحدہ کو اس سے رابطے کی اجازت دی جائے گی۔ کولن پاول کے منصوبہ کے تحت عراق پر قبضہ کے بعد جنرل ٹومی کی سربراہی میں ایک عبوری حکومت تشکیل دی جائے گی جس کا مقصد ملک میں استحکام بحال کرنا ہوگا۔ پھر اس فوجی حکومت کو ایک امریکی عوامی حکومت میں تبدیل کیا جائے گا۔ اس کے بعد ایک عبوری عراقی انتظامیہ کو حکومت کا نظم ونسق سونپ دیا جائے گا۔“ (روزنامہ نوائے وقت ۲۸ مارچ ۲۰۰۲ء)

اس منصوبے میں امریکی عوامی حکومت سے عالمی فیڈریشن کی واضح طور پر جھلک نظر آتی ہے۔ مسلم ممالک کے سربراہ آپس میں متحد ہو کر امریکی دہشت گردی کے خلاف دفاعی واقتصادی تعاون کے معاہدے کرنے کی بجائے یو این یوزلیس (U.N.Uselcss) سے جنگ بندی ودیگر مسائل کے حل کی آس لگائے بیٹھے ہیں جب کہ صہیونی تحریک عالمی فیڈریشن کے منصوبے پر عمل پیرا ہے۔

جو امریکہ پس ماندہ وترقی پذیر ممالک کو سودی قرضے جاری کرنے سے پہلے کئی پینترے بدلتا اور مقروض ملک کی یک جہتی وسلامتی کے منافی شرائط عائد کرتا ہے، وہی امریکہ اپنی مرضی سے مشرق وسطیٰ میں جمہوریت کے فروغ کے لیے تعلیم، میڈیا اور خواتین کے حقوق کی بحالی کے پروگراموں پر ۲۹ ارب ڈالر کیوں خرچ کر رہا ہے؟

امریکہ نے آج تک کسی اسلامی ملک کو دفاعی ٹیکنالوجی فراہم نہیں کی۔ اگر کسی اسلامی ملک نے اپنے طور پر یا کسی دوسرے ملک کے تعاون سے ایٹمی ٹیکنالوجی میں مہارت حاصل کرنے کی کوشش کی تو امریکہ نے اسے ہٹ لسٹ میں شامل کرلیا اور اسے اقوام متحدہ کی طرف سے بھی پابندیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ امریکہ خود جنگی اسلحہ تیار کرتا ہے جو بھاری قیمت پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فروخت کرتا ہے اور خریدار ملک پر کڑی شرائط عائد کرتا ہے۔ دفاعی ٹیکنالوجی تو دور کی بات ہے امریکہ تو طبی، زرعی اور زندگی میں عام استعمال کی اشیاء کے فارمولے مہیا نہیں کرتا۔ وہ تو ان چھوٹی بڑی مصنوعات کو برآمد کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ جب پس ماندہ وترقی پذیر ممالک میں ان کی مانگ میں اضافہ ہوتا ہے تو امریکہ کی ملٹی نیشنل کمپنیاں ان اسلامی ممالک میں کارخانے لگاتی ہیں۔ طرفہ تماشا یہ کہ کمپنیاں، ماہرین اور خام مال امریکہ اور یورپ سے منگواتے ہیں۔ اس طرح غریب ممالک کو لوٹ رہے ہیں۔ وہ امریکہ جو انسانیت کی فلاح وبہبود کے لیے ادویات کی ٹیکنالوجی فراہم نہیں کرتا وہ اسلامی ممالک کو سیاسی ٹیکنالوجی زبردستی کیوں برآمد کر رہا ہے؟

ملت کفر مسلمانوں کے جہادی جذبے سے خائف ہے چونکہ جمہوریت کے برگ وبار (نیشنلزم، کیپٹل ازم اور سیکولرازم) جہادی جذبے کو مدھم کرتے ہیں، اس لیے ملت کفر کا سرغنہ جمہوریت اپنانے پر زور دیتا ہے۔ ☆

☆ ہفت روزہ ''الاعتصام'' ۲۳ مئی ۲۰۰۳ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئینی طور پر پارلیمنٹ خود مختار ادارہ ہے

پاکستان کی قومی اسمبلی نے ۱۵ نومبر ۲۰۰۶ء کو ''تحفظ حقوقِ نسواں بل'' کے نام پر انہدامِ حدود اللہ کے قانون کو کثرت رائے سے منظور کیا۔ جس میں زنا بالرضا کی سزا زیادہ سے زیادہ پانچ سال قید اور دس ہزار روپیہ جرمانہ مقرر ہوا۔ جب کہ ۱۶ سال سے کم لڑکی کے ہر زنا کو زنا بالجبر کا نام دے کر اس کو سزا سے مستثنیٰ کر دیا گیا۔ نئے قانون میں شریعت کی رو سے بیوی کی مرضی کے بغیر اس سے ''قربت'' اختیار کرنا زنا بالجبر قرار پاتا ہے۔ مزید برآں اقدام زنا، مبادیاتِ زنا یا بوس وکنار وغیرہ کی تعزیرات وسزائیں منسوخ کر دی گئی ہیں۔

تمام مکاتب فکر کے علماء نے حقوق نسواں بل کی مذمت کی ہے۔ محترم جسٹس (ر) تقی عثمانی، مفتی منیب الرحمٰن اور حافظ حسن مدنی نے نہایت علمی وتحقیقی انداز سے ثابت کیا ہے کہ اس بل کی آٹھ دفعات قرآن وسنت سے متصادم ہیں اور طریق کار میں اُن قباحتوں کو طشت ازبام کیا جن سے معاشرہ میں فحاشی کا طوفانِ بدتمیزی برپا ہوگا۔ جب کہ حکومتی ارکان کا موقف ہے کہ یہ بل کتاب وسنت کے عین مطابق ہے۔ ممتاز دانشور مجید نظامی نے طنزیہ انداز میں کہا:

> ''حدود کے واضح قانون اور اس قانون کے تحت متعین واضح شرعی سزاؤں میں ردّ وبدل کرنے کے باوجود دعویٰ کیا جا رہا ہے کہ یہ قانون قرآن وسنت کے عین مطابق ہے۔'' (نوائے وقت)

انہدامِ حدود بل کو جنوں یا فرشتوں نے آ کر پاس نہیں کیا۔ بلکہ اس قانون کو اس جمہوری پارلیمنٹ نے پاس کیا جس کو پاکستان کے غیور مسلمانوں نے خود منتخب کیا۔ جس میں پہلی مرتبہ علماء کو بھی مؤثر نمائندگی حاصل تھی اس پارلیمنٹ نے منظور کیا ''جس کی حکم رانی کے لیے متحدہ مجلس شدت سے مطالبہ کرتی رہی۔'' (اشارات ترجمان القرآن، دسمبر ۲۰۰۲ء)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُس قرار دادِ مقاصد کی موجودگی میں مذکورہ قانون منظور ہوا جس کی خوش فہمی میں مبتلا ہو کر دینی جماعتوں نے اسلام کے نفاذ کے لیے انتخابی سیاست کو عبادت کا محور بنا لیا۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے قائم ہونے پر علماء پھولے نہ سمائے جب کہ پارلیمنٹ نے کونسل کی منظوری کے بغیر ہی تحفظ حقوقِ نسواں بل پاس کیا۔

مذکورہ حقائق سے بخوبی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ آئینی طور پر قانون سازی میں پارلیمنٹ خودمختار ادارہ ہے اور قرآن وسنت کی حیثیت نمائشی ہے۔

جب کہ اسلامی نظامِ حکومت میں قرآنِ وسنت سپریم لاء ہے جن میں ترمیم کرنے کا حق کسی صحابی کو بھی حاصل نہیں ارکان اسمبلی کس کھیت کی مولی ہیں جنہوں نے حدود کا ترمیمی بل منظور کیا۔

قرونِ اولیٰ کے ائمہ کرام نے اپنے اپنے فہم کے مطابق قرآن وسنت سے مسائل واحکام اخذ کیے لیکن کسی امام نے اپنی فقہی آراء کو دستوری حیثیت نہ دی بلکہ ایک دفعہ عباسی خلیفہ نے ''موطا'' کو اسلامی حکومت کا دستور بنانا چاہا تو امام مالک رحمہ اللہ نے سختی سے تردید کی۔

بھارت کے مولانا سعید احمد اکبر آبادی کے بقول انگریزوں سے قبل سلاطین دہلی کے نظامِ عدل کی بنیاد قرآن وحدیث تھی۔ انگریزوں نے اپنے دورِ اقتدار میں کتاب وسنت کے متبادل خود ساختہ قانون متعارف کرایا۔ آزادی کے بعد بھی پارلیمنٹ کے منظور کردہ خود ساختہ دستور کے نفاذ کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔ جب تابعین کے دور کے اجتہادی فیصلوں میں غلطی کا امکان ہوسکتا ہے تو پندرھویں صدی ہجری میں قومی اسمبلی کے ارکان کی رائے کو قرآن وسنت پر فوقیت کیوں کر ہے؟

محترم مجید نظامی اعتراف کرتے ہیں:

''جنرل ضیاء الحق کے نافذ کردہ حدود آرڈی نینس میں یقیناً کچھ قباحتیں ایسی تھیں جن کی بنا پر پولیس کو بھی کھلا لائسنس ملا، اور لوگوں نے اس قانون کی آڑ میں اپنی پرانی دشمنی کے بدلے بھی چکائے۔ اس قانون میں یقیناً اصلاح کی گنجائش موجود

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھی۔'' (نوائے وقت)

یہی وجہ ہے کہ پروفیسر خورشید احمد کے بقول ''گزشتہ ستائیس برسوں میں اس قانون میں کم از کم پانچ ترامیم ہوئی ہیں۔'' (ترجمان القرآن، دسمبر ۲۰۰۶ء)

جنرل ضیاء الحق نے حدود آرڈی نینس کو عالم اسلام کے نامور مفکرین کی آراء سے تیار کیا۔ پھر بھی اس میں قباحتیں موجود تھیں تو موجودہ قانون کے غیر اسلامی ہونے میں کیا شک ہوسکتا ہے جس کے غیر شرعی ہونے پر تمام علمائے کرام متفق ہیں۔

تعجب ہے کہ اس کے باوجود سیاسی علماء اور دانشور ارکانِ پارلیمنٹ سے قرآن وسنت کی حکمرانی قائم کرنے کی توقع رکھتے ہیں اور جمہوری طریقہ پر بدستور قائم ہیں۔

یہ لمحہ فکر ہے کہ قرآن وسنت کے احکام کا نفاذ ارکان اسمبلی کی منظوری کا محتاج ہے متحدہ مجلس عمل کے قائدین سے ہماری گزارشہ ہے کہ اگر واقعی آپ کے دل میں اصلاح کا جذبہ موجزن ہے تو حکومت پر فائز عہدیداروں کو خشیت الٰہیہ اور اتباعِ رسول مقبول ﷺ کا درس دے کر روحانی انقلاب برپا کریں۔ اگر تحریک چلانا چاہتے ہیں تو یہ چلائیں کہ قرآن وسنت سپریم لاء ہے۔ پارلیمنٹ عدلیہ وانتظامیہ کے ارکان کے فیصلے اس کے تابع ہیں۔ اس کو بنیاد بنا کر اساسی نظام کی تبدیلی کے لیے جدوجہد کرو۔ ☆

☆ ہفت روزہ '' [redacted] '' ۹ تا ۱۵ فروری ۲۰۰۷ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روسو کا نظریہ منشائے عام خلافِ فطرت ہے

سترھویں صدی عیسوی میں فرانس کے فلسفی روسو نے منشا عام (Public Will) کا نظریہ پیش کیا کہ اختیار کے اصل مالک عوام ہیں کیوں کہ انسان خیر وشر میں خود تمیز کر سکتا ہے جس رائے پر عوام کی کثرت اعتماد کا اظہار کرے وہی معیارِ حق ہے۔

سوچنے کا مقام ہے کہ روئے کائنات پر ہندو خود تراشیدہ بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں جب کہ نصاریٰ عقیدہ تثلیث کے قائل ہیں۔ لیکن مسلمان اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانتے ہیں اگر ہر انسان حق و باطل میں تمیز کر سکتا ہے تو خالق کائنات کی ذات وصفات سے متعلق بنی نوع انسان میں اختلاف کیوں ہے؟

اللہ ذوالجلال نے بنی نوع انسان کی ہدایت و راہ نمائی کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث فرمائے یہودیوں میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک انبیاء کرام کی بعثت کا تصور موجود ہے نصاریٰ ان کے علاوہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی نبی تسلیم کرتے ہیں اگر انسان سیدھے اور ٹیڑھے راستہ میں پہچان کر سکتا تھا تو انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا کیا مقصد؟

عالمی معاشرہ میں قتل و غارت، چوری ڈکیتی اور بدکاری کے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ اگر ہر انسان خود خیر وشر میں تمیز کر سکتا ہوتا تو معاشرہ میں اخلاقی جرائم کا ارتکاب کیوں ہے؟

جانوروں کی افزائش نسل کے لیے نر اور مادہ کا ملاپ ضروری ہے اگر ایک نر دوسرے نر اور ایک مادہ دوسرے مادہ سے ملاپ کرتے رہیں افزائش نسل کا سبب نہیں بن سکتے۔ اہل مغرب کے قانون ساز ادارے یکے بعد دیگرے ہم جنس پرستی کے عمل کو قانونی جواز فراہم کر رہے ہیں۔ اہل مغرب اپنے پیکج کو دوسرے ممالک میں بزور قوت رائج کر رہے ہیں توجہ طلب پہلو ہے کہ اس طرح افزائش نسل کا تولیدی سلسلہ جاری رہ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیا نظریہ منشا فطرت انسانی کے مطابق ہے؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل مغرب کے کروڑوں افراد بالغ رائے دہی کی بنیاد پر تین چار صد نمائندوں کا انتخاب کرتے ہیں جو حکومتی نظام چلانے کے لیے دستور تشکیل دیتے ہیں اور معاشرہ میں جرائم کے خاتمہ کے لیے بحث مباحثہ کے بعد منشا عام کی بنیاد پر قانون وضع کرتے ہیں زیادہ عرصہ نہیں گزرتا کہ ان کے نقائص ظاہر ہو جاتے ہیں تو وہی ارکان اسے تبدیل کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں، پارلیمنٹ کو ردو بدل اور ترمیم کرنے کا اختیار اس امر کا بین ثبوت ہے کہ انسانوں کے بنائے ضابطے اور قانون نقائص سے پاک نہیں ہو سکتے جب سے اہل مغرب نے وحی الٰہی کے احکام کو پس پشت ڈال کر جرائم کے خاتمہ کے اختیارات منتخب ارکان کو سونپ دیے تو جرائم کی شرح میں اضافہ ہوا ہے۔ روزمرہ زندگی کا مشاہدہ ہے کہ مشینی آلات کے مفید اور ضرر رساں پہلو کو اس کا موجد بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ اس میں ممکنہ جنم لینے والی خرابیوں کا ازالہ درست انداز میں کر سکتا ہے اسی طرح بنی نوع انسان میں ممکنہ شر انگیز اقدام کے سد باب کے لیے پائندہ و تابندہ ضابطے وہی تجویز کر سکتا ہے جو ان کا خالق ہے۔ اللہ رحیم و کریم نے انسانوں میں خیر و شر کی پہچان کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث فرمائے جو وحی الٰہی کی روشنی میں ہدایت کا فریضہ سر انجام دیتے ہیں۔ رب کائنات نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمہ گیر دائمی ضابطہ حیات ''قرآن حکیم'' نازل فرمایا امام کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اس کی عمدہ تفسیر ہے۔ قرآن و سنت میں قیامت تک پیش آمدہ مسائل کا حل موجود ہے۔ پندرھویں صدی کا تہائی حصہ بیت گیا ہے لیکن مذکورہ احکام میں کوئی خامی نظر نہیں آئی۔ جو اسلام کی صداقت کا بین ثبوت ہے۔

روئے کائنات کی جس دھرتی پر وحی الٰہی کے احکام کو سپریم لا کی آئینی حیثیت رہی، معاشرے میں جرائم کی شرح آٹے میں نمک کے برابر رہی۔ جب سے بنی نوع انسان نے منشا عام کے نظریہ کو اپنایا اُس وقت سے جرائم کی رفتار میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔ چنانچہ عالمی معاشرے میں امن و سلامتی کا راز خالق کائنات کے نازل کردہ قرآن و سنت کو سپریم لا کی آئینی حیثیت دینے میں مضمر ہے!☆

☆ ماہنامہ [redacted]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وحی الٰہی کا واضح انکار......ا

رب ذوالجلال نے امت مسلمہ کے اتحاد و یک جہتی کے لیے قرآنِ حکیم میں راہ نما اصول بیان کیا ہے:

﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ج فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ط ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ﴾

(النساء : ٥٩)

”اے ایمان والو! فرماں برداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرماں برداری کرو رسول (ﷺ) کی اور اپنے میں سے اختیار والوں کی۔ پھر اگر تم میں (اور اختیار والوں میں) کسی چیز میں اختلاف ہو جائے تو اُسے لوٹاؤ اللہ کی طرف اور رسول ﷺ کی طرف اگر تمھیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ بہت بہتر اور بہ اعتبارِ انجام بہت اچھا ہے۔“

”حکم صرف اللہ ہی کا ہے“ رسول اللہ ﷺ خالصتاً منشائے الٰہی کا مظہر اور اس کی مرضیات کے نمائندہ تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے حکم کو بھی مستقل طور پر واجب الاطاعت قرار دیا ہے اور فرمایا کہ اُن (ﷺ) کی اطاعت دراصل اللہ کی اطاعت ہے:

﴿ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ﴾ (النساء : ٨٠)

”جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اُسی نے اللہ کی اطاعت کی۔“

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حدیث بھی اسی طرح دین کا ماخذ ہے جس طرح

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآنِ حکیم۔ تاہم امراء وحکام اور فقہاء کی اطاعت بھی ضروری ہے جب تک وہ عوام کو صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات بتلائیں، لیکن اگر وہ اس سے انحراف کریں تو عوام کے لیے ان کی اطاعت ضروری نہیں۔ ''اللہ کی طرف لوٹانے'' سے مراد قرآن کریم، اور ''الرسول ﷺ کی طرف لوٹانے'' سے مراد حدیث رسولؐ ہے، یہ تنازعات کے ختم کرنے کے لیے ایک بہترین اصول بتلا دیا گیا ہے۔'' (ماخوذ از احسن البیان، ج:۲، ص:۲۳۱)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں متعدد بار ایسے ہوا کہ بعض مسائل وحالات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آرا باہم مختلف ہوگئیں تو ان نزاعی امور کے حل کے لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اللہ کا قرآن اور نبی ﷺ کا فرمان سنایا، جس پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کمال فرماں برداری کا مظاہرہ کیا، جس سے ان کا اتفاق اور پیار محبت قائم رہا اور وہ باہم شیر وشکر ہو گئے، انھوں نے امیر المومنینؓ کے حکم پر اسلام کی خاطر جان ومال کے نذرانے پیش کیے، روم وایران کے محکوموں کو بندوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی بندگی کا درس دیا۔

جب دشمنانِ اسلام کو عسکری میدان میں شکست کا سامنا ہوا تو انھوں نے امت کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی ٹھان لی۔ مخبر صادق ﷺ نے امت میں پھوٹنے والے اختلافات سے بچاؤ کے لیے کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا تھا، دشمنوں نے قرآن وحدیث میں تاویلاتِ فاسدہ، تشکیکات اور کج روی پیدا کرنے کی کوششیں شروع کر دیں، نیز مسلمانوں کو ان سے انحراف کی راہ پر ڈالنے کی پالیسی اختیار کی۔

اختلافات کا آغاز اور بنیاد:

فکری یلغار سے متاثر ہو کر امت مسلمہ کے ایک گروہ نے دعویٰ کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے خاندانی قرابت کی وجہ سے خلافت کے حق دار حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے، اس سیاسی تحریک نے رفتہ رفتہ مذہبی فرقے کی صورت اختیار کر لی، جنھوں نے دینی امور کے لیے اپنے ائمہ کرام رحمہم اللہ کے اقوال کو ہی حجت تسلیم کیا۔ ان کے ردعمل میں خوارج نمودار ہوئے جن کے نزدیک خلافت اہل بیت یا قریش کا موروثی حق نہیں تھا بلکہ وہ ہر صحیح مسلمان کو اس کا مستحق قرار دیتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ اگر چہ نومسلموں میں ان تحریکوں کے اثرات سرایت کر گئے تاہم یہ تحریکیں مزید بے شمار فرقوں میں بٹ گئیں۔ خوارج کا ایک فرقہ ''نجدہ'' صرف قرآن پاک پر عمل کرنے کا قائل تھا۔ مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی خوارج کے اعتقادات بیان کرتے ہیں:

''انکارِ حدیث کے فتنہ کی بنیاد سب سے پہلے خوارج نے رکھی، کیوں کہ ان کے عقائد کی بنیاد ہی اس پر تھی کہ جو بات قرآن سے ملے گی اسے اختیار کریں گے۔ چناں چہ ان کے یہاں بڑی حد تک احادیث کا انکار پایا جاتا ہے اور اسی انکارِ حدیث کا نتیجہ تھا کہ انھوں نے رجم کے شرعی حد ہونے سے انکار ہی اس بنا پر کیا کہ قرآنِ کریم میں اس کا ذکر نہیں ہے۔''

(عظیم فتنہ، ص: ۲۲ بہ حوالہ ماہ نامہ محدث، فتنہ انکارِ حدیث نمبر، ص: ۱۱۸)

جب اسلام عرب کی سرزمین سے نکل کر عجم میں پھیلا اور اس کے ساتھ یونانی فلسفے اور منطق کی ترویج ہوئی تو مختلف دینی عقائد اور احکام ومسائل زیرِ بحث آئے، 'فرقہ معتزلہ' اسی دور کی پیداوار ہے، انھوں نے حق کے معیار کے لیے عقل کو فیصلہ کن حیثیت دی اور اسلامی احکام کو عقل سے پرکھنے کی کوشش کی، مگر اس راستے میں رسولِ اکرم ﷺ کی سنت حائل تھی۔ چناں چہ انھوں نے حدیث کی صحت کے لیے عقل کی کسوٹی کو ضروری قرار دیا۔ توحید اور آخرت پر منفرد اور انوکھے نظریات کے علاوہ معتزلہ کا سب سے اہم عقیدہ یہ تھا کہ 'قرآن' مخلوق اور حادث ہے، اسمٰعیلی عقائد بھی ملاحظہ ہوں:

''اسمٰعیلی عقائد میں سب سے دل چسپ اور اہم عقیدہ یہ تھا کہ قرآنی الفاظ کے دو معانی ہیں: ایک ظاہری اور ایک باطنی۔ دین کا اصل مدعا یہ ہے کہ احکام خداوندی کے باطنی اور اصلی معانی معلوم کیے جائیں کیوں کہ ظاہری الفاظ تو محض پردہ ہیں جن کے پیچھے اصل معانی کو چھپا دیا گیا ہے۔ تاکہ نااہل افراد ان کی حقیقت تک نہ پہنچ سکیں۔ جہاں تک باطنی معانی کا تعلق ہے وہ صرف امامِ وقت ہی جانتا ہے، وہ کسی آیت کا جس طرح بھی مطلب کرے وہی صحیح ہوگا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لیے امام کی کورانہ اطاعت ہی میں خدا کی رضا جوئی کا راز مضمر ہے، اس نظریہ کی آڑ میں اسمٰعیلی قرآنی آیات کی مختلف تاویلیں پیش کرتے تھے، اور ان کا ترجمہ اپنی حسب منشا کرتے تھے۔"

(تاریخ اسلام از صاحب زادہ عبدالرسول، ص:۵۲۰)

چوں کہ وہ حدیث کو ترک کیے بغیر من مانی تاویلات اور مذموم عقائد یعنی جدیدیت کو فروغ نہیں دے سکتے تھے اس لیے مذکورہ فتنوں کی غرض وغایت یہ رہی کہ کسی نہ کسی طرح قرآنِ حکیم کو نبی کریم ﷺ کی عملی تفسیر سے جدا کر دیا جائے۔

عجمی نومسلم ان فتنوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، حتی کہ بعض امرا نے بھی ان فتنوں کی سرپرستی کی، ان فتنوں کے داعی اپنے جدید نظریات کو تقویت دینے کے لیے نقلی دلائل کی عقلی تاویلیں کرتے تھے، اسی بنا پر علمائے حق (مثلاً: امام احمد بن حنبل اور امام ابن تیمیہ رحمہما اللہ وغیرہ) نے قرآن وحدیث کی روشنی میں اطاعت رسول کو اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ منکرین حدیث کے نظریات کی تردید کی۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے عزیمت کا انمٹ نمونہ پیش کیا۔ یہی وجہ ہے کہ تیسری صدی کے بعد خوارج اور معتزلہ کے فتنے اپنی موت ہی مر گئے۔

اگلا قدم:

خلافت اسلامیہ کے دورِ انحطاط میں مرکزی حکومت کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی تو صوبائی خود مختاری کی وبا پھوٹ پڑی، یہود ونصاریٰ نے موقعے کو غنیمت سمجھا۔ یہ صلیبی جنگیں ۱۰۹۷ء سے ۱۲۹۱ء تک شام وفلسطین کی مقدس سرزمین میں لڑی گئیں۔ جہاں یورپی سپاہیوں نے خون ریزی، سفاکی اور بداخلاقی کا جو کھیل کھیلا، تاریخ میں اس کی مثال مشکل سے ملے گی۔ کیا دو سو سال تک لڑی جانے والی صلیبی جنگ میں مسلمانوں کی معاشرت وسیاست یورپ سے متاثر ہوئی؟ جناب صاحبزادہ عبدالرسول اس کے نتائج بیان کرتے ہیں۔

"صلیبی جنگوں نے اسلامی معاشرہ، سیاست اور ثقافت میں کوئی اثرات پیدا نہ کیے، تاریخ اسلام میں ان کی حیثیت محض ایک سانحہ کی تھی جس نے وقتی طور پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امت کے ایک حصہ کو پریشان کیا مگر جلد ہی امت نے کوئی مستقل اثر قبول کیے بغیر اسے فراموش کر دیا۔ اسلامی دنیا کی ثقافت یورپ کے مقابلے میں اس قدر بلند پایہ تھی کہ یورپ سے تاثر لینے کا سوال ہی پیدا نہ ہو سکتا تھا۔"

(تاریخ اسلام، ص: ۵۱۳)

۱۲۵۸ء میں تاتاریوں کا سیلاب آیا، خلافت عباسیہ منہدم ہوئی، سقوطِ بغداد کا حادثہ رونما ہوا، ہلاکو خان نے قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا اور گلیوں میں مسلمانوں کا خون بہنے لگا لیکن اس کے باوجود امت مسلمہ تازہ دم ہو کر نکلی، کیوں کہ تاتاریوں کے پاس نظام زندگی کا کوئی فلسفہ نہ تھا۔ اس کے برعکس اسلام ہمہ گیر ضابطہ حیات تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ہلاکو خان کا پوتا اسلامی تعلیم و تزکیے سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ تھوڑے ہی عرصے بعد لوگوں نے خلافت عثمانیہ کی بنا رکھی جنھوں نے یورپ کے دروازے پر جا کر اللہ اکبر کی صدائیں بلند کیں۔

صلیبی جنگیں اثر انداز نہ ہو سکیں، کیوں؟

خلافت اسلامیہ کے دور میں یہود و نصاریٰ کی منفی سرگرمیاں مسلمانوں میں اس لیے غیر مؤثر ثابت ہوئیں کیوں کہ اس دور کی عدالتوں میں عوامی معاملات کے فیصلے کتاب و سنت کی روشنی میں صادر ہوتے تھے اور اسلامی علوم کے ماہر ہی صرف قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز ہوتے تھے۔ جو اپنی مرضی سے مقامی علاقوں میں قاضی مقرر کرتے، وہ فقہ اسلامی کے مطابق فیصلے صادر کرتے تھے۔ رشوت، سفارش کو معیوب سمجھا جاتا تھا۔ اگرچہ معاشرے میں فقہی اختلاف تھا لیکن قرآن و حدیث کو حرف آخر سمجھا جاتا تھا۔ جو تحریف قرآن کے قائل تھے وہ بھی متوقع مخالفت کے ڈر سے اپنے عقیدے کا واضح اظہار نہ کر سکتے تھے۔ تعلیمی اداروں میں طبقاتی تقسیم نہ تھی، مدارس کے ابتدائی درجات میں دینی تعلیم و تزکیہ کا خصوصی اہتمام ہوتا تھا۔ اعلیٰ تعلیمی اداروں میں تفسیر، حدیث کے علاوہ دیگر علوم پر بھی خصوصی توجہ دی جاتی تھی۔ بادشاہ و امرا کے بچے بھی انہی درس گاہوں میں پڑھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر امرا و سلاطین صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔ بعض خلفا تو حافظ قرآن بھی تھے، تاہم بعض امرا لہو و لعب کا شکار ہو گئے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر وہ علانیہ شرعی احکام کی خلاف ورزی نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے علما سے رجوع کرتے تھے علمائے حق تو انکار کر دیتے لیکن علمائے سوء حیلوں بہانوں سے اُن کو جواز فراہم کرتے تھے۔

عصر حاضر میں ملت اسلامیہ کے حالات وواقعات یکسر مختلف ہیں، ان کی سیاست، معیشت، معاشرت، تعلیم اور عدلیہ پر مغربی فلسفے کا غلبہ ہے، اس کی بنیادی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟

یہودیوں نے یورپ کے عیسائیوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد کا واویلا مچا کر فلسطین پر لشکر کشی کے لیے اُکسایا۔ ان صلیبی جنگوں میں تقریباً ستر ہزار انسان ہلاک ہوئے لیکن عیسائیوں نے یہود کے لیے اس سے بھی بدتر سزا تجویز کی، جن کنیساؤں میں انھوں نے پناہ لے رکھی تھی انھیں آگ لگا دی اور انھیں زندہ جلا دیا گیا۔ چناں چہ یہودی ربیوں نے سترہ سو سال میں ذلت و رسوائی کے تاریخی تجربے پر غور وفکر کیا اور اسلامی، یونانی اور رومی فلسفوں کی روشنی میں تجزیہ کیا کہ مذہبی حمیت کو مدھم کیا جائے۔

محترم ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری کے بقول اٹھارھویں صدی میں جس فکر نے عیسائیت کو شکست دی اس کی دو شاخیں تھیں۔

1......تحریک تنویر (Enlightenment)

2......تحریک رومانویت (Romanticism)

موجودہ مغربی تہذیب کے بنیادی تصورات، عقائد، نظریات فی الحقیقت ان دونوں تحریکوں ہی سے نکلے ہیں۔

تحریک تنویر کی علمیات:

یہ دونوں تحریکیں بنیادی طور پر وحی کا انکار کرتی ہیں، ان ہی معنوں میں یہ عیسائیت کا بھی انکار ہیں۔ پروٹسٹنٹ (Protestanism) عیسائیت نے اس انکار کو اوّلین جواز فراہم کیا تھا۔ پروٹسٹنٹ ازم کا بانی لوتھر غلبۂ کفر کا اصل مجرم ہے۔ عقل انسانی کو وحی کی تعبیر اور تفسیر کا واحد ذریعہ قرار دے کر اور اجماع کی حجیت کو رد کر کے اس نے انکار وحی کی تحریکوں کے لیے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمین ہموار کی۔ اس نے عیسائی تناظر میں وحی کے انکار کی عمومی قبولیت کے لیے بنیادیں فراہم کیں۔ وحی کے انکار سے مراد یہ ہے کہ عقل استقرائی (Inductive Reason) اور عقل استخراجی (Deductive Reason) کو استعمال کر کے حقیقت (Ontology) تک رسائی ہو سکتی ہے۔ ''عقل'' وحی اور علم لدنی کے بغیر ان سوالات کا جواب دے سکتی ہے کہ انسان کیا ہے؟ انسان کی کائنات میں کیا حیثیت ہے؟ تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ کہاں جاؤ گے؟ ان سب سوالات کے جوابات عقل استقرائی اور عقل استخراجی کی مدد سے دیے جا سکتے ہیں۔ عیسائیت یہ کہتی تھی کہ ان سوالات کا جواب وحی کے بغیر نہیں دیا جا سکتا، اسلام بھی یہی کہتا ہے۔

تحریک رومانویت کی علمیات:

تحریک تنویر کے برعکس تحریک رومانویت کے نزدیک حقیقت کو براہِ راست ''دیکھا'' (Intution) جا سکتا ہے اور براہِ راست دیکھنے کے ذرائع انسانی جبلتوں، خواہشات اور احساسات کی آلۂ کار ہیں، تحریک رومانویت نے تحریک تنویر کے برعکس انسانی جبلتوں اور خواہشات واحساست کو بنیادی ذریعہ علم تصور کیا ہے۔ غرض تحریک رومانویت کے مطابق بنیادی ذریعہ علم (Intuilution) ہے اور عقل خواہشات کی نوکر ہے (Reason is the slave of desire) اور اصل میں حقیقت تک رسائی کا ذریعہ وجدان ہے۔

روسو کے نزدیک تنویر اور رومانویت کا ادغام:

جس شخص نے ان دونوں تحریکوں کو باہم ملا دیا وہ روسو تھا، اس کے خیال میں انسان بنیادی طور پر خیر ہے، اور ہمیشہ خیر کا طالب ہوتا ہے۔ انسانی خواہشات، جبلتیں اور احساسات فطرتاً پاک ہیں، یہی وجہ ہے کہ انسان اپنے ارادے کے تحت جس چیز کو پسند کرتا ہے وہ عموماً فلاح ہے۔

انسان خود بہ خود بغیر کسی وحی کے، بغیر کسی راہ نمائی کے بہ ذاتِ خود اس چیز کا مکلّف ہے کہ وہ ارادہ عمومی کے ذریعے خیر کا تمنائی ہو۔ ہر فرد کا ارادہ، ارادہ عمومی کا اظہار اس لیے ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ ہر فرد بنیادی طور پر خیر ہے۔ یہی ارادہ عمومی کا تصور جمہوریت اور سرمایہ داری کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ (General will always wills human welfare) ارادہ عمومی ہمیشہ انسانی فلاح کا ارادہ کرتا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ''انسانی ذات فی نفسہ خیر ہے۔'' The self is essentially good۔

اس کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ خیر کے ادراک اور خیر پر عمل پیرا ہونے کے لیے وحی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مغربی تہذیب دعویٰ کرتی ہے کہ حقیقت تک وحی الٰہی کے بغیر عقل اور جبلتوں کی بنیاد پر رسائی ممکن ہے۔ (تلخیص ''جریدہ'' نمبر۲۹ جامعہ کراچی، ص: ۴۵۸ تا ۴۶۱)

اہل یورپ عیسائی کے پیروکار تھے، چوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وحی الٰہی کے احکام لوگوں کو زبانی سمجھائے تھے، اُن کے عقیدت مند بھی زبانی دوسروں تک احکام پہنچاتے رہے۔ عرصۂ دراز کے بعد جب مسیحیت کے پیروکاروں سے تقاضا کیا گیا کہ یسوع مسیح کے حالات اور انجیل کے احکام دکھاؤ تو چوتھی صدی عیسوی میں جن عیسائیوں نے لکھنے کا کام شروع کیا ان کی زبان یونانی تھی، حالاں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سریانی یا آرامی تھی۔ مرتبین نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب کسی قول یا واقعے کی سند بیان نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ ستر کے قریب انجیلیں لکھی گئیں جو ایک دوسرے سے مختلف تھیں۔ یہ تضاد اور تحریف فطری امر تھا کیوں کہ انجیل دائمی ضابطۂ حیات نہ تھا اور نہ اُس کی حفاظت کی اللہ نے کوئی ذمہ داری ہی اٹھائی تھی، اس کے ضابطے بہرحال محدود وقت کے لیے تھے۔

اٹھارھویں صدی کے عیسائی الہامی مذہب کی تعلیم سے کوسوں دور ہو چکے تھے، خدا خوفی اور فکر آخرت کے عقائد فراموش کر چکے تھے۔ چناں چہ محرف انجیل اور پادری 'تحریک تنویر' اور 'رومانویت' کا مؤثر توڑ پیش نہ کر سکے۔

''تحریک تنویر'' یعنی عقلیت کا حملہ عیسائی مذہب پر ہوا۔ مذہبی احکام کو سائنسی فکر کی کسوٹی سے پرکھا گیا تو وہ انسانی عقل کے معیار پر پورے نہ اُترے۔ چناں چہ عیسائی پادریوں نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذہب وسیاست میں جدائی کے نظریے میں اپنی عافیت سمجھی۔

مغرب کے خیال میں عقلیت ہی اصل حقیقت تھی جس سے تمام علوم کا احاطہ کیا جا سکتا ہے، ہر شخص اپنی عقل کو استعمال کر کے اور اپنی مرضی کے مطابق فیصلے کرنے میں بالکل آزاد اور حق بہ جانب ہے، جو بات اس کی عقل میں نہ آئے یا اُس کے حواس اُس کی تصدیق نہ کریں، وہ بے حقیقت ہے اس کا انکار لازم ہے۔ یہی نظریہ گم راہ سائنسی فکر میں تبدیل ہو گیا جسے Scientific Method کہتے ہیں۔ 'تحریک تنویر' نے انسانی عقل کو 'عقل کل' بنا دیا۔ جب پوپ جدید فلسفیوں کے نظریات 'عقل ووجدان، تصورِ فردِ حق' کا علمی انداز میں تسلی بخش جواب نہ دے سکے تو انقلابِ فرانس کے لیے فضا ساز گار ہو گئی۔ رفتہ رفتہ پورا یورپ انسان کے 'عقلی نظام' کی لپیٹ میں آ گیا۔

یورپی ریاستوں میں جو اختیارات پوپ یا بادشاہ کو حاصل تھے وہ کروڑوں عوام میں منتقل ہو گئے۔ معاشرت، معیشت، عمرانیات وسیاسیات میں عقل ووجدان کی بنیاد پر کثرتِ رائے سے قانون اور ضابطے بننا شروع ہو گئے۔

یورپی اقوام نے اپنی مسلم نو آبادیوں میں جدیدیت (Moderation) کے عمل کو تدریجی انداز میں رائج کیا اور وحی الٰہی کو بے دخل کیا، بعدازاں برصغیر پاک وہند میں بھی یہی طریقہ آزمایا گیا، تجزیہ پیش خدمت ہے:

> ''لارڈ کارنوالس نے ۱۷۹۰ء میں ہندوستانی عدالتی دیوانی نظام کو فرسودہ وبے کار قرار دے کر نیا نظامِ عدالت قائم کیا، اس تبدیلی کی بنیاد اس نقطہ نظر پر رکھی گئی کہ اسلامی قانون فوجداری زبردست نقائص کا حامل ہے۔ لہٰذا شرعی قانون کی ''اینگلو محمڈن قانون'' کی شکل میں ترمیم کر دی گئی۔ اسلامی قانون سزا، مغربی استعمار برطانیہ کے لیے ناقابل قبول تھا، لہٰذا کارنوالس کے عہد میں جرم کبیر کو نجی جرم کے بجائے سماجی جرم قرار دیا گیا۔ دیت متروک قرار دی گئی اور انتہائی جسمانی سزا مثلاً اعضاء کی قطع وبرید یا جسمانی ایذا رسانی کی جگہ شدید مشقت کی سزا رکھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئی۔۱۸۰۳ء میں مسلم قانون تعزیر میں ترامیم کی گئیں اور ۱۸۱۷ء میں زنا یا حرام کاری کی سزا کم کر کے تیس کوڑے اور قید کی سزا لاگو کی گئی۔۱۸۳۲ء تک برصغیر پاک وہند سے اسلام ریاست کی سطح سے مکمل طور پر بے دخل کر دیا گیا اور مغربی فکر وفلسفہ اسلامی قانون کی جگہ حاکمیت جمہور Public Order بن گیا۔''

(جریدہ نمبر ۲۹ جامعہ کراچی،ص:۴۲)

برطانوی دار العلوم کا قانون ہندوستان میں عبوری طور پر نافذ ہو گیا۔ بعد ازاں ہندوستان کی منتخب پارلیمان نے توثیق کر دی۔ آپ اس طریقۂ کار سے وضع کیے ہوئے قوانین کا تجزیہ کریں تو وہ مغربی فلسفے ''عقلیت اور انسانیت'' کا عملی مظہر ہیں، لنکن کی تعریف اس کا بین ثبوت ہے کہ ''عوام کی حکومت،عوام کے ذریعے،عوام کے لیے۔''

عام فہم لوگوں کے ادراک کے لیے اس کی وضاحت کر دیتے ہیں۔عوام کا قانون،عوام کے نمائندوں کے ذریعے اور عوام کی فلاح کے لیے۔

ان تحریکوں کا اصل ہدف:

اسلام کے خلاف منفی تحریکوں کا ہدف یہ رہا:

۱: خلافت کی مرکزی حیثیت کو سبوتاژ کر دیا جائے۔

۲: خاتم النّبیین ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی عظمت کو مجروح کر دیا جائے۔

۳: دائمی رسالت کے تصور کو محدود کیا جائے۔

مذکور مذموم عزائم کو بروئے کار لانے کے لیے سبائی، خوارج، معتزلہ اور اسمٰعیلیہ نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔تاہم ان فتنوں کو مسلمانوں میں خاطر خواہ پزیرائی حاصل نہ ہو سکی لیکن مغربی فلسفے نے امت مسلمہ کی سیاست، معیشت، نظام تعلیم کو وحی الٰہی کی اساسی ہدایت سے محروم کر دیا۔ عالم اسلام میں کسی مفکر نے بھی اس مغربی فلسفے کا اِدراک کرنے کی زحمت نہ کی۔
محترم سید خالد جامعی/عمر حمید ہاشمی اس صورت حال کا تجزیہ کرتے ہیں:

''اٹھارھویں صدی میں استعماری طاقتوں کے ذریعے مختلف اسلامی ممالک میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جدیدیت کی لہر داخل ہوئی لیکن مسلم مفکرین، مصلحین، علماء، صلحاء، صوفیاء اس جدیدیت کے پس منظر، پیش منظر اور تہہ منظر سے عموماً بے خبر رہے ...... ان مفکرین کی غالب ترین اکثریت فلسفیانہ مباحث سے کوئی دل چسپی نہ رکھتی تھی اور جن مفکرین یا مصلحین کو فلسفہ سے کچھ دل چسپی تھی وہ مغربی فلسفہ کی باریکیوں سے ناواقف تھے۔ چند جدید تعلیم یافتہ مفکرین مغربی فلسفہ سے واقف تھے لیکن علوم اسلامی پر عبور نہ رکھتے تھے ...... وہ فکر مغرب کے دو اہم دھاروں تحریک تنویر اور تحریک رومانویت سے بھی ناواقف تھے جو عقل اور وجدان کو علم کا اصل ذریعہ سمجھتی تھیں۔ وہ اور کسی خارجی ذریعہ علم کی قائل نہ تھیں، صاف لفظوں میں وہ وحی الٰہی، کتاب الٰہی کا انکار کرتی تھیں کہ حقیقت تک پہنچنے کے لیے کسی خارجی ذریعے (نبی، وحی، ہدایت، آسمانی کتاب) کی ضرورت نہیں۔''

(ماخوذ جریدہ:۲۹، ص:۱۱)

اُس دور کے مسلم مفکرین مغربی فلسفے کی گہرائی تک کیسے رسائی کر سکتے تھے، جب کہ خود برطانوی پارلیمان کے ارکان بھی فلسفہ کے دور رس اسرار ورموز کو نہ سمجھ سکے۔ جب برطانوی حکومت نے فوجوں کے انخلا کے لیے ترکی سے معاہدہ کیا اور اس پر عمل درآمد ہوا تو برطانوی پارلیمان میں زبردست شور وغل پیدا ہوا کہ ترکی حکومت کسی وقت بھی اردگرد کی مسلمان حکومتوں اور عوام کو اکٹھا کر کے ہم یورپ والوں کے لیے خطرہ بن سکتی ہے، تنقید وملامت کو سن کر وزیر خارجہ لارڈ کرزن نے جو آخری جواب دیا اس کا خلاصہ اس طرح تھا:

''ہم نے مسلم ترکیہ کو اب ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا، آج کے بعد ہم نے مسلم ترکیہ کی کوئی ایک ٹانگ بھی صحیح سالم نہیں رہنے دی کہ جس کی قوت وطاقت کی اساس پر وہ اپنا اسلامی تشخص قائم رکھ سکتی ہو۔ مسلم ترکیہ کی قوت وطاقت اور شان وشوکت کا راز دو چیزوں میں پوشیدہ تھا۔ ہم نے ان دونوں چیزوں کو ختم کر دیا ہے یہ چیزیں تھیں اسلام اور خلافت۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بیان سن کر ارکان پارلیمان نے زبردست طریقے سے تالیاں بجائیں اور مخالفت کی جگہ ہر طرح موافقت اور منظور منظور کی صدائیں سنائی دینے لگیں۔

(ماہ نامہ آئین لاہور، اپریل ۱۹۹۲ء، ص:۲۱)

ترکی میں ایسا سیاسی نظام رائج ہوا جس میں جماعت سازی اور خودمختاری کا تصور موجود تھا۔ جہاں وحی الٰہی کی بجائے علم اور وجدان کی بنیاد پر ارادۂ عمومی کے تحت آئین اور قانون منظور ہوئے، یورپی اقوام نے نہ صرف ترکی بلکہ دیگر محکوم مسلم ریاستوں میں بھی یہی نظام رائج کیا۔

ہمارا دفاعی کام:

تاریخ کے اس دور میں چند علمائے حق اسلامی قانون کے نفاذ کے لیے استعماری قوتوں کے خلاف برسر پیکار رہے۔ بعض نے دفاعی حکمت عملی کے تحت دینی مدارس قائم کیے۔ کچھ مسلمان راہ نما مسلمانوں کے حقوق کی بحالی کے لیے مغربی نظام میں شریک ہوئے۔ تاہم عالم اسلام کے جدت پسند مفکرین نے ''اسلامی جمہوریت'' کی اصطلاح وضع کی۔ مصر میں عبدہٗ نے تو پارلیمان کو اجماع کا متبادل قرار دے کر جمہوریت کو اسلامی رنگ عطا کر دیا۔ برصغیر کے ایک سکالر نے قرآن کا مغز اور انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد حکومت الٰہیہ کا قیام قرار دیا اور بالغ رائے دہی کے جواز کے لیے عمومی خلافت کا نظریہ پیش کیا، اہل مغرب نے مسلم دنیا میں جمہوری فضا کے لیے ہوم ورک کیا۔

امریکا نے افغانستان اور عراق پر حملوں کا عندیہ دیا تو مسلم ممالک میں مظاہرے ہوئے، جب بم باری شروع ہوئی تو مسلم راہ نماؤں نے مذمتی بیان دیئے لیکن امریکا نے ان ممالک میں جمہوری نظام کا عمل شروع کیا تو مسلم دنیا میں امریکا کی کھلی جارحیت کے خلاف مظاہروں کا سلسلہ تھم گیا۔ ایسا کیوں ہوا؟ مسلم دنیا میں ''ارادۂ عمومی ہمیشہ انسانی فلاح کا ارادہ کرتا ہے'' کے مغربی فلسفہ کا پرچار ہوا جس کے نتیجہ میں مؤثر طبقہ ہم نوا ہو گیا ہے۔

یہی حال نظام معیشت کا ہے، بیشتر مسلم ممالک میں نجی سطح سے لے کر قومی سطح تک، ملکی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سطح سے بین الاقوامی سطح تک معاشی نظام سود پر مبنی ہے۔ کروڑ پتی بننے کی جو امہم زوروں پر ہے، کاروباری حضرات کو آسان شرائط پر سودی قرض دیا جا رہا ہے، برسر روزگار سرکاری ونیم سرکاری ملازمین کو سود پر پیشگی تنخواہوں کا لالچ دیا جا رہا ہے، ملازمت سے سبک دوش ہونے والے طبقے کو بنک میں رقم جمع کرانے کے عوض ماہانہ بچت کی ترغیب دی گئی ہے، حتی کہ طبقۂ شرفاء بھی سودی جال میں پھنس چکا ہے۔ مساجد اور مدارس کے کھاتے انہی بنکوں میں کھلے ہیں۔ سودی قرض لینے کا لچک دار رویہ بھی جدت پسند مفکرین نے فراہم کیا۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (فاضل دیوبند، صدر مدرسین دارالعلوم حیدر آباد دکن) لکھتے ہیں:

> ”سودی قرض لینا درست نہ ہوگا مگر کبھی کبھار ایسے قرض لینا ضرورت بن جاتا ہے، اور تجارت، کاشت اور کاروبار کے لیے ایسے قرضے لینا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ ان حالات میں بہ درجہ ضرورت ایسے قرض لینے کی اجازت ہوگی۔“

مولانا مذکور اس کے جواز میں مفتی محمد نظام الدین (مفتی دارالعلوم دیوبند) کا حوالہ دیتے ہیں:

> ”اس معاملہ کی یہ توجیہ کی جا سکتی ہے کہ اس جزوی رقم کو جو سود کے نام سے لی جاتی ہے حقیقت میں وہ سود نہیں۔ بلکہ اس طریقہ کا انتظام ٹھیک رکھنے والوں کی اجرت اور انتظامی سامان کی اجرت میں لی جاتی ہے۔“

(نظام الفتاویٰ، ص:۲۶۴، منقول از ”جدید فقہی مسائل مطبوعہ حرا پبلشرز لاہور، ص:۲۵۲)

استعماری ہتھکنڈے:

عالمی استعمار نے دنیا بھر سے معروف خاندانوں کے ذہین بچوں کو یورپ میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے مراعات کا لالچ دیا اور اندرون ملک سیمینار منعقد کر کے عصری تعلیم سے آراستہ طبقے کو مغربی فلسفے کی روشنی میں جدیدیت کا درس دیا اور مشترکہ مفادات کے لیے وحدت الادیان پر زور دیا۔

جدیدیت کیا ہے؟

جدیدیت (Modernization) علم عمرانیات (Socialogy) میں تہذیب کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاشی، سیاسی اور معاشرتی طور پر بدل دیے جانے کا نام ہے۔ آزاد خیال مفکرین کا موقف ہے کہ ''وقت اور جگہ کے ساتھ ساتھ معاشرہ بدلتا اور حالات بدلتے ہیں، اس لیے مذہب کو بھی بدلنا چاہیے۔

مغربی فکر وفلسفے سے متاثر ہو کر بعض مسلم راہ نماؤں نے انسانی فلاح اور مشترکہ مذہبی اقدار کو موضوع سخن بنایا، اور مذاہب عالم میں سیاسی یگانگت پیدا کرنے کی تگ ودو کی جواب تک جاری ہے۔

جدیدیت کے اس خوش کن اور دل فریب نعرے نے امت مسلمہ کی سیاست اور اقتصادیات پر غلبہ حاصل کر لیا ہے مگر معدودے چند اہل درد کی دفاعی حکمت عملی سے بہ حیثیت مجموعی مسلمانوں کی معاشرت اور سماجی اقدار میں اسلام کی جھلک نمایاں رہی، چناں چہ نجی معاملات مثلاً نکاح ووراثت اور عام تہذیب وتمدن میں وہ اسلام اور اُس کے شرعی تقاضوں کو ملحوظ رکھتے تھے۔ کسی الجھن یا نزاعی امور کی صورت میں علاقے کے مفتی یا قاضی سے رجوع کرتے تھے، جدت پسندوں نے اسلامی تہذیب وتمدن کو مٹانے کے لیے علمی تحریک کا آغاز کیا جنھوں نے رسالت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے انکار تو نہیں کیا لیکن انسانی عقل کو معیار اور بنیاد بنا کر حدیث کی تشریعی حیثیت سے انحراف کیا مگر اس کے باوجود یہ طبقہ اپنی مطلب براری کے لیے وقتی طور پر احادیث رسول ﷺ کا سہارا لینے سے دریغ نہیں کرتا۔

احکامِ قرآن کی تفسیر:

قرآن حکیم الہامی کتاب ہے جسے قیامت تک کے لوگوں کی رشد وہدایت کے لیے نازل کیا گیا، اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی خود رب العالمین نے اٹھائی۔ نبی کریم ﷺ کے اقوال اور آپ ﷺ کی سیرت طیبہ قرآنی احکام کی جزئیات اور تفسیر ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ کی سیرت اور سنت کو محفوظ کیا، بلکہ عبادات ومعاملات اور معاشرت وغیرہ میں عمل کر کے دکھایا۔ محدثین کرام رحمہم اللہ نے نبی کریم ﷺ کی سیرت سے متعلق کوئی قول وفعل سند کے بغیر قبول نہیں کیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انگریزی استعمار نے برصغیر کے مسلمانوں کو اسلامی قانون سے تو محروم کر دیا تاہم کوششِ بسیار کے باوجود وہ ان کی معاشرت کو مغربی تہذیب میں نہ ڈھال سکا۔ مسلمان انفرادی واجتماعی زندگی کو اسوہ حسنہ کی روشنی میں بسر کرنے کے لیے احادیث سے استفادہ کرتے رہے، مگر قیامِ پاکستان کے بعد جدیدیت پسند سکالر مغرب کے سیاسی وعمرانی فلسفے کو اسلام کا مظہر قرار دینے کی دھن میں مگن ہو گئے، غلام احمد پرویز نے احادیث کو کلیۃً یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ وہ مخصوص دور اور علاقے کے لیے مختص تھیں اگر حدیث شرعی حجت ہوتی تو حضور ﷺ احادیث کو اسی اہتمام سے لکھواتے جس اہتمام سے آپ ﷺ نے قرآنِ مجید کو لکھوایا تھا، ان کے اس فکر وفلسفے نے قرآن حکیم کی من مانی تاویلات کرنے، خواہشاتِ نفسانی پر عمل درآمد اور مغربی تمدن کو اجتماعی نظام کے روپ میں پیش کرنے کی راہ ہموار کی۔

۱:...... افکارِ پرویز کی بنیاد:...... ''اللہ اور رسول (ﷺ) سے مراد وہ مرکز نظام اسلامی ہے جہاں سے قرآنی احکام نافذ ہوں۔'' (معراجِ انسانیت، ص:۳۱۸)

۲:...... اجتماعی نظام کا دائرہ اختیار:...... ''سابقہ ادوار کے فیصلوں میں خواہ وہ رسول اللہ کے زمانے میں کیوں نہ صادر ہوئے ہوں ردوبدل ہوسکتا ہے اور بعض فیصلوں کو منسوخ بھی کر سکتا ہے۔'' (شاہکار رسالت، ص:۲۸۲)

۳:...... حکمرانوں کی اطاعت کیوں ضروری ہے؟...... ''اللہ اور رسول سے مراد مرکز ملت یعنی نظامِ خداوندی Central Authority اور اولی الامر سے مفہوم افسران ملت اور مقامی حکمران ہیں۔'' (معراج انسانیت، ص:۳۲۳)

غلام احمد پرویز نے زمانۂ نبوت یعنی نبی کریم ﷺ کے دورِ مسعود کے احکام میں تغیر وتبدل سے متعلق اپنے موقف کی تائید میں مولانا مودودی مرحوم کی تالیف تفہیم، ج:۲، ص:۳۲۷ سے تجزیہ پیش کرتے ہوئے لکھا ہے:

''جو حالات عہد رسالت اور عہد صحابہ کرام میں عرب اور دنیائے اسلام کے تھے لازم نہیں کہ بعینہٖ وہی حالات ہر زمانہ اور ہر ملک کے ہوں، لہٰذا احکام اسلامی پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمل کرنے کی جو صورتیں ان حالات میں اختیار کی گئی تھیں ان کو ہو بہو تمام زمانوں اور تمام حالات میں قائم رکھنا اور مصالح اور حِکَم کے لحاظ سے ان کی جزئیات میں کسی قسم کا رد وبدل نہ کرنا ایک طرح کی رسم پرستی ہے جس کو روح اسلامی سے کوئی علاقہ نہیں۔" (مقام حدیث،ص:۴۶)

دین میں جزئیات کے تعین کا حق کس کو ہے؟ اس کے متعلق جناب امین احسن اصلاحی کا نقطۂ نظر یہ ہے:

"قرآن وحدیث کے اندر بیشتر صرف بنیادی اور اصولی باتیں ہی بیان کی گئی ہیں۔ جزئیات وتفصیلات سے ان میں بہت کم تعرض کیا گیا ہے، اس خلا کو حالات وضروریات کے تحت بھرنا نیز تمام پیش آنے والے اجتماعی اور سیاسی معاملات میں اسلام کے منشا اور مزاج کے مطابق قوانین بنانا امت کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے۔" (ماہ نامہ ترجمان القرآن، اپریل:۱۹۵۴ء)

اوّل الذکر جدت پسند طبقے نے حکومت کی اطاعت کو عبادت کا درجہ دیا، اور قرآن کی توضیح اور نبوی دور کے احکام میں تغیر وتبدل کا اختیار حکومت کو دیا، جب کہ مولانا مودودی اور اُن کے ہم خیال لوگوں نے حکومت الٰہیہ کے قیام کی جدوجہد کو اعلیٰ عبادت کا درجہ دیا، اور ارکانِ اسلام کی پابندی، عدل واحسان، تعلیم وتزکیہ کو مقصود بالذات تسلیم کرنے کی بجائے تربیتی زینے تک محدود کر دیا۔ ان دونوں افکار میں قدر مشترک یہ ہے کہ "سیاست عبادت کا محور ہے۔" اس طرزِ فکر کے اثرات دیگر مذہبی جماعتوں میں بھی ظاہر ہوئے، کہ انھوں نے بھی اپنی سرگرمیوں کو سیاسی جدوجہد تک محدود کر لیا۔ اشاعت دین کا جو کام اس وقت ہو رہا ہے وہ جماعتی نظم سے نہیں بلکہ مخلص افراد کی انفرادی محنت کا ثمر ہے، حالاں کہ شرعی نقطہ نظر سے سیاست اسلام کا جزو ہے کل نہیں۔

جدید تقاضوں کے مطابق قرآن وسنت کے احکام میں حکومت، عوام یا اُن کے منتخب نمائندوں کو تغیر وتبدل کے اختیار دینے کی تحریک مغربی فلسفے "انسانی ذات فی نفسہ خیر ہے"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے اثر پزیری کا نتیجہ ہے۔ آپ غیر جانب دار ہو کر اسلامی حکومت کے سربراہ، افسران، عوام یا اُن کے منتخب نمائندوں کی تعلیم وتزکیے کا مشاہدہ کریں کہ اُن میں بصیرت دینی رکھنے والے، یا مزاج شناسِ رسول ﷺ کتنی تعداد میں ہیں؟ یقیناً وہ آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہوں گے۔ چوں کہ مغربی فلسفہ ''ارادہ عمومی ہمیشہ انسانی فلاح کا ارادہ کرتا ہے'' کی بنیاد پر ہی تمام فیصلے ہوتے ہیں، ان مغربی افکار کے فروغ سے دین اسلام کا غلبہ تو مشکل امر ہے البتہ عوامی مذہب کے خدوخال جنم لے سکتے ہیں!!

نومولود وطن عزیز میں جب غریبوں کی کفالت اور یتیم بچوں کی تعلیم کے اخراجات کا خاطر خواہ انتظام نہ تھا، اسی لیے اُس وقت حکومت نے عوامی مذہب اور مغربی تہذیب وتمدن کی سندِ جواز تلاش کرنے کے لیے مختلف ادارے قائم کیے۔ اسلام میں یہود ونصاریٰ کی دوستی سے روکا گیا ہے، چناں چہ اہل مغرب کے تھنک ٹینک ادارے جو اسلام میں بگاڑ ثابت کرنے اور مسلمانوں کو زیر کرنے میں ہمہ وقت سرگرم عمل تھے اور ہیں، انھوں نے تحریک ''اخوت ابراہیم'' کو جنم دیا۔

اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ معرفت الٰہیہ اور اُخروی نجات کے لیے اتباعِ رسول ﷺ بنیادی شرط ہے، مگر ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور کے بانی خلیفہ عبدالحکیم نے رسالت محمدیہ ﷺ پر کس طرح ہاتھ صاف کیا:

> ''اگر اس نبی کریم (ﷺ) کی امت اور جماعت کے باہر کچھ لوگ ایسے ملتے ہوں جن میں وہ باتیں ملتی ہوں (عقیدہ توحید اور اعمال صالحہ) جو اصل مقصود ہیں تو ایسوں پر نجات کا دروازہ بند کرنا حد درجے کی تنگ نظری ہوگی۔''

(اسلام کی بنیادی حقیقتیں، ص:۲۲۴، بہ حوالہ الاعتصام اشاعت خاص، ص:۶۲۷)

ان لوگوں کے نزدیک قرآن وحی ہے، پیغمبر ﷺ کے اقوال بصیرت واجتہاد ہیں۔ ''بجز تنزیل (قرآن) کے کسی حکم کو وحی نہ سمجھا جائے۔'' (مقام سنت، ص:۷۵)

مسلمانوں کے باہمی معاملات کو وحی الٰہی سے محروم کرنے اور روشن خیالی کے مطابق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈھالنے میں احادیث مانع ہیں، اس لیے انھوں نے ان کو الہام ماننے سے ہی انکار کر دیا:

''معاملات سے تعلق رکھنے والی تمام احادیث بصیرت نبوی ہیں نہ کہ الہام وتنزیل۔'' (مقام سنت، ص:۶۸)

معاملات میں داخل امور:

''معاملات میں معاشرت، معیشت، معاش، سیاست وغیرہ ساری چیزیں اپنے تمام اجزاء سمیت داخل ہیں ...... اور ان میں ہر چیز متبدل ہے۔'' (مقام سنت، ص:۶۲)

معاملات میں تغیر وتبدل کا اختیار:

''جہاں تک معاملات کا تعلق ہے تنزیل (قرآن) نے ان کی صرف حدود بیان کر دی ہیں باقی رہیں جزوی تفصیلات تو اُن کو...... انسانوں کی عقل وبصیرت پر چھوڑ دیا گیا ہے۔'' (مقام سنت، ۶۲، بہ حوالہ الاعتصام اشاعت خاص: ۷۶۸)

قرآن کے اجمالی احکام کی تفسیر سنت رسول اللہ کی بجائے انسانوں کو سونپنے کی غلطی میں مغربی فلسفے کے ''ارادہ عمومی'' کا اثر ہے اور عقل کی کسوٹی قرار دینے میں ''تحریک تنویر'' کا عکس ہے۔

''مسئلہ اجتہاد'' کے عنوان سے ایک مستقل کتاب بھی منصۂ اِشاعت پر نمودار ہوئی جس میں اس امر کی کوشش کی گئی کہ ''تبدیلی احوال کی بنا پر'' اجتہاد جدید کی درانتی سے قرآن وحدیث کے ہر صریح حکم کو کاٹا جا سکتا ہے۔

اہل سنت والجماعت کے مختلف مکاتب فکر کے علمائے کرام نے فتنہ انکارِ حدیث خصوصاً پرویزی عقائد باطلہ پر بروقت علمی گرفت کی۔ لیکن مخفی دریچوں کو بند کرنے میں اصحاب الحدیث کی علمی وعملی خدمات منفرد اور ممتاز حیثیت کی حامل ہیں۔ جن میں حضرت العلام حافظ عبد اللہ محدث روپڑی، مناظر اسلام مولانا ثناء اللہ امرت سری اور ابو الطیب مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہم اللہ کے نام سرفہرست ہیں۔ مولانا ابوطیب رحمہ اللہ نے بروقت آگاہ کیا۔

''ہمارے دور کے منکرین حدیث کا سب سے بڑا کارنامہ ان کی یہ کوشش ہے کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کا تعلق ان کے ماضی سے منقطع کر دیا جائے۔ اسی لیے حدیث کے انکار کا شاخسانہ کھڑا کیا گیا ہے، اسی لیے صحابہ کی تفسیر سے اعراض ہے، اسی لیے مفسرین کا استخفاف ہے، اسی لیے صحیح تصوف ...... جس کا مسنون نام ''احسان'' ہے...... کے خلاف ہرزہ سرائی ہے، اسی لیے فقہ اسلامی کو قدامت کا طعنہ دے کر کلیۃً دریا برد کرنے کے مشئوم ارادے ہیں، اسی لیے دور حاضر سے ہر طرح کی مطابقت کا شور ہے، اسی لیے انبیاء علیہم السلام سے لے کر آج تک کے اسلامی طریق معاشرت پر ملّا اِزم قسم کے الفاظ سے پھبتیاں کسی جا رہی ہیں، اسی لیے قرآن وسنت کے منصوصہ اور مسلمانوں کے چودہ سو سال کے متفقہ اور اجماعی مسائل کو منتخب کیا گیا ہے تاکہ ان کو ریسرچ اور ''اجتہاد جدید'' کی درانتی سے کاٹ پھینکا جائے۔'' (''رحیق'' جلد اوّل: ۱۹۵۷ء، الاعتصام اشاعت خاص، ص: ۵۸،۷)

مغرب میں لوتھر کی پروٹسٹنٹ تحریک نے ہر شخص کو اجتہاد اور انجیل کی تشریح کی اجازت دی لیکن مشرق میں علمائے حق کی مزاحمتی مساعی جمیلہ سے پرویز کو لوتھر کا مقام حاصل نہ ہو سکا اور یوں حدیث وسنت کا مخفی انکار کرنے والوں نے اپنی سرگرمیوں کا رخ عملی سیاست کی طرف پھیر لیا۔

ثقافت دین اسلام کا جزو ہے:

برصغیر پاک و ہند میں انگریز دور میں سیاست کو دین سے الگ کرنے مہم شروع ہوئی تو اُس دور میں اقبال ودیگر مخلص راہ نماؤں نے پرزور مزاحمت کی، پاکستان میں سرکار کی سرپرستی میں ادارہ ثقافت اسلامیہ قائم ہوا، جو ثقافت کو اسلام سے جدا کرنے کے لیے سرگرم عمل رہا اور اب ایک ممتاز دینی خاندان کے چشم وچراغ نے ایک حدیث سے اس کا جواز تلاش کیا، بخاری، کتاب النکاح باب غیرۃ الرجل سے تفصیلی روایت کا خلاصہ یہ ہے:

''مکہ کے مہاجرین کے ہاں کسی عورت کا خاوند کو کسی بات پر ٹوکنا سرے سے متصور نہ تھا، جب کہ انصار رضی اللہ عنہم میں عورتوں کو یہ آزادی حاصل تھی کہ وہ خاوند کو کسی بات پر ٹوک سکتی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک روز ان کی اہلیہ نے کسی بات پر ٹوکا تو اُنہیں بہت غصہ آیا، بیوی نے جواب دیا کہ مجھے ڈانٹنے کی ضرورت نہیں، یہ تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بھی ہوتا ہے، ان کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کسی بات پر ٹوک دیتی ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اس بات سے تعبیر کیا کہ انصار رضی اللہ عنہم کی عورتوں کی عادات ہماری عورتوں پر اثر انداز ہوتی جا رہی ہیں۔ چناں چہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی غصے میں سیدھے ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچے جو اُن کی حقیقی بیٹی تھیں، انہیں سمجھایا بجھایا کہ ایسا مت کیا کرو، وہ تو بیٹی تھیں، خاموش رہیں، مگر جب یہی بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہنا چاہی تو انھوں نے یہ کہہ کر ٹال دیا: ''آپ نے میاں بیوی کے معاملات میں بھی مداخلت شروع کر دی ہے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ صرف یہ فرمایا:

''آخر ام سلمہ ہے!''

دور نبوی کے اس طرز کے واقعات اور روایات و احادیث کی روشنی میں آج کے عالمی حالات کے تناظر میں اصول وضوابط وضع کرنے چاہئیں کہ مختلف تہذیبوں اور ثقافتوں کے تال میل میں کہاں ایڈجسٹمنٹ کی گنجائش ہے؟ کہاں صاف انکار کی ضرورت ہے اور کہاں کوئی درمیان کا راستہ نکالا جا سکتا ہے۔ یہاں میں عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہم نے دین اور ثقافت کے درمیان حد فاصل قائم نہیں رہنے دی اور بہت سے معاملات میں دونوں کو گڈ مڈ کر دیا ہے۔ (حالاں کہ) دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ دین کی بنیاد آسمانی تعلیمات پر ہے اور اس کا سرچشمہ وحی الٰہی ہے، (جب کہ) ثقافت کی بنیاد ایک (علاقے) میں رہنے والے لوگوں کے درمیان خود بخود تشکیل پا جانے والی معاشرتی اقدار روایات پر ہوتی ہے اور اس کا سر چشمہ سوسائٹی اور اس کا ماحول ہوتا ہے مگر ہم نے بعض معاملات میں اپنی علاقائی ثقافتوں پر دین وشریعت کا لیبل لگا کر انہیں ساری دنیا سے ہر حال میں منوانے کی قسم کھا رکھی ہے، جس سے طرح طرح کے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔'' (ماہ نامہ الشریعہ مئی ۲۰۰۵ء، ص: ۷)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں نیکی کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا مردوں کی صرف ذمہ داری نہیں عورتوں کی بھی ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی ﷾ نے احادیث اور سیرت کی کتب سے متعدد واقعات نقل کیے ہیں، جن میں عورتوں نے اپنے خاوند و دیگر رشتہ داروں پر روک ٹوک کی ہے۔ ایک واقعہ پیش خدمت ہے:

امام احمد ﷫ نے نبی کریم ﷺ کی زوجہ عائشہ ؓ سے روایت نقل کی ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی آزاد کردہ لونڈی سلمیٰ یا ابو رافع کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنے شوہر کے مارنے کی شکایت لے کر حاضر ہوئیں، انھوں عائشہ ؓ نے بیان کیا: رسول اللہ ﷺ نے ابو رافع سے پوچھا: ''اے ابو رافع! تم دونوں کا معاملہ کیا ہے؟'' عرض کی: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ مجھے اذیت دیتی ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے سلمیٰ! تو نے اس کو کس چیز سے اذیت دی؟ عرض کی: ''میں نے اس کو بالکل اذیت نہیں دی ہے، اصل صورت حال یہ ہے کہ یہ دوران نماز بے وضو ہوئے تو میں نے انہیں کہا: ''اے ابو رافع! رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ جب ان میں سے کسی کو ہوا خارج ہو تو وضو کرے، اس پر انھوں نے مجھے مارنا شروع کر دیا''، (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ ہنسنے لگے اور فرمایا: ''اے ابو رافع! اس نے تو تجھے اچھی بات ہی کا حکم دیا ہے۔''

(ماخوذ از نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں خواتین کی ذمہ داری، ص:۱۰۲، از ڈاکٹر فضل الٰہی)

اگر عورت خانگی معاملات میں مشورہ دے یا مداخلت کرے یا امر بالمعروف و نہی المنکر کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے خاوند کو روک ٹوک کرے تو اس سے دو تہذیبوں کی ہم آہنگی ثابت نہیں ہوتی؟

ثقافت کیا ہے؟

شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا نے اس کی وضاحت کی ہے:

''تہذیب' تمدن' فلاحت' تربیت' ذہنی ترقی' ظہور انسانیت' اختیار آداب' رکھ رکھاؤ' یہ ایک مجموعی لفظ ہے جو معاشرت' تہذیب اور تمدن کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اصطلاحی طور پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثقافت' تہذیب اور تمدن کے معنوں میں فرق ہے۔

ثقافت کے اصطلاحی معنی انسانوں کے طریق زندگی کے ہیں، یعنی انسان کیوں کر رہتے ' ملتے جلتے' کھاتے پیتے' بولتے گاتے اور سلیقے سکھاتے ہیں، گویا مجموعی طور پر طرز معاشرت کو ثقافت کا نام دیا جاتا ہے۔ انگریزی میں اس کے لیے کلچر (Culture) کا لفظ استعمال ہوتا ہے، جس کے معنی ہل چلانا یا کھیتی باڑی کرنا کے ہیں، اصطلاح میں اس کے مفہوم میں ذہنی ترقی' اخلاق و آداب' تہذیب و تمدن اور قومی خصوصیات شامل ہو جاتی ہیں۔''

اسلام جامع و اکمل ضابطۂ حیات ہے، جو ثقافت کے لغوی اور اصطلاحی معاملات میں ہماری راہ نمائی کرتا ہے، اخلاقی' معاشرتی اور تمدنی معاملات میں کوکوئی ایسا پہلو بھی نہیں ہے جس کے بارے نبی کریم ﷺ نے اخلاقی تربیت نہ کی ہو، مثلاً قرآن نے عورتوں کو پردے کا حکم دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے وضاحت کی ہے کہ وہ باریک اور چست لباس نہ پہنیں، جس سے جسم کی رنگ اور بناوٹ ظاہر ہو۔ اب وہ اپنی استطاعت اور علاقائی رسم و رواج کے مطابق اونی' سوتی' ریشمی لباس پہننے اور سلائی کرانے میں آزاد ہیں، لیکن فرمان نبوی کی خلاف ورزی نہ ہو۔ مغرب میں عورتیں برہنہ لباس پہن کر سر عام گھومتی پھرتی ہیں۔ جب کہ امام کائنات ﷺ نے فتنے کے ڈر سے عورتوں کو یہاں تک تنبیہ کی ہے:

''کوئی عورت کسی عورت کے سامنے اپنا بدن ننگا نہ کرے۔'' (بخاری)

آپ خود غور و فکر کریں کہ مغربی ثقافت اور اسلام میں ہم آہنگی کیسے ممکن ہے؟ اگر آپ کہیں کہ مغرب کے مثبت پہلو کو اختیار کر لیا جائے اور منفی پہلو سے اجتناب کر لیا جائے، گزارش ہے کہ یہی نظریۂ اعتدال ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب نے جرمنی میں مکالمے کے دوران پیش کیا تھا تو یورپی دانش وروں نے یک زبان ہو کر اُن کے اخذ و انتخاب کے نظریے کو ٹھکرا دیا کہ ''آپ کو چناؤ کا اختیار نہیں بلکہ آپ کو مغربی پیکج جوں کا توں قبول کرنا ہوگا''۔

(حوالے کے لیے دیکھیے، ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ مارچ ۲۰۰۵ ص ۱۱)

خدانخواستہ اگر ہم اپنی ثقافت کو مغربی ماحول میں ڈھالنے پر راضی ہو گئے تو وحی الٰہی کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احکام مسجد تک محدود ہو جائیں گے۔ ثقافت دین سے جدا نہیں، چوں کہ خورد ونوش، بود وباش، شادی وغمی، طرز معاشرت، طرز زندگی غرضیکہ ثقافت کے تمام شعبوں میں نوع انسان کی راہ نمائی کے لیے وحی الٰہی کے اجمالی احکام موجود ہیں۔ اس لیے ثقافت دین اسلام کا جزو ہے۔

جدت پسند مفکرین نے عقل و وجدان کو معیار بنا کر اسلامی نظام حیات کے انفرادی واجتماعی اصولوں کو پرکھنا شروع کر دیا۔ جو احادیث لادینی نظام کی راہ میں حائل ہوئیں اُن کا انکار کر دیا۔ محترم سید خالد جامعی فتنۂ انکار حدیث کا تجزیہ کرتے ہیں:۔

"حقیقت یہ کہ تمام جدیدیت پسند مفکرین کا سب سے پہلا حملہ رسالت مآب کی حیثیت، مقام رسالت، عصمت اور احادیث پر ہوتا ہے کیوں کہ یہی وہ مقام ہے جہاں سے اسلامی تہذیب، تاریخ، حکومت اور تمدن کے سرچشمے پھوٹتے ہیں لہٰذا ان سرچشموں کو گدلا کیے بغیر جدیدیت عالم اسلام میں برگ و بار نہیں لا سکتی۔" (جریدہ: ۲۹ جامعہ کراچی، ص: ۲۹)

جدیدیت سے نہ صرف عوام بلکہ روایت کے داعی علماء بھی متاثر ہوئے، امت مسلمہ کا اس امر پر اجماع ہے کہ الجامع اصح الکتب بعد از قرآن ہے، مولانا حبیب الرحمٰن کاندھلوی نے بخاری ومسلم کو مذہبی داستانیں بنانے کی مذموم کوشش کی ہے، مولانا حافظ حبیب اللہ ڈیروی صاحب نے "ہدایہ علماء کی عدالت میں" امام بخاری رحمہ اللہ کے پچیس اوہام کا ذکر کیا ہے۔ "جامع بخاری صحیح نہیں ہے" کبیر والا کا معروف عالم احمد سعید خان اس موضوع پر مناظرے کر رہا ہے، اس امر کی دلالت کے لیے محفوظ ہے۔

ایک ذاتی مشاہدہ ہے، نجی محفل میں دو صاحبان علم کے مابین نماز کے ایک مسئلے پر گفتگو ہو رہی تھی، جب ایک صاحب نے بخاری شریف کا حوالہ دیا تو دوسرے نے جواب میں فوراً کہا: "بخاری کے مطابق تو کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بھی جائز ہے، (اس شخص نے اُٹھ کر ہاتھ سے اشارہ کیا) تو تم اس طرح کھڑے ہو کر پیشاب کیوں نہیں کرتے؟" حدیث نبوی ﷺ سے تضحیک کرنے والے صاحب جنہوں نے باقاعدہ دورۂ حدیث کیا تھا، یہ جرأت کیوں کی؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے ناقص رائے کے مطابق اس میں قصور ان مدارس کا بھی ہے' جہاں احادیث کا متن ناظرہ قرآن کی طرح پڑھایا جاتا ہے۔حدیث کی عظمت مقام اور توضیح پر توجہ نہیں دی جاتی۔

محترم ڈاکٹر محمود احمد غازی نے الشریعہ اکادمی گوجرانوالہ میں ''مغرب کا فکری وتہذیبی چیلنج اور علماء کی ذمہ داریاں'' کے موضوع پر فکری نشست سے خطاب کیا، انھوں نے قرآن تعلیم کے بعد علم حدیث کی تدریس پر اظہار خیال کیا:

''اس نصاب کو پڑھ کر جو لوگ تیار ہوتے ہیں، ان میں کوئی علم حدیث کا متخصص نہیں ہوتا۔ ان کو محض چند فقہی موضوعات سے متعلق وہ حدیثیں یاد ہوتی ہیں۔ جن میں فقہائے احناف کا کوئی کلام یا فقہائے شوافع کا کوئی مستدل ہے۔ مدارس میں تین تین ماہ تک اس پر بحث ہوتی رہتی ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے یا نہیں ہوتی! یہاں لوگوں کے ایمان ضائع ہو رہے ہیں۔ لوگ ایمان ہی کو نہیں مان رہے کہ ایمان بھی کوئی چیز ہے...... رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے کسی کو بحث نہیں۔ آپ (ﷺ) نے ایمان کے بارے میں کیا فرمایا: وہ کسی کا Concern نہیں۔ لوگوں کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ اپنے کسی مقتدا یا پیشوا کے نقطہ نظر کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے ثابت کر دیں، اس کے بعد اگلے چھ مہینے ان احادیث پر خرچ ہو جاتے ہیں۔ جن میں فاتحہ خلف الامام اور رفع یدین کی طرح کے اختلافی موضوعات بیان ہوتے ہیں۔ اس کے بعد جو طالب علم سب سے تیز پڑھنے والا ہوتا ہے اس کو کہتے ہیں کہ تم پڑھو اور روزانہ چالیس صفحے پڑھو، نہ استاذ کو اس سے کوئی بحث ہوتی ہے اور نہ شاگردوں کو ہی کچھ پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی جو ساری شریعتوں کا ناسخ اور ہر چیز کا معیار ہے اور جس کے بعد ہر بات کالعدم ہے اس میں کیا بات کہی گئی ہے۔ کتب حدیث کی شروح کو دیکھ لیجیے جو شروع کی بحثیں ہیں ان میں ایک باب تین جلدوں میں آیا ہے۔ تو دوسرا باب چار جلدوں میں (جب کہ) آخر میں تین تین سطروں کے حاشیے ہیں۔''

(ماہ نامہ، الشریعہ مارچ ۲۰۰۵ء، ص: ۲۸)

اگر مدارس میں سبقاً حدیث پڑھانے کا اہتمام ہوتا تو استاذ ضرور راہ نمائی کرتے کہ یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رعایت امت کے سہل کے لیے ہے، تا کہ وہ بیماری یا انتہائی مجبوری کے عالم میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کے عمل میں گناہ کی مرتکب نہ ہو۔

صحیح بخاری پر بحث مباحثوں سے عام تعلیم یافتہ لوگوں پر یہ اثر پیدا ہوا کہ انھوں نے موجودہ علماء کے سامنے مطالبہ پیش کر دیا کہ وہ از سر نو تحقیق سے جامع بخاری کو مدون کریں۔ آراء وافکار کے کالم میں مطبوعہ خط پڑھیں:

''اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمان پر اللہ کی اطاعت فرض ہے۔ اس کا قرآن میں متعدد جگہ ذکر ہے۔ اللہ کے احکام تو ہم کو قرآن سے ملتے ہیں اور اُن کی تشریح اور تفسیر اور رسول اللہ ﷺ کا قول اور فعل احادیث سے ملتا ہے۔ لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ ان احادیث کی کتابوں میں بے حد تحریف ہوتی ہے اور یہ اصل حالت میں باقی نہیں ہے۔ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کی اصل کتابیں جلا دی گئی اور معدوم ہیں۔ (چناں چہ) آج حدیث کی کتاب پر یہ تصدیق نہیں ملتی کہ یہ مطابق اصل کے ہیں۔

صحیح بخاری کی بعض مثالوں سے یہ بات واضح ہے۔

چار مثالیں درج کرنے کے بعد صاحب موصوف لکھتے ہیں:

''دراصل شیعہ (حکم رانوں) کا جب حکومت پر قبضہ ہوا تو انھوں نے ساری شکل ہی بگاڑ دی اور ہمارے علما آنکھ بند کر کے آج تک اس کی پیروی کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث اور صحیح حکم سر آنکھوں پر، اس کی اطاعت ضروری ہے، لہٰذا اب علما کا کام ہے کہ صحیح احادیث کو الگ کریں اور اپنے دستخط سے اس کو جاری کریں۔ موجودہ حالت میں یہ نہ قابل تقلید ہے اور نہ قابل قبول اس کو اصح الکتب بعد از قرآن کا درجہ دے کر اپنی من مانی احادیث شامل کر دی گئی ہیں۔'' (ماہ نامہ الشریعہ: جون ۲۰۰۵ء ص: ۴۴)

مدیر صاحب نے مذکورہ بالا خط شائع کر دیا اس کا محاکمہ نہیں کیا اور نہ ہی جولائی کے شمارے میں اس پر کوئی تبصرہ ہو۔ اُن کے جد امجد بزرگ عالم دین' خان سرفراز مولانا محمد صفدر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے احسن الکلام میں روایت کے اصولوں کو اپنا کر اپنا موقف منوانے کی کوشش تو ضرور کی ہے تاہم بخاری کے صحیح ہونے پر اتفاق کیا ہے:

''بخاری مسلم کی جملہ روایات کے صحیح ہونے پر امت کا اتفاق و اجماع ہے۔ اگر صحیین کی معنعن حدیثیں صحیح نہیں تو امت کا اتفاق و اجماع کس چیز پر واقع ہوا!''

(احسن الکلام، جلد:۱،ص:۲۰۰)

نائن الیون کے بعد امریکہ یکے بعد دیگرے مسلم ممالک کو بمباری سے ملیامیٹ کر رہا ہے۔ان کے مروّجہ نظام کو درہم برہم کر کے عوامی مذہب اور مغربی تہذیب و تمدن کو فروغ دے رہا ہے، جو مسلم ممالک ان سے محروم ہیں اُن کے اعتدال پسند عناصر کو بین المذاہب کانفرنس میں دعوت دے کر اخوت، رواداری کا سبق دیا جا رہا ہے، پھر وہ بین الاقوامی نوعیت کے اہم مقامات پر جا کر مسلمانوں کو اجتہادِ جدید کا درس دے رہے ہیں۔

یکم اکتوبر ۲۰۰۴ء کو آکسفورڈ سنٹر فار اسلامک سٹڈیز کے زیر اہتمام ایک تقریب سے ملائیشیا کے وزیر اعظم اور او آئی سی کے سربراہ ڈاکٹر عبداللہ احمد بداوی نے ''اسلام، عالم اسلام اور مغرب'' کے موضوع پر خطاب کیا، انہوں نے کہا:

''میں ایسے ملک کے وزیر اعظم کی حیثیت سے بھی آپ سے مخاطب ہوں، جہاں مختلف مذاہب کے پیروکار بستے ہیں اور ان میں سے مسلمان اکثریت میں ہیں۔ اللہ کے فضل سے آج میرا ملک ایک پرامن مستحکم اور جمہوری ملک ہے اور ترقی کے راستے پر تیزی سے گامزن ہے۔ مسلمان، بدھ، مسیحی، ہندو اور دیگر تمام مذاہب کے پیروکار امن اور اہم آہنگی کے ماحول میں ایک دوسرے کا احترام کرتے ہوئے اور رواداری کی فضا میں رہے ہیں۔

اجتہاد کو معاصر مسائل سے ہم آہنگ کرنے کے ساتھ ساتھ مقاصدِ شریعت کے فہم پر بھی از سرنو توجہ مرکوز کرنے کی ضرورت ہے۔ اسلامی قانون یا علمی فکر اپنے آپ کو محض الٰہی متن کی لفظی پیروی تک محدود نہیں رکھ سکتی۔ شریعت کو محض بے لچک قوانین کا ایک مجموعہ نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ یہ ایک نظام اقدار بھی ہے جس میں مخصوص قوانین اور ضابطے بالاتر اقدار کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صوری مظاہر کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مقاصد شریعت کو سمجھنے اور جدید دور میں اجتہاد کے لیے انہیں ایک بنیاد کے طور پر تسلیم کرنے سے ہم عقلی اور فکری جستجو کی روایت کا چراغ بھی روشن کرسکیں گے جس کے نتیجہ میں مسلمانوں میں ایک علمی کلچر کو فروغ حاصل ہوگا۔'' (ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ، دسمبر: ۲۰۰۴ء)

ملائیشیا کے سابق وزیراعظم ڈاکٹر مہاتیر محمد بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد میں کانووکیشن میں شرکت کے لیے تشریف لائے۔ انہوں نے قانون کی حکمرانی اور آج کے عالمی ماحول کے تناظر میں اسلامی قوانین کے نفاذ کے حوالے سے جامع خطاب کیا۔ جن کے آخری کلمات تھے:

''ہم اسلامی قانون کی حکمرانی پر عمل پیرا ہوسکتے ہیں، بشرطیکہ ہم ان کی توضیح ضابطوں اور سزاؤں تک ہی نہ کریں بلکہ اس کے بجائے اس بات کا خیال رکھیں کہ یہ انصاف کے حصول کا ضامن ہو۔ اگر ضروری ہو تو ہم اس کی ہیئت کو نظر انداز کر کے اس کی روح پر عمل کریں اور اسلامی قانون کی روح انصاف ہے، ضابطے اور سزائیں اس کی اقسام ہیں اور اسے لازماً تمام قوانین پر لاگو ہونا چاہیے، جو بیان کردہ ہوں یا انسان کے بنائے ہوئے ہوں، انصاف کی حکمران ہی اہم ہے۔'' (ماہنامہ الشریعہ، اپریل ۲۰۰۵ء، ص: ۷)

ملائیشیا کے سابقہ اور موجودہ حکمران ڈاکٹر صاحبان نے اجتہاد جدید کے بے دریغ استعمال سے تحریک تنویر کو پروان چڑھایا۔ لاہور یونیورسٹی آف مینجمنٹ سائنسز کے استاد جناب ڈاکٹر خالد ظہیر مئی ۲۰۰۵ء کے وسط میں ایشیا فاؤنڈیشن کے تحت مطالعاتی دورے پر ملائیشیا اور انڈونیشیا تشریف لے گئے واپسی پر انہوں نے اپنے تاثرات کا اظہار فرمایا، اس کی روشنی میں جائزہ لیں:

''ہم نے ملائیشیا میں چار دن گزارے، وہاں ہم کو Sisters in Islam (ایک ادارہ ہے) کے تحت ان کا ٹریننگ پروگرام دکھایا گیا۔ ہمیں بتایا گیا کہ وہ کس قسم کا کام کر رہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہم نے اپنے معاشرے میں اسلام کی تعلیمات کے نام پر جو مظالم ہورہے تھے، ان کو دیکھنے کے بعد یہ فیصلہ کیا (یہ اصلاً ۸ خواتین تھیں) کہ ہم مل کر خود یہ جاننے کی کوشش کریں گی کہ دین اسلام کی تعلیمات حقیقتاً کیا ہیں؟ ان کا خیال ہے کہ اب تک امت میں دین کی تعبیر اور تشریح کا جو کام ہوا ہے وہ سارے کا سارا مردوں نے کیا ہے۔ الا ماشاء اللہ اس لیے ہم ان کے کام کو غیر جانبدار نہیں سمجھتیں، چناں چہ انہوں نے جب دین پر غور کیا تو ان کی اپنی آراء وجود میں آئیں جو کہ ان سے بہت کچھ مختلف ہیں جو امت میں معروف اور رائج ہیں ...... دلچسپ بات یہ ہے کہ ملائیشیا میں چودہ States ہیں اور ان میں سے ہر State کا اپنا شرعی قانون ہے۔

''سسٹرز اِن اسلام'' کے ہاں ہمیں جو ٹریننگ کروائی گئی وہ بہت Effective تھی۔ ایک خاتون تھیں اور ایک مرد جو مل کے ہمیں بتا رہے تھے اور ان کا ماحول، گفتگو، ڈائیلاگ اور Open debate کا تھا۔ سسٹر ان اسلام جو آٹھ خواتین تھیں ان کے بقول ان میں سے ایک عالمہ تھیں جنھوں نے باقی سب کو اس حوالے سے روشنی کی راہ دکھائی اور بعد میں یہ معلوم ہوا کہ وہ عالمہ خاتون اصل میں امینہ ودود تھیں جو کافی عرصہ قبل امریکہ چلی گئیں۔ یہ خواتین دوسری عورتوں کو Guide کرتی ہیں، انہیں قانونی امداد فراہم کرتی ہیں، ان کو تربیت دیتی ہیں۔ اب انہوں نے علماء کو بھی ٹریننگ دینا شروع کر دی ہے۔

اصل میں مختلف مسلم معاشروں میں جب لوگوں میں یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ ہمارا دین ہے کیا اور کہاں سے حاصل ہوتا ہے تو روایتی ملا حضرات اسے سمجھا نہیں پاتے اور ان کی تعبیرات کے حوالے سے دو قسم کے ردعمل پیدا ہوتے ہیں۔ ایک تو لوگ یہ کہہ کر فارغ ہو جاتے ہیں کہ اب یہ چیزیں قابل عمل نہیں اور وہ دین ہی سے ناتا توڑ لیتے ہیں، البتہ دوسری قسم کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے دین کو خود سمجھیں گے اور جو سمجھ میں آیا اس پر عمل کریں گے، یہ خواتین بھی اسی قسم سے ہیں اور اپنی اس کاوش کے نتیجہ میں انہوں نے دین کی بعض محکم چیزوں کو بھی نیا رنگ دینے کی کوشش کی ہے جو محل نظر ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب ہم نے ان سے یہ بات معلوم کرنے کی کوشش کی کہ کیا آپ کی دین کے اصل ماخذ ''قرآن وسنت'' تک بواسطہ عربی زبان رسائی ہے؟ تو اس کے جواب میں انہوں نے کچھ Reaction کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ کوئی ضروری نہیں ہے اگرچہ ہم اس کے لیے بھی کوشش کر رہے ہیں۔

انڈونیشیا میں صورت حال اس سے مختلف ہے، وہاں ہم کو جس ادارہ میں لے جایا گیا وہ بالکل مختلف ہے۔ جس میں مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی۔ انہوں نے ہم کو سیمینار کرائے۔ جکارتہ کے سیمینار میں تین خواتین تھیں۔ اس میں جن مسائل کو زیادہ اجاگر کیا گیا وہ تھے تعداد ازدواج، شوہر کا بیوی کو مارنے کا حق، شوہر کو طلاق دینے کا حق، جو بیوی کو حاصل نہیں ہے۔ اس کے علاوہ وراثت میں لڑکے کا لڑکی سے زیادہ حق ہونا۔ غرض یہ ہے کہ انہوں نے جہاں کہیں بھی اسلامی تعلیمات میں مرد وعورت کے بارے میں رویوں میں تفاوت محسوس کیا اس کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے یا کم کرنے کی۔

انڈونیشیا میں جو بات میں نے محسوس کی ہے وہ یہ تھی کہ وہاں ان کو پرانے سسٹم میں سے کچھ علما ایسے مل گئے ہیں جو باقاعدہ دین کے دلائل پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ موجودہ آزادی نسواں کی روش عین دین کی روح کے مطابق ہے۔

جو پریزنٹیشن (Presentation) میرے لیے سب سے زیادہ پریشان کن تھی وہ ایک نوجوان عالم کی تھی جس میں انہوں نے یہ بتایا کہ ہمارے ہاں دین سے استنباط کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ انہوں نے بتایا کہ اب تک یہ ہوتا رہا ہے کہ امت دین کے مآخذوں میں قرآن، سنت، حدیث، اجماع، اجتہاد، قیاس، مصلحت عامہ کو مانتی رہی ہے لیکن انہوں نے کہا کہ اب حالات کے بدلنے کے بعد ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ یہ تمام کے تمام مختلف ذرائع اپنی جگہ ٹھیک ہیں لیکن اب ان کی ترتیب بدلنی چاہیے۔ یعنی ان سے دین کو اخذ نہیں کرنا چاہیے۔ اب حالات کا تقاضا یہ ہے کہ سب سے پہلے مصلحتِ عامہ کو رکھا جائے چناں چہ اب مصلحت عامہ کو دیکھ کر دین کے باقی احکام کو اس کے مطابق ایڈجسٹ کیا جائے گا۔ ان کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصرار ہے کہ دین کا اب تقاضا یہی ہے۔ (ماخوذ ماہنامہ سوئے حرم لاہور جولائی ۲۰۰۵ء)

ملائیشیا اسلامی دنیا میں صنعتی لحاظ سے ترقی یافتہ ملک ہے۔اس نے کس طرح ترقی کی؟ مغرب نے ٹیکنالوجی کس معاہدہ کے تحت فراہم کی؟ ملٹی نیشنل کمپنیوں نے سرمایہ کاری کے لیے ملائیشیا کو کیوں ترجیح دی؟ کیوں کہ ملائیشیا نے مغرب کا پورا پیکج قبول کرلیا ہے۔ڈاکٹرمحموداحمد غازی (صدر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد) نے اپنے خطاب میں چشم دید واقعہ بیان کیا۔

''آج سے چند سال پہلے جرمنی میں ایک اجتماع میں جانے کا موقع ملا ،میرے علاوہ باقی مفکرین یورپ سے بلائے گئے تھے۔ اس اجتماع کا عنوان تھا ''کیا اسلام مغرب اور یورپ کے لیے خطرہ ہے؟'' جس میں ایک سوال کے جواب میں اپنا تجزیہ پیش کیا کہ اب مسلمان مفکرین اور دانشوروں کی ایک بڑی تعداد اس بات کی نمائندگی کرتی ہے کہ مغربی تہذیب کے مثبت پہلوؤں سے مسلمانوں کو استفادہ کرنا چاہیے، ان کی سائنس اور ٹیکنالوجی ، ان کی سہولتیں یہ مسلمانوں کے لیے قابل قبول ہونے چاہئیں اوران کو اپنانا چاہیے جب کہ ان کے جو منفی پہلو ہیں مثلاً اخلاقی اقدار کے متعلق ان کے خیالات ونظریات یا سیکولرازم اور لامذہبیت یا مرد وزن کی آزادی کا جو ان کے ہاں ہے یہ چیزیں دنیائے اسلام کو قبول نہیں کرنی چاہئیں، تو اس کے جواب میں اجتماع کے شرکاء نے تقریباً بالاتفاق مجھے Controvent کیا اور کہا کہ ٹھیک ہے، آپ اس رویہ کو درست سمجھتے ہوں لیکن مغرب ان شرائط پر اپنی ٹیکنالوجی اور تہذیب وتمدن سے آپ کو استفادہ کرنے کی اجازت دینے کو تیار نہیں ہوگا۔ انہوں نے مزید کہا یہ ایک پورا پیکج ہے جس کو آپ کو جوں کا توں قبول کرنا پڑے گا۔ اس میں وہ آپ کو اخذ و انتخاب (Pick and Choose) کی اجازت نہیں دیں گے۔'' (ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ، مارچ ۲۰۰۵ء،۱۲:)

محترم ڈاکٹر خالد ظہیر کے مطالعاتی دورہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ملائشیا نے مغرب کا پورا پیکج جوں کا توں قبول کرلیا ہے۔

مغرب میں انجیل کی بجائے علم و وجدان کی بنیاد پر انسانی فلاح کے لیے قانونی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسودے تیار ہوتے ہیں۔ ملائیشیا اور انڈونیشیا میں مصلحت عامہ کے تحت وحی الٰہی کی تعبیر کا کام جاری ہے تو ان کے ارکان پارلیمنٹ سے قرآن وسنت کے نفاذ کی توقع رکھنا بے معنی ہے۔

یورپ ہو یا امریکہ، عالمی بنک ہو یا اقوام متحدہ ان کا مشترکہ ماٹو آزادئ نسواں ہے وہ جو چاہے کرے اس پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ ملائیشیا میں شریعت کی تعبیر کا کام عربی زبان سے ناواقف عورتوں کے سپرد ہے۔ ثقافتی روداد مطالعاتی سفرنامہ میں نہیں تھی، وہ بھی یقیناً مغربی ہوگی۔

اسلام کے سنہری دور میں تمام صوبوں میں عدل و انصاف کے لیے شریعت اسلامیہ کا ایک ہی پبلک قانون نافذ تھا۔ جب کہ ملائیشیا کی چودہ ریاستوں میں علیحدہ علیحدہ قانون رائج ہے۔ ظاہری طور پر ہر ریاست کی آزادی کا تصور ابھرتا ہے مگر مستقبل قریب میں تہذیبوں کا تصادم جنم لے گا۔ مشرقی تیمور کی طرح علیحدہ خود مختاری کا رجحان ابھرے گا جس سے ملک کی یک جہتی و سلامتی کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔

اجتہادِ جدید کی بنا پر معاشی، سیاسی اور معاشرتی شعبوں میں مصلحت عامہ یا انسانی فلاح کے لیے قانون سازی کا عمل جاری ہے۔ اس سے وحدت الادیان یا روشن خیالی کو فروغ حاصل ہو رہا ہے۔

روس میں چیچنیا کے مسلمانوں کی آزادی کو کچلنے کا عمل جاری ہے۔ ملائیشیا نے اپنے ملک میں او آئی سی کے اجلاس میں اسے بطور مبصر شرکت کی دعوت دی تھی، اس قسم کے روشن خیالی کے اقدامات کرنے والے سیاسی راہ نما اگر مغرب کے دوہرے معیار پر دو چار بیان دے دیں تو مغرب ان کے خلاف تادیبی کاروائی نہیں کرے گا، کیوں کہ اس طرح کی بیان بازی سے وہ اسلامی دنیا کے عوام میں مقبول ہو جائیں گے۔ جب وہ کسی سیمینار میں مسلمانوں کو اجتہاد جدید کا ازبر سبق (Lesson) سنائیں گے تو ان کی آواز مسلم عوام میں مؤثر اور کارگر ثابت ہوگی۔

عالم اسلام کے سیاسی لیڈر اور مذہبی سکالر بیرون ملک سیمینار میں مغربی فلسفے کی روشنی میں اجتہاد جدید کا سبق سن کر آتے ہیں تو وہ اپنے اپنے ملک میں مسلم عوام کی ذہن سازی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں۔ ایک محقق نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فہم وفراست کے چند نمونے بیان کرنے کے بعد نتیجہ اخذ کیا کہ......

''ضرورت اس امر کی ہے کہ حضرت عمر کے نقوش اجتہاد کی روشنی میں عصرِ حاضر کے جدید تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے فقہ اسلامی کی تشکیل جدید پر توجہ مرکوز کی جائے اور حالات و واقعات کی رعایت رکھتے ہوئے خلق خدا کے حق میں اسلامی احکام و مسائل کی تعبیر کا وہی طریقہ اختیار کیا جائے جو خود شارع اسلام اور آپ کے بعد حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نے اختیار کیا۔''

(ماہنامہ الشریعۃ اپریل گوجرانوالہ، ۲۰۰۵ء، ص ۵)

عصر حاضر میں خلق خدا کے حق میں جدید تقاضوں کو پیش رکھتے ہوئے فقہ کی تشکیل جدید ''تحریک تنویر'' اور ''ہیومنزم'' کی ترجمانی ہے۔

متحدہ مجلس عمل نے اپنے کوٹہ کی سیٹوں پر معتمد عورتوں کو پارلیمنٹ میں نمائندگی دی تو میں نے اس وقت اجتہاد کے داعی ''الشریعۃ کے مدیر'' کے نام مقالہ ارسال کیا۔ انتظار کے بعد مختصر خط بھی تحریر کیا جس میں مسجد اقصیٰ کی تولیت پر بحث بند کرنے اور مسلم مکاتبِ فکر کے مابین ہم آہنگی کی فضا قائم کرنے کے اقدامات کو سراہا وہاں مغرب کی فکری یلغار کے سدباب کے لیے بھی لکھا کہ پارلیمنٹ کے مخلوط ماحول میں عورتوں کی شرکت کو علماء نے نظریہ ضرورت کے تحت گوارا کر لیا ہے تو تعلیم وتربیت کی غرض سے عورتوں کا اپنے محرم مردوں کے ساتھ مسجد جا کر باپردہ نماز جمعہ ادا کرنا کیوں ممنوع ہے؟ آپ اس پر اظہار خیال کریں۔ محترم مدیر صاحب نے خط کا پہلا حصہ شائع کر دیا جب کہ میرا اصل سوال حذف کر دیا۔

وطن عزیز میں روشن خیالی کی طرف پیش قدمی کا ثبوت پیش کرنے کے لیے دھوم دھام سے بسنت بھی منائی گئی اور میراتھن ریس کا سلسلہ بھی شروع ہوا، گوجراں والا میں مزاحمت کے دوران جامعہ محمدیہ کا نوجوان طالب علم ٹانگ سے محروم ہو گیا۔ امریکی فوجیوں نے گوانتاناموبے کی جیل میں قرآن پاک کی بے حرمتی کی، ماہنامہ الشریعۃ نے ان کی مذمت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں چند سطور تک نہیں لکھیں۔ عالم اسلام میں فقہ اسلامی کی تشکیل جدید کی ضرورت و اہمیت پر زور دیا جارہا ہے۔ مولانا محمد یوسف لدھیانوی مرحوم نے اس کو ''بے قید اجتہاد'' سے تشبیہ دی ہے، مذکورہ عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''ایک عرصہ سے شور محشر برپا ہے کہ علماء تقاضائے وقت سے نابلد ہیں، انہوں نے اجتہاد کا دروازہ بند کر رکھا ہے۔ زمانہ کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہے اور یہ ابھی تک بسم اللہ کے گنبد میں محصور ہیں وغیرہ وغیرہ ...... علما دین کے خلاف شور مچانے والے حضرات کسی ایک چیز کا نام تو لیں کہ دین کا فلاں تقاضا سامنے آیا اور علماء نے اس میں غفلت سے کام لیا اور وقت کے تقاضے کو چیلنج نہیں کیا۔ ہاں یہ کہنا صحیح ہے کہ لوگوں کی خواہشات منشائے الٰہی کے خلاف تھیں علما نے ان کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا۔ امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کاشمیری علامہ اقبال مرحوم کی دعوت پر ان کے مکان پر فروکش تھے۔ تاجروں کے ایک نمائندہ وفد نے حضرت سے عرض کیا کہ ہماری قومی معیشت بہت پیچھے رہ گئی ہے اور زمانہ برق رفتاری سے ترقی کر رہا ہے۔ اب علما کو ''اجتہاد'' سے کام لینا چاہیے اور بینک کے سود کے جواز کا فتویٰ دینا چاہیے۔ ان کی مرصع تقریر سن کر حضرت شاہ صاحب نے بڑی متانت سے فرمایا ''بھائی اگر تم دوزخ میں جانا چاہتے ہو تو سیدھے چلے جاؤ، مولویوں کو پل کیوں بناتے ہو''؟ (ماہنامہ الفاروق کراچی، جمادی الاولیٰ: ۱۴۲۶ء)

الغرض لوگ علمائے کرام سے جس اجتہاد کی توقع رکھتے ہیں، وہ یہ ہے کہ لوگوں کی خواہشات جس چیز کو تقاضائے وقت سمجھتی ہوں علماء کرام کو بلاتکلف اس کی حلت و جواز کا فتویٰ دے دینا چاہیے گویا موجودہ لادینی نظام تو جوں کا توں رکھا جائے، اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کی جائے، البتہ علمائے کرام ''اجتہاد'' کے ذریعے قرآن و سنت کو اس بگڑے ہوئے نظام پر فٹ کرنے کا فریضہ انجام دیں۔

دور فاروقی رضی اللہ عنہ سمیت خلفائے راشدین کا تعامل ملت اسلامیہ کے لیے مشعل راہ ہے،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس دور میں اسلامی احکام اور قانونی مسائل کی جو تعبیریں ہوئیں۔ وہ ہمارے لیے حجت ہیں۔ قرآن وسنت کے احکام اور خلفائے راشدین کے دور کی تعبیر میں تغیر وتبدل اور منسوخ کرنے کا اختیار موجودہ دور میں کسی کو حاصل نہیں۔

اجتہاد کسی امر کی شرعی حیثیت کے تعین کے لیے ہوتا ہے۔ عصر حاضر میں کسی امر کی شرعی حیثیت (حلت وحرمت) کا جائزہ لینا ہو تو صرف کتاب وسنت کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہے۔

استاذ تفسیر مولانا حمید الرحمن عباسی فرماتے ہیں:

''قاضی کو بوقتِ ضرورت اجتہاد کی اجازت ہے، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں اور دونوں کے دائرہ اور حدود کے اندر رہ کر قاضی کو اجتہاد کا حق حاصل ہے۔ اور اس وقت وہ منصور من اللہ بھی ہوگا اور کتاب اللہ اور سنت رسول یعنی وحی الٰہی کو چھوڑ کر اپنی طرف سے کسی پیغمبر کو بھی فیصلہ کرنے کی اجازت نہیں تھی۔'' (جلد ثامن صفحہ۲۱۲، خلاصہ تفسیر القرآن)

عقیدہ ختم نبوت کی روشنی میں ہمارا پختہ ایمان ویقین ہے کہ قیامت کی صبح تک سیاسی و معاشرتی ومعاشی نوعیت کے جتنے مسائل جنم لیں گے خواہ وہ مغربی فلسفہ کے پیداوار ہوں یا سائنس وٹیکنالوجی کے ان کا حل کتاب وسنت میں موجود ہے۔

جدید دور کے مسائل کا قرآن وسنت کی روشنی میں حل تلاش کیا جاسکتا ہے لیکن مغربی افکار کو شرعی جامہ پہنانے کے لیے کتاب وسنت سے جواز تلاش کرنا قطعاً ناجائز ہے۔ مثلاً ایک وفاقی وزیر محمد علی درانی نے میراتھن ریس کے جواز کے لیے حج کے مخلوط ماحول میں طواف کا حوالہ پیش کیا۔ ایک اور صاحب نے کہا کہ ''ٹائی کا استعمال عام ہوگیا ہے لہٰذا ٹائی پہننے میں کوئی حرج نہیں'' اسلام میں موسیقی ممنوع ہے جب کہ ''اشراق'' کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ......

''ہمارے ہاں بالعموم یہ تصور پایا جاتا ہے کہ اسلام موسیقی کو ممنوع قرار دیتا ہے، استاد گرامی جناب جاوید احمد غامدی کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اسلامی شریعت میں اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تصور کی کوئی بنیاد موجود نہیں، یہ مباحات فطرت میں سے ہے۔"

(ماہنامہ اشراق، مارچ ۲۰۰۴ء، ص:۲)

شریعت میں اجتہاد کی اجازت ہے لیکن اہل کتاب کی تقلید ناجائز ہے جنہوں نے اپنے اجتہاد سے کلام الٰہی میں تبدیلی کر دی تھی۔ (البقرہ آیت ۷۵ تا ۷۹)

نماز میں اپنے اجتہاد سے تبدیلی کر دی (سورۃ مریم آیت ۵۹) شریعت میں اجتہاد کے لیے کڑی شرائط ہیں۔ مسلمان ہونا، مکلّف ہونا اور عادل ہونا تو بنیادی شرائط ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے مفتی کے لیے پانچ اوصاف کا تذکرہ کیا ہے۔

① ......وہ خالص نیت کا حامل ہو۔ ② ......وہ شخص حلم و بردباری اور وقار و شائستگی جیسی صفات سے آراستہ ہو۔ ③ ......مسائل شرعیہ پر اسے مکمل عبور اور قدرت حاصل ہو۔ ④ ......کفایت شعار ہو جو کچھ لوگوں کے ہاتھ میں ہے وہ خود کو اس سے بے نیاز کرے وگرنہ لوگوں کے ہاتھوں کٹھ پتلی بن جائے گا۔ ⑤ ......وہ زمانے کے حالات اور لوگوں کے مکرو فریب کو سمجھ سکے۔ صبر و شکر میں تمیز کر سکے۔ (ماخوذ از اعلام الموقعین)

سائنسی علوم و فنون کے ترقی یافتہ دور میں گوناں گوں مسائل اُمڈ آتے ہیں، جن کے حل کے لیے شرعی معیار پر پورا اترنے والے مجتہد پر اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے۔ نائن الیون کے بعد مسلم ممالک میں یہودی ورلڈ آرڈر کی پیش قدمی جاری ہے۔ حکمران طبقہ امریکی اشارے پر اسلامی معیشت، سیاست و معاشرت کو تبدیل کرنے کے لیے احکام جاری کر رہے ہیں۔ جب کہ بعض نام نہاد سکالر ان کی تائید کے لیے کتاب و سنت کی من مانی تعبیریں کر رہے ہیں۔ امت مسلمہ کے مستقبل کے لیے ان کا یہ فعل غیر دانش مندانہ قدم ہے۔

الفرقان الحق کی اشاعت پر ممکنہ خطرہ:

قرآن حکیم اللہ کی نازل کردہ آخری کتاب ہے جو دین اسلام کا بنیادی ماخذ ہے۔ خاتم النبیین ﷺ کا اسوہ حسنہ اس کی توضیح وتشریح ہے۔ چودہ صدیاں بیت گئیں قرآن انہی الفاظ میں آج تک محفوظ ہے جس طرح نبی کریم ﷺ پر نازل ہوا تھا۔ اور یقیناً قیامت تک رہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گا۔ کیونکہ اللہ نے اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا۔ دیگر سماوی کتب محدود وقت کے لیے نازل ہوئی تھیں، حکمتِ خداوندی سے ان کی زبانیں بھی رفتہ رفتہ مردہ ہوگئیں اور نہ کسی نے ان کی زبان یاد کرنے کا اہتمام کیا جبکہ قرآن مجید قیامت تک بنی نوعِ انسان کے رشد وہدایت کے لیے نازل ہوا، یہ رب کریم کا اعجاز ہے کہ اس کی زبان عربی آج بھی زندہ وتابندہ ہے۔ چوں کہ قرآن کا پڑھنا باعث برکت اس کا سمجھنا باعث ہدایت اور اس پر عمل کرنا باعث نجات ہے۔ اس لیے ہر زمانے میں ہر سال لاکھوں کی تعداد میں بچے حفظ کرتے رہے۔ قرآن کریم کے فہم وادراک کے لیے ہزاروں کی تعداد میں دینی مدارس قائم رہے۔ جو وحی الٰہی کی روشنی میں نئی نسل کی روحانی، معاشرتی، معاشی اور سیاسی تربیت کرتے رہے۔ مسلم معاشرہ میں مدنی تہذیب وتمدن کی نمایاں جھلک قائم رہی۔

صلیبی جنگوں میں غیور مسلمانوں نے دعوت وعزیمت کی تاریخ رقم کی تو اہل مغرب نے پسپا ہوکر فکری محاذ کو محور بنا لیا۔ نتیجتاً یورپی اقوام نے خفیہ پلان کے تحت خلافت اسلامیہ کو سبوتاژ کر دیا اور مسلم ریاستوں پر اپنا تسلط جما لیا۔ اس کے باوجود مغربی مفکروں نے کیموزم کی بجائے اسلام کو ہی خطرہ سمجھا۔ ماہنامہ آئین میں لارنس براؤن یوں رقم طراز ہے:

> ''اسلام ہی صحیح معنوں میں ہمارے لیے ہمارے وجود کے لیے ہماری تہذیب و ثقافت کے لیے حقیقی طور پر خطرہ ہے کیوں کہ تنہا اسی کے اندر آگے بڑھنے، پھیلنے اور دوسری تہذیبوں اور ثقافتوں اور دوسری اقوام اور ان کے عوام کے قلوب واذہان کو مسخر کرنے اور انہیں اپنے زیر اثر لانے اور اپنے اندر جذب کرنے کی بدرجہ اتم استعداد وصلاحیت پائی جاتی ہے۔''

ایک اور مغربی مدبر نے اس استعداد وصلاحیت کی وضاحت کر دی۔ برطانوی وزیراعظم گولڈسٹون نے پارلیمنٹ کے ایک اجلاس میں قرآن مجید ہاتھ میں بلند کرتے ہوئے کہا تھا۔

> ''جب تک یہ قرآن مسلمانوں کے دلوں یا دماغوں میں حکمران رہے گا۔ اس وقت تک یورپ اسلامی مشرق کو نہ تو اپنے قبضے میں لاسکتا ہے اور اگر اسے اپنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبضے یا تسلط میں لے بھی آئے تو وہ اپنے اس تسلط کو زیادہ دیر برقرار نہیں رکھ سکتا۔" (بحوالہ ماہنامہ آئین لاہور، اپریل ۱۹۹۲ء)

اہل مغرب نے اپنے دانش وروں کے تجزیوں کو داخل دفتر نہیں کیا بلکہ انہوں نے محکوم مسلم ریاستوں کے عدالتی نظام سے وحی الٰہی کے احکامات کو بے دخل کر دیا۔ دینی مدارس کو منہدم کر دیا۔ ان کی جائیدادیں ضبط کر لیں۔ مزاحمت کرنے والوں کو پھانسی کے تختے پر لٹکایا یا کالے پانی میں بھیج دیا۔ آخر کار مخلص لیڈروں کی مسلسل تحریک آزادی کی بدولت مسلم ریاستیں آزاد ہوئیں لیکن مکار قوم نے ان کو اقوام متحدہ سے منسلک کر دیا۔

صہیونی تھنک ٹینک نے اقوام متحدہ کے ذریعے دنیا کے تمام ممالک کو اس بات کا پابند کر دیا کہ وہ امریکی دستور پر مبنی حقوق انسانی کے منشور کو عالمی قانون سمجھ کر اس پر دستخط کر دیں۔ اس عالمی قانون کا مقصد کرہ ارض کے تمام ممالک کو ایک آئین ایک قانون کا پابند بنانا اور ان کی عوام کو مشترکہ تہذیب و تمدن میں ڈھالنا تھا۔ یہی وہ حائل روکاوٹ تھی کہ مسلم حکومتیں پرزور مطالبے کے باوجود شریعت مصطفیٰ کو ملک میں رائج نہ کر سکیں۔ اگر کسی مسلم ملک کے آئین کے دیباچہ میں قرآن وسنت کا ذکر ہوا ہے لیکن جب تک عوام یا ان کے نمائندے قرآن وسنت کے ضابطہ کو پاس نہ کریں۔ اس وقت تک وہ اسلامی ضابطہ ملک میں قانون کا درجہ حاصل نہیں کر سکتا۔ عوامی حاکمیت اور عالمی قانون کی پابندی کی وجہ سے مسلم ریاستوں میں قرآن وسنت کی حکمرانی قائم نہ ہو سکی۔

عالمی انسانی حقوق کی آڑ میں مسلم دنیا میں ذرائع ابلاغ کو شتر بے مہار آزادی حاصل رہی۔ انہوں نے مسلم معاشرہ کو ہم نوا کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اس سے قطعاً انکار نہیں کہ انہوں نے مخصوص طبقہ کو اپنا گرویدہ بنا لیا ہے تاہم مسلم این جی اوز کی دفاعی حکمت عملی مؤثر رہی۔

ہر سال لاکھوں کی تعداد میں نئی نسل کے نوجوان دینی مدارس سے فارغ ہو رہے ہیں۔ مشائخ عظام اسوۂ حسنہ کی روشنی میں تزکیہ کر رہے ہیں۔ مساجد میں دھماکوں کے باوجود

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمازیوں کی رونق بحال رہی۔ مسلم معاشرہ میں روحانی تعلیم و تزکیہ کی بدولت اسلامی تشخص برقرار رہا اور مغربی تہذیب و تمدن کو تسلط جمانے میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ اصحاب الحدیث کے وزنی دلائل اور موثر حکمت عملی کامیاب رہی۔ فتنہ انکار حدیث سے مشرق میں وہ نتائج برآمد نہ ہوئے جن کی اہل مغرب کو توقع تھی چناں چہ صیہونی تھنک ٹینک کو دور کی سوجھی انہوں نے اسلام کے بنیادی ماخذ کو ہدف بنا لیا۔

قرآن حکیم طاغوتی قوتوں کے خلاف جہاد کا حکم دیتا ہے جب تک وہ ظلم و تعدی سے باز نہ آجائیں اور عدل و انصاف کا دامن نہ تھام لیں۔

غیر مسلموں کی عزت جان اور مال کو تحفظ فراہم کرتا ہے لیکن مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ سے دوستی قائم کرنے سے منع کرتا ہے۔ مغرب کی حیوانی زندگی سے تنگ آکر اہل مغرب قرآن پڑھ کر سکون قلب کی دولت لوٹ رہے ہیں۔

اہل مغرب میں تحریف شدہ انجیل کا احترام چرچ تک محدود ہے وہ بھی ہفتے میں ایک دن حاضری کے لیے مخصوص ہے جب کہ وہ اپنی پرائیویٹ زندگی فرائیڈ کے نظریہ کے تحت گزارتے ہیں۔ ان کے برعکس مسلمان ایک صدی تک یورپ کے محکوم رہے اور ۶۰ سال سے وہ بالواسطہ اقوام متحدہ کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں لیکن وہ ان کے سینوں کو قرآنی تعلیم سے محروم نہ کر سکے۔ افغانستان کی تاریخ اس امر کی شاہد ہے۔

جب طالبان کو کامیابی نصیب ہوئی تو انہوں نے امارتی نظام رائج کیا اور حدود و قیود نافذ کر کے معاشرہ میں عدل و انصاف قائم کر دیا۔ جو اہلِ مغرب کے نزدیک عالمی نظام کی صریحاً خلاف ورزی تھی۔

سی آئی اے اور موساد حرکت میں آئیں۔ انہوں نے ۱۹۹۹ء میں مسلمانوں کی غیرت کا امتحان لینے کے لیے انٹرنیٹ پر قرآن مجید کی چار جعلی سورتیں پیش کیں۔

محترم فہمی ہویدی صاحب نے ماہنامہ الفاروق کراچی جمادی الاول ۱۴۱۹ھ میں مذکورہ شیطانی اجزاء کا ترجمہ پیش کیا تا کہ مسلمان بروقت ناپاک جسارت سے آگاہ ہو کر موثر انسداد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر سکیں۔ لیکن کسی دینی جماعت نے اپنی سرگرمیوں میں اس کو ہدف نہ بنایا اور نہ کسی مسلم حکمران نے امریکہ سے احتجاج کیا۔

امریکہ نے نائن الیون کے واقعہ کی آڑ میں افغانستان پر حملہ کیا۔ عالمی نظام کے متبادل قائم ہونے والے شرعی نظام کو درہم برہم کر دیا۔ مسلم حکمران طبقہ بالواسطہ یا بلاواسطہ امریکہ کا حلیف بن گیا تو امریکہ نے عراق پر چڑھائی کر دی۔

امریکہ کی ایک صیہونی تنظیم نے موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے ۲۰۰۴ء میں خودساختہ ''الفرقان الحق'' کا پہلا پارہ شائع کر دیا۔ محترم محمد صالح مغل نے خودساختہ قرآن سے متعلق صیہونی لابی کی گھناؤنی سازش کو بے نقاب کیا۔ دینی جرائد افکار معاصرین کے تحت سیاسی چٹکلے تبصرے شائع کرتے رہتے ہیں لیکن کسی ادارہ نے اس چشم کشا رپورٹ کو شائع کرنے کی زحمت گوارہ نہیں کی۔ بطور نمونہ چند اقتباسات پیش خدمت ہیں۔

> ''جس کے مقدمے میں کہا گیا کہ ''خدا نے صفی کی طرف فرقان الحق وحی کی اور اس کے معانی کا ترجمہ انگریزی میں مہدی نے کیا۔ مزعومہ جز ''صلاح'' میں لکھا ہے۔ ''دوستی کرو دشمنی نہ کرو۔ محبت کرو اور اپنے دشمنوں سے نفرت نہ کرو۔ تم اپنی تلواروں اور نیزوں کو بند کر ڈالو'' ''طہر'' میں کہا گیا ہے۔ ''گندگی اور پاکیزگی میں کوئی فرق نہیں اور نہ ہی زنا اور نکاح میں کوئی فرق ہے۔'' ''فرائیق'' میں رسول اللہ کو شیطان سے تشبیہ دی گئی (نعوذ باللہ) ایک مذکر شوہر کے لیے ایک مونث بیوی ہو اس سے زیادہ بیویاں رکھی گئیں تو وہ شیطان کی طرف سے ہوں گی'' جز ''مضاھاۃ'' میں کہا گیا ہے ''وہ لوگ گمراہ ہوئے جو اللہ کے رستہ میں لڑنے اور مرنے والوں کو جنت کی خوش خبری دیتے ہیں۔'' ''ملوک'' میں درج ہے۔ ''جو قتال وجہاد کا حکم دیتا ہے وہ خدا نہیں شیطان کمینہ ہے۔'' جز ''روح'' میں ہے ''جس جنت کی خاطر خودکش حملے کیے جاتے ہیں وہ زانیوں اور بدکاروں کی جنت ہے۔'' سورۃ کبائر میں کہا گیا ہے ''جو کوئی بھی انجیل اور فرقان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

الحق کے علاوہ کسی اور کتاب کو صداقت کے طور پر اختیار کرتا ہے تو ہم (خدا) اس سے یہ قبول نہیں کریں گے۔"

سورۃ صلاۃ میں نماز کے بارے میں کہا گیا:

"نماز کے بغیر نیکی، نماز کے ساتھ گناہ سے بہتر ہے اور جو لوگ مساجد اور سڑکوں کی سائیڈوں پر نماز ادا کرتے ہیں۔ وہ دیکھنے والوں کو اپنے منافق ہونے پر گواہ بناتے ہیں۔ پس جو کوئی بھی نماز پڑھنا چاہتا ہے وہ اپنے گھر میں گھس کر کمرے کا دروازہ بند کر کے نماز پڑھے۔" (ماخوذ پندرہ روزہ "المنبر فیصل آباد" ۱۲ فروری۔ مارچ ۲۰۰۵ء)

غرضیکہ شیطانی لغویات نے اللہ کی وحدانیت سے انکار اور خاتم النبیین ﷺ کی عصمت کو ہر مقام پر داغ دار کیا ہے۔ نماز دین کا ستون ہے جو برائی اور فحاشی کے کاموں سے روکتی ہے۔ مسجد نظم جماعت کا بنیادی مرکز ہے اور جہاد ارکانِ اسلام کے تحفظ کے لیے کوہان ہے۔

صیہونی سازش نے مسلمانوں کو روحانی طور پر اپاہج کرنے کے لیے چکمہ دیا ہے کہ وہ جہاد اور باجماعت نماز کی پابندی ترک کر دیں۔

مکار صیہونی اور صلیبی درندوں کا خفیہ پلان یہ ہے کہ مسلمان قرآن حکیم کی بجائے شیطانی داستان کو تھام لیں۔ مزاحمت کرنے والے شدت پسندوں کے خلاف اس وقت تک جنگ رکھی جائے گی جب تک وہ اس کے نظریات کے مطابق اپنی انفرادی زندگی کو ڈھال نہ لیں اور اس کے ضابطوں کو امور حکومت میں عملی طور پر نافذ نہ کر دیں کیا یہ ممکن ہے؟

اسرائیل، امریکہ اور یورپی ممالک میں ابتدائی طور پر شیطانی داستان کی تقسیم کا آغاز ہو چکا ہے۔ مغرب کے اعلیٰ تعلیمی اداروں میں عالمی امن کے قیام کے لیے بحث مباحثے ہوتے رہتے ہیں۔ وہاں صیہونی تھنک ٹینک اس امر پر زور دیں گے کہ تمام مذاہب کی کتب محدود اور مخصوص وقت کے لیے مجرب تھیں۔ موجودہ دور کے تقاضوں کو پورا کرنے کی ان میں صلاحیت نہیں رہی۔ لہٰذا اب امن عالم کے لیے شیطانی داستان پر عمل کرنے کے سوا کوئی چارہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں رہا۔ زیر تعلیم طلبا اور بیرون ملک سے آئے ہوئے سکالروں کی برین واشنگ کی جائے گی۔

''' تیسرے مرحلہ میں اہل مغرب کے بنیادی تعلیمی اداروں میں اس کو شامل نصاب کیا جائے گا۔ رفتہ رفتہ مسلم کمیونٹی کے اداروں اور مدارس میں اس کا تعارف کرایا جائے گا۔

نائن الیون کے بعد مسلم ممالک نے امریکی دباؤ میں آ کر درسی نصاب سے جہادی و یہود و نصاریٰ سے دوستی کی ممانعت پر مبنی آیات کو خارج کر دیا ہے۔

حکومت کی اجازت ملنے پر پرائیویٹ اداروں نے تعلیمی شعبہ میں سرمایہ کاری شروع کر دی ہے۔ امریکہ نے آغا خان فاؤنڈیشن اور عیسائی مشنریوں کو کئی ملین ڈالر امداد دی ہے جو مسلم ممالک کے تعلیمی شعبہ میں سرگرم عمل ہیں۔ نجی و سرکاری مدارس کا امتحان مرحلہ وار آغا خان بورڈ کو سپرد کیا جا رہا ہے۔ یہ ادارے اسلام کے روحانی تعلیمی نظام کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کے لیے جنسی نظریات کا پرچار کر رہے ہیں۔ رفتہ رفتہ ان مدارس میں شیطانی داستان کے لغویات شامل نصاب کیے جائیں گے۔ جب اسلام پسند طبقہ احتجاج کرے گا تو حکمران طبقہ یہ کہہ دے گا کہ آپ اپنے بچوں کو ان سکولوں میں نہ بھیجیں لیکن اعلیٰ عہدوں پر ملازمتوں کے لیے ان روشن اداروں کے فارغ التحصیل طلبا کو ترجیح دی جائے گی۔

مغرب میں مقیم مسلمان یا اسلامی دنیا سے اعلیٰ تعلیم کے لیے آئے ہوئے مسلمان اور مسلم ممالک کے اندر پرائیویٹ تعلیمی اداروں سے فارغ التحصیل نئی نسل پروان چڑھے گی۔ پالیسی کے تحت وہی نسل حکومت کے ایوانوں میں پہنچ جائے گی۔ جدید تعلیم اور فحش میڈیا کی یلغار سے عوام میں روشن خیال طبقہ کی کثرت ہو جائے گی تو اس وقت سرکاری مدارس میں ''شیطانی داستان'' کو داخل نصاب کر دیا جائے گا۔

اقوام متحدہ کا حقوق انسانی کا منشور دراصل امریکی دستور کا چربہ ہے۔ اقوام متحدہ نے اقوام عالم کو پابند کیا ہوا ہے کہ وہ انسانی منشور کی روشنی میں اپنے ملک کا آئین اور قانون سازی کا عمل کریں تاہم اس دور میں وحی الٰہی کی تعلیم کے لیے دینی مدارس سرگرم عمل رہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلم معاشرے جدت اور قدامت پسند دھڑوں میں بٹ گیا۔

اقوام متحدہ ہو یا امریکہ ان پر صیہونی لابی کا تسلط ہے ممکنہ خطرہ لاحق ہے کہ امریکہ انسانی حقوق کی طرح اقوام عالم خصوصاً مسلم دنیا کو مجبور کرے گا کہ وہ شیطانی نظریات کو تمام تعلیمی اداروں کے نصاب میں شامل کرے۔ جواز یہ پیش کیا جائے گا کہ ثقافتی ہم آہنگی کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں اور دہشت گردی کا خاتمہ اس کے بغیر ناممکن ہے۔

وہ اہل علم جو یہودی پروٹوکول اور مکروفریب کی پالیسی سے باخبر ہیں وہ اس ممکنہ خطرہ سے اتفاق کریں گے۔

یہ قرآنِ کریم کا اعجاز ہے کہ وہ مسلمانوں کے سینے میں محفوظ ہے۔ ملتِ کفر لاکھ جتن کرے، طرح طرح کے حربے آزمائے، مسلم حکمرانوں کو آلہ کار بنا لے، بین المذاہب کانفرنسوں میں مسلم لیڈروں کی برین واشنگ کرے، وہ قرآن حکیم کی صداقت کو داغ دار نہیں کر سکتے۔ اس کی عظمت کو پامال نہیں کر سکتے۔ وہ اس میں زیر وزبر کی تحریف نہیں کر سکتے کیوں کہ اللہ نے حفاظت کا وعدہ کیا ہوا ہے۔

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝﴾ (الحجر: ۹)

''ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''

دنیا کے ہر ملک میں لاکھوں کی تعداد میں حفاظ کرام کا ہونا اس کی بین دلیل ہے۔ البتہ ہم مسلمان قرآن مجید کو سمجھنے اور عمل کرنے میں جو غفلت کا مظاہرہ کر رہے ہیں اس کا ازالہ کرنے کی ضرورت ہے۔ محترم ڈاکٹر محمود احمد غازی تحریر کرتے ہیں:

''اب اگر قرآن پاک ہمارے علوم وفنون کی اساس ہے تو پھر اس کو فی الواقع تعلیم کی بھی اساس ہونا چاہیے۔ یہ بات کہ آپ نے پہلے طالب علم کو ساری چیزیں پڑھا کر اس کے ذہن کا سانچہ بنا لیا۔ اس کے بعد اس سانچے کے مطابق آپ اسے قرآن پڑھا رہے ہیں۔ یہ میرے خیال میں قرآن کی توہین ہے۔ قرآن اصل سانچہ ہے، قران کے سانچے سے باقی علوم کو جانچنا چاہیے۔ باقی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علوم کے سانچے سے قرآن کو نہیں جانچنا چاہیے۔ کسی کو اچھا لگے یا برا لگے میں اس کو غلط سمجھتا ہوں۔ قرآن معیار ہے قرآن اصل کسوٹی ہے۔ قرآن کے معیار اور کسوٹی پر فقہ اور اصول فقہ اور عقائد کو جانچنا چاہیے۔ ہم پہلے متاخرین کے عقائد اور فتاویٰ پڑھا کر طالب علم کا ایک ذہن بناتے ہیں۔ پھر اس ذہن سے کہتے ہیں کہ قرآن کے الفاظ کو اس کے مطابق ایڈجسٹمنٹ کرو۔ یہ میرے خیال میں قرآن کا صحیح استعمال نہیں ہے۔ یہ بات طے ہے علوم قرآن میں تخصص موجودہ درس نظامی سے حاصل نہیں ہوتا۔ کچھ لوگ اپنی ذاتی دلچسپی یا ذوق سے پیدا کر لیں تو کر لیں نظام میں اس کا بندوبست نہیں ہے کوئی inherent mechanism نظام میں نہیں ہے کہ قرآن کے متخصصین پیدا ہوں یہی حال علم حدیث کا ہے۔'' (الشریعہ مارچ ۲۰۰۵ء، ص ۲۷)

ڈاکٹر صاحب نے بجا فرمایا کہ اس قسم کے دینی مدارس سے فارغ التحصیل علماء کو ہم مسلک کا پاسبان کہہ سکتے ہیں لیکن اسلام کا ترجمان نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جب میدان عمل میں آتے ہیں تو مغربی فکر و فلسفہ سے مرعوب ہو جاتے ہیں۔ ان کے جواز کے لیے تاویلیں تو کر سکتے ہیں، لیکن ان کا محاکمہ کرنے کی صلاحیت سے عاری ہوتے ہیں۔

وہ بین الاقوامی پلیٹ فارم پر دہشت گردی کی مذمت تو کر سکتے ہیں لیکن وہ دہشت گردی اور جہادی تحریکوں کا فرق واضح نہیں کر سکتے۔ وہ بین المذاہب کانفرنس میں مشترکہ اقدار امن و سلامتی اور اخوت و رواداری کے موضوع پر وعظ و نصیحت کر سکتے ہیں لیکن وہ عالمی مذاہب کے سکالرز کو صداقت اسلام کے موضوع پر ''صلائے عام ہے یاران نکتہ دان کے لیے'' کا چیلنج نہیں دے سکتے۔

قرآن و حدیث عربی زبان میں ہے جس کے فہم و ادراک کے لیے گرامر، صرف ونحو اور فقہ کے علوم کی ضرورت ہے لیکن ان کے حصول پر چھ سال صرف کر دینا پھر قرآن و حدیث کی واجبی تعلیم دینا صریحاً ناانصافی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ آسان سے مشکل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی طرف کے اصول کو مدنظر رکھ کر قرآن و حدیث کا نصاب متعین کیا جائے تا کہ طلباء پہلے سال سے ہی وحی الٰہی کی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دیں۔ تحریک تنویر اور تحریک رومانویت نے مسلم معاشرہ کی سیاست، معیشت اور معاشرت کو زنگ آلودہ کر دیا ہے۔ قرآن و حدیث دنیا بھر کے علوم وفنون کا منبع ہے۔ دوران تدریس اس زنگ کو زائل کرنے کی صلاحیت پیدا کی جائے۔

چونکہ دینی مدارس کے طلباء عربی، اسلامیات کی تعلیم پر پہلے ہی عبور رکھتے ہیں لہٰذا عصری تعلیم ایف اے۔ بی اے کرنے والے طلباء کو سیاسیات، معاشیات، نفسیات ، عمرانیات اور تاریخ کے اختیاری مضامین پڑھائے جائیں تا کہ اسلامی سانچہ میں ڈھلا ہوا طبقہ عملی زندگی کے ان شعبوں میں اسلام کا موثر دفاع کر سکیں۔

عصری تعلیمی اداروں سے فارغ ہونے والے، اجتہاد جدید کی درانتی سے اسلام کی فصل کو کاٹ رہے ہیں ان کا تدارک ضروری ہے۔ کسی قوم کی تہذیب وتمدن کو اپنانا، مسلمان کے لیے ناجائز ہے لیکن ان کی زبان پر دسترس حاصل کرنے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ چوں کہ موجودہ دور میں انگریزی زبان نے بین الاقوامی حیثیت اختیار کر لی ہے جب کہ دینی مدارس میں انگریزی امتحانی نقطہ نظر سے پڑھائی جاتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ دینی مدارس میں انگریزی زبان کو سمجھنے اور اپنا مافی الضمیر کے اظہار کرنے اور لکھنے کی مہارت پیدا کی جائے تا کہ وہ بین الاقوامی پلیٹ فارم پر عالمی امن کے لیے وحی الٰہی کی ضرورت و اہمیت کو احسن طریق سے اجاگر کر سکیں۔

مسلم ممالک میں یہودی پروٹوکول کی پیش قدمی جاری ہے۔ رفاہی اداروں کی آڑ میں عیسائی مشنریاں سرگرم عمل ہیں۔ میڈیا پر ہندومت کی ثقافتی یلغار کا طوفان بدتمیزی برپا ہے۔ صیہونی آلہ کار بہائی، اسماعیلیہ، مرزائی، پرویزیوں، نیچریوں کی من گھڑت تاویلوں سے انکار وحی الٰہی کے فتنوں نے جنم لیا اور ختم نبوت کے عقیدہ سے روگردانی کر لی۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ دوران تدریس گمراہ مذاہب کی غلطیوں کی نشان دہی کرائی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے اور ان کے الزاموں کا ازالہ کرایا جائے تا کہ وہ شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ اور مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمہ اللہ اور ڈاکٹر عبدالکریم ذاکر نائیک کی طرح عملی میدان میں عالمی مذاہب کے سکالروں کو بحث ومباحثہ کرنے اور مناظرہ کرنے کی صلاحیت حاصل کرسکیں اور وحدت الادیان تحریک کا قلع قمع کرنے میں موثر کردار ادا کرسکیں۔

نماز اسلام کا ستون ہے روز محشر سب سے پہلے نماز کے بارے پرسش ہوگی۔ برصغیر میں نماز کے فروعی مسائل کی تحقیق پر مناظرے ہوئے۔ ضخیم کتب تحریر ہوئیں۔ جن کا شمار کرنا دشوار ہے۔ اگر نیت میں اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ ہو تو قابل تحسین عمل ہے۔ خدانخواستہ شہرت کا شوق ہو یا تعصب ہو تو قابل نفرت رویہ ہے۔ اس قسم کے بحث ومباحثہ کے دوران بعض اوقات احادیث پر جرح کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ جس سے عام مسلمانوں میں حجیت حدیث کا جذبہ مجروح ہوتا ہے جب کہ منکرین حدیث کو تنقید کا موقع فراہم ہوتا ہے۔ موجودہ دور کے حالات اس امر کا تقاضا کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص کسی ضعیف حدیث کی بنیاد پر عمل کرتا ہو تو اس کو طعن وتشنیع کا نشانہ نہ بناؤ کیوں کہ چند ایسی ضعیف احادیث ہیں جن پر سب علماء عمل کررہے ہیں۔ مثلاً لَا زَكٰوةَ فِيْ مَالٍ حَتّٰى يَحُوْلَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ...... یعنی مال پر زکوٰۃ نہیں جب تک ایک سال پورا نہ ہو جائے۔ (ابوداؤد احمد، بیہقی)

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی تلخیص ج ۱ ص ۱۷۶ میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس میں حسان راوی ضعیف ہے اور ثابت سے روایت کرنے میں وہ متفرد ہے آگے چل کر اس کے سوا اور بھی کئی طرق بیان کیے ہیں مگر سب ضعیف ہیں۔

(صحیفہ اہل حدیث یکم جمادی الآخر ۱۴۲۶ھ)

گزشتہ صدی میں برطانیہ نے الغائے خلافت کے بعد ترکی کا اسلام سے رشتہ کاٹ دیا تھا۔ آج امریکہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو اسلامی تہذیب وتمدن سے محروم کررہا ہے۔ مسلم حکومتیں دباؤ میں امریکی پالیسی پر عمل درآمد کررہی ہیں۔

میلہ منڈیوں میں لاؤڈ سپیکر کا بے دریغ استعمال ہوتا ہے لیکن مساجد میں خطبہ جمعہ کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقریر پر پابندی عائد ہے۔ لاؤڈ سپیکر استعمال کرنے پر خطباء کرام پر مقدمات درج ہو چکے ہیں۔ باریش نمازیوں پر دہشت گرد ہونے کا شبہ ظاہر کیا جارہا ہے۔ آغا خان بورڈ نے عصری تعلیمی اداروں کو آکسفورڈ ماحول میں ڈھالنے کا ٹھیکہ لے لیا ہے۔ نئی تعلیمی پالیسی کے تحت دینی مدارس کو عصری تعلیمی اداروں کا روپ اختیار کرنے کی مہم جاری ہے کیوں کہ وفاق کے ناظمین پریشر میں کچھ لو کچھ دو کی پالیسی اپنانے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

وہ دینی مدارس جو قرآن وحدیث کو تدریسی دور میں سبقاً سبقاً پڑھا لیتے تھے حکومت کی پالیسی کے تحت وہ اپنا معیار برقرار نہ رکھ سکیں گے۔ وہ مدارس جو حکومتی پالیسی اپنانے سے انکار کریں گے۔ حکومت اس مدرسہ کے مالی معاونین کا کھوج لگائے گی۔ پھر ان کو خوفزدہ کر کے مدارس کو مالی مشکلات سے دوچار کرے گی۔ ایک ملک کے بچے مزید اعلیٰ دینی تعلیم کے لیے مسلم ممالک میں پڑھتے تھے۔ دیارِ غیر کے طلباء کا اخراج شروع ہے۔ پاکستان نے پہل کر دی ہے۔ مستقبل قریب میں صوبوں پر پابندی لگ سکتی ہے۔ جس طرح ضلعی حکومتیں مستحکم ہو رہی ہیں۔ وائٹ ہاؤس کے پجاریوں سے ممکنہ خطرہ درپیش ہے کہ کل کلاں ایک ضلع کے بچے دوسرے ضلع میں دینی تعلیم حاصل نہ کر سکیں۔

آپ مشاہدہ کریں کہ بعض اضلاع میں دینی مدارس کا جال پھیلا ہوا ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں بچے زیرِ تعلیم ہیں۔ مگر کئی اضلاع مالی پسماندگی دینی ذوق کی کمی یا جماعتی نظم کی خامی کی وجہ سے دینی مدارس سے محروم ہیں یا برائے نام ہیں۔ ان سنگین حالات کے تحت ضرورت اس امر کی ہے کہ ملک کے ہر ضلع بلکہ ہر قصبہ تک طلبا و طالبات کے لیے دینی مدارس قائم کیے جائیں۔ جہاں مقامی علاقہ کے بچوں کو قرآن وحدیث کی تعلیم دی جائے۔

دینی جماعتیں منظم ہو کر امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر بھرپور توجہ دیں۔ محلہ میں آبادی کی نسبت سے نمازیوں کی تعداد کم ہے۔ وہ لوگوں کو نماز کی تلقین کریں۔ صدقات وزکوٰۃ سے بیت المال کو مضبوط کریں۔ مقامی ضرورتیں پوری کر کے دینی مدارس کی کفالت کریں۔

اکثر مساجد میں پہلے کی نسبت زیادہ ائمہ کرام دینی مدارس سے فارغ التحصیل ہیں۔ تاہم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضلعی جماعتیں ائمہ کرام کی تعلیم وتربیت کا خصوصی اہتمام کریں تاکہ وہ اپنی مساجد میں نماز کے مسائل واحکام ضرور بتائیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کو معاشرت، معیشت وسیاست اور اخلاق وآداب کے شعبوں میں بھی اسلامی احکام سے روشناس کرائیں۔

نبی کریم کی سیرت کو سرمایہ دارانہ انداز میں پیش کرنے کی سازش:

طاغوتی قوتوں کی فکری یلغار کا مرکز محور یہ ہے کہ امت مسلمہ مدنی تہذیب سے منہ پھیر کر مغربی تمدن کی نیلم پری کے اسیر ہو جائیں وہ اسلام کے متبرک مقام اور مقدس ہستیوں کو اس انداز سے پیش کرتے ہیں جس سے ناظرین وقارئین یہ تاثر لیں کہ وہ مغربی نظام کے ترجمان تھے۔ نائن الیون کے واقعہ سے قبل اسرائیل میں ڈسکو ڈانس کلب اور امریکہ میں قحبہ خانہ کو مکہ سے منسوب کیا گیا پرنٹ والیکٹرانک میڈیا پر نبی کریم ﷺ، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق دل آزار واقعات اور خیال تصویروں پر مبنی تفصیل ''رواداری اور مغرب'' میں پڑھ سکتے ہیں۔ اپنے موقف کی تائید کے لیے اس میں سے صرف دو واقعات پیش خدمت ہیں۔

''لندن آبزرور نے انتہائی گستاخی کا ثبوت دیتے ہوئے ایک بار پھر مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو اشتعال دینے کے لیے اپنے میگزین میں حضرت محمد ﷺ کی خیالی تصویر شائع کرنے کی جسارت کی ہے۔

جس میں بلاشبہ مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے ہیں یہ جریدہ اس سے پہلے بھی متعدد بار ایسی جسارت کر چکا ہے۔ جس کا مقصد صرف اور صرف یہ رہا ہے کہ وہ مسلمانان عالم کے مذہبی تشخص کو مجروح کرے For Fulfillment the Quest کے عنوان سے شائع ہونے والے مضمون میں سب سے پہلے حضرت محمد ﷺ کی ایک خیالی تصویر شائع کی گئی ہے اس کے بعد دنیا کی نامور شخصیات اٹیلا نپولین ماری کوری، گاندھی، انٹین، بارج، سوملی، سردار تف، سیلے گورنیل، ڈومی جان، ویسٹ وڑر اور رچرڈ برانینس کی تصاویر شائع کی گئی ہیں اس خاکہ میں مس بارسلونا ۱۹۹۲ء کی ایک نیم عریاں تصویر بھی شائع ہوئی ہے۔''

(روزنامہ ''خبریں'' لاہور ۲۵ اگست ۱۹۹۳ء۔ بحوالہ رواداری اور اہل مغرب، مرتبہ صدیق بخاری ص ۳۸۳)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اسلام کے خلاف مغرب کی تہذیبی جنگ تیز تر ہوتی جارہی ہے۔ امریکہ ومغربی ممالک ایک طرف تو اسلامی اقدار کا مذاق اڑانے والے سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین جیسے نام نہاد افراد کی پشت پناہی کررہے ہیں اور دوسری جانب خود بھی دل آزار حرکات میں ملوث ہیں۔ ریڈیو خرطوم کے مطابق حال ہی میں امریکہ میں ایک امریکی کمپنی نے ایسے تاش کارڈز جاری کیے، جن میں قرآنی آیات کے فریم میں برہنہ عورت کی تصویر شائع کی گئی ہے۔ کچھ عرصہ قبل ہالی وڈ سے ایک بلیو فلم ریلیز کی گئی جس کے تمام قابل اعتراض مناظر مسجد میں قلم بند کیے گئے اور یہ فلم دنیا بھر میں نمائش کے لیے پیش کی گئی۔''

(بیدار ڈائجسٹ مارچ ۱۹۹۵)

ایک مسلمان خواہ عملی لحاظ سے کتنا گیا گزرا ہو وہ متبرک مقام اور مقدس ہستیوں کی شان میں ذراسی گستاخی برداشت نہیں کرسکتا۔ مسلم تنظیموں نے موجودہ دور کے مطابق سڑکوں اور بازاروں میں مظاہرے کیے۔ توہین کے مرتکب افراد کے خلاف قانونی، کاروائی کرنے کے مطالبے کیے۔ چند دن گرجنے کے بعد مظاہروں کے بادل غائب ہوتے گئے۔ اس دوران نہ تو ان کے خلاف قانونی کاروائی ہوئی اور نہ ہی کسی دانشور نے ان کی مذموم حرکتوں کو بے نقاب کیا۔

یہ درست ہے کہ صیہونی جنگ مسلط کرنے سے پیشتر مسلمانوں کی غیرت کا جائزہ لینا مقصود تھا۔ مؤثر انسداد نہ کرسکنے کی وجہ سے ان کو مایوسی کے تاریک گہرے سمندر میں غرق کرنا تھا۔ ان کے علاوہ اہل مغرب کا خفیہ منصوبہ یہ تھا۔ چونکہ مغرب میں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہورہا تھا۔ اپنی اور امت مسلمہ کی نئی نسل کو باور کراتا تھا کہ مسلمانوں کی مقدس ہستیاں مغربی تہذیب کی ترجمان تھیں اور ان کے متبرک مقامات سٹوڈیوز کے طرز کے ادارے تھے۔

صہیونی تھنک ٹینک نے اسلام کی تضحیک خود بھی کی اور اس کے لیے نام نہاد مسلمانوں کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی خریدتے رہے۔ سلیمان رشدی اور تسلیمہ نسرین قابل ذکر ہیں۔ اب اہل مغرب نے مادہ پرستی کو مسلم اذہان پر مسلط کرنے کے لیے ایک نیا حربہ استعمال کیا ہے۔ ان کے گماشتوں نے عقیدت کی آڑ میں سیرتِ طیبہ کو مسخ کرنا شروع کر دیا۔ خواجہ شمس الدین عظیمی کی زیر ادارت روحانی ڈائجسٹ کراچی نے اپریل ۲۰۰۵ء میں فخر موجودات نمبر جاری کیا جس میں محمد ذیشان خان کا ایک مضمون ''پیغمبر اسلام کا دارالامارات'' شائع ہوا محترم عبدالمجیب نے اس جھوٹ کے پلندے سے اہل علم کو آگاہ کیا۔

''نبی کریم ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو اوس وخزرج کی نوجوان لڑکیوں نے خوشی سے جھوم جھوم کر دف کی تھاپ پر خیر مقدمی کے گیت گائے۔ آپ نے پہلا قیام ابوایوب انصاری کے دومنزلہ محل میں کیا۔ مسجد نبوی کے اردگرد تمام محل ازواجِ مطہرات کے لیے مخصوص کیے گئے تھے۔ ان کے علاوہ بھی بارہ محلات تھے جن میں باغات تھے۔

نبی کریم ﷺ کی کچھ اراضی معدنی وسائل سے بھی مالا مال تھی۔ جن میں ایک سونے کی کان بھی تھی۔ رسول اکرم ﷺ نہایت شاہانہ اور قیمتی لباس پہنتے تھے۔ ایک جوڑا لباس کی قیمت ساڑھے سات کروڑ روپے کے برابر تھی۔ رسول اکرم ﷺ کے پاس کچھ شکاری کتے بھی تھے جس میں سے ایک کتا رسول اللہ ﷺ کی کرسی کے نیچے بھی بیٹھا کرتا تھا۔ آپ کے کھیتوں اور باغات سے کئی ٹن اناج اور میوہ آتا رہتا تھا۔ آپ کی ازواج مطہرات کے لیے نوکروں کی تعداد دو سو سات تھی ان میں مرد بھی تھے اور خواتین بھی تھیں۔ ان میں ایک یہودی بھی اور ایک پارسی بھی تھا۔ آپ کی ہر ایک زوج کو سالانہ چار لاکھ اٹھارہ ہزار روپے کی مالیت کی اشیاء ملتی تھیں۔'' (ماخوذ المنبر ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ)

محترم عبدالمجیب صاحب نے روحانی ڈائجسٹ کے ذمہ داروں کے خلاف توہینِ رسالت کا مقدمہ درج کرانے کے لیے مسلمانوں کو ذمہ داری کا احساس دلایا ہے۔ ہم اس سے اتفاق کرتے ہیں۔ لیکن اس گھناؤنے جرم کے پس منظر حقائق کا ادراک کرنا بھی ضروری ہے۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ اس امر کی شاہد ہے کہ آپ نے جان کا خطرہ مول لے لیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن قریشِ مکہ کی طرف سے مال و دولت اور بادشاہت کی پیشکش کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ ''میں نے اللہ تعالیٰ کے پیغامات آپ لوگوں تک پہنچا دیے ہیں۔ اگر ان کو قبول کر لو گے تو یہ دنیا اور آخرت میں آپ کی خوش قسمتی ہے اگر رد کر دو گے تو میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر صبر کروں گا۔''

امام کائنات ﷺ نے اپنے پیروکاروں کا زہد و تقویٰ اور سادگی و قناعت کی تعلیم دی لیکن اس کے ساتھ آپ ﷺ نے عملی نمونہ بھی پیش کیا۔

سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ ''سیرت محمدی کی عملیت'' پر اظہار خیال کرتے ہیں۔

''عرب کے گوشہ گوشہ سے جزیہ خراج، عشر اور زکوٰۃ وصدقات کے خزانے لدے چلے آتے تھے مگر امیر عرب ﷺ کے گھر میں وہی فقر تھا اور وہی فاقہ تھا۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہا کرتی تھیں کہ حضور اس دنیا سے تشریف لے گئے مگر دو وقت بھی سیر ہو کر آپ ﷺ کو کھانا نصیب نہیں ہوا۔ وہی بیان کرتی ہیں کہ جب آپؐ نے وفات پائی تو گھر میں اس دن کے کھانے کے لیے تھوڑے سے جو کے سوا کچھ موجود نہ تھا اور چند سیر جو کے بدلہ میں آپ کی زرہ ایک یہودی کے یہاں رہن تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ فرزند آدم کو ان چند چیزوں کے سوا اور کسی چیز کا حق نہیں۔ رہنے کو ایک جھونپڑا، تن ڈھانپنے کو ایک کپڑا، اور پیٹ بھرنے کو روکھی سوکھی روٹی اور پانی (ترمذی) یہ محض الفاظ کی جوش نمابندش نہ تھی بلکہ یہی آپ ﷺ کے طرز زندگی کا عملی نقشہ تھا۔ رہنے کا مکان ایک حجرہ تھا جس میں کچھ دیوار اور کچھ کھجور کے پتوں اور اونٹ کے بالوں کی چھت تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں آپ کا کپڑا کبھی تہ کر کے نہیں رکھا جاتا تھا یعنی جو بدن مبارک پر کپڑا ہوتا تھا، اس کے سوا اور کپڑا ہی نہیں ہوتا تھا جو تہہ کیا جاتا۔ ایک دفعہ ایک سائل خدمت اقدس میں آیا اور بیان کیا کہ سخت بھوکا ہوں آپ ﷺ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس کہلا بھیجا کہ کچھ کھانے کو ہو تو بھیج دیں۔ ہر جگہ سے یہی جواب آیا کہ گھر میں پانی کے سوا کچھ نہیں ہے ایک دفعہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کی خدمت میں فاقہ کشی کی شکایت کی اور پیٹ کھول کر دکھائے کہ ان پر ایک پتھر بندھا ہے۔ آپ نے شکم مبارک کھولا تو ایک کی بجائے دو پتھر بندھے تھے۔ یعنی دو دن سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاقہ تھا۔ اکثر بھوک کی وجہ سے آواز میں کمزوری اور نقاہت آجاتی تھی۔

آپ ﷺ کو اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بڑی محبت تھی۔ مگر یہ محبت امیرِ عرب نے بیش قیمت کپڑوں اور سونے چاندی کے زیوروں کے ذریعے سے ظاہر نہیں فرمائی۔ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دیا ہوا ایک سونے کا ہار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گلے میں دیکھا تو فرمایا۔ اے فاطمہ رضی اللہ عنہا تو کیا لوگوں سے یہ کہلوانا چاہتی ہو کہ محمد ﷺ کی بیٹی گلے میں آگ کا طوق ڈالے ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اسی وقت وہ طوق اتار کر بیچ ڈالا اور اس کی قیمت سے ایک غلام خرید کر آزاد کر دیا۔'' (خطبات مدراس ۱۳۶ تا ۱۳۸)

آپ کے تزکیہ کا فیضان نظر تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت ان کے گھر میں کوئی درہم دینار نہ تھا۔

روحانی ڈائجسٹ نے نبی کریم ﷺ کے جن محلات باغات، مال ودولت کی بہتات اور شاہانہ لباس کا تذکرہ کیا وہ سراسر جھوٹ کا پلندہ ہے۔ ان کا حقیقت سے ذرہ بھر تعلق نہیں ہے۔ دراصل صیہونی چیلوں نے مادہ پرستی کو اسوہ رسول ﷺ میں ڈھال کر پیش کیا ہے۔ تاکہ مسلمان عالی شان محل پلازے اور وسیع وعریض کوٹھیاں تعمیر کرنے کی دوڑ میں مگن ہو جائیں۔ زروجواہر اکٹھی کرنے کو عیب تصور نہ کریں۔ شاہانہ لباس پہننے اور شکاری کتوں کے شوق میں لگ جائیں اور وہ روز جزا وسزا کو فراموش کر دیں۔ مغربی تمدن کا ترجمان پیش کرنے والے شاتم رسول کا کردار کافرانہ فعل ہے جب کہ اسوۂ رسول کو سرمایہ کاری کے فلسفہ میں پیش کرنا منافقانہ فعل اور سنگین جرم ہے۔

کسی مذہبی معاشرے میں باہمی تعلقات کی بنیاد صلہ رحمی اور اخوت ومحبت ہوتی ہے۔ جب کہ جمہوریت میں تعلقات کی اساس خود غرضی اور مقصد برآری ہوتی ہے۔ کیوں کہ جمہوریت کی بنیاد مذہبی اخلاقیات پر نہیں بلکہ انسانی عقل ووجدان کے عمومی اصولوں پر ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جمہوری نظام دنیا کے جس ملک میں بھی رائج ہوا وہاں سیاسی امور میں دین کو بے دخل کر دیا گیا، وہاں کے عوام رفتہ رفتہ خواہشات کے پجاری بنتے چلے گئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صہیونی تھنک ٹینک نے عوامی آزادی کی تائید وحمایت اور نشر واشاعت کے لیے اتنا جال پھیلایا کہ اب جمہوری نظام اہل مغرب کے ایمان کا جزو بن گیا۔محترم سید خالد جامعی مغربی فکر کا تجزیہ کرتے ہیں:

''جمہوریت پر ایمان لانا کیوں ضروری ہے؟ Derban کا یہ کہنا کہ دستوری لبرل جمہوریت کے موضوع پر کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اس پر یقین رکھنا اور ایمان لانا ضروری ہے کیوں کہ دستوری جمہوریت مسلّمہ، غیر متنازعہ، عالمگیر، تسلیم شدہ روایت ہے اس کے سوا کوئی سیاست وحکومت کا دوسرا طریقہ ممکن ہی نہیں ہے اور یہی حقیقی اور فطری راستہ ہے، جو اس حقیقی فطری اصلی یقینی اور سچے راستے پر چلنے کے لیے تیار نہیں وہ واجب القتل ہے۔لہٰذا یہ قتال جائز اور قانونی ہے۔ End of History یہی ہے۔ ہر فرد اور قوم کو امریکی دستور سے اخذ شدہ عالمی منشور حقوق انسانی میں طے شدہ اقدار اور روایات پر ایمان لانا ضروری ہے۔ جو ان اصولوں اور نظریہ کے متبادل یا متوازی کوئی دوسرا نظریۂ اقدار وتہذیب پیش کرے گا۔ وہ قابل معافی نہیں ہے۔مشہور امریکی مفکر رچرڈ رارٹی نے اپنی کتاب "Achievning Country" میں اس موضوع کو نہایت شدت اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔اب کسی کو حق حاصل نہیں ہے کہ وہ دستوری جمہوریت یا جمہوری ریاست کو رد کر دے یا جمہوری اکثریت کی بنا پر کثرت رائے سے جمہوریت کا انکار کر دے۔ یہ انکار قیامت تک ممنوع ہے کیوں کہ یہ مسلمہ عالمی قدر ہے اس سے انکار کی اجازت نہیں۔'' (جریدہ ۲۹ جامعہ کراچی، ص:۱۳۲)

اقوامِ متحدہ کا حقوق انسانی کا دستور آسمانی صحیفہ نہیں ہے، وہ امریکی دستور کا چربہ ہے، اس کی مصنفہ اس وقت کے امریکی صدر کی بیوی ایلینا روز والیلیٹ تھی۔

نائن الیون کے دھماکہ میں افغان قوم کا کوئی فرد ملوث نہیں پایا گیا تھا تو پھر طالبان کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کون سا قصور ایسا تھا جس کی پاداش میں امریکا نے بمباری کر کے افغانستان کو کھنڈر کر دیا؟ ہاں اُن کا قصور اتنا سنگین تھا جن کو سزا دینے کے لیے یہ ڈرامہ رچایا گیا۔ کیوں کہ انھوں نے عالمی منشور کو رد کر کے وحی الٰہی کی روشنی میں شرعی قانون نافذ کیا۔

سپین میں عیسائی تنظیم نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ دستور کے ساتھ بائیبل کو بھی ڈیسک میں جگہ دی جائے تو حکومتی عہدیدار Luis Lopez نے یہ کہہ کر ٹال دیا۔

" The government has a responsibility to represent the majority of the people. Our policy has to depend on the people`s will, not on the references of the Catholic church "

''حکومت کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ عوام کی اکثریت کی نمائندگی کرے۔ ہماری پالیسی کی بنیاد لوگوں کی مرضی پر ہونی چاہیے نہ کہ کیتھولک کلیسا کی ترجیحات پر۔''

(الشریعہ اگست ۲۰۰۵ء، ص: ۱۸)

چناں چہ مسلم مفکرین اِس امر پر غور کریں کہ جب اہل مغرب اپنے ممالک کے سیاسی امور میں بائیبل کو برداشت نہیں کر سکتے وہ مسلم ممالک میں قرآنِ حکیم اور سنت رسول اللہ کو سپریم لا کیسے گوارا کر سکتے ہیں۔

یہی وجہ ہے جب پاکستان میں قرآن وسنت کو سپریم لا تسلیم کرانے کا آئینی عمل منزل کے قریب پہنچتا ہے تو خفیہ قوتیں مہنگائی اور بدامنی کا جواز پیدا کر کے حکومت کا تختہ الٹ دیتی ہیں۔

اگر کوئی مسلم ملک دفاعی ٹیکنالوجی پر ریسرچ کرے یا بلیک مارکیٹ سے حاصل کرے تو اہل مغرب اُس کا دانہ پانی بند کر دیتے ہیں۔ وہ اہل مغرب جو انسانی جان بچانے کے لیے میڈیکل تھیوری مفت فراہم نہیں کرتے مہنگے داموں فروخت کرتے ہیں یا رائلٹی لیتے ہیں وہی طبقہ مسلم دنیا کو سیاسی ٹیکنالوجی مفت فراہم کیوں کرتا ہے؟ انتخابی الیکشن کے لیے سرمایہ مہیا کرتے ہیں۔ غیر جانبدار اور پرامن الیکشن کے لیے اقوام متحدہ کی فوج بھی بھیجتے ہیں؟ فرصت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملے تو اس پہلو پر غور کرنا کہ اہل مغرب مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں کہ تم کو سیاسی ٹیکنالوجی خواہ مخواہ مفت فراہم کریں۔ بالفرض انکار کرو تو تم کو بالجبر جمہوری انجکشن لگاتے ہیں۔ دراصل جمہوری نظام میں صہیونی تحریک کا مفاد مضمر ہے۔

تاریخی حقائق اس امر کے شاہد ہیں کہ معتزلہ سے لے کر پرویزیت تک انکار حدیث کے جتنے فتنوں نے جنم لیا اُن کا محور قرآن کی من مانی تعبیر تھا۔ لیکن اُن میں سے کسی کو قرآنِ حکیم سے انحراف کرنے کی واضح جرأت نہ ہوئی۔ جنھوں نے معدودے چند افراد کو متاثر ضرور کیا لیکن علمائے حق کی ہر وقت دعوت وعزیمت سے ان کے نظریات عوام میں مقبول نہ ہو سکے۔

اہل مغرب میں تحریکِ تنویر اور رومانویت کے نظریات نے زور پکڑا کہ وحی الٰہی کے بغیر بھی بنی نوع انسان کا ارادہ عمومی انسانی فلاح کا ارادہ کرتا ہے تو اِن نظریات نے جمہوری نظام کو بنیاد فراہم کی۔ مغرب میں مقبول ہونے کے بعد یہی نظام مسلم کالونیوں میں متعارف ہوا۔ جس میں قانون سازی کا عمل زیرو پوائنٹ سے شروع ہوتا ہے۔ عوام یا اُن کے منتخب نمائندے قانون سازی میں خود مختار ہو گئے۔ وحی الٰہی یعنی احکام قرآن وسنت کو پس پشت ڈال دیا گیا۔ کسی نے بھی وحی الٰہی کو بے دخل کرنے کے گھناؤنی سازش کا ادراک نہیں کیا۔ عوام اور اکثر علما اس نظام کے موئد ومعاون اور ترجمان بن گئے۔ اپنے موقف کی تائید میں محترم ڈاکٹر محمد امین کا تجزیہ پیش خدمت ہے:

> ”دین کے چار بڑے شعبے ہیں: عقائد، عبادات، اخلاق اور معاملات۔ اور معاملات کی بھی بہت سی شاخیں ہیں جیسے مال اور تجارتی امور، نکاح، طلاق اور وراثت، قانون فوجداری اور مدنی، عدالتی نظام، تعلیم وتدریس اور سیاسی امور وغیرہ۔ تو سیاسی امور کی اصلاح نہ تو پورا دین ہے اور نہ دین کا بنیادی کام ہے بلکہ دین کے چوتھے جزو کا ایک ذیلی جزو ہے۔ بلاشبہ یہ بھی ایک دینی کام ہے اور اہم کام ہے۔ لیکن ہم اسے دسویں نمبر سے اٹھا کر پہلے نمبر پر نہیں لا سکتے۔ کیوں کہ اس سے دین کا سارا نظام ترجیحات تلپٹ ہو کر رہ جائے گا۔ ہمارے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلاف نے دین اور اس کی ترجیحات کو یوں سمجھا تھا کہ اصل چیز آخرت کی کامیابی، اللہ کی خوشنودی اور رضا طلبی ہے۔'' (الشریعہ اگست ۲۰۰۵ء،ص:۲۸)

ہمارے اسلاف انبیائے کرام کے مشن پر نہ صرف عام لوگوں کے نفوس کا تزکیہ کرتے رہے بلکہ شاہی دربار میں حکمت عملی سے دعوت واصلاح کا فریضہ سرانجام دیا۔ تاکہ وہ آخرت کی کھیتی میں اللہ کے احکام کے مطابق زندگی گزاریں۔ تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے کہ مغلیہ خاندان کے اکبر شاہ ثانی نے درباری علماء کے نزدیک ایک الزام پر جامع مسجد دہلی کے امام شاہ اسمٰعیل کو بلا بھیجا جب وہ دربار میں گئے تو انھوں نے فرشی سلام نہیں کیا السلام علیکم کہہ کر بیٹھ گئے۔ رسمی گفتگو کے بعد شاہ صاحب نے حضور نبی کریم ﷺ کی دعوت وتبلیغ کے ایسے پُر درد، پُر تاثیر واقعات کا بیان فرمایا کہ بادشاہ کے کئی رومال آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ تب شاہ صاحب نے بخاری شریف منگوائی، بادشاہ اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ تو مولانا نے فوراً صحیح بخاری کو ہاتھ میں لیا اور کہا کہ صحیح بخاری کی تمام احادیث رسول اللہ ﷺ کی طرف صحیح نسبت رکھتی ہیں۔ آپ اور دربار والے اس کے احترام میں کھڑے کیوں نہیں ہوئے؟ بادشاہ کا اعتراض رفع ہو گیا تب شاہ صاحب نے کہا جس نبی کریم ﷺ کی محبت میں آپ رو رہے تھے اُن کا فرمان ہے کہ مردوں کے لیے سونا پہننا حرام ہے۔ یہ سن کر اکبر نے دونوں کنگن نکال دیے اور مولانا سے کہا کہ آپ خیرات کر دیں۔ لیکن مولانا نے جواب دیا کہ آپ خود اس کو فقراء میں تقسیم کر دیں۔

جمہوری نظام ہی سیاسی لیڈر اپنی پارٹی کے موقف کی تائید اور مخالف کی تنقید کرتے ہیں۔ جب سے ہمارے علماء اس نظام میں شریک ہوئے ہیں انھوں نے اصلاح کے فریضہ کو پس پشت ڈال دیا اور سیاسی لیڈروں کا روپ اختیار کر لیا۔

جمہوری نظام کا فروغ سرمایہ کا مرہونِ منت ہے۔ سیکورٹی فیس، الیکشن فیس، پولنگ کے دن ووٹروں کے لیے ٹرانسپورٹ اور خورونوش کا انتظام سرمایہ کے بغیر ناممکن ہے۔ امیدواروں کو علاقہ میں رفاہی کاموں کے لیے گرانٹ ملتی ہے تو شیطان اسے بہکاتا ہے کہ الیکشن مہم میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خرچ کے مساوی رقم ہڑپ کرنا اس کا حق ہے۔ رفتہ رفتہ وہ کرپشن کا عادی بن جاتا ہے۔ معیارِ زندگی کو بلند کرنا اس کی زندگی کا نصب العین بن جاتا ہے۔ مادہ پرستی کا یہ رجحان معاشرہ کے دوسرے افراد کو بھی متاثر کرتا ہے عموماً ڈاکٹر غریبوں کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر منہ مانگی فیس وصول کر رہے ہیں۔ مریض کو ایمرجنسی کی حالت میں ہسپتال ٹھہرنا پڑے تو ایک رات قیام کے اخراجات ادویات کے بغیر فائیو سٹار ہوٹل کے بل سے بڑھ جاتے ہیں۔ ٹیچر ٹیوشن کے دوران نصاب پڑھاتے ہیں سکول میں ٹیسٹ لیتے ہیں۔ ملازمین طبقہ سود پر پیشگی تنخواہیں وصول کر رہے ہیں۔ نماز ادا کرنے اور زکوٰۃ دینے میں غفلت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ حسد وحرص کی وجہ سے معاشرہ میں رشوت، غبن، ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی معاشرہ میں عام ہوگئی ہے۔ عفو ودرگزر، زہد وتقویٰ، قناعت اور تحمل مزاجی ناپید ہوگئی ہے۔ سی ڈی کیبل نے نئی نسل کا اخلاق تباہ کر دیا ہے۔ وہ عظمت رسول ﷺ اور حرمت قرآن کے لیے جان تو دے سکتے ہیں لیکن وحی الٰہی پر عمل کرنے سے معذوری ظاہر کرتے ہیں۔

جمہوری نظام اپنی ہیئت ترکیبی کی وجہ سے معاشرے کا رستا ہوا ناسور بن گیا ہے، جب کہ روحانی تزکیہ کرنے والے سیاسی انقلاب کے داعی بن گئے ہیں۔ الیکشن مہم کے دوران ووٹر ذاتی واجتماعی نوعیت کے مطالبے کرتے ہیں امیدوار انتخابی جلسوں میں اُن سے وعدہ کرتے ہیں۔ امیدوار کامیاب ہونے پر نہ تو اپنے حلقے کے تمام تعلیم یافتہ لوگوں کو ملازمت دلوا سکتا ہے اور نہ وہ تمام تعمیری رفاہی کام کرا سکتا ہے۔

بلدیاتی الیکشن میں مقامی امیدوار ہر در پر جا کر ووٹ مانگتے ہیں، ایک حلقہ میں کئی امیدوار مقابلے پر ہوتے ہیں۔ محلّہ داری کی وجہ سے ووٹروں کا ان سب سے کوئی نہ کوئی تعلق ہوتا ہے۔ دیہی آبادی میں جاگیرداروں کی تادیبی کارروائی کا خوف ہوتا ہے، وہ سب امیدواروں کو ''ہاں'' کہہ کر مطمئن کرتا ہے۔ الیکشن مہم کے دوران ووٹروں کو جھوٹ، وعدہ خلافی، اور مکر وفریب کی روش اختیار کرنے کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں رہتا۔ اخلاقی برائیاں جمہوری معاشرہ میں سرایت کر جاتی ہیں۔ سیاست میں سب کچھ جائز ہے کہہ کر اپنے ضمیر کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھپکی دیتے ہیں۔ چوں کہ جمہوری نظام میں نیک وبد کے ووٹ کی قدر و قیمت برابر ہوتی ہے، اس مجبوری نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا جذبہ مدہم کر دیا ہے:

> آج مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ کلمہ پڑھتے ہیں لیکن نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے سے غافل ہیں۔ وہ مسلمان جن کے عقائد وعبادات دونوں درست ہیں لیکن وہ حسن اخلاق اور معاملات کو ذرا بھر اہمیت نہیں دیتے۔ جھوٹ بولتے ہیں، بے ایمانی کرتے ہیں، ناپ تول میں کمی کرتے ہیں، ملاوٹ کرتے ہیں، جھوٹی قسمیں کھا کر اپنی تجارت کو چمکاتے ہیں۔ دوسروں کے حق کو غصب کرنا گناہ نہیں سمجھتے کیوں کہ وہ معاملات کو دین کی فہرست سے خارج سمجھتے ہیں۔

بعض مذہبی سکالر اس نقطہ نظر کے حامی بن گئے کہ اقتدار کے بغیر معاشرہ وحکومت کی اصلاح ناممکن ہے۔ چناں چہ وہ انتخابی دوڑ میں شریک ہو گئے۔ اسلاف کی تاریخ اس کے برعکس ہے۔

خلافت بنوامیہ سے لے کر خلافت عثمانیہ تک اور برصغیر میں شہاب الدین غوری سے لے کر بہادر شاہ ظفر تک یکے بعد دیگرے خلفاء وسلاطین برسر اقتدار آئے جن میں خدا ترس بھی تھے اور خدا فراموش بھی۔ تاریخ شاہد ہے کہ علماء نے سیاسی جماعت بنا کر حکومت پر قبضہ کرنے کی جدوجہد نہیں کی۔ البتہ کسی حاکم نے شریعت کے منافی قدم اٹھایا تو انھوں نے اصلاح کا فریضہ سرانجام دیا۔ قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں، ننگے جسم پر کوڑے کھا لیے مگر حق کہنے سے باز نہیں آئے۔ اس دور میں سعودی عرب کے علماء اپنے اسلاف کی روش پر قائم ہیں۔ وہ معاشرہ کا بگاڑ سنوارنے اور حکومت کی اصلاح کے لیے ہمہ وقت سرگرم عمل رہتے ہیں۔

جمہوریت روحانی اقدار کو دیمک کی طرح چاٹتی ہے:

انسان دو چیزوں کا مرکب ہے: جسم اور روح۔ خوراک، لباس اور رہائش کے بغیر جسمانی نشوونما ممکن نہیں اسی طرح تسکین قلب کے بغیر روحانی بالیدگی ناممکن ہے۔ خود ساختہ نظام بنی نوع انسان کو خورونوش، بودوباش، ذرائع آمدورفت کی سہولتیں فراہم کرتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ وہ جگہ جگہ تعلیمی ادارے قائم کرتے ہیں، لیکن اُن کی تعلیم کا مقصد اصلاح کی بجائے معاش ہوتا ہے۔

فلاحی حکومت انسان کی باطنی مضطرب کیفیت کے ازالے کے لیے ذرائع ابلاغ پر ادبی وثقافتی پروگرام پیش کرتی ہے۔ سیر وسیاحت کے لیے تفریحی مقامات تعمیر کرتی ہے اور پارکوں کو سبزہ اور رنگ برنگے پھولوں سے سجاتی ہے۔ خود ساختہ نظریات پر مبنی حکومت اجتماعی معاملات طے کرنے کے لیے عقل ووجدان کو معیار ٹھہرا کر قانون وضع کرتی ہے۔

روز مرہ زندگی کے اَن گنت واقعات اس امر کے شاہد ہیں کہ تفریحی مقامات کی چہل قدمی، ذرائع ابلاغ کے رنگا رنگ پروگرام انسان کی جسمانی وذہنی تھکاوٹ کو تو دور کر سکتے ہیں لیکن اُسے قلبی سکون مہیا نہیں کر سکتے۔ جب پریشان حال سونے کے لیے بستر پر دراز ہوتا ہے تو خواب آور گولیاں بھی بے اثر ہو جاتی ہیں۔ خود ساختہ نظاموں کے برعکس اللہ کا نازل کردہ نظام انسان کی جسمانی نشوونما کے ساتھ ساتھ روحانی بالیدگی کا اہتمام بھی کرتا ہے۔ حکومت الٰہیہ میں مفلوک الحال تنگ دست بھائیوں کی اعانت کے لیے زکوٰۃ وصدقات اور فطرانہ وغیرہ کا نظام ہے۔ روح کو تقویت فراہم کرنے کے لیے نماز اور ذکر الٰہی کا اہتمام کیا ہے۔

دن بھر کی مشقت کے بعد تھک کر چور ہونے والا انسان ہو یا معاشرتی مسائل کا ستایا ہوا فرد، اگر وہ مسجد میں جا کر اپنی عاجزی کا اقرار کرتا ہے اور رب ذوالجلال کی کبریائی بیان کرتا ہے، آنسو بہا کر یَا حَيُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ پڑھتا ہے تو اُسے قلبی سکون ملتا ہے۔

خدانخواستہ کسی کے عزیز کو قتل کر دیا جائے یا اُس کی عزت لوٹ لی جائے یا اُس کو مال ودولت سے محروم کر دیا جائے تو ذی شعور خاندان کے لیے تفریح کے ذرائع بے معنی بن جاتے ہیں۔ اگر اُس ملک میں خود ساختہ قوانین رائج ہوں تو عموماً مجرم قانون کے چور دروازوں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اگر مجرم کو کچھ عرصہ سزا بھی مل جائے تو وہ جیل کی سزا کاٹ کر مظلوم فیملی کے سامنے دندناتا پھرتا ہے اس سے مظلوم فیملی کی بے چینی وبے قراری میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اضافہ ہوتا ہے۔

عقل پر مبنی نظام کے برعکس اگر اس ملک میں وحی الٰہی کا قانون نافذ ہو تو ثبوت ملنے پر زانی کو سنگسار کر دیا جاتا ہے، چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے، قاتل کو مدعی کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ وہ معاف کرے، دیت لے لے یا قصاص کا مطالبہ کرے، یہ اس کی صواب دید پر ہوتا ہے۔ الٰہی قانون سے مظلوم خاندان کی مضطرب کیفیت کو سکون ملتا ہے۔ بالفرض ملزم کا اتا پتا نہیں چلتا، اگر نشان دہی ہو جاتی ہے اور وہ فرار ہو کر دیارِ غیر میں چلا جاتا ہے تو حکومت اسلامیہ اس کے نقصان کی تلافی کرنے کی پوری کوشش کرتی ہے۔ علاوہ ازیں مظلوم فیملی عقیدۂ آخرت پر یقین رکھتی ہو تو وہ صبر وشکر کا کلمہ پڑھ کر مطمئن ہو جاتی ہے۔

بین الاقوامی سطح پر معاشی، معاشرتی اور سیاسی بگاڑ کا علاج کرنے کے لیے اجتہاد جدید کے نام پر علم وعقل کو بروئے کار لایا جا رہا ہے۔ شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان کے بقول ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' کا مشاہدہ ہر شخص کو ہو رہا ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ انسانی علم صحیح نہیں اور عقل آوارہ ہے۔ صحیح علم کے لیے وحی ربانی کی طرف رجوع لازم ہے لیکن اس سے پہلوتہی کی جا رہی ہے اور عقل میں ہوس اور خواہشات نفسانی کی آمیزش ہو گئی ہے، اس کی راہ نمائی سے صحیح نتائج برآمد نہیں ہو رہے۔ ویسے بھی انسانی علم وعقل مکمل راہ نمائی کے لیے کافی نہیں ہوتے جب تک اُن کو وحی الٰہی کے تابع نہ کیا جائے۔ آج یہی آوارہ عقل صاف ستھرے اور یقینی احکام الٰہیہ میں ترمیم وتبدیلی اور قطع وبرید پر مصر ہے۔''

اہل مغرب کا دعویٰ ہے کہ انسانی ذات فی نفسہٖ خیر ہے۔ اُسے خیر کے ادراک اور شر پر عمل پیرا ہونے کے لیے وحی کی کوئی ضرورت نہیں۔ تو سوچنے کی بات ہے کہ معاشرے میں پھر حق تلفی کے واقعات کیوں رونما ہوتے ہیں؟ اگر ''ارادہ عمومی ہمیشہ انسانی فلاح کا ارادہ کرتا ہے'' تو مغربی ممالک میں جرائم کی شرح میں اضافہ کی رفتار تیز تر کیوں ہے؟ اگر برطانیہ یا امریکا میں ایک منٹ کے لیے بجلی بند ہو جائے تو قتل وغارت، لوٹ مار اور عصمت دری کے ہزاروں واقعات کیوں رونما ہو جاتے ہیں؟ اگر ہر انسانی ذات خیر کا ادراک کر سکتی ہے تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عوامی معاملات سے لے کر ملکی معاملات تک، خاندان سے لے کر پارلیمنٹ تک عوام کی آراء میں اختلاف کیوں ہے؟

''اگر ارادہ عمومی ہمیشہ انسانی فلاح کا ارادہ کرتا ہے'' تو ان کی رائے سے اختلاف کرنے والے بھی انسان ہیں تو پھر ہر انسانی ذات خیر کا ادراک کر سکتی ہے کا نظریہ باطل کیوں نہیں؟

اگر عوام از خود خیر وشر میں تمیز کر سکتے ہیں تو انبیائے کرام کی بعثت کا مقصد چہ معنی دارد؟

بلاشبہ اللہ کریم نے انسان کو بے شمار نعمتیں اور گوناگوں صلاحیتیں عطا کی ہیں، جن میں سے عقل بھی رب کا تحفہ خاص ہے جو وحی الٰہی کے تابع ہے مگر اس پر حاکم نہیں۔ شیطان انسان کا صریح دشمن ہے جس کے مکر وفریب سے بچانے اور صراطِ مستقیم پر چلانے کی غرض سے اللہ نے مخلوق کی ہدایت کے لیے انبیائے کرام مبعوث فرمائے۔ خاتم النبیین ﷺ پر نازل ہونے والی وحی الٰہی قیامت تک جن وانس کے لیے رشد وہدایت کا منبع ہے۔ لہٰذا قرآن وحدیث کے احکام کو عقل کے دعویٰ سے رد کرنا دراصل وحی الٰہی کی دائمی حیثیت سے انکار کے مترادف ہے، اور احمقانہ فعل بھی ہے۔ مولانا محمد رمضان سلفی نے خوب صورت تشبیہ سے بات سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ عقل وحی الٰہی کے ماتحت ہے۔

> ''عقل کی مثال آنکھ کی سی ہے اور وحی الٰہی سورج کی مثل ہے آنکھ کے لیے ضروری ہے کہ وہ سورج کے تابع رہ کر اس کی روشنی سے فائدہ اٹھائے لیکن اس کے لیے یہ گنجائش نہیں ہے کہ وہ نظام شمسی کے کسی جز پر اعتراض اٹھائے اور اس میں کیڑے نکالنے کی کوشش کرے ورنہ قصور آنکھ کا ہوگا نہ کہ نظام شمسی کا۔ کیوں کہ آنکھ اگرچہ نظامِ شمسی کے بعض اجزاء کا ادراک کر سکتی ہے لیکن اس کے اکثر اجزاء کی حقیقت معلوم کر لینا اس کے بس کا روگ نہیں ہے بالکل اسی طرح عقل کا کام بھی یہ ہے کہ وہ وحی الٰہی (قرآن وحدیث) کے تابع رہ کر اس کی ضیا پاشیوں سے مستفید ہو۔ وحی کے ذکر کردہ احکام کی حکمتیں معلوم کرنے کا اختیار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی اسے حاصل ہے لیکن عقل کو وحی پر حکمران بننے یا وحی کے بعض اجزاء کا انکار کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔" (ہفت روزہ الاعتصام، ۲۷ رجب ۱۴۲۶ھ ص: ۱۰)

لہٰذا قرآن وسنت کو نہ سمجھنے کی صورت میں قصور عقل کا ہوتا ہے وحی کا نہیں۔ عقل سے وحی الٰہی کی اہمیت وضرورت کو اجاگر کرنا اور فطرت کے اسرار ورموز میں فہم وادراک حاصل کرنا، نباتات، جمادات اور حیوانات پر انسانی بھلائی کے لیے تحقیق کرنا دنیا وآخرت کی فلاح کا موجب ہے لیکن وحی الٰہی یعنی قرآن وحدیث کے احکام میں کیڑے نکالنے کے لیے عقل کا استعمال حرام ہے۔

روئے زمین پر اسلام آخری الہامی دین ہے جو بیک وقت انسان کے جسم کی نشو ونما اور روحانی تربیت کا اہتمام کرتا ہے۔ خاتم النّبیین ﷺ نے اپنے پیروکاروں میں آخرت کی جواب دہی کا احساس پیدا کیا کہ وہ آپ ﷺ کے بعد امت مسلمہ کے خلیفہ مقرر ہوئے یا خادم بن کر رہے کہ اُن کے دلوں پر مالک جزا وسزا کا خوف مسلط رہا۔ شمس العلماء شبلی نعمانی تحریر کرتے ہیں:

"اسلم (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غلام) کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کو گشت کے لیے نکلے، مدینہ سے ۳ میل پر صرار ایک مقام ہے۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک عورت کچھ پکا رہی ہے اور دو تین بچے رو رہے ہیں، پاس جا کر حقیقت حال دریافت کی۔ اُس نے کہا کہ کئی وقتوں سے بچوں کو کھانا نہیں ملا ہے اُن کے بہلانے کے لیے خالی ہانڈی میں پانی ڈال کر چڑھا دی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُسی وقت اٹھے اور مدینہ میں آ کر بیت المال سے آٹا، گوشت، گھی اور کھجوریں لیں اور اسلم سے کہا کہ میری پیٹھ پر رکھ دو اور میں لیے چلتا ہوں۔ فرمایا ہاں، لیکن قیامت میں میرا بار تم نہیں اٹھاؤ گے۔ غرض سب چیزیں خود لاد کر لائے اور عورت کے آگے رکھ دیں۔ اُس نے آٹا گوندھا، ہانڈی چڑھائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود چولہا پھونکتے جاتے تھے، کھانا تیار ہوا تو بچوں نے خوب سیر ہو کر کھایا اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اچھلنے کودنے لگے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ دیکھتے اور خوش ہوتے تھے۔عورت نے کہا خدا تم کو جزائے خیر دے، سچ یہ ہے کہ امیر المومنین ہونے کے قابل تم ہو نہ کہ عمر رضی اللہ عنہ۔" (الفاروق،ص:۴۴۱)

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک دفعہ غلام کے پاس پہنچے جو بکریاں چرا رہا تھا۔ اس کا امتحان لیا کہا کہ ذرا کسی بکری کا دودھ پلا دے۔ اُس نے کہا کہ یہ نہیں ہوسکتا، میرے مالک کی اجازت ضروری ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ارے اس وقت مالک کہاں دیکھ رہا ہے۔ بے ساختہ اس غلام کی زبانی سے نکلا "ارے اللہ تو دیکھ رہا ہے" یہ تھا انسانی تاریخ کا عظیم روحانی انقلاب جس نے معاشرہ کے بے کس افراد کو سہارا دیا، اور اُن کو روحانی طور پر اس انداز سے مسخر کیا کہ وہ دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے والے بن گئے۔

جمہوری نظام مادہ پرستی کو فروغ دیتا ہے اور منافقت کے جراثیم کو جنم دیتا ہے، اس سے معاشرہ کے بگاڑ میں اضافہ ہوا ہے۔ ملک میں خودساختہ قوانین امن واستحکام لانے میں ناکام ہوگئے ہیں۔ مولانا محمد عیسیٰ منصوری کے بقول

"انسانی معاشرہ کو فساد وہلاکت سے بچانے کا حقیقی سبب انسان کی اندرون کی قوت ومدافعت یعنی روح کی تہذیب اور قوت وضبط ہے اس کے بغیر دنیا کا کوئی قانون اور اس کے نافذ کرنے والے ادارے انسانی معاشرے کو تباہ ہونے سے نہیں روک سکتے۔" (ماہنامہ الفاروق کراچی، صفر ۱۴۲۵ھ)

ہمارے بعض مذہبی راہ نماؤں نے بھی مغربی فلسفہ سے متاثر ہوکر سیاست کو ہی دین کی اساس سمجھ لیا ہے۔ طرفہ تماشا یہ کہ انھوں نے جمہوری طریقہ کار سے معجزہ نما انقلاب کی توقع رکھ کر ۶۰ سال ضائع کردیے، جس نظام نے قرآن وحدیث کو سیاست، معیشت اور معاشرت سے بے دخل کردیا۔

محمدی انقلاب کیسے رونما ہوا؟ سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ اظہارِ خیال کرتے ہیں

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت ورسالت کے ذریعے ایسے صالح افراد پیدا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیے جو خدا پر ایمان رکھنے والے، اللہ کی پکڑ سے ڈرنے والے، دین دار وامانت دار اور دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے والے، مادیت کے مظاہر کو نظر حقارت سے دیکھنے والے اور مادی طاقتوں پر اپنے ایمان اور روحانی قوت سے فتح پانے والے تھے، جن کا ایمان اس پر تھا کہ دنیا ان کے لیے پیدا کی گئی ہے اور وہ آخرت کے لیے بنائے گئے ہیں چناں چہ یہ تجارت کے میدان میں آئے تو راست باز اور امانت دار تاجر ہوئے اور اگر ان کو فقر وفاقہ سے واسطہ پڑتا تو وہ ایک شریف ومحنتی انسان نظر آئے۔ جب کبھی کسی علاقے کے حاکم ہوتے تو ایک محنتی اور بہی خواہ عامل ہوتے وہ جب مال دار ہوتے تو فیاض اور غم خوار مال دار ہوتے۔ جب وہ مسند قضا اور عدالتی کرسی پر بیٹھتے تو انصاف دوست اور معاملہ فہم قاضی ثابت ہوتے۔ وہ حاکم ہوتے تو مخلص اور امانت دار حاکم ہوتے۔ انھیں سیادت وریاست ملتی تو وہ متواضع اور شفیق وغم خوار حاکم اور سردار ہوتے اور جب وہ عوام کے مال کے امانت دار بنتے تو محافظ اور صاحب فہم خازن ہوتے۔''

(الفاروق، رجب المرجب ۱۴۲۰ھ)

عصر حاضر میں ضرورت اس امر کی ہے کہ معاشرہ میں ایسے صالح افراد تیار کیے جائیں جو بالغ ہو کر زندگی کے جس شعبہ میں داخل ہوں اسوہ رسول مقبول ﷺ پر عمل کرنے والے بن جائیں، اور حکومتی سطح پر قرآن وسنت کے نفاذ کے لیے اسلاف کی طرح امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیں اور اس مغربی طرز سیاست کو خیر باد کہہ دیا جائے جو روحانی تعلیم وتزکیہ کے جذبہ کو مدھم کرتا ہے۔ ★

★ ہفت روزہ ''الاعتصام'' ۷ر اپریل تا ۱۴ جولائی ۲۰۰۶ء۔
المنبر فیصل آباد، ۲۸ جون تا ۲۲ دسمبر ۲۰۰۶ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی جمہوریت کا مدوجزر

برصغیر پاک وہند میں برطانوی حکومت سے قبل ملت اسلامیہ کی نسل نو کو دینی مدارس قرآن وحدیث کے زیور سے آراستہ کرتے رہے اور علمائے کرام ومشائخ عظام معاشرہ کے تزکیہ نفس کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ اُس دور میں امن وامان قائم کرنے کے لیے عدالتوں میں فقہ اسلامی رائج تھی۔ اسلامی قانون کے ماہر علماء جج اور چیف جسٹس ہوتے تھے۔ جب کوئی مسلم حکمران قرآن وسنت کے منافی قدم اٹھاتا تو علمائے حق کوڑے کھا کر بھی اصلاح حکومت کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔ اگر کسی سامراجی قوت نے اسلامی ریاست میں دراندازی کی تو وہ میدانِ جنگ میں عزیمت کا پہاڑ بن کر طاغوتی قوتوں کا راستہ روکتے رہے۔ برصغیر میں انگریزوں کا عمل دخل بڑھ گیا تو علمائے حق ان کے خلاف سینہ سپر رہے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد بھی جماعت مجاہدین ان کے خلاف گوریلا کارروائیوں میں مصروف عمل رہی۔

جمہوری نظام کا خیر مقدم:

انگریز نے برصغیر میں جمہوری عمل شروع کیا جس کے نتیجہ میں مقامی آبادی کو بنیادی حقوق میسر ہوئے تو غلامی میں جکڑے ہوئے بعض مسلمانوں نے اسے غنیمت سمجھا۔ چند مسلم لیڈروں نے آزادی مساوات اور اخوت کے نعروں سے متاثر ہو کر جمہوریت کو سراہا۔ مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا شبلی نعمانی کی طرح مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے بھی اپنی تحریروں سے ثابت کیا کہ اسلام نے بنی نوع انسان کو سب سے بڑھ کر آزادی اور رواداری کا درس دیا۔

"نبی اپنی شخصی حیثیت میں بھی پیغمبری کے فرائض سرانجام دیتا ہے وہ جب اپنی شخصی حیثیت میں کام کرتا ہے تو اُس وقت اپنے پیرودں میں آزادی فکر کی روح

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھونکتا ہے صحیح جمہوری اصولوں پر اُن کی تربیت کرتا ہے انہیں سکھاتا ہے کہ انسان کے مقابلے میں اُن کو کس طرح آزادی رائے استعمال کرنی چاہیے اور انہیں بتاتا ہے کہ آزادی رائے کا حق اُن کو ہر انسان کے مقابلہ میں حاصل ہے حتی کہ اُس انسان کامل اُس عظیم الشان شخصیت کے مقابلے میں بھی وہ رائے کی پوری آزادی رکھتے ہیں جس کو وہ خدا کے پیغمبر کی حیثیت سے بلند ترین اقتدار کا درجہ دینے پر مجبور ہیں۔''

(ترجمان القرآن دسمبر ۱۹۳۶ء۔ مولانا مودودیؒ۔ تفہیمات حصہ اول، ص:۸۶)

نیشنلزم کی تردید:

جمہوری عمل سے آزادی حاصل کرنے والے علماء کے مابین اجتہادی اختلاف رونما ہوا ایک طبقہ ہندوستان کو انگریزوں سے آزاد کرانے کا حامی تھا وہ کانگریس میں شامل ہوا جبکہ مسلم لیگ نے ہندوؤں کی تنگ نظری اور تعصب کی پالیسی دیکھ کر برصغیر کے مسلمانوں کے لیے علیحدہ ریاست کا مطالبہ کیا تو علماء کے دوسرے گروہ نے ملک بھر میں جلسے منعقد کر کے مسلم لیگ کو مسلمانوں کی نمائندہ جماعت بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ تاریخ کے اس موقع پر مولانا مودودیؒ نے اپنا نقطہ نظر پیش کیا۔

''اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کی جو مختلف جماعتیں اسلام کے نام سے کام کر رہی ہیں اگر فی الواقع اسلام کے معیار پر اُن کے نظریات مقاصد اور کارناموں کو پرکھا جائے تو سب کی سب جنس کاسد نکلیں گی خواہ مغربی تعلیم و تربیت پائے ہوئے سیاسی لیڈر ہوں یا قدیم طرز کے مذہبی رہنما دونوں ہی اپنے نظریہ اور پالیسی کے لحاظ سے یکساں گم کردہ راہ ہیں دونوں راہ حق سے ہٹ کر تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں۔ دونوں اپنے اصل ہدف کو چھوڑ کر ہوا میں چوبائی تیر چلا رہے ہیں ایک گروہ کے دماغ پر ہندو کا ہوا سوار ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ ہندو امپیریلزم کے چنگل سے بچ جانے کا نام نجات ہے۔ دوسرے گروہ کے سر پر انگریز کو بھوت مسلط ہے اور وہ انگریزی امپیریلزم کے جال سے بچ نکلنے کو نجات سمجھ رہا ہے ان میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کسی کی نظر بھی مسلمان کی نظر نہیں ورنہ یہ دیکھتے کہ اصلی شیطان نہ یہ ہے نہ وہ اصل شیطان غیر اللہ کی حاکمیت ہے۔ اُس سے نجات نہ پائی تو کچھ نہ پایا۔ لڑنا ہے تو اُس کو مٹانے کے لیے لڑو۔'' (ترجمان القرآن مئی، جون ۱۹۴۰ء، تحریک آزادی ہند اور مسلمان، حصہ دوم، ص: ۱۰۴، طبع دوم مئی ۱۹۷۳ء)

جمہوری نظام میں شریک ہونے سے قبل نسلاً مسلمانوں کو حقیقی مسلمان بنانا ضروری ہے:

مولانا مودودیؒ نے واشگاف الفاظ میں امت مسلمہ کو خبردار کیا کہ موجودہ جمہوری طریقہ سے کلمہ کا نفاذ نہیں ہوسکتا۔

''ایک قوم کے تمام افراد کو محض اس وجہ سے کہ وہ نسلاً مسلمان ہیں۔ حقیقی مسلمان فرض کرلینا اور یہ امید رکھنا کہ ان کے اجتماع سے جو کام بھی ہوگا۔ اسلامی اصول ہی پر ہوگا پہلی اور بنیادی غلطی ہے۔ انبوہ عظیم جس کو مسلمان قوم کہا جاتا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس کے ۹۹۹ فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں نہ حق اور باطل کی تمیز سے آشنا ہیں اور نہ ہی ان کا اخلاقی نقطہ نظر اور ذہنی رویہ اسلام کے مطابق تبدیل ہوا ہے باپ سے بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو بس مسلمان کا نام ملتا چلا آرہا ہے اس لیے یہ مسلمان ہیں نہ انہوں نے حق کو حق جان کر قبول کیا اور نہ باطل کو باطل جان کر ترک کیا ہے ان کی اکثریت رائے کے ہاتھ میں باگیں دے کر اگر کوئی شخص یہ امید رکھتا ہے کہ گاڑی اسلام کے راستے پر چلے گی تو اس کی خوش فہمی قابل داد ہے۔'' (ایضاً، ص: ۱۳۹، ۱۴۰)

سید مودودی رحمہ اللہ نے مثال دے کر یوں سمجھایا:

''جمہوری انتخاب کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے دودھ کو بلو کر مکھن نکالا جاتا ہے اگر دودھ زہریلا ہو تو اس سے جو مکھن نکلے گا قدرتی بات ہے کہ وہ دودھ سے زیادہ زہریلا ہوگا۔ اسی طرح سوسائٹی اگر بگڑی ہو تو اس کے ووٹوں سے منتخب ہو کر وہی لوگ برسراقتدار آئیں گے جو اس سوسائٹی کی خواہشات نفس کے سند

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبولیت حاصل کرسکیں گے پس جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ اگر مسلم اکثریت کے علاقے ہندو اکثریت کے تسلط سے آزاد ہو جائیں اور یہاں جمہوری نظام قائم ہو جائے تو اس طرح حکومت الٰہیہ قائم ہو جائے گی ان کا گمان غلط ہے۔''

(تحریک آزادی ہند اور مسلمان، حصہ دوم، ص:۱۴۱)

حکومت الٰہیہ کا تصور:

مولانا مودودیؒ نے اپنی تحریروں میں غیر اللہ کی حاکمیت کی نفی مدلل انداز میں کی اور ملت اسلامیہ کے سامنے حکومت الٰہیہ کا تصور پیش کیا۔

''دین دراصل حکومت کا نام ہے شریعت اس حکومت کا قانون ہے۔ اور عبادت اس کے قانون اور ضابطہ کی پابندی ہے۔'' (خطبات، ص:۳۳۷)

انہوں نے اپنے موقف کی وضاحت ''قرآن کی چار بنیادی اصطلاحوں میں کی ہے۔

الٰہ کا مفہوم لکھتے ہیں: ''ان تمام آیات میں اول وآخر تک ایک ہی مرکزی خیال پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ الٰہیت اور اقتدار لازم وملزوم ہیں اور اپنی روح اور معنی کے لحاظ سے دونوں ایک ہی چیز ہیں۔'' (ص:۳۴)

''رب کا مفہوم یہ ہے کہ وہ امر و نہی کا مختار، اقتدار اعلیٰ کا مالک وہدایت وراہنمائی کا منبع قانون کا ماخذ، مملکت کا رئیس اور اجتماع کا مرکز ہوتا ہے۔'' (ص:۹۰)

قرآنی زبان میں دین ایک پورے نظام کی نمائندگی کرتا ہے جسے ہم اسٹیٹ کہہ سکتے ہیں۔'' (ص:۱۳۲)

عبادت کا معنی اطاعت وفرمانبرداری ہے۔ (ص:۱۱۹)

ارکان اسلام کی ادائیگی ادنی درجہ کی عبادت ہے۔ اور اسلامی حکومت قائم کرنے کے لیے جدوجہد اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے وہ لکھتے ہیں:

''غلط کہتا ہے جو کہتا ہے کہ عبادت صرف تسبیح ومصلی اور مسجد وخانقاہ تک محدود ہے مومن صالح اپنی وقت اللہ کا عبادت گزار نہیں ہوتا جب وہ دن میں پانچ وقت نماز پڑھتا ہے اور بارہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مہینوں میں ایک مہینہ کے بندے رکھتا ہے اور سال میں ایک وقت زکوٰۃ دیتا ہے اور عمر بھر میں ایک مرتبہ حج کرتا ہے۔ مگر یہ عبادت کا ادنیٰ مرتبہ ہے اس سے بڑا درجہ یہ ہے کہ انسان اپنے مالک کا نوکر بن جائے اس کے قوانین کی نہ صرف خود پیروی کرے بلکہ دوسروں پر بھی اُن کو نافذ کرنے کی کوشش کرے۔

اس کی حکومت میں نہ صرف خود امن اور وفاداری اور اطاعت کیشی کے ساتھ رہے بلکہ اپنے دل ودماغ اور دست وبازو کی قوتیں امن کے قیام میں بگڑی ہوئی رعایا کی اصلاح میں اور باغی سرکش بندوں کی سرکوبی میں بھی صرف کرے اور اس خدمت میں اپنا تن من دھن سب کچھ نثار کردے۔''

﴿اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ﴾ (الحج: ٤١)

''وہ جن کو اگر ہم زمین میں طاقت بخشیں گے تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے نیکی کا حکم کریں گے اور بدی سے روکیں گے۔''

یہ ہے اُس عبادت کی حقیقت جس کے متعلق لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ وہ محض نماز، روزہ اور تسبیح وتہلیل کا نام ہے اور دنیا کے معاملات سے اُس کو کچھ سروکار نہیں حالانکہ صوم وصلاۃ اور حج، زکوٰۃ اور ذکر وتسبیح انسان کو اس بڑی عبادت کے لیے مستعد کرنے والی تمرینات Training Courses ہیں۔'' (ترجمان القرآن جولائی ۱۹۳۵ء، تفہیمات اوّل، ص: ۵۵، ۵۶)

مومن کی زندگی کا مقصد حکومت الٰہیہ کا قیام ہے۔ جناب سیّد مودودیؒ اپنے کارکنوں کو عبادتِ اعلیٰ پر عمل پیرا ہونے کے لیے جہاد فی سبیل اللہ کا درس دیا۔

''یہ مذہبی تبلیغ کرنے والے واعظین اور مبشرین کی جماعت نہیں ہے بلکہ خدائی فوجداروں کی جماعت ہے اور اس کا کام یہ ہے کہ وہ دنیا سے ظلم، فتنہ فساد بداخلاقی، طغیان اور ناجائز انتفاع کو بزور مٹادے ارباب من دون اللہ کی خداوندی کو ختم کردے اور بدی کی جگہ نیکی قائم کرے لہٰذا اس پارٹی کے لیے حکومت کے اقتدار پر قبضہ کے بغیر کوئی چارہ نہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کیونکہ مفسدانہ نظام تمدن ایک فاسد حکومت کے بل پر ہی قائم ہوتا ہے اور ایک صالح نظام تمدن اس وقت تک کسی طرح قائم نہیں ہوسکتا جب کہ حکومت مفسدین سے مسلوب ہو کر مصلحین کے ہاتھ میں نہ آ جائے ...... یہی پالیسی تھی جس پر رسول اللہ ﷺ نے اور آپ کے بعد خلفائے راشدین نے عمل کیا عرب جہاں مسلم پارٹی پیدا ہوئی تھی سب سے پہلے اسی کو اسلامی حکومت کے زیر نگیں کیا گیا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اطراف کے ممالک کو اپنے اصول ومسلک کی صرف دعوت دی۔ مگر اس کا انتظار نہ کیا کہ یہ دعوت قبول کی جاتی ہے یا نہیں بلکہ قوت حاصل کرتے ہی رومی سلطنت سے تصادم شروع کر دیا۔''

(ترجمان القرآن، مئی ۱۹۳۹ء، تفہیمات، ص: ۷۰،۷۱)

سیّد مودودی نے اپنے کارکنوں کو اصل شیر بن کر غیر اللہ کی حاکمیت مٹانے کا تربیتی درس دیا۔

''ہمارا منصب یہ ہے کہ ہم کھڑے ہو کر تمام دنیا سے غیر اللہ کی حاکمیت مٹا دیں اور خدا کے بندوں پر خدا کے سوا کسی کی حاکمیت باقی نہ رہنے دیں یہ شیر کا منصب ہے اور اس منصب کو ادا کرنے کے لیے کسی قسم کی خارجی شرائط درکار نہیں بلکہ صرف شیر کا دل درکار ہے۔ وہ شیر، شیر نہیں جو اگر پنجرہ میں بند ہو تو بکری کی طرح ممیانے لگے اور وہ شیر بھی نہیں جو بکریوں کی کثرت تعداد کو دیکھ کر یا بھیڑیوں کی چیرہ دستی دیکھ کر اپنی شیریت کو بھول جائے۔''

(ترجمان القرآن، مئی جون ۱۹۴۰ء، بحوالہ تحریک آزادی ہند اور مسلمان حصہ دوم، ص: ۱۰۸)

جماعت کی بنیاد:

خلفائے راشدین کے بعد صلاۃ زکوٰۃ کو ہی دین کی اساس سمجھ لیا گیا اور کسی مجدد نے مالک کے قانون کو مخلوق پر نافذ کرنے کی کما حقہ جدوجہد نہیں کی۔ تو مولانا مودودی نے عوام الناس میں اعلیٰ عبادت کے تصور کو اجاگر کیا۔ محکومی کے دور میں بعض تعلیم یافتہ لوگوں نے حکومت الٰہیہ کے تصور کو سراہا۔ تب مولانا نے کلمۃ اللہ کی بلندی کے لیے ۱۹۴۱ء میں جماعت اسلامی کی بنیاد رکھی جماعت نے کسی قسم کی انتخابی جدوجہد میں حصہ نہیں لیا۔ بلکہ وہ غیر اللہ کی حکمرانی کے خاتمہ کے لیے شیر دل کارکن تیار کرتی رہی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقسیم ہند کے وقت ارکان جماعت کی تعداد ۳۸۵ تھی جو دس سال بعد ۱۲۷۱ء ہوگئی۔ متفقین کی تعداد جو ہزار بارہ سو سے زیادہ نہ تھی اُن کی تعداد پچیس ہزار ہوگئی جبکہ متاثرین کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی۔

عملی جدوجہد کا آغاز:

جماعت اسلامی کی سیاسی جدوجہد کے بارے میں ڈاکٹر صفدر محمود لکھتے ہیں:

''جماعت نے ۱۹۵۷ء تک عملی سیاست میں کبھی کھل کر حصہ نہیں لیا۔ سوائے اس کے کہ آئینی اور مذہبی مسائل پر لوگوں میں شعور پیدا کرنے کے لیے کوشش کرتی رہی۔ پنجاب میں صوبائی اسمبلی کے انتخابات جو ۱۹۵۱ء میں منعقد ہوئے اس میں جماعت نے صرف چند امیدوار کھڑے کیے لیکن کراچی کارپوریشن کے ۱۹۵۸ء کے انتخابات میں اس نے ایک درجن سے زائد نشستیں جیت لیں۔ اور ایک دھماکہ کے ساتھ سیاسی میدان میں کود پڑی۔ ان نتائج سے اس کی بڑی ہمت افزائی ہوئی حوصلہ بڑھا اور جماعت اسلامی کے رویہ میں تبدیلی پیدا ہوئی چنانچہ جماعت بڑی سنجیدگی کے ساتھ اقتدار کے لیے جدوجہد میں مصروف ہوگئی۔''

(پاکستان تاریخ وسیاست، ص:۱۴۴)

جماعت نے جمہوری طریقہ کیوں اختیار کیا؟

حکومت الٰہیہ کے قیام کی خاطر اپنے کارکنوں کو شیر بننے کا درس دینے والوں نے جمہوری طریقہ کو کیوں ترجیح دی۔ مولانا اس بارے کیا کہتے ہیں:

''ہم نے اس بات کو سوچ سمجھ کر بطور اصول کے اختیار کیا ہے کہ صحیح نظام وہی ہے جو جمہوری طریقوں سے بنایا جائے نہ کہ انقلابی ذرائع سے۔ انقلابی ذرائع سے مراد خفیہ سازشیں، خلاف قانون حرکات اور مار دھاڑ کے طریقے ہیں کسی نظام کو بدلنے کے لیے یہ نہایت غلط طریقے ہیں۔'' (تفہیمات پنجم، ص:۲۰۴)

ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہا:

''جماعت اسلامی نے تقسیم کے بعد انتخابات میں حصہ لینے اور اسمبلیوں کی رکنیت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل کرنے کو اس وقت تک جائز تسلیم نہیں کیا جب تک پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے قرار داد مقاصد پاس کر کے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت تسلیم نہیں کی۔"

(تحریک آزادی ہند اور مسلمان، حصہ دوم، ص: ۲۲۸)

قرار داد مقاصد کا ابتدائی متن:

مجلس دستور ساز نے ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو قرار داد مقاصد اتفاق رائے سے پاس کر دی جس کا ابتدائی متن درج ذیل ہے:

"چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کل کائنات کا بلا شرکت غیرے حاکم مطلق ہے۔ اور اُس نے جمہور کی وساطت سے مملکت پاکستان کو اختیار حکمرانی اپنی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کے لیے نیابتاً عطا فرمایا ہے۔ اور چونکہ یہ اختیار حکمرانی ایک مقدس امانت ہے لہٰذا جمہور پاکستان کی نمائندہ یہ مجلس دستور ساز فیصلہ کرتی ہے کہ آزاد اور خود مختار مملکت پاکستان کے لیے ایک دستور مرتب کیا جائے۔

الف:...... جس کی رو سے جملہ حقوق واختیارات حکمرانی جمہور کے منتخب نمائندوں کے ذریعے استعمال کرے۔

ب:...... جس میں اصول جمہوریت، حریت، مساوات، رواداری اور عدل عمرانی کو جس طرح اسلام نے ان کی تشریح کی ہے پورے طور پر ملحوظ رکھا جائے۔

قرار داد کی منظوری کے بعد جماعت اسلامی کی مجلس شوریٰ نے اعلان کر دیا۔

"ہمارے نزدیک اس قرار داد کے پاس ہو جانے کے بعد پاکستان ایک مسجد کی طرح مقدس بن گیا ہے اس لیے اب اس کی خدمت اور حفاظت کرنا ہر صاحب ایمان کے لیے لازم اور عبادت کے مترادف ہے۔" (مشاہدات از میاں طفیل محمد، ص: ۲۱۹)

دو قومی نظریہ کے منافی اور اسلام سے مذاق:

آپ اس قرار داد کا عمیق انداز میں مطالعہ کریں تو یہ قرار داد دو قومی نظریہ کے منافی اور اسلام سے مذاق کے مترادف ہے۔ روئے کائنات کے تمام انسان اپنے مخصوص انداز میں کسی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ کسی چیز کو سپر پاور تسلیم کرتے ہیں۔ جبکہ امت مسلمہ کا حاکم مطلق ربّ ذوالجلال ہے جس نے مخلوق کی راہنمائی کے لیے خاتم النبیین ﷺ پر آخری الہامی کلام قرآنِ مجید نازل کیا۔ امام کائنات ﷺ کی زندگی قرآن کی عملی تفسیر ہے۔ روزمرہ امور سے امورِ حکومت تک پیش آمدہ مسائل کے حل میں اللہ کا قرآن اور مفسر قرآن کا آئینہ اسلامی دستور کے بنیادی ماخذ ہیں لیکن قرارداد مقاصد میں قرآن وسنت کی بجائے پاکستانی عوام کے منتخب نمائندوں کے فیصلوں کو سپریم لا تسلیم کیا گیا ہے۔

اللہ نے نیابت کے اختیارات سبھی انسانوں کو نہیں دیئے۔ بلکہ صرف انبیائے کرام علیہم السلام کو سونپے ہیں۔ یہاں تک کہ نیابت کی منتقلی ووحی الٰہی کے نزول کا سلسلہ حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ پر منقطع ہوگیا۔ یہی وجہ ہے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم خود کو اللہ کی بجائے رسول کا نائب کہلاتے تھے۔ پاکستان دو قومی نظریہ کی بنیاد پر معرض وجود میں آیا۔ جبکہ جمہور پاکستان میں ہندو، سکھ، عیسائی، قادیانی وغیرہ سب غیر مسلم شامل ہیں۔ جن کو رسول کی نیابت کے حق دار کے چناؤ اور وحی الٰہی کے ضابطوں کی تعبیر کا اختیار دینا نظریہ پاکستان کے منافی اور اسلام سے صریحاً مذاق ہے۔ میری ذاتی رائے کے مطابق قرارداد مقاصد کا ابتدائی متن اس طرح ہونا چاہیے۔

چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کل کائنات کا بلاشرکت غیرے حاکم مطلق ہے امت مسلمہ اپنی ذاتی واجتماعی زندگی کو اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے مطابق گزارنے کی ذمہ دار ہے۔

نیابت رسول ایک مقدس امانت ہے۔ لہٰذا پاکستان کی مجلس شوریٰ فیصلہ کرتی ہے کہ آزاد اور خود مختار اسلامی مملکت پاکستان کے لیے دستور قرآنِ حکیم ہے۔ خاتم النبیین محمد ﷺ کی سنت قانون ہے اہلیت وصلاحیت کی بنا پر منتخب کردہ شوریٰ نیابت رسول کے حق دار کا چناؤ کرے اور پیش آمدہ مسائل کا حل دلائل وبراہین کی روشنی میں اتفاق رائے سے کرے۔

قرارداد مقاصد پر تبصرہ اُنہی کی زبانی:

جس قرارداد مقاصد کی بنا پر انہوں نے انتخابات میں حصہ لیا اُس کے بارے خود اظہار خیال کرتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

''میں نے اور میرے رفقاء نے جب اخبارات میں یہ خبر پڑھی تو ہم سب کو قرار داد مقاصد کے پاس ہو جانے سے بڑی خوشی ہوئی لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں بڑے اچنبھے میں مبتلا ہوا کہ اخبارات کے ذریعے اس قسم کے کوئی آثار معلوم نہ ہوئے تھے کہ کسی طرح کے تمہیدی تغیرات ہو رہے ہیں پھر اس کے پاس ہونے کے بعد برابر انتظار رہا کہ اب تغیر شروع ہوتا ہے اب تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں لیکن جب کچھ نہ ہوا تو میرے دل نے گواہی دی کہ ان حضرات کے قرار داد مقاصد پاس کرنے کی حیثیت بالکل ایسی ہی ہے جیسے کوئی میم صاحبہ کسی مسلمان نواب یا رئیس زادے سے نکاح کرانا چاہے اور وہ اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے وراثت کے حقوق اور مسلمان سوسائٹی میں برابری کے حقوق حاصل کرنے کے لیے کلمہ اسلام پڑھ لے لیکن نہ اس کلمے سے پہلے تغیر آئے نہ اس کے بعد کوئی تبدیلی رونما ہو جیسی میم صاحبہ وہ پہلے تھیں ویسی ہی وہ بعد میں رہیں ہمارے ہاں اسلام کا نام لینے والوں یعنی قرار داد مقاصد پاس کرنے کا حال بھی ان میم صاحبہ کا سا ہے۔'' (تفہیمات پنجم، ص:۲۰۱)

آئین کی رو سے قرآن وسنت کی حکمرانی یا پارلیمنٹ کی بالا دستی:

جماعت اسلامی و دیگر مذہبی جماعتوں کی مساعی جمیلہ سے آئین پاکستان میں لکھ دیا گیا ہے کہ کوئی قانون کتاب وسنت کی تعلیمات کے خلاف نہ بنایا جائے گا درحقیقت خوش فہمی کے سوا کچھ بھی نہیں کیونکہ قرآن وسنت کے واضح احکام بھی اس وقت تک ملک میں قانونی حیثیت حاصل نہیں کرسکتے جب تک پارلیمنٹ اُسے کثرت رائے سے پاس نہ کرے۔ حتی کہ پارلیمنٹ کی دو تہائی اکثریت دستور میں موجود کسی بھی قانون کو تبدیل کرسکتی ہے اور منسوخ کرسکتی ہے۔ یہی قرار داد مقاصد ہو یا مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی ترمیم ہو پارلیمنٹ اس میں ردّ و بدل کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔ جب یہ صورت حال ہو تو آئین کی رو سے قرآن وسنت کی حکمرانی قائم ہوئی یا پارلیمنٹ کی بالا دستی برقرار رہی۔ جنرل ضیاء الحق کے دور میں حدود آرڈی نینس پاس ہوا۔ جنرل پرویز کے دور میں امریکہ کی مخالفت کی وجہ سے متحدہ مجلس عمل کو قومی اسمبلی میں واضح نمائندگی ملی۔ اس کے باوجود ارکان پارلیمنٹ نے انہدام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدود آرڈی ننس پاس کر دیا۔

تحریری دستور کی ضرورت:

قرار داد مقاصد کے بعد دستور کی بحث کا آغاز ہوا تو مولانا مودودی رحمہ اللہ نے اسلام کے تحریری دستور کی وضاحت کی:

''جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اس ملک کا دستور اسلامی ہونا چاہیے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اسلامی دستور کہیں لکھا یا لکھایا موجود ہے اور مطالبہ صرف اسے نافذ کر دینے کا ہے بلکہ اصل مسئلہ جسے ہم کو حل کرنا ہے یہ ہے کہ ہم ایک غیر تحریری دستوری کو ایک تحریری دستور میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں جس چیز کو ہم اسلامی دستور کہتے ہیں وہ دراصل ایک غیر تحریری دستور ہے اور اس کے چند مآخذ قرآن مجید، سنت رسول، خلافت راشدہ کا تعامل اور مجتہدین امت کے فیصلے ہیں۔'' (اسلامی دستور کی تدوین، ص:٦)

دستور ساز کمیٹی پر تبصرہ:

چنانچہ اسلامی دستور کو مرتب کرنے کے لیے دستور ساز کمیٹی تشکیل دی گئی لیکن اس کی ہیئت ترکیبی سے مایوس ہو کر مولانا نے تبصرہ کیا۔

''دستور سازی کا کام جس کے جلد انجام پانے کی امیدیں دلائی جا رہی ہیں وہ کن لوگوں کے سپرد کیا گیا؟ آپ خود جانتے ہیں کہ جن لوگوں نے قرار داد مقاصد کے خلاف ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا وہ سب دستوریہ کی سب کمیٹیوں میں شریک ہیں ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اسلام کے متعلق اتنا نہیں جانتے کہ وہ ہے کس چیز کا نام، جو نہیں جانتے کہ اسلامی حکومت کیا ہوتی ہے، جنہیں نہ قرآن سے تعلق ہے نہ حدیث سے۔ جو یہ کہتے پھرتے ہیں کہ اسلام کا نظام امریکہ کے نظام سے ملتا جلتا ہے۔ اسلامی دستور سازی کے لیے اس کام کے جاننے والوں کا تعاون حاصل کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی لے دے کے ایک مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تھے لیکن ان کی وفات پر کسی ایک عالم دین کی خدمات بھی حاصل نہیں کی گئیں۔'' (تفہیمات پنجم، ص:٢٠٢)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دستور سازی کے حقدار منتخب ارکان:

مولانا نے دستور کو مرتب کرنے کے لیے نامزد ارکان کی بجائے منتخب ارکان کا مطالبہ کیا:

''پس ہم چاہتے ہیں کہ عام انتخابات ہوں جن کے ذریعے ایسے لوگوں کو منتخب کیا جائے جو اسلامی دستور کو بنانے اور چلانے کے اہل ہوں اور اس کا عزم رکھتے ہوں ان انتخابات کے نتیجہ میں ایک بہتر قسم کی دستور ساز اسمبلی بھی بنے اور ایک بہتر قسم کی حکومت قائم ہو جو قرارداد مقاصد کے منشا کے مطابق لوگوں کو تعمیری طور پر تیار کرے۔'' (تفہیمات پنجم، ص:۲۰۶)

کہاں کی دانش مندی:

بالغ رائے دہی کی بنیاد پر الیکشن میں کامیابی کے لیے نوٹ اور ووٹ کی ضرورت ہوتی ہے اس بنا پر سرمایہ دار اور جاگیردار طبقہ دھن دھونس دھاندلی سے کامیاب ہوتے ہیں جو عموماً دینی علوم سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ ۲۰۰۲ء کے قومی الیکشن میں امیدوار کے لیے بی اے کی شرط ضروری ہوگئی جب الیکشن کمیشن نے اُن کے انٹرویو لیے تو صوم وصلاۃ سے متعلق اُن کے مضحکہ خیز جوابات اخباری نمائندوں کے لیے لطیفے بن گئے۔ ایسے لوگوں کو دستور سازی کا کام سونپنا۔ قرآن وسنت کی مختلف تعبیرات میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے کا اختیار دینا کہاں کی دانش مندی ہے؟

اجتہاد کا حق اکثریت کو ہے:

بالفرض چند مخلص نمائندے کامیاب بھی ہو جائیں تو وہ اجتہاد کے حق سے اس لیے محروم ہیں کیونکہ اجتہاد کا حق بڑی آبادی حکومت یا پارلیمنٹ کی اکثریت کو حاصل ہے۔

اجتہاد کو قانون کا درجہ کیسے حاصل ہوتا ہے۔ سیّد مودودیؒ لکھتے ہیں:

''کسی اجتہاد کو قانون کا مرتبہ حاصل ہونے کی متعدد صورتیں اسلامی نظام قانون میں پائی جاتی ہیں۔ ایک یہ کہ تمام امت کے اہل علم کا اس پر اجماع ہو دوسری یہ کہ کسی شخص یا گروہ کے اجتہاد کو قبول عام حاصل ہو اور لوگ اس کی پیروی شروع کر دیں۔ جس طرح مثلاً فقہ حنفی،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شافعی، مالکی اور حنبلی کو مسلمانوں کی بڑی بڑی آبادیوں نے قانون کے طور پر مان لیا۔ تیسری یہ کہ کسی اجتہاد کو کوئی مسلم حکومت اپنا قانون قرار دے دے جیسے عثمانی سلطنت نے فقہ حنفی کو اپنا قانون ملکی قرار دیا تھا۔ چوتھی یہ کہ سیاست میں ایک ادارہ دستوری حیثیت سے قانون سازی کا مجاز ہو اور وہ اجتہاد سے کوئی قانون بنائے۔ ان صورتوں کے ماسوا جتنے اجتہادات مختلف اہل علم کریں گے ان کا مرتبہ فتویٰ سے زیادہ نہیں ہے۔

حتی کہ خلفائے راشدین کے بھی وہ فیصلے قانون اسلام میں قانون نہیں قرار پائے جو انہوں نے قاضی کی حیثیت سے کیے تھے۔ اسلامی نظام قانون میں قضاۃ کے بنائے ہوئے قانون کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔'' (اسلامی ریاست، ص:۴۴۶)

اکثریتی نظریہ کا تجزیہ:

جمہوری حکومت رفاہی کاموں کے لیے عالمی مالیاتی اداروں سے سود پر قرضہ لیتی ہے۔ یہی گرانٹ ارکان پارلیمنٹ میں تقسیم ہوتی ہے وہ اُسے اپنے اپنے انتخابی حلقوں میں خرچ کرتے ہیں۔ اور آئندہ کامیابی کے لیے اپنا ووٹ بنک مضبوط کرتے ہیں۔ وہ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کی ترجمانی کریں گے یا قرآن وسنت کے نفاذ سے چشم پوشی کریں گے۔

کنواری بالغ لڑکی دل کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کرسکتی نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((لا نكاح الا بولی .))

حکومت نے قانون پاس کردیا کہ بالغ لڑکی اپنا نکاح کرنے میں خودمختار ہے۔ کیا یہ محمدی آرڈر کی خلاف ورزی نہیں اگر منتخب حکومت ہندوستان سے اکھنڈ بھارت کے منصوبہ پر دستخط کردے تو کیا اُس کا اجتہاد شرعی طور پر جائز ہو جائے گا۔

جمہوری نظام میں رائے عامہ کا احترام مجبوری بن جائے گا:

جمہوری نظام کے حامی مذہبی سکالر رائے عامہ کا احترام کرتے ہوئے فتویٰ صادر کرتے ہیں:

''ملٹی نیشنل کمپنیاں چاہے سود کی بنیاد پر اپنے معاملات طے کرتی ہوں جب عوام نفع

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ونقصان کی بنیاد پر ان کے حصص خرید کر حصے دار بن جائیں۔ اس طرح جو نفع ایک حصہ دار کو ملے وہ نہ سود کی تعریف میں آتا ہے نہ قمار اور جوئے کی تعریف میں آتا ہے بشرطیکہ کمپنی کی سرگرمی حلال اور جائز نوعیت کی ہو۔''

''ٹائی ہو یا پتلون اور کوٹ اس کے عمومیت اختیار کر لینے کے بعد اس پر وہ حکم نہیں چلے گا جو کسی قوم سے مشابہت کا ہے۔'' (ترجمان القرآن، دسمبر ۲۰۰۳ء)

سیاسی جماعتیں آمریت کے خاتمہ کے لیے عورت کی امارت میں حمایت کرنا چاہیں تو جنگ جمل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شمولیت کا جواز تلاش کر لیتی ہیں۔

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں عورت کو مسجد جانے سے منع نہیں کیا جا سکتا۔ محدثین نے بھی چند امور کی شرائط کے ساتھ اجازت دی ہے۔ بعض فقہائے کرام نے معاشرہ کے بگاڑ کی وجہ سے اس اجازت کو منسوخ کر دیا۔ لیکن متحدہ مجلس عمل نے پارلیمنٹ کے مخلوط ماحول میں اپنے کوٹہ کی سیٹوں میں معتمد عورتوں کو نامزد کر دیا۔ کیا نظریہ ضرورت کے تحت پاکستان کی چھ مذہبی جماعتوں کا اجتہادی فیصلہ مستقبل میں عالم اسلام کے لیے حجت نہیں بن گیا؟

جب مذہبی سکالر عوامی رجحان کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے تو عوام کے ووٹوں سے منتخب ارکان یقیناً اپنے ووٹران کا میلان دیکھ کر عوامی قانون نافذ کریں گے اسلامی نہیں۔

حدود و تعزیرات کے نفاذ سے قبل معاشرہ کا فلاحی و خوشحال ہونا ضروری ہے۔ شہریوں کی عزت، جان و مال کے تحفظ کے لیے اسلام میں حدود و تعزیرات کا نظام ہے۔ لیکن مولانا مودودیؒ نے ان کو جاری کرنے سے پیشتر سوسائٹی کو بگاڑنے والے عوامل کے خاتمہ کی شرط عائد کی ہے۔

''اسی طرح اسلامی قانون تعزیرات زنا پر سو کوڑے مارتا ہے اور شادی شدہ کو سنگسار کر دیتا ہے مگر یہ کس سوسائٹی میں؟ اُس میں جس کے پورے نظامِ تمدن کو شہوت انگیز اسباب سے خالی کیا گیا ہو جس میں عورتوں اور مردوں کی مخلوط معاشرت نہ ہو جس میں بنی سنوری عورتوں کا منظر عام پر آنا بند ہو جس میں نکاح کو نہایت آسان کر دیا گیا ہو۔ جس میں نیکی اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقویٰ اور پاکیزگی اخلاق کا عام چرچا ہو اور جس کے ماحول میں خدا کی یاد ہر وقت تازہ ہوتی رہتی ہو یہ حکم اس گندی سوسائٹی کے لیے نہیں ہے۔ جس میں ہر طرف جنسی جذبات کو بھڑکانے کے اسباب پھیلے ہوئے ہیں گلی گلی اور گھر گھر فحش گیت بج رہے ہیں جگہ جگہ فلم اسٹاروں کی تصویریں لٹکی ہوئی ہیں۔ شہر شہر اور قصبے قصبے سینما درس عشق دے رہے ہوں نہایت گندہ لٹریچر آزادی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ بنی سنوری عورتیں کھلے بندوں پھر رہی ہوں۔ زندگی کے ہر شعبہ میں جنسی اختلاط کے مواقع بڑھ رہے ہوں اور نظام معاشرت نے اپنے بیہودہ رواجوں سے نکاح کو بہت مشکل بنا دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی سوسائٹی میں تو زنا کرنے والے کو سزا دینے کی بجائے زنا سے پرہیز کرنے والے کو انعام یا کم از کم خان بہادر کا خطاب ملنا چاہیے۔'' (تحریک آزادی ہند اور مسلمان، حصہ دوم، ص: ۲۵۰)

اصحابِ خیر کے ادارے حتی المقدور معاشرہ کی فلاح کے لیے سرگرم عمل ہیں لیکن وہ قانون شکنی کی وجہ سے نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینے سے معذور ہیں۔ اس کے برعکس میڈیا کی آزادی جمہوری حکومت کا اہم ستون ہے۔ جبکہ صہیونی میڈیا ڈش انٹینا، کیبل نیٹ ورک، وی سی آر اور سی ڈی نہایت سرعت سے معاشرہ میں بگاڑ پیدا کر رہے ہیں۔ اس قسم کے ماحول میں تربیت پانے والے ووٹران لبرل قسم کے امیدواروں کو ووٹ دیں گے۔

یہی وجہ ہے آج تک کسی اسلامی جمہوری ملک نے فحش میڈیا پر پابندی عائد کی ہے نہ امکان ہے۔ طالبان نے اپنے دور میں جب ان پر پابندیاں عائد کیں تو عالمی میڈیا نے ان کے خلاف طوفان بدتمیزی برپا کر دیا۔ ارکان پارلیمنٹ ان پر قدغن لگا کر ایک طرف عوامی ووٹوں سے محروم ہو دوسری طرف اہل مغرب کی مخالفت مول لے۔ یہ کیسے ممکن ہے؟

مولانا مودودی نے چور کے ہاتھ کاٹنے سے پہلے خوشحال اور فلاحی معاشرہ قائم کرنے پر زور دیا ہے۔

''بلاشبہ اسلامی قانون چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا دیتا ہے۔ مگر یہ حکم ہر سوسائٹی میں جاری ہونے کے لیے نہیں دیا گیا ہے بلکہ اسلام ہی کی اُس سوسائٹی میں جاری کرنا مقصود تھا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کے مالداروں سے زکوۃ لی جارہی ہو جس کا بیت المال ہر حاجت مند کے لیے کھلا ہو جس کی ہر بستی پر مسافروں کی تین دن ضیافت لازمی کی گئی ہو جس کے معاشی نظام میں طبقوں کی اجارہ داری کے لیے کوئی جگہ نہ ہو اور جائز کسب معاش کے دروازے سب کے لیے کھلے ہوں جس کے نظام تعلیم وتربیت نے ملک کے عام افراد میں خدا کا خوف اور اُس کی رضا کا شوق پیدا کر دیا ہو۔ جس کے اخلاقی ماحول میں فیاضی، معیشت زدوں کی دست گیری، حاجت مندوں کی اعانت اور گرتوں کو سہارا دینے کا عام چرچا ہو یہ حکم آپ کی موجودہ سوسائٹی کے لیے نہیں دیا گیا تھا جس میں کوئی شخص کسی کو قرض بھی سود کے بغیر نہیں دیتا جس میں بیت المال کی جگہ بنک اور انشورنس کمپنی ہے۔ جس میں حاجت مند کے لیے مدد کو ترسنے والے ہاتھ کی جگہ دھتکار اور پھٹکار ہے۔'' (تحریک آزادی ہند اور مسلمان، حصہ دوم، ص: ۳۴۹)

جمہوری ملک میں اس قسم کے اسلامی معاشرہ کی تشکیل مشکل امر ہے۔ پارٹی بازی کی وجہ سے حزب اقتدار اپنے کارکنوں کو پرشوق گرانٹوں اور ملازمتوں سے نوازتے ہیں۔ بنک کے انٹرسٹ سے زکوۃ کی کٹوتی ہوتی ہے اس کی تقسیم کے دوران ان کی فیاضی ودستگیری اپنے ووٹروں تک عموماً محدود رہتی ہے۔ جبکہ حزب مخالف کے اہل اور مستحق افراد کو دھتکار دیا جاتا ہے۔ جمہوری حکومت کا عالمی مالیاتی اداروں سے سود پر قرض لینا مجبوری بن گیا ہے۔ عوام اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ اب حکومت نے سرکاری ملازمین کو دس ماہ کی تنخواہیں پیشتر دینے اور عوام الناس کو سمال انڈسٹری کے نام پر سودی جال میں جکڑ دیا ہے۔ جمہوری نظام سودی لین دین کو تحفظ دیتا ہے۔ اس بنا پر فلاحی معاشرہ کا قیام مشکل امر ہے۔

برصغیر میں حدود وتعزیرات کا نظام کب تک رائج رہا؟

مولانا مودودی نے خود اعتراف کیا ہے کہ ''۱۷۹۱ء تک ہندوستان میں چور کا ہاتھ کاٹا جاتا رہا مگر اس کے بعد انگریزی حکومت نے بتدریج اسلامی قوانین کو دوسرے قوانین سے بدلنا شروع کر دیا۔'' (تحریک آزادی ہند اور مسلمان، حصہ دوم، ص: ۳۴۷)

غور طلب پہلو یہ ہے اگر اس وقت معاشرہ فلاحی وخوشحال تھا تو جمہوری دور نہ تھا بلکہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بادشاہی نظام رائج تھا۔ اگر فلاحی نہیں تھا تو اس کو فخریہ انداز میں بیان کرنے کا کیا مقصد۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ خلفائے راشدین کے دور میں مفتوحہ علاقوں میں پاکیزہ ماحول اور خوشحال معاشرہ قائم ہونے تک حدود وتعزیرات کو مؤخر کردیا جاتا تھا یا فوراً نافذ العمل کردیا جاتا تھا؟

اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے ضابطوں کی وجہ سے اسلامی ممالک اخلاق سوز میڈیا پر پابندی عائد کرسکتے ہیں اور نہ ہی وہ سودی نظام سے چھٹکارا حاصل کرسکتے ہیں۔ مولانا نے حدود وتعزیرات سے پہلے پاکیزہ ماحول اور فلاحی معاشرہ کی شرائط عائد کرکے اپنے مسلک اعتدال کی ترجمانی کی ہے۔

اٹھارھویں صدی عیسوی تک دنیا کی ساری حکومتوں کے نظام غیر تحریری دستور پر چلتے رہے۔ انقلاب فرانس کے بعد یورپ میں جمہوری نظام رائج ہوا تو تحریری دستور کا سلسلہ شروع ہوا۔ جب یورپی اقوام نے محکوم مسلم ریاستوں میں اسے متعارف کردیا تو مولانا نے بیسویں صدی کے تقاضوں کو مدنظر رکھ کر تحریری دستور کی ضرورت کو محسوس کیا، لکھتے ہیں:

''قرآنِ مجید میں بہت سے الفاظ ایسے ہیں جن کی ہم روزانہ تلاوت کرتے ہیں۔ مگر یہ نہیں جانتے کہ یہ دستوری اصطلاحات ہیں۔ مثلاً سلطان، ملک، حکم، امر، ولایت وغیرہ ان الفاظ کے صحیح دستوری مفہوم کو عربی میں بھی کم لوگ سمجھتے ہیں اور ترجموں میں منتقل ہوکر تو ان کا سارا مطلب خبط ہوجاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ بھی قرآن کے دستوری احکام کا ذکر سن کر حیرت سے پوچھنے لگتے ہیں کہ قرآن میں کون سی آیت دستور سے تعلق رکھتی ہے؟ فی الواقع ان بیچاروں کی حیرت بجا ہے۔ قرآن کی کوئی سورۃ ''الدستور'' کے نام سے نہیں ہے اور نہ بیسویں صدی کی اصطلاحات میں کوئی آیت نازل ہوئی ہے۔''

(اسلامی قانون کی تدوین، ص:۱۰)

قرآن دستور حیات ہے:

قرآن رب کا آخری دستور حیات ہے جو پہلی آسمانی کتب کی طرح بیک وقت نازل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوا بلکہ حسب ضرورت خاتم النّبین ﷺ پر تیئس سال کے دوران نازل ہوتا رہا۔ قرآنِ حکیم میں سماجی، قانونی، معاشی، عدالتی، سیاسی، غرضیکہ بنی نوع انسان کی ہر قسم کی راہنمائی کے لیے آفاقی ضابطے تو موجود ہیں لیکن پاروں یا سورتوں کی تقسیم ان ضابطوں کو مدنظر رکھ کر نہیں کی گئی۔ اس میں بھی رب کی خاص حکمت تھی۔

سیّد الکونین ﷺ کی حیات طیبہ قرآن کی عملی تفسیر ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے رہے اور آپ ﷺ کے ایک ایک فرمان کو اپنے سینوں میں محفوظ کرتے رہے۔ آخری دور میں آپ کی اجازت سے کتابت حدیث کا آغاز ہوگیا۔ آپ کے بعد محدثین عظام نے تدوین حدیث کے لیے اپنی زندگی کو وقف کر دیا۔ اگرچہ امت مسلمہ میں صحاح ستہ کا مقام بلند ہے۔ لیکن ان کے علاوہ بھی احادیث کا ذخیرہ ہے جن میں بعض احادیث کی صحت صحیح بخاری ومسلم کے ہم پلہ ہے لیکن تیرہ صدیاں تک کسی محدث فقیہ نے صحاح ستہ یا متفق علیہ کو سرکاری طور پر نافذ العمل کرنے یا کرانے کی جدوجہد نہیں کی اور نہ ہی ائمہ کرام نے حکومتی نظام چلانے کے لیے سیاسی دستور تشکیل دے کر حکومت پر دباؤ ڈالا کہ اسے سرکاری طور پر نافذ کر دیا جائے کیونکہ بخاری ومسلم یا کسی مدون ضابطے کو سرکاری دستور بنانے سے دوسری احادیث کی صحت اور دیگر ائمہ کرام کی مساعی جمیلہ سے انکار کے مترادف تھا۔ یہی وجہ ہے کہ خلیفہ کے کہنے کے باوجود امام مالک رحمہ اللہ نے موطا کو دستور یا سرکاری قانون بنانے کی مخالفت کی۔ ائمہ اربعہ میں سے کسی نے کوئی سیاسی دستور مرتب کیا اور نہ ہی کتاب وسنت کی روشنی میں اپنی فقیہانہ ضابطوں کو قانونی حیثیت دینے پر اصرار کیا۔ مولانا مودودی نے بھی اس کا اعتراف کیا۔

> ''غیر تحریری دستور دنیا میں کوئی انوکھی اور نرالی چیز نہیں ہے۔ اٹھارھویں صدی تک دنیا کی ساری حکومتوں کے نظام غیر تحریری دستوروں پر چلتے رہے۔''

(اسلامی دستور کی تدوین، ص:۶)

غیر تحریری دستور کے باوجود مسلم ریاستوں میں اسلامی قانون نافذ تھا۔ سید مودودی نے ۱۱ فروری ۱۹۴۸ء کو لاء کالج لاہور میں خطاب کیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"پچھلی صدیوں میں دنیا کے ایک بہت بڑے حصے پر مسلمانوں کی جس قدر سلطنتیں قائم ہوئی تھیں ان سب کا قانون فقہ اسلامی ہی تھی اُس زمانے میں مسلمان نری گھاس نہیں کھودتے تھے بلکہ ایک اعلیٰ درجے کا تمدن ان کے اندر موجود تھا ان کے وسیع تمدن کی ساری ہی ضروریات پر اُن کے فقہاء نے اسلامی قوانین کو منطبق کیا تھا یہی فقہاء ان حکومتوں کے جج، مجسٹریٹ اور چیف جسٹس ہوتے تھے اور اُن کے فیصلوں سے نظائر کا ایک وسیع ذخیرہ فراہم ہوگیا تھا۔ انھوں نے قریب قریب ہر شعبہ قانون سے بحث کی ہے محض دیوانی وفوجداری قوانین ہی نہیں دستوری اور بین الاقوامی قوانین کے متعلق بھی ان کے قلم سے ایسی ایسی لطیف بحثیں نکلی ہیں کہ ان کا مطالعہ کر کے ایک قانون دان آدمی ان کی ژرف نگاہی کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔" (آزادی ہند اور مسلم، حصہ دوم، ص:۳۷۴)

برصغیر میں انگریزوں نے رفتہ رفتہ اسلامی قانون کو منسوخ کر دیا اور اس کی جگہ خود ساختہ دستور اور قانون کو فروغ دیا۔

سید مودودی نے اعتراف کیا ہے کہ

"اسلامی شریعت کی تنسیخ کا سلسلہ سب سے پہلے ہندوستان میں شروع ہوا یہاں انگریزی تسلط کے بعد بھی ایک مدت تک شریعت ہی کو قانون کی حیثیت حاصل تھی۔ چنانچہ ۱۷۹۱ء تک اس ملک میں چور کا ہاتھ کاٹا جاتا رہا۔ مگر اس کے بعد انگریزی حکومت نے بتدریج اسلامی قوانین کو دوسرے قوانین سے بدلنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ انیسویں صدی کے وسط تک پہنچتے پہنچتے پوری شریعت منسوخ ہوگئی اور اس کا صرف وہ حصہ مسلمانوں کے پرسنل لاء کی حیثیت سے باقی رہنے دیا گیا جو نکاح وطلاق وغیرہ مسائل سے متعلق تھا۔ پھر اس کے نقش قدم پر خود وہ ممالک بھی چل پڑے جن میں مسلمانوں کی اپنی حکومتیں تھیں ...... اب صرف افغانستان اور سعودی عرب دو ہی ملک دنیا میں ایسے رہ گئے ہیں جہاں شریعت کو ملکی قانون کی حیثیت حاصل ہے اگرچہ شریعت کی روح وہاں سے بھی غائب ہے۔"

(تحریک، آزادی ہند اور مسلمان، حصہ دوم، ص:۳۳۷)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریرِ دستور سے اسلام پرسنل لاء تک محدود ہو گیا:

آزادی کے بعد ۲۵ سال دستور بنانے اور اُن کو منسوخ کرنے میں گزر گئے حتی کہ ۱۹۷۳ء متفقہ دستور منظور ہوا۔ اس کو نافذ العمل ہوئے کئی سال گزر گئے لیکن وطن عزیز میں شریعت کا نفاذ نہیں ہو سکا۔ مولانا نے جو تبصرہ ۱۹۴۸ء میں کیا تھا اس کی اہمیت آج بھی وہی ہے:

''تمام مسلمان قوموں میں کارفرمائی کی باگیں اور کارکن طاقتیں انہی لوگوں کے ہاتھ میں آ گئیں جو دین سے ناواقف اور تہذیب جدید کے فکری و عملی سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک دو کو چھوڑ کر تمام آزاد مسلم ممالک کی حکومتیں مغرب کی بے دین ریاستوں کے نمونے پر بن گئیں جن میں کہیں پوری شریعت منسوخ ہو چکی ہے اور کہیں غیر دینی نظام حکومت کے نظام میں مسلمانوں کے لیے محض ان کا پرسنل لاء اسلامی رہنے دیا گیا ہے۔ یعنی مسلمانوں کی اپنی حکومت میں اُن کو وہ مذہبی حقوق عطا ہوئے ہیں جو اسلامی حکومتوں میں کبھی ذمیوں کو دیئے جاتے تھے۔'' ۶ جنوری ۱۹۴۸ء کو لاء کالج لاہور میں کی گئی تقریر۔ (تحریک آزادی ہند اور مسلمان، حصہ دوم، ص: ۳۳۶)

مولانا کی زبانی پارلیمنٹ کی خدائی پر تبصرہ:

مولانا مودودی نے جس طرح ایک فرد فرعون کے رب اعلیٰ کے نعرہ کو فوق الفطری خدائی کا نہیں سیاسی خدائی کا دعویدار کہا۔ (قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں، ص: ۲۷) اسی طرح انہوں نے پارلیمنٹ کی خدائی پر تنقید کی۔

''ڈکٹیٹر شپ یا مطلق العنان بادشاہی کو مٹایا جائے گا تو کیا حاصل ہوگا یہی نا کہ ایک انسان یا ایک خاندان خدائی کے مقام سے ہٹ جائے گا اور اس کی جگہ پارلیمنٹ خدا بن جائے گی۔ مگر کیا فی الواقع اس طریقہ سے انسانیت کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے؟ کیا ظلم اور بغی اور فساد فی الارض سے وہ جگہ خالی ہے جہاں پارلیمنٹ کی خدائی ہے؟

(تحریک آزادی ہند اور مسلمان، ص: ۹۴)

جبکہ آج جماعت اسلامی سمیت متحدہ مجلس عمل پارلیمنٹ کی بالا دستی اور عوام کی حکمرانی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائم کرنے کے لیے سرگرم عمل ہے۔

موجودہ دور میں عوام کی حاکمیت اور پارلیمنٹ کی بالادستی کا مطالبہ:

جب پرویز حکومت نے پارلیمنٹ کے اختیار کو محدود کر دیا تو پروفیسر خورشید احمد نے متحدہ مجلس عمل کو ذمہ داری کا احساس دلایا۔

''آج تک پاکستان کی پارلیمنٹ نے اپنا حقیقی کردار ادا نہیں کیا اب وقت آ گیا ہے کہ پارلیمنٹ حقیقی معنی میں پارلیمنٹ بنے ایک ہمہ وقتی ادارے کے طور پر کام کرے عوام کے حقوق کی محافظ ہو حکومت پر نگرانی کا کام انجام دے تاکہ حاکمیت کے عوام تک منتقل ہونے کا دروازہ کھلے اور عوام اپنے معاملات کے کرتا دھرتا بن سکیں۔ متحدہ مجلس عمل کی ذمہ داری ہے کہ پارلیمنٹ اور حکمرانی کے اس تصور کو حقیقت بنانے کے لیے تن من دھن کی بازی لگا دے۔''

(ترجمان القرآن، دسمبر ۲۰۰۲ء)

وحدت الوجود کا سیاسی نظریہ:

بلاشبہ ۱۹۹۹ء کے بعد جنرل پرویز کے عبوری آئین نے پارلیمنٹ کے اختیار سلب کر لیے اسی بنا پر دولت مشترکہ نے پاکستان کی رکنیت کو معطل کر دیا۔ لیکن اس سے پہلے دور میں یہی دینی جماعتیں اسلامی جمہوری اتحاد میں شامل ہو کر برسر اقتدار سیاسی جماعت کی حلیف بھی رہی ہیں۔ جن کو قومی اسمبلی و سینٹ میں واضح مینڈیٹ حاصل رہا ہے۔ غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ اس دور کی بااختیار پارلیمنٹ نے کون سے شرعی قوانین جاری کر کے عدل وانصاف قائم کیا جو آج متحدہ مجلس عمل نے پارلیمنٹ کی حکمرانی کے لیے تگ ودو نہیں کی۔

ایک فرد قانونی حاکمیت کا دعویٰ کرے تو وہ ڈکٹیٹر وسیاسی فرعون ہے لیکن جب آئینی وقانونی حاکمیت کے اختیارات جاہل و تعلیم یافتہ، متقی ونافرمان عوام میں برابر برابر تقسیم کر دیے جائیں تو یہ جرم کیوں نہیں۔ کہیں یہ وحدت الوجود کا سیاسی نظریہ تو نہیں۔

قانون سازی عقیدہ توحید کے منافی:

جمہوری نظام میں ارکان اسمبلی قانون سازی کرتے ہیں مولانا انہیں عقیدہ توحید کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منافی سمجھتے تھے۔

''قانون کا ماخذ اور تمام معاملاتِ زندگی میں مرجع اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت قرار پاتی ہے اور اس نظریہ سے ہٹ کر اوّل الذکر جمہوری نظریہ نظریے کو قبول کرنا گویا عقیدہ توحید سے منحرف ہوجاتا ہے اس لیے ہم کہتے ہیں کہ جو اسمبلیاں یا پارلیمنٹس موجودہ زمانے کے جمہوری اصول پر مبنی ہیں ان کی رکنیت حرام ہے کیونکہ ووٹ دینے کے معنی ہی یہ ہیں کہ ہم اپنی رائے سے کسی ایسے شخص کو منتخب کرتے ہیں جس کا کام موجودہ دستور کے تحت وہ قانون سازی کرنا ہے جو عقیدہ توحید کے سراسر منافی ہے۔ اگر علمائے کرام میں سے کوئی صاحب اس چیز کو حلال اور جائز سمجھتے ہیں تو ان سے اس کی دلیل دریافت کیجیے۔''

(ترجمان القرآن، دسمبر ۱۹۴۵ء بحوالہ تحریک آزادی ہند اور مسلمان، حصہ دوم، ص: ۲۴۴)

ممکنہ غلط فہمی کا ازالہ:

صاحب علم اعتراض کرسکتے ہیں کہ مولانا مودودی کی یہ تحریریں قیام پاکستان سے پہلے کی ہیں جب ہندوستان پر انگریزوں کی عمل داری تھی اُس وقت پارلیمنٹ میں مسلمانوں کے علاوہ ہندو سکھ پارسی بھی شامل تھے۔ اب تو پارلیمنٹ کے ارکان مسلمان ہیں وہ تو قانون سازی کرسکتے ہیں۔ جس طرح اللہ کے کیے ہوئے حلال کو حبیب کبریا ﷺ بھی حرام کرنے کے مجاز نہیں اسی طرح موجودہ دور کے ولی مجتہد بھی کتاب وسنت میں ترمیم کرنے کے مجاز نہیں۔

قرار داد مقاصد پاس ہونے کی صورت میں تو ارکان پارلیمنٹ قانون سازی کرسکتے ہیں۔ قرار داد مقاصد کو پاس ہوئے کافی عرصہ گزر گیا۔ عقیدہ توحید کے منافی جو قوانین رائج تھے کیا وہ منسوخ ہوگئے ہیں یا بدستور موجود ہیں۔ قرار داد مقاصد کے بعد اسمبلی میں قانون سازی ہوئی ہے کیا وہ کتاب وسنت کی روشنی میں ہوئی ہے۔

انتخابی طریقہ کار میں کون سی تبدیلی کردی گئی ہے جس کے لاگو ہونے سے ایسے مجتہد ارکان منتخب ہونا شروع ہوگئے ہیں جو کتاب وسنت کی مختلف تعبیرات میں سے کسی ایک کو ترجیح

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینے کی صلاحیت رکھتے ہوں کہ جماعت اسلامی سمیت متحدہ مجلس عمل پارلیمنٹ کی حکمرانی کے لیے سرگرم عمل رہی اور اب ایل ایف او پر حکومت سے سمجھوتہ ہونے پر ملک میں کون سا اسلامی انقلاب برپا ہوگیا ہے یا تعلیمی نصاب کو آغا خانیوں کے سپرد کر کے نظریہ پاکستان کو مٹانے کی مہم شروع ہوگئی ہے۔

جمہوری نظام کے تدریجی طریقہ کار سے یورپ میں عیسائیت کو منسوخ کیا گیا:

تاریخ شاہد ہے یہودی جہاں بھی گئے اپنی خباثتوں سے باز نہیں آئے۔ یورپ میں بھی اُن کا یہی وطیرہ رہا۔ لیکن ان کے گھناؤنے جرم کا پردہ فاش ہو جاتا تو پوپ ان کے خلاف فتویٰ جاری کر دیتا۔ بادشاہ تائید کرتا عیسائی عوام ان کا جینا دوبھر کر دیتے۔ طویل منصوبہ بندی کے تحت یورپ میں جمہوری عمل شروع ہوا تو عیسائی مذہب کو ابتدائی دور میں فوقیت حاصل تھی۔ مولانا مودودی عکاسی کرتے ہیں۔

کوئی یہودی اور کوئی ایسا شخص جو اینگلیکن چرچ کو نہ مانتا ہو، از روئے قانون نہ تو پارلیمنٹ کا ممبر بن سکتا تھا نہ کسی سرکاری عہدے پر مامور ہوسکتا تھا اور نہ کسی میونسپلٹی میں داخل ہوسکتا تھا۔ ان سب فرقوں کو چرچ آف انگلینڈ کے لیے عشر دینا پڑتا تھا۔ نکاح کے لیے چرچ آف انگلینڈ کے پادری کے پاس جانا ہوتا تھا۔ اپنی عبادت گاہ کو چرچ آف انگلینڈ میں رجسٹرڈ کرانا پڑتا تھا۔ آکسفورڈ اور کیمبرج میں داخلہ کے لیے ایسی مذہبی شرائط رکھی گئی تھیں جنہیں اینگلیکن چرچ کے پیروؤں کے سوا کوئی پورا نہیں کرسکتا تھا۔ اس لیے ان دونوں یونیورسٹیوں کے دروازے گویا دوسرے فرقوں کے لیے بند تھے۔ چرچ آف انگلینڈ کو نہ ماننے والے لوگ ووٹ دینے کے حق دار تو تھے مگر وہ اپنے ہم مذہب لوگوں کو ووٹ نہ دے سکتے تھے کیونکہ انہیں پارلیمنٹ میں داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔ ۱۸۲۸ء میں ان قیود کو اٹھانے اور نرم کرنے کا میلان پیدا ہوا اور قریب قریب ۶۰ برس کی مسلسل اور تدریجی اصلاح نے بالآخران کو بالکلیہ منسوخ کر دیا۔ (تحریک آزادی ہند اور مسلمان، حصہ اوّل، ص: ۲۷۸)

رفتہ رفتہ یورپی ممالک میں پارلیمنٹ کو قانون سازی میں حکمرانی حاصل ہوگئی تو عیسائی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذہب کی حیثیت پرسنل لاء تک محدود ہوگئی جبکہ پرائیویٹ قانون ارکان پارلیمنٹ طے کرتی ہے۔ اگرچہ مسلم جمہوری ممالک میں ''اسلامی'' کا لاحقہ جزو ہوتا ہے۔ تاہم عملی طور پر اسلام کے کسی قانون کے نفاذ کے لیے پارلیمنٹ کی منظوری ضروری ہے۔

یورپ کی طرح مسلم جمہوری ممالک میں مذہب پرسنل لاء تک محدود ہوتا جا رہا ہے۔ پارلیمنٹ میں اجتماعی مرضی کے مطابق عوامی مذہب لاگو کرنے کی مہم زوروں پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دولت مشترکہ اس ملک کی رکنیت معطل کردیتے ہیں جہاں کی پارلیمنٹ قانون سازی میں آزاد نہ ہو۔

کیا جمہوری نظام کی آبیاری مجددانہ کاوش ہے:

مولانا مودودی نے جمہوری نظام کو کیوں سراہا ہم اُن کے بارے حسن ظن رکھتے ہیں۔ کیونکہ اُس دور میں روس اور امریکہ کے مابین سوشلزم اور جمہوریت کی نظریاتی کشمکش جاری تھی۔ چونکہ سوشلزم میں مذہبی آزادی کا تصور سرے سے موجود نہ تھا۔ اور شخصی آمریت میں مخالف سیاسی قوتوں کو بزور قوت کچل دیا جاتا تھا۔ جبکہ جمہوری نظام آزادی مساوات اور اخوت کا علمبردار تھا۔ اور برصغیر میں اس نظام کے تحت مسلمانوں کو تبلیغ کی آزادی میسر تھی۔ شاید اس بنا پر مولانا مودودی نے جمہوریت کو ترجیح دی ہو۔ مولانا اس تقابلی جائزہ پر اکتفا کرتے تو اُن کا موقف حقیقت پر مبنی تھا۔ لیکن مولانا نے جمہوریت کو قرآن وحدیث کا منشا ثابت کرنے کے لیے اپنی ذہنی صلاحیتوں کو صرف کرنا شروع کردیا۔ آزادی کا اسلامی تصور میں سیرت طیبہ سے مثالیں پیش کرکے نبی کریم کو جمہوری حکومت کا سردار کہا۔

تاریخ اسلام میں کئی ایسے نامور مجدد گزرے ہیں جن کی دینی خدمات کو علمائے اسلاف نے خراج تحسین پیش کیا ہے جبکہ مولانا نے اُن کے دعوتی کام پر بحث مباحثہ کرنے کے بعد نتیجہ اخذ کیا کہ اُن سے کسی نہ کسی طرح کوتاہی ضرور ہوئی ہے۔

''تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اب تک کوئی مجدد کامل پیدا نہیں ہوا ہے قریب تھا کہ عمر بن عبدالعزیز اس منصب پر فائز ہوجاتے مگر وہ کامیاب نہ ہوسکے ان کے بعد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جتنے مجدد پیدا ہوئے اُن میں سے ہر ایک نے کسی خاص شعبے یا چند شعبوں میں کام کیا مجدد کامل کا مقام ابھی تک خالی ہے۔'' (تجدد احیائے دین، ص:۴۹)

انہوں نے اپنی تحریروں میں مدلل انداز میں اسلامی جمہوری نظام کی وضاحت کی۔

جمہوریت کا قیام:

''دوسری بنیاد جس پر اتفاق ہوسکتا ہے ''جمہوریت'' ہے یہ خود قرآن وسنت کا منشا بھی ہے اور باشندگان ملک کی خواہشات کا تقاضا بھی۔ اس کا سیدھا سادھا مطلب یہ ہے کہ ملک کسی خاص شخص یا طبقے اور گروہ کا نہیں بلکہ ان تمام لوگوں کا ہے جو اس میں رہتے ہیں۔ لہٰذا اس کا انتظام بھی اُن سب کی یا کم از کم ان کی اکثریت کے مطابق چلنا چاہیے اور اُن کو اصولاً حق اور عملاً یہ موقع حاصل ہونا چاہیے کہ اپنے حکمران اپنی آزاد مرضی سے چنیں اور اپنی آزاد مرضی ہی سے اُن کو تبدیل کر سکیں۔'' (تفہیمات، ج:۵، ص:۱۷۴)

انگریزوں سے قبل مسلمانوں میں موروثی خلافت کا نظام رہا۔ بالغ رائے دہی کا تصور نہ تھا۔ چنانچہ تاریخ اسلام میں جمہوری روح کس طرح سلب ہوئی؟ جمہوریت کی گاڑی کو پٹڑی سے اتارنے میں کون لوگ ملوث تھے؟ مولانا نے اپنی معرکتہ آراء کتاب خلافت وملوکیت میں اُن کی سرگرمیوں کی نشان دہی کی اور ان کے کردار پر بحث مباحثہ کیا اور عملی طور پر اسلامی جمہوری حکومت قائم کرنے کے لیے سیاسی میدان میں سرگرم عمل ہوگئے۔ شیعہ اور اہل سنت، اصحاب الحدیث اور منکرین حدیث کے مابین تضاد کو رفع کرنے کے لیے مسلک اعتدال کا نظریہ پیش کیا۔ مولانا مودودی نے غیر اللہ کی نفی اور حکومت الٰہیہ کے قیام کے لیے مدلل انداز میں موقف پیش کرنے کے بعد ہندوستان کے مسلمانوں کو دوٹوک الفاظ میں وارننگ دیتے ہیں۔

''اس موقع پر ایک بات نہایت صفائی کے ساتھ کہہ دینا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس قسم کی دعوت کا جیسی ہماری یہ دعوت ہے کسی مسلمان قوم کے اندر اٹھنا اس کو ایک بڑی آزمائش میں ڈال دیتا ہے جب تک حق کے بعض منتشر اجزاء باطل کی آمیزش کے ساتھ سامنے آتے رہیں ایک مسلمان قوم کے لیے ان کو قبول نہ کرنے اور ان کا ساتھ نہ دینے کا ایک معقول

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سبب موجود رہتا ہے اور اس کا عذر مقبول ہوتا رہتا ہے مگر جب پورا حق بالکل بے نقاب ہو کر اپنی خالص صورت میں سامنے رکھ دیا جائے اور اس کی طرف اسلام کا دعویٰ رکھنے والی قوم کو دعوت دی جائے تو اس کے لیے ناگزیر ہو جاتا ہے کہ یا تو اس کا ساتھ دے اور اس خدمت کو سرانجام دینے کے لیے اُٹھ کھڑی ہو جو امت مسلمہ کی پیدائش کی اصل غرض ہے یا پھر اس کو ردّ کر کے ویسی پوزیشن اختیار کرے جو اس سے پہلے یہودی قوم اختیار کر چکی ہے ایسی صورت میں ان دو راہوں کے سوا کسی تیسری راہ کی گنجائش اس قوم کے لیے باقی رہتی۔''

(روئیداد جماعت اسلامی، حصہ دوم، ص:۲۴)

مولانا نے عبادت اعلیٰ یعنی حکومت الٰہیہ کا قیام بذریعہ بالغ رائے دہی کا طریقہ اپنایا اور مذہبی فرقہ پرستی کے خاتمہ کے لیے مزاج شناس رسول بن کر مسلک اعتدال پیش کیا۔ اس قسم کے نظریات تاریخ اسلام میں کسی نے پیش نہیں کیے اس لحاظ سے وہ یقیناً پہلے مجدد کامل ہیں۔ شاید یہی وجہ ہو کہ میاں طفیل نے اسلامی جمہوری سپرٹ پیدا کرنے والی تحریروں سے متاثر ہو کر انٹرویو میں کہا ہو:

سوال :...... آپ سید مودودی سے کس طرح متاثر ہوئے؟

جواب :......''۱۹۳۹ء کی بات ہے اس وقت کپورتھلہ میں وکالت کرتا تھا۔ ایک دن ہمارے گاؤں کے مستری محمد صدیق اور چوہدری عبدالرحمٰن میرے پاس آئے انہوں نے مجھے ترجمان القرآن رسالے کی ایک کاپی دی اس میں مضمون تھا ''راہ رو پشت بہ منزل'' سچی بات تو یہ ہے کہ اس مضمون نے مجھے بہت متاثر کیا اس کے بعد سید مودودی کی دوسری تحریروں کو پڑھنے کا شوق پیدا ہوا میرے نزدیک حضرت محمد ﷺ کے بعد اگر کسی شخص نے دین کو ٹھیک اسی صورت میں پیش کیا ہے تو سید مودودی ہیں۔''

(۱۰ جولائی روزنامہ خبریں لاہور ۱۹۹۵ء)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین محروم کیوں رہے؟

سید مودودی نے جمہوریت کو اسلامی ثابت کرنے کے لیے ''خلافت و ملوکیت'' کتاب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریر کی، وہ لکھتے ہیں:

''اس طرح جو لوگ اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں اُن کے سامنے واقعات کا یہ نقشہ آتا ہے کہ ۳۳۔۳۴ھ تک خلافت راشدہ اسلامی حکومت کی بہترین خصوصیات کے ساتھ چل رہی ہے پھر اس پر زوال آنا شروع ہوتا ہے یہاں تک کہ ۶۰ھ تک پہنچتے پہنچتے وہ ساری خصوصیات ختم ہو جاتی ہیں اور ان کی جگہ دنیوی حکومت کی امتیازی خصوصیات نمایاں ہو جاتی ہیں۔'' (خلافت وملوکیت، ص:۳۰۱)

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی راہنمائی کے لیے خاتم النبیین ﷺ پر آخری ضابطہ حیات نازل کیا۔ آپ کی حیات طیبہ اس کی جامع واکمل تفسیر ہے۔ آپ کی تعلیم وتزکیہ سے فیض پانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان اس قدر پختہ تھا کہ وہ بدر کے میدان میں حملہ آور دشمن کے خلاف نہتے سینہ سپر ہو گئے حتی کہ انہوں نے اپنے خونی رشتوں کی بھی پرواہ نہ کی۔ اللہ نے اُن کو خیر الامت کا لقب دیا اور مغفرت کا سرٹیفکیٹ عنایت کیا۔

چودہ صدیاں بعد کسی مورخ کا یہ کہنا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے بعد نظام خلافت کو صرف ۳۰ سال تک اصل حالت میں قائم رکھ سکے۔ باعث تعجب ہے کہ دائمی نظام خیر الامت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے درہم برہم ہوتا رہا اور وہ خاموش رہ کر تماشا دیکھتے رہے کیا خاتم النبیین ﷺ کے تزکیہ کا اثر فوری زائل ہو گیا؟

صحابہ کرام زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والے نمازیوں کے خلاف صف آراء ہوئے۔ قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کے تنازعہ پر وہ ایک دوسرے سے برسرپیکار ہو گئے۔ باعث تعجب ہے عبادت ادنیٰ کے لیے تو جہاد کرتے رہے لیکن عبادت اعلیٰ کے لیے جہاد کرنے سے محروم کیوں ہو گئے؟

خلافت عثمانیہ کے دور تک تاریخ اسلام میں اچھے بھی حکمران آئے اور برے بھی لیکن نظام حکومت کے بنیادی ڈھانچہ میں تبدیلی نہیں ہوئی۔ اگر کسی حکمران نے دین اسلام میں آمیزش کرنی چاہی تو محدثین عظام اور ائمہ کرام سرعام کوڑے کھا کر حق وصداقت کا پرچم بلند

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا وہ چہرے پر کالک سجا کر گدھے کی سواری پر بیٹھ کر بھی خاتم النبیین ﷺ کا فرمان سنانے سے باز نہ آئے۔

مولانا نے ایک واقعہ تحریر کیا ہے:

''امام یوسف رحمہ اللہ سے ہارون الرشید نے سلطنت کے لیے آئین مرتب کرنے کے لیے کہا انہوں نے اپنی کتاب الخراج میں خلیفہ کا یہ تصور پیش کیا کہ وہ صرف خدا کے سامنے ہی نہیں خلق کے سامنے بھی جواب دہ ہے۔''

تاریخ اسلام میں دعوت وعزیمت کی بیسیوں مثالیں مل سکتی ہیں لیکن یہ ذکر نہیں ملتا کہ کسی محدث، کسی امام یا کسی فقیہ نے بنوامیہ، بنوعباسیہ اور عثمانیہ کے ادوار میں خلافت کو ایک ہی خاندان باپ کے بعد بیٹے کو منتقل کرنے پر صدائے احتجاج بلند نہیں کیا یا محدود مدت ۵ سال بعد دوبارہ بیعت عام لینے کا مطالبہ کیا ہو۔

روح جمہوریت:

مولانا کہتے ہیں کہ ''جمہوریت کی روح کا جہاں تک تعلق ہے یہ یورپ والوں کی چیز نہیں یہ اسلام کی اپنی چیز ہے۔ بدقسمتی سے خلافت راشدہ کے بعد ملوکیت کا دور آ گیا تاہم ہمارے دینی راہنما بادشاہوں کے سامنے جمہوری سپرٹ کا مسلسل مظاہرہ کرتے رہے۔

(مولانا مودودی کے سیاسی افکار از عبدالکریم عابد، ص: ۵۰)

مولانا کے بقول علمائے اسلاف نے نظام حکومت میں جمہوری سپرٹ پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن یہ تاریخی حقیقت ہے کہ وہ کامیابی سے ہم کنار نہ ہو سکے۔ غور طلب پہلو یہ ہے کہ اس سے امت مسلمہ کی نئی نسل میں اپنے اسلاف کے کارہائے نمایاں پر اعتماد پختہ ہوا یا مجروح ہوا۔ بلکہ مستقبل کے لیے مایوسی کے آثار نے جنم لیا۔ وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو سکتے ہیں کہ پندرھویں صدی ہجری کے مسلم سکالروں میں کہاں اہلیت وصلاحیت کہ وہ دوبارہ خلافت کی مردہ روح میں تروتازگی پیدا کر سکیں۔ البتہ اس نظریہ سے اہل مغرب کے مفکرین کو تقویت پہنچتی ہے کہ اسلامی نظام حکومت مخصوص حالات کے لیے تھا کہ وہ اپنی زندگی کے ۳۰ سال

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پورے کر کے ختم ہو چکا ہے۔ اب اسے از سر نو جدید تقاضوں کے مطابق ڈھالنے کی ضرورت ہے۔ چودہ صدیاں تک تو کوئی مجدد کامیابی سے ہمکنار نہ ہوسکا۔ تاہم مولانا نے نظام حکومت میں جمہوری سپرٹ کا مظاہرہ کرنے کے لیے جماعت اسلامی کی بنیاد رکھی

قیام پاکستان کے بعد ''اصلاح'' کا عمل موثر ا ہوا تو نا کامی کیوں؟

متحدہ ہندوستان میں جمہوری نظام کے تحت علیحدہ مسلم ریاست کے قیام کے لیے مسلم لیگ کو مسلمانوں کی نمائندہ جماعت بنانے میں موثر کردار ادا کرنا ضروری تھا لیکن اُس وقت تو مسلم لیگ کے مسلم نیشنلٹی کے نعروں میں غیر اللہ کی حاکمیت کا بت نظر آیا۔ لیکن قیام پاکستان کے بعد ان ہی سیاسی جماعتوں سے انتخابی اتحاد کرنا جائز کیسے ہو گیا؟

تقسیم ہند سے قبل مولانا نے ''مسلم سوسائٹی میں ۹۹۹ فی ہزار کے بگاڑ'' کا تذکرہ کیا۔

(آزادی ہند اور مسلمان، حصہ دوم، ص: ۱۴۰)

حالانکہ شر کے ادارے اس وقت محدود سطح پر تھے لیکن قیام پاکستان کے دس سال بعد انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا تو کہا:

''قرآن وسنت کی بالادستی سے جن لوگوں کو اتفاق نہیں ان تینوں طبقوں کی مجموعی شرح ایک فی ہزار ہے۔'' (تفہیمات، ج:۵، ص:۱۷۲)

جبکہ موجودہ دور میں الیکٹرانک میڈیا کی ایجاد سے دیہی آبادی کے محلوں میں بھی منی سینما گھر بن چکے ہیں۔ اگر جماعت اسلامی کی دعوت کے باوجود معاشرہ میں بگاڑ کا گراف ۹۹۹ فی ہزار سے ایک فی ہزار تک ہو گیا تھا تو پاکستان اسلامی فرنٹ کو ۱۹۹۳ء کے قومی انتخابات میں بری طرح شکست کا سامنا کیوں کرنا پڑا جس کی ''اشتہاری مہم پر اسلامی فرنٹ نے ساڑھے تین کروڑ روپے صرف کیے۔'' (روزنامہ پاکستان، ۱۱ دسمبر ۱۹۹۳ء)

محترم مجیب الرحمٰن شامی نے اپنے کالم ''اسلامی فرنٹ کا مستقبل میں'' اس کا تجزیہ کیا۔

''قاضی صاحب نے جماعت اسلامی کو اسلامی فرنٹ کا لبادہ اوڑھا دیا خیال کیا کہ اس فرنٹ کو وہ ایک بڑی طاقت کے طور پر سامنے لے آئیں گے اس فرنٹ نے وہ سب کچھ کیا جو دوسری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑی جماعتیں کر رہی تھیں۔ بے پناہ وسائل خرچ کیے گئے اخبارات کو اشتہارات سے بھر دیا گیا بہت کچھ ایسا بھی کیا جو نہ پیپلز پارٹی کر پائی نہ مسلم لیگ کو سوجھ سکا۔ پایہ ثقاہت سے گرے ہوئے شخصی ترانے بنائے اور بجائے گئے۔ انتخابات سے ایک دن پہلے چار اردو اخبارات کے صفحہ اوّل کو ایک خصوصی سپلیمنٹ کے لیے حاصل کیا گیا۔ چار رنگی تصویروں کے ساتھ قاضی صاحب کی شخصیت کا مبالغہ آمیز تذکرہ کیا گیا۔ اس پر لاکھوں کا خرچ اٹھا۔ پوری انتخابی مہم نے قاضی صاحب کو اس طرح اٹھایا کہ وہ ایک لیڈر اور قائد کی بجائے کچھ اور نظر آئے ظالمو! قاضی آرہا ہے نے ایک مضحکہ خیز نعرے کی شکل اختیار کر لی۔

لاہور میں میاں نواز شریف کے مخالف امیدوار نے جو دھما چوکڑی مچائی اور جن الفاظ میں ان پر اوران کے خاندان پر حملے کیے اس پر اخلاق اور شرافت نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں ......

جماعت اسلامی ۱۹۷۰ء میں بھی انتخاب ہاری تھی۔ لیکن اس نے اخلاق اور وقار کے ساتھ مہم چلائی تھی۔ مولانا مودودی کی زبان سے کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہ نکلا تھا جسے پایہ ثقاہت سے گرا ہوا قرار دیا جاسکے۔

اسلامی فرنٹ بنا کر جن نتائج کے حصول کی توقع کی جارہی تھی وہ ایک فی صد بھی پورے نہیں اترے۔ فرنٹ کے انداز اور گفتار سے جماعت اسلامی کا اپنا ووٹر بھی بھاگ گیا۔

(روزنامہ جنگ، ۱۸/اکتوبر ۱۹۹۳ء)

حاصل کلام معاشرہ میں بگاڑ کی اصلاح کرنے والی جماعت نے اپنا وقار بھی مجروح کر دیا۔ اسلامی فرنٹ کی ہائی کمان جمعیت کے کنٹرول میں تھی۔ سید مودودیؒ نے حکومت الٰہیہ قائم کرنے کے لیے کارکنوں کا تزکیہ کیا جبکہ جمعیت کے جیالوں کی ٹریننگ جمہوری طرز پر ہوئی۔

تاریخ اسلام کو سلاطین نے سیاہ کیا یا جمہوری سربراہوں نے؟

خلافت عثمانیہ کے آخری خلیفہ سلطان عبدالمجید ثانی نے انجمن اتحاد وترقی آف ترکی کی جانب سے پندرہ کروڑ برطانوی مہرہ سونا کی پیشکش کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیا اگر تم دنیا بھر کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سونا بھی دو تب بھی سرزمین فلسطین میں یہود کے قومی وطن کی تاسیس پر اتفاق نہ کروں گا۔ اُن لوگوں نے آپ کو خلافت سے معزول کر دیا لیکن انہوں نے خلفائے سلاطین کی تاریخ کو سیاہ نہیں کیا۔

پاکستان میں ماسوائے ابتدائی دور کی مخلص قیادت کے جتنے جمہوری سربراہ آئے انہوں نے مغربی سامراج سے وطن کے منافی ذلت آمیز معاہدے کیے۔ اور رشوت، غبن اور معاہدوں کے عوض کالا دھن انہی کے بنکوں میں جمع کرائے۔ اسلام اور وطن کے کون وفادار ہوئے خلفاء یا جمہوری حکومت کے سربراہان؟

خلافت عثمانی اور مغلیہ خاندان کے آخری ادوار میں بھی اسلامی قانون نافذ تھا۔ سود سے پاک تجارت تھی جبکہ جمہوری دور میں سود کو سینے سے لگا کر مذہب کی کون سی خدمت کی گئی۔

کیا خلافت جمہوری ہے؟

سید مودودی کہتے ہیں:

''خلافت بلاشبہ جمہوری ہونا چاہیے جمہور کی رائے سے ہی حکومت امیر کا انتخاب ہونا چاہیے۔ جمہوری رائے سے اہل شوریٰ منتخب ہونے چاہیے اور جمہور کے مشورہ سے حکومت کے سارے اختلافات چلنے چاہیے۔ عوام کو تنقید واحتساب کا کھلا حق ہونا چاہیے لیکن یہ کچھ اس احساس شعور کے ساتھ ہونا چاہیے کہ ملک خدا کا ہے ہم مالک نہیں بلکہ نائب ہیں وہ اخلاقی اصول قانون احکام اور حدود اٹل ہیں جو خدا نے ہماری زندگی کے لیے مقرر کر دیے ہیں۔''

(مولانا مودودی کے سیاسی افکار، ص: ۵۲)

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ خلفائے راشدین کا انتخاب بالغ رائے دہی کی بنیاد پر نہیں ہوا۔ ان کے نزدیک حضرت عمر کے دور میں مثالی جمہوریت برقرار رہی۔ پہلی بات تو یہ ہے حضرت عمر کو ابوبکر نے نامزد کیا جمہوری نظام کی طرح کسی مخالف امیدوار کا نام نہیں تھا اور نہ کسی کو موقع فراہم کیا گیا۔ البتہ خلفائے راشدین کا تقرر شوریٰ خاص کے اتفاق رائے سے ہوا۔ مسجد نبوی میں بیعت عام ہوئی لیکن مدینہ کے علاوہ دوسرے اہل عرب کے ارباب علم ودانش سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشورہ بھی نہیں کیا گیا۔ حضرت عمر کے دور میں سلطنت وسیع ہوگئی اُن کے طویل دورِ حکومت میں محدود مدت کے بعد دوبارہ بیعت یا انتخاب کا اہتمام نہیں کیا گیا۔ خلفائے راشدین کے دور میں شوریٰ کے ارکان کا انتخاب جمہور کی رائے سے نہیں تقویٰ وصلاحیت کی بنیاد پر ہوا۔ غزوۂ بدر اور خیبر میں حبابؓ بن منذر اور غزوۂ خندق میں رائے دینے والے سلیمانؓ فارسی کو نہ تو جمہور نے منتخب کیا اور نہ ہی اُن کی رائے پر حاضرین کی ووٹنگ ہوئی۔

مولانا مودودی نے خلافت وملوکیت میں نظام خلافت کو جمہوری انداز میں پیش کرتے ہوئے جن جلیل القدر صحابہ کرام کی عظمت کو داغ دار کیا۔ مولانا حافظ صلاح الدین یوسف نے تاریخی وشرعی دلائل و براہین کی روشنی میں ان بدنما داغوں کو اس طرح سنجیدہ انداز میں دھویا کہ اس سے کسی اور صحابی کا کردار مجروح نہیں ہوا۔ اور امت مسلمہ میں پھیلائی گئی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا یہی وجہ ہے کہ حافظ موصوف کی کتاب علمی حلقوں میں مقبول ہوئی۔ وہ تحریر کرتے ہیں:

”آج کل جن چیزوں کو جمہوری حقوق کہا جاتا ہے اسلام نے اُن کو آج کل کے جمہوریت نواز مغرب سے زیادہ بہتر طریقے پر تسلیم کیا ہے لیکن خلفائے راشدین کے انتخاب کی نوعیت بالکل ایسی وضاحت کرنا کہ جس سے یہ مترشح ہو کہ وہ بالکل اسی طرح عوام کی آزادانہ رائے سے برسرِ اقتدار آئے تھے جس طرح آج کل مغربی جمہوری ملکوں میں ہوتا ہے ایک ایسی کوشش ہے جس کو تاریخ سے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ خلافت کو بالکل موجودہ ”جمہوریت“ کے ہم معنی سمجھ لینا مغربی نظریات کی تاثر پذیری کا نتیجہ ہے۔“

(خلافت وملوکیت کی تاریخی وشرعی حیثیت، ص:۹۱)

کیا انتخابی مہم عبادت اعلیٰ کا درجہ رکھتی ہے؟

جمہوریت کے طور طریقوں کو منطقی وعقلی انداز میں اس طرح پیش کیا گیا کہ عوام کے مخصوص طبقہ نے اقتدار کے لیے انتخابی مہم کو عبادت اعلیٰ سمجھ لیا۔ حالانکہ امر بالمعروف ووٹ مانگنا نہیں کلمۃ اللہ کی دعوت ہے۔ نہی عن المنکر حزب مخالف کی غیبت نہیں بگاڑ کی اصلاح ہے۔ نماز ٹریننگ کورس نہیں مومن کی معراج ہے۔ زکوۃ حج تمرینات نہیں اسلام کے بنیادی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارکان ہیں۔ جہاد دھرنوں جلوسوں کا نام نہیں اپنے نفس اور دشمنان دین کے خلاف حتی المقدور عملی جدوجہد ہے۔ اسلام کی روح جمہوریت نہیں تقویٰ ہے۔ انبیائے کرام کی بعثت کا مقصد عقیدۂ توحید کی دعوت ہے اسلامی حکومت کا قیام نہیں۔ تاریخ عالم میں کتنے نبیین، صدیقین اور صالحین ایسے گزرے ہیں جنھوں نے بنی نوع انسان کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرنے کے لیے ان تھک محنت کی چند نفوس پر مشتمل صالح جماعت کی تشکیل تو ضرور ہوئی لیکن وہ اسلامی حکومت قائم نہیں کر سکے۔ ہم کسی صورت انھیں ناکام نہیں کہہ سکتے وہ کامیاب ہو کر دنیا سے رخصت ہوئے۔

اسلام کل ہے سیاست جزو ہے:

اسلام میں تزکیہ نفس کی اہمیت ہے لیکن تصوف اسلام کا نعم البدل نہیں۔ اخلاق وآداب کے جامع اصول وضوابط ہیں لیکن عیسائی مشنریوں سے متاثر ہو کر اسلام کو فلاحی مذہب تک محدود نہیں کر سکتے۔ اسلام میں گردش دولت کا نظام ہے اس بنا پر ہم اسلام کو معاشی مذہب تک مقید نہیں کر سکتے اسی طرح اسلام میں امور حکومت سے متعلق زریں سیاسی احکام موجود ہیں۔ خلفائے راشدین کا نظام حکومت عملی نمونہ ہے۔ اس کے باوجود ہم انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد اسلامی حکومت کا قیام نہیں قرار دے سکتے۔

دین اسلام جامع ضابطہ حیات ہے جو اخلاقی، روحانی، فلاحی، معاشی، معاشرتی، عمرانی، سیاسی وقانونی معاملات میں ہماری راہنمائی کرتا ہے۔ اس بنا پر سیاسی جدوجہد اسلام کا جزو ہے کل نہیں۔

حکومت کی تبدیلی ممکن ہے اسلام کا نفاذ مشکل امر ہے:

جماعت اسلامی نے حکومت الٰہیہ قائم کرنے کے لیے جو جمہوری طریقہ اپنایا ہے اس کو نصف صدی بیت گئی ہے۔ اس دوران آمریت کے دور میں جمہوریت کے فروغ اور جمہوری دور میں شریعت کے نفاذ کے لیے تحریکیں نمودار ہوئیں۔ جماعت نے تنہا یا دوسروں سے مل کر ''گو مارچ'' اور دھرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ جس کے نتیجہ میں سول حکومتیں آئینی مدت سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبل برخواست ہوئیں اور مڈٹرم انتخابات سے حکومتیں تو ضرور تبدیل ہوئیں لیکن صالح قیادت برسر اقتدار نہ آسکی۔

انتخاب میں حصہ لینے سے اصلاحی کام مدھم پڑھ گیا:

انتخابی سیاست میں تقویٰ وصلاحیت کے معیار سے عموماً چشم پوشی کی جاتی ہے۔ امیدوار کے لیے نظر انتخاب اُس پر ٹھہرتی ہے جس کے حلقہ اثر میں ووٹران زیادہ ہوں یا انتخابی مہم کے لیے وافر سرمایہ ہو۔

مولانا مودودی نے ابتدائی دور میں بگڑی سوسائٹی سے منتخب ارکان کو زہریلا مکھن سے تشبیہ دے کر انتخاب میں حصہ نہیں لیا تھا اور وہ اصلاح معاشرے کے لیے ذہنی صلاحیتوں کو صرف کرتے رہے۔

چونکہ انتخابی سیاست میں نیک وبد کے ووٹ کی قدر وقیمت یکساں ہوتی ہے جبکہ کامیابی کے لیے اکثریت ضروری ہے۔ اس بنا پر جب سے جماعت نے انتخاب میں حصہ لینا شروع کیا تو ووٹران کی تعداد میں اضافہ کے لیے مہم تیز ہوگئی اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی رفتار سست پڑ گئی۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے اس سنگین صورت حال کا تجزیہ کیا وہ پیش خدمت ہے:

”رکن کی حیثیت سے جماعت میں شامل ہوتے ہی پہلی بات جو میں نے محسوس کی وہ یہ تھی کہ دینی اور اخلاقی اعتبار سے جماعت پر شدید انحطاط اور اضمحلال طاری ہو چکا ہے اور اس کے متوسلین میں کسی انقلابی تحریک کے بجائے عام سیاسی جماعتوں کے کارکنوں کا سا مزاج پیدا ہوگیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی محسوس ہوا کہ جماعت کی دعوت اور اس کی اپیل کا رخ بھی اب وہ نہیں رہا جو آغاز میں تھا۔ بلکہ اس میں بھی ایک عام سیاسی جماعت کا سا انداز پیدا ہو چکا ہے۔“ (عزم تنظیم، ص: ۲۰)

یہی وجہ ہے کہ ۱۹۵۷ء کے اوائل میں کم وبیش ستر اسی ارکان جماعت سے علیحدہ ہوگئے۔

انتخابی سیاست سے قبل جماعت اسلامی کے کارکن ہر امر میں اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے کا خصوصی اہتمام کرتے تھے۔ اب وہ جذبہ مدھم پڑ گیا ہے۔

عوام کی اندھی خواہشات کی وجہ سے مغرب کی حقیقی جمہوریت کا قیام ناممکن ہے تو اسلامی جمہوریت کیسے ممکن ہے؟

ہم جمہوریت کے پرستار احباب کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ وہ مولانا مودودی مرحوم کی اُن تحریروں کا مطالعہ کریں جو انہوں نے تقسیم ہند سے قبل تحریر کی تھیں۔ آپ پاکستان اور دیگر جمہوری ممالک کے ماضی وحال کا مشاہدہ کریں تو یقیناً آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ جمہوری نظام سے شریعت کا نفاذ ناممکن ہے بلکہ اُس ملک میں اندھی وجابرانہ خواہشات کی حکمرانی قائم ہو جائے گی۔ مولانا مرحوم لکھتے ہیں:

''اللہ کی حاکمیت سے منہ موڑنے والے زیادہ سے زیادہ بہتر نصب العین جو پیش کر سکتے ہیں وہ بیش ازیں نیست کہ دنیا میں مکمل جمہوریت قائم ہو جائے یعنی لوگ اپنی بھلائی کے لیے آپ اپنے حاکم ہوں تجربات شاہد ہیں کہ حقیقی جمہوریت آج تک دنیا میں کبھی قائم نہیں ہو سکی اور عقلی دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا ہونا عملی محال ہے غور طلب سوال یہ ہے کہ ایسی حالت اگر رونما ہو جائے تو کیا اُس فرضی جنت میں انسان خود اپنے نفس کے شیطان یعنی اُس جاہل اور نادان ''خدا'' کی بندگی سے بھی آزاد ہو جائے گا جس کے پاس خدائی کرنے کے لیے علم، حکمت، عدل، راستی کچھ بھی نہیں صرف خواہشات ہی خواہشات ہیں اور وہ اندھی، جابرانہ خواہشات۔'' (تحریک آزادی ہند اور مسلمان، حصہ دوم، ص: ۹۵)

جب مغربی طرز کی حقیقی جمہوریت کا قائم ہونا محال ہے تو اسلامی جمہوریت کیسے ممکن ہے؟ کیونکہ جمہوری سیاست میں کامیابی کے لیے عوام کی اندھی خواہشات کا احترام ملحوظ رکھنا مجبوری بن جاتا ہے۔ مولانا مرحوم نے نسلاً مسلمانوں کو اصلاً مسلمان بنانے کے لیے جو تربیتی مہم شروع کی تھی۔ انتخابی سیاست نے جماعت کی سابقہ مساعی جمیلہ پر پانی پھیر دیا۔

مولانا مودودی مرحوم نے سوشلزم، نیشنلزم، آمیریت وشہنشاہیت کے بتوں کو پاش پاش کرنے میں محنت ~~ومشقت~~ کی جو نہایت بار آور ثابت ہوئی۔ لیکن جمہوری نظام اپنانے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے لبرل ازم سیکولرزم کیپٹل ازم کا من ازم کے وبائی روحانی بیماریوں کے جرثومے امڈ آئے ہیں جنہوں نے دیمک کی طرح اسلامی معاشرہ کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیا۔

سیاست میں تغیر وتبدل معیوب نہیں:

سیاسی پالیسی میں تغیر وتبدل کوئی انہونی مسئلہ نہیں۔ مولانا مودودی مرحوم نے بھی موقف میں تبدیلی اختیار کر لی۔ تحریک پاکستان کے دوران جب مسلم لیگ کی طرف سے مطالبہ پاکستان کو ہندوؤں اور انگریزوں نے تسلیم کر لیا۔ ۱۹۴۶ء کے نتیجہ میں تقسیم ہند کے علاوہ پنجاب بنگال کی تقسیم کے آثار نمایاں نظر آ رہے تھے تو سیّد مودودی مرحوم نے عوامی سطح پر مسلم لیگ کی حمایت اس لیے نہیں کی کہ کہیں دوسری امکانی پوزیشن میں جماعت اسلامی پر اصلاحی کام کے دروازے بند نہ ہو جائیں۔ انہوں نے انٹرویو میں اس موقف کی وضاحت کی:

''مسلم لیگ کے لیڈروں سے پاکستان کے مطالبہ کی حمایت کی لیکن پبلک طور پر ایسا نہ کرنے کی وجہ صرف یہ تھی کہ اگر جماعت بھی کھل کر مسلم لیگ کے ساتھ شامل ہو جاتی اور کسی وجہ سے (اس چون وچرا کی دنیا میں ہر امکانی پوزیشن سامنے رکھنی چاہیے) پاکستان کا قیام عمل میں نہ لایا جا سکتا تو متحدہ ہندوستان میں مسلم لیگ کے ساتھ جماعت اسلامی پر بھی عملی کام کرنے کے دروازے بند ہو جاتے لیکن انہوں نے یا جماعت کے کسی آدمی نے قولاً یا فعلاً کوئی ایسی بات نہیں کی جس سے قائد اعظم اور مسلم لیگ کی پاکستان حاصل کرنے کی مساعی میں ذرہ بھر بھی مزاحمت پیدا ہوئی۔'' (مولانا مودودی کے انٹرویو، حصہ دوم، ص: ۱۹۴)

مولانا مودودی مرحوم کی زیر امارت جماعت اسلامی نے عام مسلمانوں اور نئی نسل میں سیاسی شعور کی بیداری کا عمل جاری رکھا پھر انہوں نے قیامِ پاکستان کے دس سال بعد اپنے موقف میں تبدیل کر کے انتخابات میں حصہ لیا۔

سول جمہوری دور میں بھارتی وزیر اعظم واجپائی لاہور آیا تو جناب قاضی حسین احمد کی زیر امارت جماعت اسلامی نے احتجاجی مظاہرہ کیا پولیس کی لاٹھی چارج سے کارکن زخمی بھی ہوئے۔ جبکہ فوجی جمہوریت کے دور میں وہی واجپائی سارک کانفرنس میں شرکت کے لیے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام آباد آیا وہ تجارتی لین دین، مشترکہ کرنسی کے علاوہ سیاسی یونین بنانے کی تجویز پیش کرتا رہا۔ جماعت کی وہی قیادت مولانا فضل الرحمٰن کے ساتھ بیٹھ کر تقریر سنتے رہے جماعت اسلامی نے متحدہ مجلس عمل سے مل کر کیوں پالیسی تبدیلی کی یہ میرا موضوع نہیں۔ میرے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح جماعت نے پالیسی تبدیل کی اسی طرح وہ اسلامی قانون کے نفاذ کے لیے جمہوری پالیسی سے کنارہ کشی اختیار کریں کیونکہ جمہوری نظام اپنا کر قرآن وسنت کا نفاذ ناممکن ہے۔ آپ کی تشفی کے لیے مولانا مودودی مرحوم کا وہ بیان پیش خدمت ہے جو انہوں نے ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں جماعت اسلامی کے موقف پر تنقیدی مضمون کے جواب میں لکھا تھا۔

''جمہوری نظام میں کوئی گروہ اپنے اصول کے مطابق نظام حکومت کو اس وقت تک ہرگز نہیں چلا سکتا جب تک کہ وہ حکومت کی مشینری پر قابض نہ ہو۔ حکومت کی مشینری پر قابض ہونے کے لیے ضروری ہے کہ مجالس قانون ساز میں اس گروہ کو غالب اکثریت حاصل ہو۔''

متحدہ ہندوستان کی صورت حال پر تبصرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''رہے وہ علاقے جہاں مسلمانوں کو اکثریت حاصل ہے تو اگر بالفرض وہ پاکستان کی صورت میں خود مختار ہو جائیں اور ایک مستقل صاحب حاکمیت اسٹیٹ کی حیثیت بھی اُن کو حاصل ہو جائے تب بھی خالص اسلامی اصولوں پر جو گروہ کام کرنا چاہتا ہو اس کے غالب اکثریت حاصل کرنے کا بحالت موجودہ وہاں بھی کوئی امکان نہیں۔

(تحریک آزادی ہند اور مسلمان، حصہ دوم، ص: ۲۵۰-۲۵۱)

علامہ محمد اقبال نے وسعت نظری کا مظاہرہ کیا:

برصغیر پاک وہند میں انگریزوں کی آمد سے جمہوری نظام متعارف ہوا تو علامہ محمد اقبال نے جمہوریت کے بنیادی عناصر آزادی اخوت اور مساوات سے متاثر ہو کر ۱۹۱۱ء میں سلطنت برطانیہ کو ''محمدن سٹیٹ'' قرار دیا۔ (اردو ڈائجسٹ جنوری ۱۹۸۶ء)

لیکن جب اُن پر جمہوریت کے رنگ ڈھنگ واضح ہوئے تو انہوں نے ہٹ دھرمی کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مظاہرہ نہیں کیا بلکہ جمہوریت پر بھرپور تنقید کی۔ جمہوریت ایک طرز حکومت ہے کہ جس میں
''بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے۔''

علامہ محمد اقبال نے موقف تبدیل کرنے میں کسی قسم کی عار محسوس نہیں کی اور نہ ہی اُن کی عظمت وشہرت میں ذرہ برابر فرق آیا۔

نمائندگی کا اعزاز:

جماعت اسلامی نے اسلامی قانون کے نفاذ کے لیے انتخابی سیاست میں حصہ لیا تو ملک کی دیگر مذہبی جماعتیں جن کی سرگرمیاں تبلیغی واصلاحی پروگراموں تک محدود تھیں انہوں نے بھی اپنے کارکنوں میں سیاسی شعور کی بیداری کا عمل شروع کیا۔ عالم اسلام میں جہاں جہاں سوشلزم، آمریت، شہنشاہیت رائج تھی وہاں جماعت کی جدوجہد سے جمہوری اقدار کو فروغ حاصل ہوا۔ اس طرح جماعت اسلامی کو عالم اسلام میں نمایاں پوزیشن حاصل ہوگئی۔ یہی وجہ ہے کہ اہل مغرب عالمی امن کانفرنسوں میں عالم اسلام کی نمائندگی کے لیے جماعت اسلامی کو دعوت دیتے ہیں۔

جناب عبدالغفار عزیز ڈائریکٹر امور خارجہ جماعت اسلامی پاکستان قطر عالمی کانفرنس کی روئیداد پیش کرتے ہیں:

''واشنگٹن کے ایک فکری مرکز بروکنگز (Brookings) نے قطر میں امریکہ وعالم اسلام فورم کے نام سے ایک ادارہ تشکیل دیا جس کے اخراجات ووسائل قطر کے اور زیادہ تر پروگرام وافکار بروکنگز کے۔

۱۰ سے ۱۲ دسمبر ۲۰۰۳ء تک قطر کے دارالحکومت دوحہ میں اس فورم کی دوسری سرگرمی تھی جس میں امریکہ سے سابق صدر بل کلنٹن سمیت متعدد ذمہ داران، سابق سفراء اور دانش ور موجود تھے اور ایک سو پچاس کے قریب امریکی ومسلم دانشوروں نے شرکت کی لیکن عالم اسلام کی ترجمانی کے لیے علامہ یوسف قرضاوی اور محترم قاضی حسین احمد کو خطاب کی دعوت دی گئی۔

امیر قطر شیخ حمد بن خلیفہ نے افتتاحی کلمات میں امریکہ اور عالم اسلام کے درمیان سنجیدہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذاکرات کی اہمیت وضرورت پر زور دیا۔ اس کے ساتھ اس بات پر بھی زور دیا کہ فلسطین میں اسرائیلی مظالم ختم ہوئے بغیر خطے میں امن وامان ممکن نہیں۔ انہوں نے شام اور لبنان کی سرزمین سے اسرائیلی قبضے کے خاتمے اور عراق میں حقیقی جمہوریت کی بحالی کی ضرورت پر بھی زور دیا۔

افتتاحی خطاب کے بعد سب سے پہلے محترم قاضی حسین احمد کو دعوت خطاب دی گئی۔ انہوں نے اپنے جامع اور مؤثر خطاب میں حالات کی مکمل تصویر کشی، تباہ کن امریکی پالیسیوں اور مطلوبہ اقدامات کا احاطہ کیا۔ ان کے بعد علامہ یوسف قرضاوی نے کفار سے تعلقات کے بارے میں اسلامی تعلیمات کی وضاحت کی۔ بعد ازاں اقوامِ متحدہ میں امریکہ کے سابق سفیر ہوبروک نے خطاب کیا۔ انہوں نے جارحانہ انداز میں کہا کہ مشرق وسطٰی کا مسئلہ بہت گھمبیر ہے اس لیے اس پر زیادہ گفتگو نہ کی جائے ورنہ یہی گفتگو ختم نہ ہوگی لیکن ساتھ ہی درشت الفاظ میں کہا کہ ''ہم کبھی بھی اسرائیل کی مدد سے پیٹھ نہیں پھیریں گے۔'' اسرائیل ایک جمہوری آزاد اور اقوام متحدہ کا رکن ملک ہے ہم اس پر اپنی پالیسیاں ٹھونس نہیں سکتے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اس کانفرنس میں صحت، تعلیم اور غربت جیسے مسائل پر بات کرنی چاہیے۔

تیسرے روز یہی ہولبروگ محترم قاضی حسین احمد کے پاس آئے انہیں ساتھ لے جا کر صدر کلنٹن سے ان کا تعارف کرایا۔ دونوں کے درمیان مختصر جملوں کا تبادلہ ہوا۔ اس طرح یہ کانفرنس امریکہ اور عالم اسلام کے درمیان رابطے اور مذاکرات کی اچھی کوشش ثابت ہوئی۔

(ماخوذ ترجمان القرآن، فروری ۲۰۰۴ء)

علامہ اقبال کے آخری دور اور مولانا مودودی کے پہلے دور کے کلام پر عمل کی ضرورت ہے:

عالم اسلام کی تحریکوں میں سے جماعت اسلامی نہایت منظّم وفعال تنظیم ہے جس کی پچاس سالہ مسلسل جمہوری جدوجہد سے بھی پاکستان میں اسلامی قانون نافذ نہیں ہوسکتا۔ اس بنا پر ہم دردمندانہ استدعا کرتے ہیں کہ وہ جمہوری نظام سے متعلق مولانا مودودی مرحوم کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے موقف سے رجوع کریں اور علامہ محمد اقبال کے آخری دور کے کلام کا مطالعہ کریں تو آپ یقیناً جمہوری نظام کو خیر باد کہنے میں عار محسوس نہ کریں گے۔ کیونکہ اسلام میں مجلس شوریٰ کا ہونا ضروری ہے۔ لیکن بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ارکان کا منتخب ہونے کا تصور نہیں۔ جمہوری نظام میں کثرت رائے معیارِ حق ہے لیکن اسلام میں دلائل و براہین کی بنیاد پر فیصلے ہوتے ہیں۔

اسلام میں سپریم لا قرآن وسنت ہے جبکہ جمہوری نظام میں پارلیمنٹ کی حکمرانی ہے۔ اسلام میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر زور دیا گیا ہے لیکن جمہوریت میں اس سے چشم پوشی کی جاتی ہے۔ انتخابی مہم اقتدار کے لیے سیاسی دوڑ ہے۔ جبکہ اسلام میں اقتدار کی طلب ممنوع ہے۔

خلافت کا حق دار مومن یا مسلمان؟

جمہوری نظام میں جھوٹ، مکر وفریب، شہرت، غیبت اور ریاکاری ہے جبکہ اسلامی سیاست میں حق وصداقت، امانت ودیانت اور للّٰہیت ہے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مغربی طرز کی جماعتوں کی طرح بعض دینی جماعتوں میں سیاسی تسلط کے اعلیٰ مقصد کے حصول کے لیے اسلام کے بنیادی ارکان اور اعمالِ صالحہ کی تلقین کو ثانوی حیثیت حاصل ہوگئی ہے۔

قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ (النور: ۵۵)

"اللہ نے وعدہ کیا ہے تم میں سے (ان لوگوں کے ساتھ) جو ایمان لائیں پھر نیک عمل کریں کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح اس نے ان لوگوں کو بنایا تھا جو ان سے پہلے (گزر چکے) ہیں۔"

آیت مذکورہ کی روشنی میں اہل ایمان کو اقتدار اُس وقت ملتا ہے جب وہ بحیثیت مجموعی ایمان اور اعمالِ صالحہ کے اوصاف کے حامل بن جائیں۔ کیونکہ جن کے دل میں رب کا خوف سما جاتا ہے وہ دنیا کی کسی طاقت سے نہیں ڈرتے جو آخرت کی جواب دہی کی فکر کرتے ہیں وہ کسی پر ناحق ظلم نہیں کرتے۔ جو کندھے سے کندھا ملا کر نماز باجماعت ادا کرتے ہیں وہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

غریبوں کو حقارت کی نظروں سے نہیں دیکھتے جو اپنے مال سے زکوٰۃ دیتے ہیں وہ عہدہ و مرتبہ ملنے پر دوسروں کا حق غصب نہیں کرتے۔ ایسے اوصاف کے حامل افراد مل کر جماعت بن جائیں تو وہ دوسروں کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی دعوت دے کر معاشرہ کی اصلاح کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ جب کوئی حکمران اسلام کے منافی قدم اٹھائے یا وطن کی سلامتی کو داؤ پر لگا دے تو وہ جماعت حصول حکومت کے لیے نہیں رضائے الٰہی کی خاطر جابر مسلمان کے سامنے کلمہ حق کا فریضہ ادا کرتی رہے تو وہ یقیناً قرآنی آیت کا مصداق بن سکتے ہیں۔ اللہ کسی سے وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

راقم نے خلافت کے جامع اصول وضوابط (الاعتصام ۲۱؍۳ فروری ۱۹۹۷ء) میں اصلاحی وروحانی انقلاب برپا کرنے کا لائحہ عمل پیش کیا تھا۔ اس کی تائید میں نامور سکالر کا بیان پیش خدمت ہے:

''جماعت اسلامی بنگلہ دیش کے سابق امیر پروفیسر غلام اعظم نے کہا کہ حکومتوں پر قبضہ کی کوشش کی بجائے صالح افراد تیار کیے جائیں یہ بات انہوں نے لاہور میں مولانا مودودی کی یوم پیدائش کے حوالہ سے منعقدہ ہونے والی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہی پروفیسر غلام اعظم نے کہا کہ دنیا میں چلنے والی تحریکوں کا اوّلین مقصد اقتدار پر قبضہ کرنا ہوتا ہے مگر اسلام دنیا کا واحد دین ہے کہ جو اپنے پیروکاروں کو حکومتوں مملکتوں پر قبضہ کرنے کی بجائے صالح افراد تیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ جب دنیا کے کسی خطہ میں صالح افراد تیار ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ خود ہی دنیا کی حکومتیں ان کی جھولی میں ڈال دیتا ہے۔ مکہ میں رسول اللہ ﷺ نے ۱۰ سال گزارے تھے مگر وہاں نہ تو اسلامی حکومت قائم ہوسکی اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ نے حکومت کے قیام کی بات کی حالانکہ کفار نے ازخود رسول اللہ ﷺ کو حکومت کے قیام کی پیشکش کی تھی۔ اس کے برعکس مدینہ میں پہنچتے ہی اللہ نے مدینہ کی زمامِ اختیار آپ کے ہاتھ میں دے دی تھی اس لیے کہ مدینہ میں صالح افراد پر مشتمل معاشرہ تشکیل پاچکا تھا۔''

(ہفت روزہ غزوہ لاہور ۱۲ تا ۱۹ دسمبر ۲۰۰۳ء)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امت مسلمہ میں صالحین وہ ہوتے ہیں جن کے دل میں رب کا خوف ہو وہ اپنے ظاہری وباطنی کاموں میں اللہ سے اس طرح خوف کھاتے ہیں جس طرح وہ عوام کے سامنے کچھ غلط کہنے یا کرنے سے ڈرتے ہوں وہ اگر مخفی طور پر کسی قسم کی خطا کر بیٹھتے ہیں تو وہ رب کے دربار میں رو رو کر معافی طلب کرتے ہیں۔

منطقی و فلسفی تحریروں تقریروں کا اثر دماغ پر ہوتا ہے جس کی بدولت فکری وسیاسی محاذ پر اسلام کی حقانیت ظاہر کرنے والے لیڈر تو تیار ہوسکتے ہیں لیکن صالحین ومتقین نہیں۔تقویٰ ایسے روحانی کلام وواعظ سے ہوتا ہے جو دل پر جاکر رقت طاری کرے وہ اتباع رسول کا مجسمہ بن کر رب کی رضا کا طلب گار بن جاتے ہیں۔صالحین عبادت کرتے ہیں مگر ریا کاری کے لیے نہیں۔ بھلائی کے کام کرتے ہیں دنیاوی غرض کے لیے نہیں۔عوام کی خدمت اور قوم کی راہنمائی کرتے ہیں مگر ووٹوں کے لیے نہیں۔صالحین کے سامنے مطمح نظر صرف یہ ہوتا ہے کہ رب راضی ہوجائے۔

وہ اپنے نفس کی اصلاح کرتے ہوئے نہی عن المنکر سے غافل نہیں ہوتے اور نہ ہی سیاست کو شجر ممنوعہ سمجھتے ہیں۔کیونکہ سیاست نہ تو نجس چیز ہے جسے چھوکر انسان ناپاک ہوجاتا ہے اور نہ ہی سیاست دین کا اصل مقصد ہے۔جس کی خاطر دین کے بنیادی ارکان کی اہمیت سے چشم پوشی کرلی جائے بلکہ دین کے دوسرے معاشی سماجی، اخلاقی شعبوں کی طرح سیاست بھی ایک شعبہ ہے جس سے کنارہ کشی راہبانیت ہے اور اسے منزل مقصود بنا لینا اہل مغرب کے نظریہ کی تاثر پذیری کا نتیجہ ہے۔

اسلام اکمل ضابطہ حیات ہے:

اسلام چند عقائد وعبادات کے احکام یا قوانین کا نام نہیں وہ تو جامع واکمل دستور حیات ہے جو انسانیت کے ہر گوشہ میں راہنمائی کرتی ہے۔اس کا ہر جز اس کے کل سے پیوست اور اس کے تمام اجزاء باہم مربوط ومنتظم ہیں۔

یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی شخص توحید تو اسلام سے لے لے لیکن عبادت کے لیے دیر وحرم اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کعبہ وکلیسا کو یکساں سمجھے۔ خاتم النّبیین ﷺ کی رسالت پر ایمان تو لے آئے لیکن معاشیات کے قاعدے کارل مارکس سے، اخلاق کے ضابطے گوتم بدھ سے، عمرانیات کے اصول فرائیڈے اور ڈارون سے اور سیاسیات کے قوانین لنکن سے اخذ کرے یا اُن پر اسلام کی ملمع سازی کی سعی کرے۔ جب امام کائنات ﷺ کی آمد سے پہلی آسمانی کتابوں کے ضابطے یکسر منسوخ ہوگئے تو عصر حاضر میں زندگی کے کسی شعبہ کی اصلاح کے لیے خود ساختہ نظریہ یا عوامی مذہب کی اسلام کے ساتھ پیوندکاری کس طرح جائز ہوسکتی ہے۔

خاتم النّبیین ﷺ کی حیات طیبہ جامع کمالات انسانی کا منبع ہے۔ جو ساری کائنات کے انسانوں کے لیے ہر شعبہ زندگی میں معیار اور عمدہ نمونہ ہے۔ جس کو اپنا کر ہم آخرت کی کامیابی اور دنیا میں کھویا ہوا مقام حاصل کرسکتے ہیں۔

اصلاح کے لیے مبلغ کا کمال اور کردار ضروری ہے:

موجودہ دور میں اسلام کی دعوت کے لیے مبلغ میں کون سا کمال ہونا چاہیے۔ حافظ نعیم الحق نعیم مرحوم رقم طراز ہیں:

"علامہ محمد اقبال نے ایک دفعہ کہا تھا کہ قدیم مبلغوں کا وار غیر مسلموں کے دلوں پر ہوتا ہے۔ وہ اپنی للّٰہیت بے نفسی، خوش خلقی اور احسان ومروت کی جادو اثر دواؤں سے دلوں کو گرویدہ کرتے تھے۔ جدید مبلغ کا سارا زور دماغ کی تبدیلی پر صرف ہوتا ہے۔ وہ صداقت اسلام پر ایک دلیل دیتا ہے۔ مقابلہ میں دوسری حجت غیر مسلم پیش کردیتے ہیں۔ اس سے ضد پیدا ہوتی ہے اور ہدایت ختم ہوجاتی ہے۔ (تبلیغی تحریک، ص:۲۴)

لیکن مبلغ کا کمال یہ ہے کہ اس کی تقریر وتحریر ایسے دلائل پر مشتمل ہو جن میں انسان کے دل ودماغ اور جذبات وافکار دونوں کو بیک وقت متاثر کرنے کی صلاحیت ہو کیونکہ بعض اوقات دیکھنے میں آتا ہے کہ وہ تبلیغ جو صرف انسان کے جذبات اور دل کو متاثر کرتی ہے۔ اس کا اثر سامع پر دیر تک نہیں رہتا اور اس طرح صرف عقل وافکار کو متاثر کرنے والی تبلیغ بعض اوقات انسان کو عمل پر آمادہ کرنے سے قاصر رہ جاتی ہے۔ راقم کے خیال کے مطابق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

علامہ اقبال کی شاعری میں بھی کسی حد تک یہ خوبی موجود ہے کہ وہ انسان کے دل اور دماغ دونوں کو متاثر کرتی ہے۔'' (سروق الاعتصام، ۸ مئی ۱۹۹۸ء)

عصر حاضر میں غلبہ اسلام کے لیے علم وعمل کے پیکر مبلغین کی دعوت وفکر وقت کا ناگزیر تقاضا ہے۔

عقل اسلام کے تابع ہے:

دین اسلام فطرت کے عین مطابق ہے۔ ہم اس راز کو سمجھ سکیں یا نہیں اس کے ہر حکم میں بنی نوع انسان کی فلاح وبہبود کے لیے حکمتیں پنہاں ہوتی ہیں۔ لیکن حق کے معیار کی کسوٹی عقل نہیں۔

سیّد الکونین ﷺ نے معراج کا واقعہ بیان فرمایا۔ تو ابوجہل سوچ کر ہکا بکا ہوگیا کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ اُس نے اس قصہ کا تذکرہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کیا جو اس وقت وہاں موجود نہ تھے۔ تو انہوں نے مخبر صادق کا نام نامی سن کر بلا چون وچرا فوراً تصدیق کی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دربار رسالت مآب سے صدیق کا لقب پا کر ہمیشہ کے لیے عقل کو اسلام کے تابع بنا دیا۔

موجودہ دور میں چونکہ اہل مغرب دین ودنیا کے ہر امر کو عقل کی کسوٹی سے پرکھتے ہیں۔ سیّد ابوالاعلیٰ مودودی نے عقلی دلائل وبراہین سے اسلامی عقائد واحکام کی حقانیت کو ثابت کیا ہے۔ اس بنا پر آپ کی تحریریں غیر مسلم فلاسفرز کے لیے نہایت مفید اور حجت ہیں لیکن امت مسلمہ کو ایمان اور اعمالِ صالحہ کی رغبت دلانے کے لیے روحانی تعلیم وتزکیہ کی ضرورت ہے۔

تغیر کے اپنے اصول پر عمل کی ضرورت:

جماعت اسلامی نے قومی انتخابات میں اسلامی فرنٹ کے نام سے شرکت کی تو اسلامی فرنٹ کے جیالوں نے انتخابی مہم کے دوران جدیدیت کے اظہار کے لیے عوامی طور طریقے اختیار کیے تو جماعت اسلامی کے بنیادی کارکنوں نے محسوس کیا انہوں نے فکر مودودی کے پرچار کے لیے علیحدہ تنظیم قائم کی تو محترم قاضی حسین احمد نے اپنے موقف کی تائید میں جماعتی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاریخی پس منظر پیش کیا۔

''ہم طریق کار میں قرآن وسنت کی ہدایات کے پابند ہیں اُن کی فہم وتعبیر میں انسانوں اور مختلف زمانوں میں اختلاف وتبدیلی کا عمل جاری رہا ہے۔ یہی معاملہ ہمارے ساتھ پیش آتا رہا ہے۔ مثلاً تاسیس جماعت کے وقت ہم نے یہ تعبیر اختیار کی کہ علم وکتاب وسنت اور حکمت عملی دونوں کا اقتضا یہی ہے کہ امیر کا انتخاب کسی مدت کے ساتھ مقید نہ ہو۔ (روداد اوّل، ص: ۳۰)

بعد میں ہم نے اپنے دستور میں امیر کے انتخاب کو پانچ سال کی مدت کے ساتھ مقید کیا۔'' آمریت سے نجات پانے کی ضرورت کے لیے محترمہ فاطمہ جناح کی حمایت کا فیصلہ کیا گیا عوامی جدوجہد کے میدان میں آئے تو ریزولیشن بھی پاس ہوئے جلوس بھی نکلے، زندہ باد ورسیدی سیدی، مرشدی مرشدی کے نعرے بھی لگے۔ جھنڈے بھی بنے ہار بھی پہنائے گئے۔ استقبالیے بھی دیئے گئے۔ تھیلیاں بھی پیش کی گئیں، غلاف کعبہ کا گشت بھی ہوا اور بالآخر یوم شوکت اسلام بھی منایا گیا اور یہ سب کچھ مولانا مودودی رحمہ اللہ کی زیر قیادت ہوا حالانکہ خود اُن کی یہ تحریر موجود تھی کہ ریزولیشن جلوس، نعرے وغیرہ اس تحریک کے لیے سم قاتل کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن وہ فقیہ تھے لکیر کے فقیر نہ تھے۔

(جماعت اسلامی کے کام میں ثبات وتغیر کے اصول، ص: ۱۲ تا ۱۴، اکتوبر ۱۹۹۱ء)

کتاب وسنت اور خلفائے راشدین کے طرز عمل کو دلیل بنا کر جدید دور کے مسائل کا حل تلاش کرنا سلفیت ہے۔ جبکہ پیش آمدہ مسائل کے حل کے لیے کسی ایک امام وفقیہ کی آراء پر انحصار تقلید ہے لیکن جدید دور کے امور کو شرعی لبادہ پہنانے کے لیے اسلامی تاریخ سے جواز تلاش کرنا سراسر جدیدیت ہے۔

محترم قاضی حسین احمد نے مولانا مودودی کے نظریات میں تغیر وتبدل کی مثالیں دے کر فکر مودودی کے پرستاروں کو تو شاید مطمئن کر لیا لیکن دیگر مسلمانوں کے لیے مولانا مودودی کا ارتقائی سفر قطعاً شرعی حجت نہیں بن سکتا۔

جماعت اسلامی ابتدائی دور میں کارکنوں کا اس طرح تعلیم وتزکیہ کا اہتمام کرتی تھی۔ وہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زندگی کے کسی شعبہ سے تعلق رکھتے تھے یا نو وارد ہوتے انہوں نے اسلامی اصولوں کا احترام کیا اور شرعی ضابطوں پر عمل کر کے جماعت کا وقار بلند کیا۔ اُس دور میں جو افسر دیانتدار ہوتا رشوت یا سفارش پر ناجائز کام نہ کرتا اس کے بارے عوام میں یہ تاثر پایا جاتا کہ فلاں اہلکار کا تعلق جماعت اسلامی سے ہے۔ تاہم اُس دور میں جماعت کی افرادی قوت میں خاطر خواہ اضافہ نہ ہوا۔

جب جماعت اسلامی انتخابی میدان میں شریک ہوئی تو جماعت نے کسان، مزدور، تعلیمی اداروں، اساتذہ اور دیگر ملازمین کے حقوق کی بحالی کے لیے یونین قائم کرنے کا اہتمام کیا اور جماعتی کارکنوں نے سماجی ورفاہی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تو اس کاوش کے نتیجہ میں جماعت کے ووٹ میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔لیکن کارکنوں میں تزکیہ کا معیار پہلے کی نسبت گر گیا۔ سیاسی جماعت کے روایتی سپورٹران اور جماعت کے کارکنوں میں امتیازی فرق مٹ گیا۔

۱۹۷۰ء کے انتخابی نتائج سامنے آنے پر مولانا مودودی کی رائے میں تبدیلی آ گئی۔ محترم مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی ''پاکستان میں اسلامی نظام کی جدوجہد'' میں اس کی وضاحت کرتے ہیں۔

''خوشی کی بات ہے کہ بالآخر (اگرچہ ذرا بعد از وقت) مولانا مودودی کو بھی احساس ہوگیا کہ وہ سراب کے پیچھے دوڑتے اور لوگوں کو دوڑاتے رہے۔ اور اب اُن کا فرض ہے کہ اس کا اظہار کر دیں اس قابل تحسین واقعہ سے ہم باہر کے لوگوں کو واقف کرانے کی نیکی مولانا کے ایک زمانہ کے پیرو جناب ارشاد احمد حقانی کے قلم سے انجام پائی۔ یہ موصوف کے ایک قسط وار کالم کا حصہ تھا جو کیم تا ۵ نومبر ۲۰۰۰ء روزنامہ جنگ میں شائع ہوا۔ مولانا نے اس کے مطابق اپنی جماعت کی شوریٰ میں اس مضمون کی ایک قرار داد پاس کرانی چاہی تھی کہ ہم پاکستان بننے کے بعد سے ایک غلط راستہ پر چلتے رہے اب ضرورت ہے کہ اپنی صحیح راہ پر واپس جائیں مگر یہ وہ وقت (۷۲) تھا کہ مولانا کے قویٰ جواب دے رہے تھے وہ امارت بھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھوڑ چکے تھے۔ ۱۹۵۷ء کا ماچھی گوٹھ والا رول اب وہ ادا نہیں کر سکتے تھے۔ رفقاء حامی نہ ہوئے اور بے بس ہو کر رہ گئے۔ اللہ مغفرت فرمائے۔''

(ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ، جون ۲۰۰۶ء، ص: ۱۷)

محترم ڈاکٹر اسرار احمد مذکورہ واقعہ ایک اور حوالہ سے اپنے مقالہ ''مولانا مودودی اور تحریک اقامت دین'' میں نقل کرتے ہیں:

''میرے علم میں بوساطت مولانا وصی مظہر ندوی مرحوم جو جماعت کی مرکزی شوریٰ کے رکن تھے یہ اطلاع آئی کہ ۱۹۷۰ء کے انتخابی نتائج سامنے آنے پر مولانا کی رائے تبدیل ہوگئی اور انہوں نے شوریٰ میں شرکت کر کے وہاں اپنا یہ خیال پیش کیا: ''میری رائے میں پاکستان میں انتخابی عمل میں شرکت کے ذریعے اسلامی نظام کا قیام ممکن نہیں ہے اور ہمیں دوسرا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ جس پر شوریٰ کے اراکین نے مولانا کی رائے کی مخالفت کی۔ دوسرے سفر امریکہ کے موقع پر بفلو میں ڈاکٹر احمد فاروق سے ملاقات ہوئی انہوں نے مولانا ندوی مرحوم کی روایت کی بھی پوری توثیق حاصل ہوگئی۔'' (روزنامہ نوائے وقت، ۰۷۔۱۱۔۰۳)

اسلام کی حقانیت پر صدق دل سے یقین رکھنے والوں کے ہاتھ میں زمام اقتدار نہ آجائے تو اُس وقت تک کسی ریاست میں نفاذِ اسلام ناممکن ہے۔ اس نظریہ کی بنیاد پر جماعت اسلامی نے پاکستان کے قومی انتخابات میں بھرپور حصہ لیتی رہی۔ دائیں بازو کی جماعتوں سے انتخابی اتحاد بھی کیا۔ بائیں بازو کی جماعتوں سے صوبائی سطح پر سیٹ ایڈجسٹمنٹ کی۔ سولو فلائٹ کر کے بھی زور آزمایا۔ گنتی کی چند سیٹوں سے زائد حاصل نہ کر سکی۔ ۲۰۰۲ء کے قومی الیکشن میں اینٹی امریکہ کی بنا پر ایم ایم اے کو توقع سے بڑھ کر پارلیمنٹ کو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ اس کے باوجود احکام الٰہی کے اجراء کی آئینی جدوجہد کامیاب نہ ہو سکی بلکہ سترھویں آئینی ترمیم میں ساتھ دے کر متحدہ مجلس عمل کا عوام میں وقار مجروح ہوا اور جدیدیت کے اثرات مسلم سیاست، معیشت اور معاشرت میں سرایت کر گئے۔ نظام تعلیم آغا خان بورڈ کے سپرد ہو گیا۔ انہدام آرڈی نینس بل منظور ہوا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آزادی کی آڑ میں میڈیا نے بے حیائی کا طوفان بدتمیزی برپا کر دیا۔ امریک اثر ورسوخ زائل کرنے کے لیے ایم ایم اے کو ووٹ ملے تھے وہ اس کے سامنے آہنی دیوار حائل نہ کر سکے۔ پارلیمنٹ کی تہائی نشستیں حاصل کرنے کے باوجود آئینی طور پر اسلام نافذ نہ کر سکیں۔ جماعتی ارکان کے اخلاص میں شبہ نہیں دراصل نظام میں خرابی ہے۔ کیونکہ قرآن وحدیث میں واضح امر بالمعروف ونہی عن المنکرات کو بھی آئینی حیثیت دینے کے لیے پارلیمنٹ کی منظوری ضروری ہے۔

توجہ طلب پہلو یہ ہے کہ اگر جمہوری نظام سے ملت اسلامیہ کا اتحاد اور اسلام کا نفاذ ممکن ہوتا تو اہل مغرب خلافت عثمانیہ کو ختم کر کے ڈیموکریٹ سٹیٹ میں تبدیل نہ کرتے اور موجودہ دور میں طالبان کی شرعی حکومت کو بزور قوت خاتمہ کر کے بالغ رائے دہی کی بنیاد پر مجلس قانون ساز کے ارکان کبھی منتخب نہ کرتے۔

جناب قاضی حسین احمد نے جماعت کے دیرینہ رفقاء کے اعتراض کے ازالہ کے لیے مولانا مودودی کی تحریروں سے ثبات وتغیر کے اصول اور مثالیں پیش کی ہیں۔ فکر مودودی کے پیروکاروں سے دردمندانہ استدعا ہے کہ وہ مذکورہ تغیر کے اصول پر عمل کرتے ہوئے مولانا مرحوم کے ۱۹۷۲ء کے فہم وادراک سے رجوع کریں۔ انتخابی طریقہ سے لاتعلقی اختیار کر کے فرد، معاشرہ اور حکومت کی اصلاح پر اپنی منظّم وفعال توانائی صرف کر دیں اور کتاب وسنت کی حکمرانی کے لیے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ امام ابن حنبل اور مجدد الف ثانی کی طرح سیاست میں قوت محاکمہ کا کردار ادا کریں اور اللہ سے نصرت طلب کریں۔ کامیابی آپ کے قدم چومے گی اللہ کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا۔ ☆

☆ پندرہ روزہ المنبر فیصل آباد ۱۰ فروری ۲۰۰۵ء تا ۳۰ مارچ ۲۰۰۵ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخبر صادق ﷺ کی رائے میں بھی حکمت الٰہی تھی

محدثین عظام اور ائمہ کرام نے کتاب وسنت کی اشاعت اور اسلام کے منافی فتنوں کی بیخ کنی کے لیے علمی وعملی میدان میں بے پناہ خدمات سرانجام دیں۔ لیکن کسی امام نے اپنی اطاعت کو واجب قرار نہیں دیا۔ نہ ہی اُس کے پیروکاروں نے اپنے امام کو معصوم عن الخطا کہا۔

انگریز برصغیر پاک وہند پر چھا گئے۔ انہوں نے مغربی فکر وفلسفہ کی پذیرائی کی اور مغربی جمہوریت کو ہندوستان میں رائج کیا۔ مولانا مودودی رحمہ اللہ نے اپنی تحریروں میں مدلل انداز سے آزادی، اخوت ومساوات پر بحث کی اور ثابت کیا کہ سیاسی وقانونی حقوق اور محاسبہ کے قوانین اسلام نے بنی نوع انسان کو سب سے پہلے عطا کیے ہیں۔ مزید برآں مغربی تہذیب وتمدن کے منفی پہلوؤں کا علمی انداز میں تعاقب کیا۔ البتہ سیاسی فلسفہ کی تائید کرتے ہوئے ان سے لغزشیں ضرور ہوئیں۔

مولانا مودودی نے مس فاطمہ جناح اور جنرل محمد ایوب خان کے مابین صدارتی الیکشن کے دوران مس فاطمہ جناح کی حمایت کا اعلان کیا تو مولانا عبدالماجد دریاآبادی اور امین احسن اصلاحی نے بھرپور انداز میں محاسبہ کیا۔ اس موقعے پر مولانا مودودی رحمہ اللہ یا اُن کا عقیدت مند یہ کہہ دیتا کہ اسلام میں مرد کی سربراہی کا اٹل قانون ہے۔ اس وقت ایوب کی آمریت کے مدمقابل مس فاطمہ جناح کی حمایت ایک اضطراری فعل ہے، معاملہ ٹھپ ہوجاتا۔ لیکن ایسا نہ ہوسکا۔ اُن کے ارادت مند عامر عثمانی نے انہونی مثالیں دے کر اپنے پیشوا کی وکالت کی ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ کاش وہ عقیدہ ختم نبوت کی تائید اور قادیانیوں کی کذب بیانی پر عقلی انداز میں بحث کرتے، جو آخرت میں ذریعہ نجات بنتا۔

ادارہ علم وادب حیدرآباد نے عامر عثمانی کی بحث کو ''برہان قاطع'' کے نام سے ۲۰۰۴ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں شائع کیا ہے۔

مولانا اصلاحی نے میثاق میں تحریر کیا:

''رسول اللہ ﷺ پر تو عورت کی امارت کی حرمت کی وحی آئی اور اس حرمت کے سب سے زیادہ زور دار بیان کرنے والے یہی تھے۔'' مولانا عامر عثمانی اس اقتباس کو درج کرنے کے بعد جرح کرتے ہیں:

''ہم خوب مانتے ہیں کہ حضور ﷺ پر قرآن سے ہٹ کر بھی وحی کا نزول ہوتا تھا۔ لیکن اس مسئلے کا مطلب یہ نہیں کہ جس کا جی چاہے حضور ﷺ کے کسی بھی قول کو وحی کا نام دے دے۔ اگر ایسا ہوتا تو کسی بھی کافر کے لیے دعویٰ کرنا بہت آسان ہو جاتا کہ وحی غلط بھی ہوا کرتی ہے۔ کیوں کہ حضور ﷺ نے ایک بار مزارعین کو مشورہ دیا تھا کہ نر اور مادہ کھجوروں کے پیوند لگانے سے کیا حاصل۔ ایسا مت کیا کرو۔ مزارعین نے اس مشورہ کو مانا تھا تو نتیجہ یہ ہوا تھا کہ اس سال فصل بہت خراب رہی تھی۔ اس پر انہوں نے حضور ﷺ سے تذکرہ کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''انتم اعلم باموردنیاکم'' اپنے دنیاوی معاملات میں تم خود زیادہ بہتر جانتے ہو میں تو ایک بشر ہوں۔

اگر دینی معاملات میں کچھ حکم دوں تو اُسے قبول کرلو۔ دنیوی امور میں مشورہ دوں تو تم ماننے یا ماننے کے مختار ہو۔ پھر مزارعین نے حسب سابق پیوند لگانے شروع کر دیئے تھے۔ غزوۂ بدر وخیبر میں صحابی کے مشورہ پر پڑاؤ دوسری جگہ منتقل کرنے کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا ہے ''یہ چند مثالیں ہیں اس بات کی کہ حضور ﷺ کے ہر قول کو وحی کا نام نہیں دیا جاسکتا نہ کسی صحابی، تابعی، امام اور محدث نے دیا۔ مولانا اصلاحی نے حضور ﷺ کے اس فرمان کو جو وحی قرار دیا ہے یہ اللہ اور رسول ﷺ دونوں پر افترا ہے۔'' (برہان قاطع، ص: ۸۵، ۸۶)

ربّ کا قرآن نبی مکرم ﷺ کے بارے اعلان کرتا ہے:

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝﴾ (النجم: ۳، ٤)

''نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں۔ وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔“

یہی بات رسول اللہ ﷺ نے ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے فرمائی کہ میری زبان سے حق کے سوا کوئی بات نہیں نکلتی۔

((اُكْتُبْ فَوَ الَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ مَا يُخْرِجُ مِنْهُ اِلَّا حَقٌّ.))

(ابو داؤد، کتاب العلم: ٣٦٤٨)

”لکھو، اُس خدا کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس منہ سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔“

مفسرین نے آیت مذکورہ کے تحت لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ تو وحی الٰہی کے بغیر لب کشائی ہی نہیں کرتے حتی کہ مزاح اور خوش طبعی کے موقعوں پر بھی آپ ﷺ کی زبان مبارک سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا تھا۔ (سنن ترمذی)

اسی طرح حالت غضب میں آپ ﷺ کو اپنے جذبات پر اتنا کنٹرول تھا کہ آپ ﷺ کی زبان سے کوئی بات خلاف واقعہ نہ نکلتی۔ (ابوداؤد، کتاب العلم، ماخوذ احسن البیان)

امام نووی حدیث تابیر نخلہ کے تحت وضاحت کرتے ہیں:

”علماء نے کہا ہے کہ آپ کی رائے جو اپنی طرف سے ہو معاش کے کاموں میں اور لوگوں کی طرح ہے اور اس میں کوئی نقص نہیں۔ اس لیے آپ کا اکثر وقت آخرت کی اصلاح اور اس کے فکر میں صرف ہوتا ہے۔ پس آپ کو فرصت نہ ہوتی دنیا کے کاموں میں زیادہ غور کرنے کی اور مراد وہی رائے ہے جس میں آپ تصریح کر دیں کہ یہ صرف رائے سے میں نے کہا ہے اور اس مقدمہ میں جو دین کے احکام سے تعلق نہ رکھتا ہو اور باقی جتنے اوامر اور نواہی ہیں خواہ وہ دین سے متعلق ہوں یا دنیا سے ان سب کا اتباع واجب ہے۔“

(صحیح مسلم، شرح نووی، ج:٦، ص:٥٩)

نبی مکرم دینی و دنیوی امور سرانجام دیتے تو اللہ کی وحی آپ ﷺ کی راہ نمائی ونگرانی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتی رہی۔ اگر کسی موقع پر اپنی رائے سے کہا تو اسی موقع پر وضاحت بھی کر دی۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ کا ایک دفعہ دنیوی امور میں رائے کا اظہار کرنا پھر دوسری تجویز پر عمل کرنا بھی وحی الٰہی کے تحت تھا، اس میں بھی حکمت تھی۔

نبی مکرم ﷺ کا پیوند کاری سے منع کرنا اور بعد میں اجازت دینا بھی وحی الٰہی تھا۔ ربّ کریم محمد عربی ﷺ کی زبانِ اطہر سے اجازت نہ دلواتے تو زرعی و صنعتی ترقی کے دور میں جدید آلات مشینری اور مصنوعی بیج کھاد کا استعمال مشکوک پڑ جاتا۔ عصر حاضر کے مسلمان ان کی حلت وحرمت کے بارے گروہوں میں بٹ جاتے۔ ایک بدعت کہتا دوسرا نفی کرتا۔

اس حدیث کی رو سے مسلمانوں کو دنیوی امور میں رخصت حاصل ہوگئی کہ وہ خداداد صلاحیتوں کو اسلاف کے تجربوں کی روشنی میں انسانی فلاح وبہبود کے لیے بہتر انداز میں بروئے کار لائیں۔ البتہ جن امور میں نبی مکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے اُن سے اجتناب ضروری ہے۔ اگر پیوند کاری سے منع نہ کرتے تو اجازت کیسے ملتی، یہی حکمت ہے۔

ہمارے وہ مسلمان بھائی جو نادانی کی وجہ سے دینی امور میں اضافہ کر لیتے ہیں یا ثواب کی نیت سے نیا فعل جاری کرتے ہیں۔ اُن سے کوئی صاحب اس نئے فعل کی رسولِ مکرم ﷺ سے سند طلب کرتا ہے تو اُن کا فوراً جواب یہ ہوتا ہے کہ تم تیز رفتار ذرائع استعمال کیوں کرتے ہو۔ کیا یہ سنت سے ثابت ہیں۔ دنیوی امور میں اجازت نامہ کے لیے یہی حدیث منہ توڑ جواب ہے۔

بدر و خیبر میں پڑاؤ تبدیل کرنے میں کئی حکمتیں ہیں۔

① ...... باہمی مشورے سے جنگی حکمت عملی کا معاملہ طے کیا جائے۔ جس سے دشمنوں کا بھاری نقصان ہو اور مسلمانوں کا کم۔

مذکورہ احادیث سے اجازت نہ ملتی تو مسلمان دشمن کے مقابلے کے لیے تیر وتلوار کی سنت پر اکتفا کرتے۔ مزید جدید ہتھیار تیار کرنے سے پس وپیش کرتے۔

دلائل قاطع کی تحریریں اس امر کی نشان دہی کرتی ہیں کہ جمہوریت کی گاڑی پر سوار ہو کر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کی منزل تک رسائی ممکن ہے۔ چوں کہ آپ نے بدر وخیبر کی احادیث کا حوالہ دے کر ثابت کیا کہ ہمہ وقت آپ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ وحی نہ ہوتے تھے۔

لیکن ان احادیث میں اس پہلو پر آپ نے غور کیوں نہیں کیا کہ سرورِ کائنات ﷺ کے صرف ایک صحابی حباب رضی اللہ عنہ بن منذر کی رائے پر عمل کرنے کو بہتر سمجھا، کیا جمہوری اصول کی نفی نہیں؟ جمہوری نظام میں کثرت رائے کی بنیاد پر فیصلے ہوتے ہیں لیکن اسلام میں کثرت وقلت معیار حق نہیں بلکہ دلائل وبراہین کی بنیاد پر فیصلے صادر کیے جاتے ہیں۔

جناب عامر عثمانی صاحب فوت ہوگئے اللہ اُن کی جسارت کو معاف فرمائے۔ وہ احباب جنھوں نے اُن کے عقلی بحث مباحثہ کو ''برہان قاطع'' کے نام سے اب شائع کیا ہے اُن کو دعوت فکر ہے۔

عورت کی سربراہی کی مخالفت وحی نہ تھی بلکہ آپ کی رائے تھی۔ متحدہ مجلس عمل کے ارکان نے اسی نظریہ کو اپنا کر اپنی بہو بیٹیوں کو پارلیمنٹ ہاؤس میں پہنچانے کو معیوب نہ سمجھا۔ مجلس شعبہ خواتین نے حکومت کے خلاف سڑکوں پر نکل کر احتجاجی مظاہرہ بھی کیا۔

غور طلب پہلو یہ ہے کہ انھی عورتوں کو محرموں کے ساتھ آکر مردوں سے علیحدہ جمعہ نماز پڑھنے پر کیوں پابندی ہے؟

شریعت محمدی کی رو سے جس طرح عورت اذان نہیں دے سکتی، خطبہ جمعہ نہیں پڑھ سکتی، اپنی بیٹی کے نکاح کے وقت ولی نہیں سکتی، اسی طرح ملک کی سربراہ نہیں بن سکتی۔ قرآن وحدیث کی من مانی تعبیر اسلام کی خدمت نہیں۔ تاہم جدیدیت کو اسلام کے لبادہ میں پیش کرنے کی جسارت ہے۔ ☆

☆ ہفت روزہ ''الاعتصام'' ۱۵ تا ۲۱ جنوری ۲۰۱۰ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وحدت الوجود کی تردید میں

جامع بخاری کی ایک حدیث کا انکار

قرونِ اولیٰ میں محدثین عظام کتاب وسنت اور خلفائے راشدین کے طرز عمل کو مدنظر رکھ کر پیش آمدہ مسائل استنباط کرتے تھے۔ اگر کسی موقع پر اختلاف رونما ہوتا تو وہ اللہ اور رسول مقبول ﷺ کا فرمان سن کر سر تسلیم خم کر لیتے۔

ماضی میں جب بھی نومسلم عجمی تحریکوں سے متاثر یا مرعوب ہوئے تو ان میں کئی قسم کی فکری اور روحانی بیماریوں نے جنم لیا۔ جب بعض علماء نے شرک کی بیخ کنی کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا لیکن فریق ثانی کے دلائل کا علمی انداز میں جواب دیتے ہوئے بعض احادیث کے وجود سے ہی انکار کر دیا۔ جیسے جاہل لوگ دشمنوں سے انتقام لینے کے لیے میاں بیوی کے درمیان نفاق ابھارنے کا عمل کرواتے ہیں۔ جب بعض اوقات نتائج اُن کی منشا کے مطابق برآمد ہوتے ہیں تو جادوگروں کی دکانیں خوب چمکتی ہیں۔ لوگ اپنی خواہشات کی تکمیل میں اندھے ہو کر اُن کو اپنا پیر ومرشد بنا لیتے ہیں۔ اس موقع پر شرک کی تردید اور توحید کے اثبات کے جوش میں جادو کا سرے سے انکار کرنے کی بجائے علماء کا فرض تھا کہ وہ جادو کے عمل سے محفوظ رہنے اور اس کے اثرات کو زائل کرنے کے مسنون عمل سے آگاہ کرتے جیسا کہ خنزیر نجس العین ہے۔ لیکن اس کے وجود سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح علم نجوم وجادو کا وجود ہے۔ لیکن اس کا کرنا کرانا شریعت میں قطعی طور پر حرام ہے۔

فکر اسلامی کی تشکیل جدید کا ترجمان سہ ماہی ''اسلامائزیشن'' کی اشاعت خاص نمبرا مارچ ۲۰۰۴ء میں شائع ہوئی جس میں عقیدہ توحید کے ممکنہ پہلوؤں کی صریح وضاحت ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب کہ حصہ دوم مطبوعہ جون ۲۰۰۴ء میں وحدت الوجود کا تاریخی پس منظر پیش کیا گیا۔

''ابن عربی کے نزدیک توحید کا ارفع مفہوم یہ ہے کہ کلمے میں غیر اللہ کی تعبیر میں باطل الٰہوں کی نفی نہ کی جائے۔ بلکہ ساری کائنات کے موجود ہونے کی نفی کی جائے اور موجود حقیقی صرف اللہ کو ثابت کیا جائے۔ ابن عربی کی یہ تعبیر قرآن کے سراسر خلاف ہے وہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا واجب الوجود ہونا کائنات کے امکانی وجود کے مقابلے میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو اس وقت بھی تھا جب کہ کائنات پیدا بھی نہیں ہوئی تھی۔''

(اشاعت خاص توحید نمبر۲، ص:۲، مطبوعہ ادارہ اسلامیہ حویلی بہادر شاہ جھنگ)

مؤلف ظفر اقبال خان نے مذکورہ افکار کا شجرہ نسب شنکر اشاریہ اور ارسطو سے ملایا ہے۔ اُن کی علمی کاوش ارباب دانش کے لیے تحقیقی مواد ہے تاہم عام لوگ اس سے خاطر خواہ استفادہ نہیں کر سکتے لیکن چند مقامات پر اُن کے نظریات پڑھ کر دل مجروح ہوا ہے۔ مولف نے ابن عربی کے پیروکاروں پر جو اعتراض عائد کیا ہے۔

''ابن عربی کے جن جن ملحدانہ نظریات پر تکفیر کی گئی۔ بعض علماء نے کافی دفاع کیا ہے۔ اس دفاع کی خاطر انھوں نے نصوصِ صریحہ کی تحریف تو برداشت کر لی لیکن ابن عربی کے الحاد پر انھوں نے آنچ نہ آنے دی۔'' (ص:۱۱)

آہ! مولف وحدت الوجود کی تردید کے جنون میں آکر مذکورہ جرم کے خود مرتکب ہوئے ہیں۔ (وحدت الوجود کا) یہی تصور بخاری کی مشہور حدیث میں ہے کہ بندہ تقرب بالنوافل کی وجہ سے جب ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اللہ فرماتے ہیں:

((كنت سمعه الذى يسمع بى وبصره الذى يبصر به ويده التى يبطش بها .))

''جب یہ بندہ تقرب کے انتہائی مقام پر پہنچ جاتا ہے تو میں اس وقت اس بندے کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور میں اُس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور تھامتا ہے۔''

''بخاری کی یہ خطرناک حدیث جس سے صوفیہ حلولیہ، منصور حلاج کا انا الحق ثابت کرتے رہے اور ابن عربی اس سے مظہر صفات الٰہیہ کا عقیدہ اختراع کر کے اولیاء اور انبیائے کرام علیہم السلام کا کائنات پر تکوینی تصرف ثابت کرتے ہیں جو اہل بدعت استعانت لغیر اللہ کا جواز پیش کرتے ہیں ان کا ماخذ بھی یہی حدیث ہے اس حدیث کا مرکزی راوی خالد بن مخلد ہے جو ایک غالی شیعہ ہے۔'' (سہ ماہی اسلامائزیشن اپریل جون ۲۰۰۴ء ص:۴۹، ۵۰)

علماء حق نے امام بخاری کے تقویٰ وطہارت فکر پر اظہارِ خیال کیا ہے کہ

''امام بخاری رحمہ اللہ جس کسی حدیث کے لکھنے کا ارادہ کرتے تو غسل کر کے دو رکعت نفل ادا کرتے اور اس کے بعد حدیث لکھتے اس طرح سولہ سال کے عرصہ میں اس تالیف لطیف سے فراغت پائی۔''

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ سمیت علمائے امت کا صحیح بخاری شریف کی عظمت وصحت روایات پر اجماع ہے۔

سہ ماہی اسلامائزیشن کے مؤلف نے بخاری شریف کی مذکورہ حدیث میں راوی خالد بن مخلد پر کلام کرتے ہوئے دو ائمہ کرام کے اقوال نقل کیے ہیں لیکن وہ قول درج کیوں نہیں کیا کہ خالد مخلد کو ابوداؤد نے مصدوق کہا ہے۔

محدثین کرام کی قبروں پر رب کی رحمت کا نزول سدا جاری رہے۔ جنھوں نے جامع واکمل انداز میں احادیث کی توضیح کی جو قیامت تک ہر قسم کے فتنوں کے استیصال کے لیے کافی ہے۔

''اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بندہ عین خدا ہو جاتا ہے جیسے معاذ اللہ حلولیہ اور اتحادیہ کا دعویٰ ہے۔ کہاں خدا اور کہاں بندہ بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب بندہ میری عبادت میں غرق ہو جاتا ہے اور مرتبہ فوقیت پر پہنچتا ہے تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس کے حواس ظاہری اور باطنی سب شریعت کے تابع ہو جاتے ہیں۔ وہ ہاتھ، پاؤں، کان آنکھ سے وہی کام لیتا ہے جس میں میری مرضی ہے خلاف شریعت کوئی کام اس سے سرزد نہیں ہوتا۔'' (تیسیر الباری کتاب الرقاق: ۵۰۵)

میٹھا میٹھا ھپ، کڑوا کڑوا تھوہ، کے مصداق مؤلف نے حدیث کا وہ پہلا حصہ بغیر تخریج کے درج کر دیا جس سے قاری کو اپنے موقف پر قائل کرنا ممکن ہوسکتا ہے اور ذہن کو شک وشبہ میں مبتلا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن مؤلف نے مذکورہ حدیث کے ملحقہ حصہ کو درج نہیں کیا جس میں حلولیہ کی نفی کی گئی۔

''وہ اگر مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اس کو دیتا ہوں وہ اگر کسی (دشمن یا شیطان) سے میری پناہ چاہتا ہے تو اس کو محفوظ رکھتا ہوں۔''

حدیث کے ملحقہ فقرے سے حلولیہ اور اتحادیہ کا رد ہو گیا۔ اگر بندہ عین خدا ہو جاتا ہے تو پھر اُسے دعا مانگنے اور پناہ کی کیا ضرورت تھی۔ مؤلف نے عقیدہ حلول کے رد کی خاطر جامع بخاری کی عظمت وصحت کو مشکوک بنانے کی مذموم کوشش کی ہے۔ اتباع رسول کا تقاضا ہے کہ احادیث رسول کو سمجھیں اور عمل کریں اور انسانی خود ساختہ نظریات کی تائید وتردید میں آ کر احدیث پر جرح کرنے سے گریز کریں۔

مؤلف نے ایک جگہ وحدت الوجود کی نفی میں جامع بخاری کی مذکورہ حدیث کی صحت سے انکار کیا جب کہ دوسرے شمارہ میں وحدت الوجود کے نظریہ کی تائید کی۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد باقر خاکوانی کلمہ طیبہ میں لفظ ''الٰہ'' کا عام فہم معنی کے تحت لکھتے ہیں:

الیکشن کے دوران الٰہ کا معنی:

''دور جدید میں سیاسی میدان میں الٰہ کا ایک عام معنی یہ بھی ہے کہ ہم ہر انتخاب کے موقع پر اس امیدوار کو ووٹ دیں جس کے بارے میں یقین ہو کہ وہ نیک ہے، مخلص ہے اور لوگوں کے مسائل حل کرنے میں دلچسپی لیتا ہے۔ سابقہ زمانوں میں انقلاب تلوار یا بندوق کی گولی سے آتا تھا مگر آج کل انقلاب ووٹ کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پرچی سے آتا ہے۔ اس لیے اگر ہم لوگ ووٹ کو استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احکام کو بھول جائیں اور کسی متقی، نیک، پاکباز، دیانت دار شخص کو ووٹ نہ دیں بلکہ برادری کی بات مانیں۔ اپنی ذاتی خواہشات کی اطاعت کریں تو جس شخص نے انتخابات کے دوران اس جذبہ کے تحت ووٹ دیا تو اس نے غیر اسلامی انقلاب یعنی ابوجہل اور ابولہب اور نمرود وفرعون کے نظام کو نافذ کرنے کے لیے اپنی رضامندی ظاہر کی تو یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اس نے ان لوگوں کو اپنا الٰہ مانا اور کلمہ طیبہ میں اللہ تعالیٰ کو الٰہ ماننے کے اقرار سے سیاسی میدان میں روگردانی کی۔'' (سہ ماہی اسلامائزیشن، جنوری، مارچ:۲۰۰۴ء، ص:۱۳۶)

جمہوری نظام میں ریاستی قوانین عوام کی مرضی کے مطابق وضع ہوتے ہیں پاکستان کا آئین اس کی وضاحت کرتا ہے۔

And where as it is the will of the people of Pakistan to establish an order.

عوام قانون سازی کے اختیارات بذریعہ انتخابات اپنے نمائندوں کو سپرد کردیتے ہیں۔ منتخب پارلیمنٹ قانون پاس کرتی ہے اور پہلے سے رائج قوانین میں بھی ردوبدل کرسکتی ہے۔ اسلام میں آئینی وقانونی حاکمیت کا اختیار رب ذوالجلال کے پاس ہی ہے جس میں تغیر وتبدل کرنے کے اختیار کسی اور کو منتقل نہیں ہوتے۔ چاہے وہ کتنا نیک اور متقی کیوں نہ ہو، اور شریعت کا نفاذ عوام یا اُن کے منتخب نمائندوں کی منظوری کا محتاج نہیں ہے بلکہ ہر کلمہ گو مسلمان وحی الٰہی کے احکام (قرآن وسنت) کی اطاعت کرنے کا پابند ہے۔

ابن عربی کے وحدت الوجود کے نظریہ سے سارے باطل الٰہ اللہ کا مظہر بن جاتے ہیں اور اُن میں حاجت روائی ومشکل کشائی کے اختیارات خود بخود سرایت کرجاتے ہیں۔ بعینہٖ جمہوری نظام میں اللہ کے قانون سازی کے اختیارات عوام کو منتقل ہوجاتے ہیں۔ ابن عربی کے نظریہ وحدت الوجود پر اعتقاد کرنا یقیناً شرک ہے تو قانونی طور پر وحدت الوجود کے داعی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظام کی حمایت کرنا جرم کیوں نہیں؟

چوں کہ ابن عربی کے نظریہ وحدت الوجود کا تاریخی پس منظر اور شجرہ نسب تلاش کرنے میں آپ کی علمی تحقیق قابل ستائش ہے اس لیے آپ کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ وہ امریکہ جس نے بمباری کر کے افغانستان کی شرعی حکومت کو ختم کیا اور جمہوری نظام رائج کیا اس میں کون سا راز مخفی ہے؟ تحقیق کریں۔ ★

☆ ہفت روزہ ''الاعتصام'' ۲۶ جنوری تا ۱ فروری ۲۰۰۷ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"برھان قاطع" کا تحقیقی جائزہ

کائنات میں رہبر کامل محمد ﷺ کی ذات مقدس ایسی ہے جن کی زبان سے نکلی ہوئی بات اور کیے ہوئے عمل کو اللہ نے امت مسلمہ کے لیے اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے، کیوں کہ آپ کا ہر قول وفعل وحی الٰہی کے تابع ہے۔

عالم اسلام میں بڑے نامور محدث، فقیہ اور مفکر گزرے ہیں جن کی دینی خدمات کے تذکرے سن کر نگاہیں ادب واحترام سے جھک جاتی ہیں اور زبان سے بے ساختہ رحمہ اللہ نکل آتا ہے۔ اُن کے فتاویٰ اور اجتہادی فیصلے درست ہوسکتے ہیں اور یقیناً ہیں۔ چوں کہ خاتم النبیین ﷺ پر وحی کے نزول کا سلسلہ بند ہوگیا اس لیے اُن میں غلطی کا احتمال ہوسکتا ہے۔ اس بنا پر اُن کی ذاتی رائے اور فقہی اجتہاد شریعت میں حجت نہیں بن سکتا اس لیے دورِ حاضر میں کسی مسلم سکالر کو زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے پیشوا کی اجتہادی رائے کو نبی کریم ﷺ کے فرمان پر ترجیح دے۔

عامر عثمانی نے مولانا مودودی کی الیکشن تقریر کا وہ حصہ نقل کیا جس میں جنرل ایوب خان کے مدمقابل محترمہ فاطمہ جناح کی حمایت کی توجیہ پیش کی گئی۔

"عام حالات میں اصول کے مطابق صدر مرد ہونا چاہیے لیکن اصل چیز جمہوریت کی بحالی ہے اگر ایک طرف کسی امیدوار میں کوئی خامی نہ ہو سوا اس کے کہ وہ عورت ہے۔ دوسری طرف مرد امیدوار میں کوئی خوبی نہ ہو سوا اس کے کہ وہ مرد ہے تو اس صورت میں اس کے سوا کوئی راستہ باقی نہیں رہ جاتا کہ خاتون امیدوار کی حمایت کی جائے یہی وجہ ہے کہ ہم محترمہ فاطمہ جناح کا ساتھ دے رہے ہیں۔" (برہان قاطع، ص:۲۳، مطبوعہ علم وادب حیدرآباد)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالماجد دریا آبادی اور مولانا امین احسن اصلاحی نے مولانا مودودی کی تقریر پر جو تبصرہ کیا عامر عثمانی نے وہ نقل کیا۔

''اصل اور اہم ترین مقصود جمہوریت کی بحالی ہے اقامت دین، حکومت الٰہیہ، خلافت علی منہاج النبوۃ کے بجائے گویا نصب العین جمہوریت قرار دیا گیا۔ محترم ہر عیب سے خالی عملاً معصوم ہیں بجز ایک عیب طبعی اور غیر اختیاری یعنی اپنی نسائیت کے۔ صالحیت، تقریٰ، اتباع سنت کا یہ نیا ماڈل بیسویں صدی میں خوب ہاتھ آ گیا۔'' (برہان قاطع، ص:۲۳)

اس کے بعد مولانا عامر عثمانی مدیر تجلی نے مولانا مودودی کے موقف کے حق میں جہاں متعدد سطحی مثالیں پیش کیں وہاں قرآن وحدیث کی من مانی تعبیریں کیں حتی کہ ایک موقع پر عورت کی حکمرانی سے متعلقہ ممنوعہ فرمان نبوی کو وحی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ لکھتے ہیں:

حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ ''وہ قوم فلاح کو نہیں پہنچ سکتی جس نے عورت کو اپنا حاکم بنا لیا ایسے ہی ہے جیسے یوں کہا جائے کہ وہ قوم فلاح کو نہیں پہنچ سکتی جس نے اپنا حاکم کسی احمق آدمی کو بنا لیا''

گویا جس طرح احمق کی حاکمیت کا بدانجام ہونا ایک امر قطعی ہونے کے باوجود ''وحی'' نہیں ہے بلکہ علم وعقل سے لیا ہوا فیصلہ ہے اسی طرح عورت کی حاکمیت کا بدانجام ہونا امر قطعی ہونے کے باوجود ''وحی'' نہیں ہے بلکہ عورت کی ضعیف العقلی اور طبعی نقص وخامی کے علم اور مطالعے پر اس کی بنیاد ہے جو شخص قطعیت کے ساتھ اسے ''وحی'' قرار دیتا ہے وہ ایک ایسی بات کہتا ہے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں۔'' (برہان قاطع، ص:۸۷)

جمہوریت کی بحالی کے لیے مولانا مودودی نے تو نظریہ ضرورت کے تحت اپنی رائے کا اظہار کیا لیکن حیرت ہے عامر عثمانی پر جس نے اپنے پیشوا کے اجتہادی فیصلے کو حق ثابت کرنے کے لیے کتنی دیدہ دلیری سے کہہ دیا کہ مخبر صادق ﷺ کا فرمان وحی الٰہی نہ تھا بلکہ عقل کی بنیاد پر تھا۔ حالاں کہ نبی کریم ﷺ کسی موقع پر بھی وحی الٰہی کے بغیر لب کشائی نہ کرتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حتی کہ مزاح اور خوش طبعی کے موقعوں پر بھی آپ ﷺ کی زبان مبارک سے حق کے سوا کچھ نہ نکلتا تھا۔ اسی طرح حالت غضب میں بھی آپ ﷺ کو اپنے جذبات پر اتنا کنٹرول تھا کہ آپ ﷺ کی زبان سے کوئی بات خلاف واقع نہ نکلتی جن کے بارے رب ذوالجلال نے واضح طور پر اعلان فرمادیا:

﴿ وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○﴾ (النجم: ۳۔۴)

''اور نہ ہی وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں۔ وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔''

عورت کی امامت کا مسئلہ دنیوی امور مثلاً کھیتی باڑی کی طرح نہ تھا جس کے بارے نبی کریم ﷺ نے غور وفکر کرنے کی امت کو اجازت دے دی ہے بلکہ مسئلہ امامت خالص دین سے متعلقہ ہے جس کی اتباع امت مسلمہ پر فرض قرار دی گئی ہے۔

مخبر صادق محمد ﷺ کی تنبیہ کو عقلی فیصلہ قرار دے کر جی چرانا اور چودھویں صدی کے سکالر کی عقلی رائے کے حق میں مفروضہ تاویلیں پیش کرنا دانش مندی نہیں پرے درجے کی اندھی تقلید ہے۔

جناب عامر عثمانی نے متعدد مثالیں دے کر اس امر کی وضاحت کی ہے کہ مولانا مودودی اقامت دین چاہتے تھے چوں کہ جمہوریت کی بحالی قدر مشترک تھی اس لیے انھوں نے تقریر میں اس کا ذکر کیا۔ مثال دیتے ہیں:

''دہلی جانے والی گاڑی چھ گھنٹے لیٹ ہے جن میں پانچ مسافر ایسے ہیں جنھیں لیٹ پہنچنے پر بڑا خسارہ ہوتا ہے وہ یک جا ہو کر مشورہ کرتے ہیں کہ بروقت پہنچنے کے لیے موٹر کرایہ پر لیں جن میں سے ایک کو تجارتی مسئلہ ہے، دوسرے کو شادی میں شرکت کرنی ہے، کسی کو عدالت پہنچنا ہے۔ ان میں سے دو کا مقصود ایک دوسرے کی بالکل ضد ہو مثلاً ''جیم'' کو ناچ گانے کی ایک میٹنگ میں شریک ہونا ہو اور ''دال'' کو ایک ایسے جلسے کی صدارت کرنی ہو جو ناچ گانے اور فحاشی کی بیخ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کنی کے لیے منعقد کیا جا رہا ہو۔ اس اختلاف کے باوجود فوری سفر پانچوں کے لیے نقطہ اتحاد اور قدر مشترک ہے...... یہ ٹھیک مثال ہے اُس انبوہ کی جس کے آگے مولانا مودودی تقریر کر رہے تھے۔ فاطمہ جناح کی پشت پناہی میں ''جمہوریت کی مانگ کرنے والے ظاہر ہے ریل کے مسافروں کی طرح مختلف مقاصد ومنازل رکھتے ہیں کسی کو عہدوں کی طمع ہے، کسی کو تجارتی منافع کی حرص ہے، کوئی کمیونزم کے لیے کام کرنا چاہتا ہے، کوئی اقامت دین کا شیدائی ہے، وغیرہ ذالک۔

لہٰذا یہ قدرتی بات ہوگی کہ کوئی بھی اپنے خاص مقصد کا ذکر نہ چھیڑے بلکہ زور صرف اس مشترکہ ضرورت پر دیا جاتا رہے جو حصولِ مقاصد کا اہم ترین وسیلہ ہے جس پر سب کو اتفاق ہے۔ اگر مولانا مودودی اسی مشترکہ ضرورت ''جمہوریت'' پر زور دیتے ہیں اور اقامت دین وغیرہ کا ذکر نہیں چھیڑتے تو یہ قدرتی بھی ہے، ہوش مندانہ بھی اور بے غبار بھی۔'' (برہان قاطع، ص: ۳۱۔۳۲)

تبصرہ:

عامر عثمانی نے جمہوریت کو ریل گاڑی کے مسافروں سے تشبیہ دے کر خود تسلیم کر لیا ہے کہ جمہوریت ایسا سیاسی نظام ہے جس میں ہر نیک وبد، ملحد ودین دار اپنے اپنے مقاصد حاصل کر سکتا ہے۔ جمہوری ملک کے حالات وواقعات اس امر کے شاہد ہیں کہ معاشرتی آزادی کی وجہ سے فحاشی وعریانی کو فروغ ملتا ہے۔ معاشی آزادی کی آڑ میں قمار بازی اور سودی کاروبار کرنے والوں کو تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ مساوات کے لبادہ میں عورتیں مردوں کے برابر حقوق کا مطالبہ کرتی ہیں۔ اخوت کے روپ میں وحدت الادیان کی تحریک کو تقویت ملتی ہے۔ عہدوں کی دوڑ میں معاشرہ کے اندر نفرت کے جراثیم اُمڈ آتے ہیں۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ جمہوری ملک میں رائے عامہ کی آزادی ہوتی ہے اس لیے اقامت دین کے لیے کام کرنے والوں کو خوب مواقع میسر ہوتے ہیں۔ لیکن نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام نہیں دے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکتے۔ آپ نماز پڑھنے کی دعوت تو دے سکتے ہیں لیکن بے نماز کو سزا نہیں دلوا سکتے۔ زکوٰۃ ادا کرنے کی تبلیغ تو کر سکتے ہیں لیکن منکرین کے خلاف تادیبی کارروائی نہیں کر سکتے۔ آپ فحاشی کے انسداد کے لیے جمہوری انداز میں جلوس تو نکال سکتے ہیں لیکن اس کاروبار میں ملوث افراد کو لگام نہیں دے سکتے۔

دوسری جگہ عامر عثمانی اظہار خیال کرتے ہیں:

''مولانا مودودی کے بارے میں خیال کرو کہ وہ جماعت اسلامی کی کسی میٹنگ میں تقریر نہیں کر رہے ہیں بلکہ ایک ایسے مجمع میں تقریر فرما رہے ہیں جس کا کوئی ذہنی تعلق ''اقامت دین'' کے کاز سے نہیں۔ یہ ہزاروں لوگ اپنے اپنے الگ مقاصد اور مفادات رکھتے ہیں۔ ان کے لیے اگر کوئی قدر مشترک ہے تو وہ ''جمہوریت'' ہے۔ ایک ایسا نظام سلطنت جس میں وہ اپنے اپنے مقاصد کے لیے خاطر خواہ دوڑ دھوپ کر سکیں اور کالے قوانین کی دیواریں ان کی راہ میں حائل نہ ہوں۔ ان سے خطاب کرتے ہوئے بالکل غیر قدرتی اور یکسر غیر حکیمانہ بات ہوتی اگر مولانا مودودی حکومت اللہ اور اقامت دین کی راگنی الاپنے لگتے بالکل دانش مندانہ بات یہی تھی کہ انھوں نے جمہوریت پر زور دیا۔ اس جمہوریت پر جو اس وقت تمام حاضرین کے لیے نقطہ اتحاد اور تعاون کی قدر مشترک بنی ہوئی تھی۔'' (برہان قاطع، ص:۳۰)

جناب عامر عثمانی کے طویل بحث مباحثہ کا حاصل نتیجہ یہ ہے کہ مولانا مودودی نے دانش مندی کے تحت اقامت دین کی تلقین کرنے کی بجائے جمہوریت کا ذکر کیا لیکن غور طلب پہلو یہ ہے:

کیا جمہوری جدوجہد سے پاکستان میں اسلام کی حکمرانی ممکن ہے؟ امت مسلمہ کا دستور قرآن وسنت ہے۔ جس کا نفاذ اسلامی حکومت کا فرض ہے لیکن اسلامی جمہوریہ پاکستان میں قرآن وسنت کے ہر ایک حکم کا نفاذ پارلیمنٹ کی منظوری کا محتاج ہے۔ یہ طریقہ کار قرآن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وسنت کی دائمی وآفاقی حیثیت سے انکار کے مترادف ہے۔

عوام اپنے نمائندے منتخب کر کے بے دست وپا ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد وہ قرآنِ حکیم کے نفاذ یا اسلام کے منافی قانون کو کالعدم قرار دینے کے لیے پارلیمنٹ میں درخواست نہیں دے سکتے کیوں کہ آئین کی رو سے منتخب نمائندے ہی اسمبلی میں کسی قسم کا بل پیش کر سکتے ہیں۔ اگر چند مخلص ارکان آئین کے ضابطہ کار کے مطابق شرعی بل پیش کر دیں تو اس بحث مباحثہ میں غیر مسلم ارکان بھی حصہ لے سکتے ہیں۔ اگر شرعی قانون پارلیمنٹ میں رائے شماری کے دوران اکثریت کی حمایت نہ کر سکا تو وہ داخل دفتر ہو جائے گا۔

اگر پاس ہو گیا تو دوسرے مرحلہ میں سینٹ میں پیش کیا جائے گا ایوانِ بالا اسے مسترد کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ اگر ایوان مسلم امہ کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے اسے مسترد نہ کرے اور اہل مغرب کو راضی کرنے کے لیے پاس بھی نہ کریں تو پھر اس صورت میں یہ شرعی قانون کا بل پہلے ایوان میں نظر ثانی کے لیے پیش ہو گا۔ خدانخواستہ یہ ایوان اس پر ۹۰ دن کے اندر کارروائی نہ کرے تو یہ بل اپنی موت خود مر جائے گا اگر وہ پاس کرنے پر متفق نہ ہوں تو یہ مسودہ صدر کی منظوری سے دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس میں بحث کے لیے پیش ہو گا وہ کثرت رائے سے شرعی قانون کو پاس کر سکتے ہیں۔

اگر اس گورکھ دھندے سے نکل کر کوئی ایک شرعی حکم آئینی درجہ بھی حاصل کر لے تو پھر کسی موقع پر بھی پارلیمنٹ کی دو تہائی اکثریت اس پاس شدہ قانون کو ختم کرنے یا تبدیل کرنے کا آئینی اختیار رکھتی ہے۔ کیوں کہ ارکانِ پارلیمنٹ حلف نامہ کے تحت کتاب وسنت کی بجائے اسمبلی کے قواعد کے مطابق کارروائی کرنے کے پابند ہیں۔

اہل علم کہہ سکتے ہیں کہ جب آئین پاکستان میں لکھ دیا گیا ہے کہ ''کوئی قانون کتاب وسنت کی تعلیمات کے خلاف نہ بنایا جائے گا'' تو پھر اس شق کو شامل کرنے کے بعد رفتہ رفتہ قرآن وسنت کے احکام آئینی درجہ حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ بالکل درست ہے کہ موجودہ قوانین کو کتاب وسنت کی تعلیمات کے مطابق ڈھالنے کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل قائم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جو سفارشات مرتب کرتی ہے لیکن ارکانِ اسمبلی اس امر کے پابند نہیں کہ وہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو من وعن پاس کریں۔ بات صرف اتنی ہے کہ وہ قانون سازی کرتے وقت ان سفارشات کو مدنظر رکھیں۔ یہی وجہ ہے کہ اب تک اسلامی نظریاتی کونسل نے سفارشات کے انبار لگا دیے لیکن پارلیمنٹ نے اُن کو پاس نہیں کیا۔

مذکورہ حقائق کی روشنی میں یہ کہنا حق بجانب ہے کہ بالغ رائے دہی کی بنیاد پر منتخب پارلیمنٹ اسلامی جمہوری ملک کے تعزیراتی، سیاسی، اقتصادی اور بین الاقوامی قوانین وضع کرنے میں خودمختار ادارہ ہے۔ یہ ادارہ قرآن وسنت کا پابند نہیں بلکہ شرعی احکام کا اعلان اس کا محتاج ہے۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مولانا مودودی واقعی اقامت دین چاہتے تھے تاہم وہ اس کے نفاذ کے لیے جمہوری نظام کو ہی زینہ سمجھتے ہیں۔ پاکستان ودیگر اسلامی جمہوری ممالک کی تاریخ شاہد ہے کہ جمہوری نظام کے گورکھ دھندے میں پڑ کر قرآن وسنت کی حکمرانی قائم کرنا ناممکن ہے۔

اگر جمہوری طریقہ سے اسلام کا نفاذ ممکن ہوتا تو امریکا افغانستان کی شرعی حکومت کا نظام درہم برہم کر کے جمہوری نظام قطعاً نافذ نہ کرتا۔

اس وقت سعودی عرب میں قرآن وسنت کو اتھارٹی حاصل ہے۔ اسی لیے سعودی حکومت پر امریکی دباؤ ہے کہ وہاں بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ارکان پارلیمنٹ منتخب ہوں جو قانون سازی میں خودمختار ہوں۔ چناں چہ کسی صاحب کا اپنے من پسند سکالر کی رائے کو حق ثابت کرنے کے لیے مفروضہ تاویلوں سے قرآن وسنت کی من مانی تعبیر کرنا وحی الٰہی کے مخفی انکار کا دریچہ کھولنے کے مترادف ہے۔ اندھی تقلید پر مبنی تحریروں کو از سرنو مرتب کر کے شائع کرنا غیر دانش مندانہ فعل ہے۔ ☆

☆ ہفت روزہ ''الاعتصام'' ۸ تا ۱۴ دسمبر ۲۰۰۶ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں فیصلے کثرت رائے سے یا اتفاق رائے سے؟

جمہوری نظام میں عوام مقننہ کے ارکان کثرت رائے سے منتخب کرتے ہیں جو ملک کا نظام چلانے کے لیے دستور تشکیل دیتے ہیں اور عوام کے معاملات طے کرنے کے لیے قانون سازی کرتے ہیں۔

مروّجہ جمہوری نظام میں مقنّنہ قانون کو سادہ اکثریت سے منظور کرسکتی ہے جب کہ دستور کو دو تہائی اکثریت سے تبدیل کرنے کی مجاز بھی ہوتی ہے یا عوام براہِ راست ریفرنڈم کے ذریعے قانون، دستور اور قائد ایوان کی تائید یا تردید کرسکتے ہیں۔لیکن اس کے برعکس اسلامی حکومت کے تمام تر فیصلے اور ان کا نفاذ کثرت وقلت کی بنیاد پر نہیں ہوتا بلکہ بحث ومباحثہ، غور وفکر کے بعد اتفاق رائے سے ہوتا ہے۔

جمہوری نظام میں کثرت رائے کو معیارِ حق قرار دینے کے لیے غزوۂ احد سے متعلق مشاورت کی دلیل پیش کی جاتی ہے۔محترم میاں محمد جمیل لکھتے ہیں:

((فَشَاوَرَهُمْ فِيْ أُحُدٍ فِيْ اَنْ يَّقْعُدَ فِي الْمَدِيْنَةِ اَوْ يَخْرُجُ اِلَى الْعَدُوِّ فَاَشَارَ جَمْهُوْرُهُمْ بِالْخُرُوْجِ اِلَيْهِمْ فَخَرَجَ اِلَيْهِمْ......))

(پ: ٤، ابن کثیر)

''غزوۂ احد کے موقع پر آپ ﷺ نے لوگوں سے مشورہ کیا کہ مدینہ میں رہ کر دفاع کیا جائے یا باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے؟ لوگوں کی اکثریت نے باہر نکلنے کا مشورہ دیا۔لہٰذا آپ ﷺ نکلے اور مقام احد پر تشریف لے گئے حالانکہ آپ ﷺ نے اپنا خواب اور اس کی تعبیر بھی بیان کردی تھی۔''

''گو اکثریت کے مشورہ پر عمل کرنے سے ایسا مالی جانی نقصان اٹھانا پڑا جس کی مثال

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی دوسرے غزوہ میں نہیں ملتی لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے زندگی بھر اشارۃً بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مطعون نہیں کیا۔ اتنے بھاری نقصان کے باوجود پھر بھی قرآن پاک نے یہی حکم دیا کہ آپ ﷺ کو اپنے ساتھیوں سے مشورہ ضرور کرنا چاہیے۔ ان کے قصور معاف کردو ان کے حق میں دعائے مغفرت کرو اور دین کے کام میں ان کو بھی شریک مشورہ رکھو پھر جب تمہارا عزم کسی رائے پر مستحکم ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کرو۔ اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اسی کے بھروسے پر کام کرتے ہیں۔''

''اگر غزوۂ احد کے بعد قرآن کا یہ حکم نازل نہ ہوتا تو آج کل کے کئی دانش ور زندگی بھر جمہور اور اکثریت کو کوستے رہتے جب کہ ان حقائق کے ہوتے ہوئے بھی وہ اپنی انا اور ضد پر اڑے ہوئے ہیں اور بدنام زمانہ جمہوریت کے عیوب اور نقائص گنوا کر مسلمانوں میں سے شورائیت کی روح کو نکالنے اور اہل حق کی اکثریت کو ٹھکرانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے۔''

(نظم جماعت کے آداب، ص: ۱۶۷ تا ۱۶۹)

حضرت مولانا عبدالرحمن کیلانی رحمہ اللہ نے غزوۂ احد سے متعلقہ مشاورت پر روشنی ڈالنے کے بعد مندرجہ ذیل نتائج اخذ کیے:

۱: حضور اکرم ﷺ نے ان جوشیلے نوجوانوں کی رائے پر فیصلہ فرمایا جو جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے اور جہاد کی انتہائی آرزو رکھتے تھے تو محض یہ ان کی دل جوئی کی خاطر فیصلہ کیا گیا۔

۲: کل لشکر کی تعداد ایک ہزار تھی جس میں ۳۰۰ عبداللہ بن ابی کے ساتھی بھی حضور ﷺ کے ہم رائے تھے اور وہ بزرگ صحابہ رضی اللہ عنہم جو جنگ بدر میں پچھلے ہی سال شریک ہوئے وہ بھی آپ ﷺ کے ہم رائے تھے ان کی تعداد ۳۰۰ کے لگ بھگ تھی لہٰذا من حیث المجموع ان نوجوانوں کی اکثریت ثابت نہیں ہوتی اور متن میں کثیرا من الناس کے الفاظ آئے ہیں تو اس سے مراد سو یا دوسو بھی ہو سکتے ہیں اتنے لوگوں پر بھی یہی لفظ استعمال ہوگا، ان لوگوں کی تعداد بہر حال ۴۰۰ سے کم ہو سکتی ہے جب کہ مجموعی تعداد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک ہزار تھی۔

۳: اگر یہ فرض کر بھی لیا جائے کہ وہ فی الواقعہ کثرت میں تھے تو انہی لوگوں نے جنگ سے پہلے ہی اپنا ارادہ بدل کر معذرت پیش کی لیکن محمد ﷺ نے اس کثرت کی بات تسلیم نہیں کی۔" (خلافت وجمہوریت، ص: ۱۳۸)

تاریخ میں مذکور ہے:

"امام بیہقی رحمہ اللہ نے احد میں مسلمانوں کی تعداد سات سو بتائی ہے لیکن زہری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ آخر میں ان مسلمانوں کی مجموعی تعداد جو قریش کے مقابلے کے لیے احد میں باقی رہ گئے تھے صرف چار سو تھی۔" واللہ اعلم

(تاریخ ابن کثیر، جلد چہارم، ص: ۴۳۴)

زہری رحمہ اللہ کی روایت کو مدنظر رکھیں تو وہ اکثریت میں نہ تھے۔ دراصل غزوۂ احد کے موقع پر مدینہ سے باہر لڑنے کا فیصلہ کثرت وقلت کی بنیاد پر نہیں ہوا۔ علامہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کے بقول اتفاق رائے سے ہوا۔

"جملہ راویوں کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ مسلمانوں کے متفقہ فیصلے کے بعد مدینے میں محصور رہ کر کفار کو وہاں تک آنے کا موقع ہرگز نہیں دینا چاہتے تھے۔"

(تاریخ ابن کثیر، جلد چہارم، ص: ۴۳۵)

جس کا اظہار آپ ﷺ کی طرف سے اس وقت ہی ہو چکا تھا جب آپ ﷺ نے مسلمانوں سے اپنا خواب بیان فرمایا، انہیں دشمن پر فتح کی بشارت دی تھی جس کی تائید میں مندرجہ بالا ارشاد ربانی بھی پیش کیا جا چکا ہے لیکن آپ ﷺ آخر تک یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ مسلمان اس سلسلہ میں کسی تذبذب کا شکار تو نہیں ہیں چنانچہ جب آپ رحمہ اللہ کو عامۃ المسلمین کے جذبات سے اس سلسلے میں بخوبی آگاہی ہوگئی تو آپ ﷺ نے مدینہ سے روانگی کا حکم دیا۔" (تاریخ ابن کثیر، جلد چہارم، ص: ۴۳۵)

پاکستان میں ایک مکتب فکر کے علماء علیکم بالسواد الاعظم کا ترجمہ "اکثریت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی پیروی'' کرتے ہیں۔ رانا محمد شفیق خان پسروری نے اس حدیث پر محدثین کی جرح نقل کرنے کے بعد متعدد قرآنی آیات کا حوالہ دے کر ثابت کیا ہے کہ اکثریت کی پیروی صحیح نہیں، حاصل بحث کے تحت وہ لکھتے ہیں:

''اس تمام بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اکثریت کی پُرزور مذمت کی ہے (میرے ناقص علم کے مطابق صرف قرآن پاک میں قریباً ۸۴ مقامات پر کثرت کی صراحت کے ساتھ مذمت ہے) کیونکہ بقول باری تعالیٰ کثرت تعداد، فاسقین، مشرکین، جاہلین، معرضین علی الاسلام، بے علموں، ناشکروں، بے عقلوں، مفسدوں اور کافروں وغیرہ کی ہے اور یہ (کثرت) گمان، خواہشات اور ظن کے تابع ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے "اطیعوا اللہ و الرسول" کے ضمن میں کثرت کی اطاعت سے منع فرمایا کہ اللہ کے مقابل کسی کی پیروی نہیں کرنی چاہیے۔ خواہ بڑی سے بڑی جماعت ہی کیوں نہ ہو۔''

(ہفت روزہ اہل حدیث، ج:۳۵،ش:۳)

جمہوری نظام کا دار و مدار اکثریتی فیصلے پر ہوتا ہے۔ اس نظام کی تائید میں موصوف رانا شفیق صاحب نے ''اسلام اور جمہوریت'' کتاب تحریر کی اور دوسری طرف انہوں نے کثرت کی مذمت میں دلائل کے انبار لگا دیئے، چہ معنی دارد......؟

اسلام میں رائے گننے کا نہیں پرکھنے کا معیار ہے:

معترضین سوال کر سکتے ہیں کہ کثرت کی مذمت کے دلائل مشرکین اور فاسقین کے لیے ہیں مسلمانوں کے لیے ہرگز نہیں۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ﴾ (یوسف: ۱۰۶)

''اور نہیں ایمان لائے اکثر ان کے ساتھ اللہ کے مگر اور وہ شریک لانے والے ہیں۔''

اس آیت کی روشنی میں مسلمان سے شرک کا جرم بھی ہوسکتا ہے۔ اسی طرح وہ جاہل،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفسد، منافق، کاذب بھی ہوسکتا ہے۔ کیا ایسے لوگ رائے دینے کے اہل ہیں؟ کیا ان کی رائے صاحب بصیرت، متقی کے برابر ہے؟ وہ ہم مشرب امیدوار کو تو ووٹ دیں گے لیکن شرک وفسق وفجور سے منع کرنے والوں کو ہرگز نہیں دیں گے۔

تاریخ اسلام میں اکثریت کی حکومت کا دعویٰ کس نے کیا؟

تاریخ اسلام کے ابتدائی دور میں کن لوگوں نے دعویٰ کیا کہ اکثریت کو حکومت کرنے کا حق حاصل ہے۔ میاں عبدالرشید نے اپنے کالم نورِ بصیرت میں ''فسادی'' عنوان کے تحت لکھا:

''سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور کے آخری برسوں میں ابن سبا یہودی اور اس کے بعض ساتھیوں نے حکومت کے خلاف بغاوت وفتنہ وفساد کی سازش کی، پہلے یہ لوگ کوفہ کے سابق گورنر حضرت سعید رضی اللہ عنہ بن عاص کے پاس گئے، ان سے مایوس ہوکر وہ لوگ شام میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ امیر معاویہ نے ان سے کہا ''میں نے سنا ہے تم قریش کو مطعون کرتے ہو حالانکہ یہ قریش ہی تھے جنہوں نے تم کو اسلام سے روشناس کرایا اور اقوام عالم میں ممتاز کردیا۔ تم ایسے کاموں کی طرف کیوں مائل ہو جو تمہاری زندگی میں اور تمہاری زندگی کے بعد بھی قوم کے کردار پر برا اثر ڈالتے ہیں۔''

''فسادیوں میں سے صعصہ نامی شخص نے کہا ''آپ نے جو قریش کا ذکر کیا ہے تو کیا سارے عرب میں ان کی اکثریت ہے یا وہ زمانہ جاہلیت میں اکثریت رکھتے تھے؟

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا ''کیا تم سمجھتے ہو کہ تمہاری قلت عقل کے باوجود تمہاری عددی اکثریت قابل اعتناء ہے۔ صعصہ! تو قوم کا خطیب بنتا ہے مگر میں دیکھتا ہوں کہ تجھ میں ذرا عقل نہیں، تو احمقوں کا نمائندہ ہے اور اپنی بات کو حرف آخر سمجھتا ہے، تم لوگ اپنی طرف سے باتیں گھڑتے ہو اور انہیں اللہ کا حکم کہتے ہو۔

تم غیر معروف لوگ ہو جو اللہ تعالیٰ کے راستہ سے پھر گئے ہو، تمہیں اپنی بے کار ضد سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔'' (روزنامہ نوائے وقت، ۲۰ ستمبر ۲۰۰۳ء)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکثریت کی بنیاد پر حکومت طلب کرنے والے، غیر معروف لوگ ہوتے ہیں جو ملک میں فتنہ وفساد تو ضرور برپا کر سکتے ہیں لیکن عدل وانصاف قائم نہیں کر سکتے۔

جمہوری نظام اہل مغرب کی نظر میں:

امریکہ اور برطانیہ جو جمہوری نظام کے چیمپئن ہیں، اس نظام کو رائج کرنے والوں کے ہمدرد اور اس کی مخالفت کرنے والوں کو انسانیت کا مجرم خیال کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یورپ اور امریکہ کے مفکرین ومدبرین بحث ومباحثہ اور غور وفکر کے بعد جمہوریت کے بارے میں کس نتیجہ پر پہنچے ہیں؟ غلام احمد پرویز نے ''قرآن کا سیاسی نظام'' میں تحریر کیا۔

کچھ عرصہ ہوا لندن یونیورسٹی کے پروفیسر الفریڈ کوبن (Alfred Cobbon) نے ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام ہی (The Crisis of civil) ہے۔ وہ اس کتاب میں تہذیب مغرب کے زوال کے اسباب پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ''اہل مغرب کے زوال کا ایک بنیادی سبب ان کا مجوزہ جمہوری نظام بھی ہے۔ جمہوری نظام میں ملک کے نمائندگان کی اکثریت جو قانون بنائے وہ ملک کے تمام افراد کا متفقہ فیصلہ ہی قرار پاتا ہے کیونکہ ایوان قوام کے منتخب نمائندگان پر مشتمل ہوتا ہے اور ہر حال میں حق وصداقت پر مبنی۔ ان مغربی مفکرین کے نزدیک اس نظریہ کی بنیادی کمزوری ہے اور تباہی کا باعث ہے اس ضمن میں پروفیسر (H.L. Menckem) اپنی کتاب "Treatise on right and wrong" میں لکھتا ہے:

> ''اس باب میں مختلف اسالیب حکومت میں سے ناکام ترین جمہوری نظام رہا ہے، جمہوری نظام کے ارباب حَل وعقد خوب جانتے ہیں کہ حکومت کی بنیاد معقولیت پر ہونی چاہیے لیکن اُن کا جذبۂ محرکہ کبھی معقولیت پسندی پر مبنی نہیں ہوتا۔ ان کا کام یہ ہوتا ہے کہ جو عنصر باہر سے زیادہ دباؤ ڈال سکے اس کا ساتھ دیا جائے چنانچہ اس ہتھکنڈے سے وہ ان لوگوں کی وساطت سے جو فی الحقیقت عوام دشمن ہوتے ہیں، ''محدود عرصے تک برسراقتدار رہتے ہیں۔'' (ص:۲۳۴)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اقوامِ متحدہ کی تحقیق:

۱۹۴۷ء میں اقوامِ متحدہ کی ثقافتی مجلس (UNESCO) نے ایک تحقیقاتی کمیٹی اس غرض سے مقرر کی تھی کہ وہ جمہوری انداز حکومت کے متعلق جدید انداز سے چھان بین کرے۔ اس کمیٹی نے دنیا بھر کے مفکرین ومدبرین سے جمہوریت سے متعلق مقالات حاصل کیے اور انہیں کتابی شکل میں شائع کردیا۔ جس کا نام Democracy in a World of Tension ہے۔ کمیٹی نے سب سے پہلے یہ سوال پوچھا تھا کہ ڈیما کریسی کا مفہوم کیا ہے؟ جوابات کی اکثریت میں اعتراف کیا گیا ہے کہ یہ لفظ مہمل ہے، آج تک اس کا مفہوم ہی متعین نہیں ہوسکا۔ بعض نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ ''دور حاضر میں لفظ جمہوریت سے زیادہ مہمل لفظ کوئی اور ہے ہی نہیں۔'' (ص:۴۶۰)

اس کے بعد رپورٹ میں یہ سوال سامنے آتا ہے کہ کیا اکثریت کا فیصلہ ہمیشہ درست ہوتا ہے اور اس کے خلاف احتجاج کرنا جمہوریت کے خلاف ہے؟ اس کے جواب میں کہا گیا ہے:

> ''یہ سمجھنا غلط ہے کہ اکثریت کا فیصلہ غلطی سے پاک ہوتا ہے، وہ غلط بھی ہوسکتا ہے۔ اس لیے اقلیت کو حق حاصل ہے کہ وہ اکثریت کے خلاف ہڑتال اور احتجاج کرے اور اکثریت کے فیصلے کو بدلوا دے۔'' (ص:۵۰۴)

لارڈ سنل (Lord Snell) کے الفاظ ہیں:

> ''حکومتیں انسانوں پر مشتمل ہوں گی اور ہر انسان میں وہ کمزوریاں پائی جائیں گی جو نوعِ انسانی کا خاصہ ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جو لوگ قوانین وضع کرتے اور ملک کی پالیسی تشکیل دیتے ہیں وہ دوسرے لوگوں سے کسی طرح بھی زیادہ شریف یا زیادہ ہوش مند نہیں ہوسکتے۔'' (The wew world: p-17)

(قرآن کا سیاسی نظام، ص:۶ تا ۱۰)

مذکورہ تحریروں میں مغربی مفکرین نے جمہوری نظام سے جنم لینے والی خامیوں کی نشان دہی کی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تہذیبِ مغرب کا اہم ستون جمہوری نظام ہی ہے۔ جب کہ اکثریت کا فیصلہ غلطی سے پاک نہیں ہوتا بلکہ تباہی کا باعث ہوتا ہے۔

حکومت کا فیصلہ معقولیت پر مبنی ہونا چاہیے لیکن جمہوری حکومت میں ایسا نہیں ہوتا۔ دور حاضر میں لفظ جمہوریت سب سے زیادہ مہمل ہے۔ انسانوں کے وضع کردہ قوانین میں کمزوریاں پائی جاتی ہیں۔ تعجب ہے کہ ہمارے دینی راہنما جمہوری نظام کے جواز کے لیے کیوں تاویلیں تلاش کرتے پھرتے ہیں اور کثرت رائے کی بنیاد پر شرعی حکومت قائم کرنے کے خواہاں ہیں۔

غلام احمد پرویز نے تو آمریت کی تائید میں جمہوریت کی تردید کی ہوگی لیکن اسلام میں کسی آمر یا پارلیمنٹ کی بالادستی کا تصور نہیں بلکہ قرآن وسنت کی ویٹو پاور ہے۔ جس کے نفاذ کے لیے ذی شعور متقی مجلس شوریٰ کا ہونا ضروری ہے، جن کا چناؤ بالغ رائے دہی کی بنیاد پر مشکل امر ہے۔ ☆

☆ ہفت روزہ ''الاعتصام'' ۱۳ تا ۱۹/ اگست ۲۰۰۴ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کثرت رائے حقائق کی روشنی میں

ملتِ اسلامیہ اللہ کے نازل کردہ احکام پر عمل پیرا رہی اور دوسروں کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی تلقین کرتی رہی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عزت و وقار سے سرفراز کیا۔ جب روگردانی کرلی تو وہ اقوامِ مغرب کی غلام بن گئی۔ محکومی کے دور میں جمہوری نظام مسلم دنیا میں سرایت کرگیا۔ برصغیر کے نامور مفکرین نے برملا اظہار کیا کہ برطانیہ اس فرض کی تکمیل میں مصروف ہے جسے ہم مسلمان نامساعد حالات کی وجہ سے بجالانے سے قاصر ہوگئے۔ علامہ محمد اقبالؒ ان میں منفرد حیثیت کے حامل تھے جنہوں نے حقائق کے ادراک کے بعد نظریہ تبدیل کرنے میں عار محسوس نہیں کی اور اظہارِ خیال کیا کہ مغربی جمہوریت استعماریت ہی کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر

حیرت ہے اُن مذہبی قائدین پر جنہوں نے حق و باطل کو پرکھنے کے لیے کثرت رائے کو معیارِ حق بنالیا اور جمہوری نظام کو اسلام کی روح ثابت کرنے کے لیے عمر بھر ذہنی صلاحیتوں کو صرف کیا۔ پاکستان کی مذہبی جماعتیں پون صدی تگ و دو کے باوجود پارلیمنٹ میں اکثریت حاصل نہ کرسکیں لیکن پھر بھی اپنے موقف پر قائم ہیں جو غور و فکر کا مقام ہے۔

دنیا کی کل آبادی چھ ارب سے تجاوز کرچکی ہے جن میں مسلمانوں کی تعداد ڈیڑھ ارب سے زائد ہے۔ خالق کائنات کی وحدت و یکتائی سے متعلق کم و بیش ساڑھے چار ارب غیر مسلموں کا نظریہ درست ہے یا ڈیڑھ ارب مسلمانوں کا؟ ڈیڑھ ارب مسلم آبادی میں خواندہ کم اور ناخواندہ زیادہ کیا خواندہ اور ناخواندہ کی رائے برابر ہے؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کسی بھی یونیورسٹی میں زیر تعلیم طلبہ سے تعلیمی کارکردگی کا جائزہ لیں تو آپ کو قرآن فہمی و سیرت شناسی کا ادراک رکھنے والے کم ملیں گے جبکہ اداکار، فنکار اور کھلاڑیوں کا شجرہ نسب و کارکردگی پر عبور رکھنے والے زیادہ ہوں گے۔ شرعی امور پر بحث مباحثہ میں کیا ان کی رائے کو وزن دار قرار دیا جاسکتا ہے؟ شہری محلّہ یا گاؤں کی مسجد میں نمازیوں کی اوسط معلوم کریں اور اس سے ملحقہ آبادی کو شمار کریں، یقیناً بے نماز زیادہ اور نمازی کم ہوں گے۔ حی علی الفلاح کی آواز سن کر لبیک کہنے والوں میں خشیت الٰہی زیادہ ہے یا ٹی وی پر ڈرامہ دیکھنے والوں میں۔

اسلامی علوم وفنون میں ماہرین کی زندگی کا جائزہ لیں تو آپ کو ان میں گفتار کے غازی زیادہ نظر آئیں گے لیکن اخلاقی و مالی معاملات میں کردار کے غازی کم ملیں گے۔

ایمان کی حالت میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کرنے والے مسلمان کو صحابی کہا جاتا ہے، جن کی تعداد تقریباً ایک لاکھ چوالیس ہزار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو مغفرت کے اعزاز سے نوازا لیکن ان میں عشرہ مبشرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام ارفع و اعلیٰ ہے۔ نبی کریم ﷺ خصوصی معاملات میں ان ہی سے مشورہ طلب کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ مجلس شوریٰ نے یکے بعد دیگرے انہیں خلافت کے عہدہ پر فائز کرتی رہی۔ خلفاء راشدین اپنے دور میں دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقابلہ میں بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے کو اہمیت دیتے تھے۔ غور کریں کہ کیا عشرہ مبشرہ یا بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بالغ رائے دہی پر منتخب ہونے پر اعزاز حاصل تھا؟

ملت اسلامیہ کے لیے قرآن حکیم سے بڑھ کر محکم دلیل نہیں۔ اللہ علیم نے واضح انداز میں فرما دیا کہ معاشرہ میں رہنے والوں کی اکثریت نافرمان، ناشکرے، توہم پرست، فاسق، مشرک، فاجر، احمق، جاہل اور بے عقل لوگوں کی ہے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ﴾

(البقرۃ: ۲۴۳)

”بے شک اللہ لوگوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔“

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ﴾ (الروم : ٨)

''ہاں اکثر لوگ یقیناً اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں۔''

﴿وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ﴾ (المائدۃ : ٤٩)

''اور اکثر لوگ نافرمان ہی ہوتے ہیں۔''

﴿وَ مَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَ هُمْ مُّشْرِكُوْنَ﴾ (یوسف : ١٠٦)

''ان میں سے اکثر لوگ باوجود اللہ پر ایمان رکھنے کے بھی مشرک ہی ہیں۔''

﴿وَ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ اَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝﴾ (المائدۃ : ٦٢)

''آپ دیکھیں گے کہ ان میں سے اکثر گناہ کے کاموں کی طرف اور ظلم و زیادتی کی طرف اور مال حرام کھانے کی طرف لپک رہے ہیں، جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ نہایت برے کام ہیں۔''

﴿اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ (المومن : ٥٩)

''قیامت بالیقین اور بے شبہ آنے والی ہے لیکن بہت سے لوگ ایمان نہیں لاتے۔''

﴿يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَ اَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (النحل : ٨٣)

''یہ اللہ کی نعمتیں جانتے پہچانتے ہوئے بھی ان کے منکر ہو رہے ہیں بلکہ ان میں سے اکثر ناشکرے ہیں۔''

﴿بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ (العنکبوت : ٦٣)

''بلکہ ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔''

﴿اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ (الفرقان : ٤٤)

''کیا آپ اسی خیال میں ہیں کہ ان میں سے اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں، وہ تو نرے چوپایوں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے۔''

﴿وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ﴾ (الانعام : ١١١)

''لیکن ان میں زیادہ لوگ جہالت کی باتیں کرتے ہیں۔''

﴿بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ (الانبیاء : ٢٤)

''ان میں سے اکثر لوگ حق کو نہیں جانتے، اسی وجہ سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔''

گمان، نفسانی خواہشات اور من گھڑت نظریات کا نام ہے جبکہ حق سے مراد اللہ کا نازل کردہ دین اور شریعت ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ مَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا يَفْعَلُوْنَo﴾ (یونس : ٣٦)

''اور ان میں سے اکثر لوگ صرف گمان پر چل رہے ہیں۔ یقیناً گمان، حق (کی معرفت) میں کچھ بھی کام نہیں دے سکتا یہ جو کچھ کر رہے ہیں یقیناً اللہ کو سب خبر ہے۔''

ارکانِ پارلیمنٹ حق کو نظر انداز کر کے ذاتی، جماعتی اور علاقائی مفاد کو مدنظر رکھ کر فیصلے کرتے ہیں۔ اللہ نے قرآن میں واضح فرمادیا:

﴿وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَo﴾

(المومنون : ٧١)

''اگر حق ہی ان کی خواہشوں کا پیرو ہو جائے تو زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی ہر چیز درہم برہم ہو جائے، حق تو یہ ہے کہ ہم نے انہیں ان کی نصیحت پہنچا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دی ہے لیکن وہ اپنی نصیحت سے منہ موڑنے والے ہیں۔"

اللہ ذوالجلال نے اپنے حبیب احمد مجتبیٰ ﷺ کو مخاطب کر کے امت محمدیہ کو اکثریت کی پیروی اور قیاس آرائی سے بچنے کی تلقین فرمائی۔

﴿وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾ (الانعام: ۱۱۶)

"(اے محمد ﷺ) اگر آپ زمین میں بسنے والوں کی اکثریت کے کہنے پر چلیں گے تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بہکا دیں گے۔ وہ تو محض ظن کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور صرف قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔"

پارلیمنٹ یا پرائیویٹ تحقیقی ادارے حق یعنی قرآن وسنت کے واضح احکام کے باوجود عوامی رجحانات یا سرکاری ہدایات کے مطابق کثرتِ رائے کی بنیاد پر قانون سازی کرتے ہیں، وہ اسلام کی خدمت نہیں مغرب کی تقلید کا نتیجہ ہے۔

جمہوریت میں رائے دینے والوں کے سروں کو شمار کیا جاتا ہے۔ علامہ محمد اقبالؒ نے خوب کہا ہے۔

جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

جبکہ اسلام میں رائے کو پرکھ کر وزن کیا جاتا ہے۔

روزِ محشر نیکیوں کو گننے سے کہیں زیادہ نیت واخلاص کے ترازو میں تولا جائے گا۔ اس کو سمجھنے کے لیے غور کریں کہ ایک مسلمان سعودی عرب میں مقیم بیٹے کو ملنے کے لیے جاتا ہے اور وہ حج کے فرائض بھی ادا کرتا ہے۔ دوسرا مسلمان اللہ کی رضا کے لیے سفر کی صعوبت برداشت کرتا ہے، کیا دونوں کا درجہ برابر ہے؟ ایک نماز پڑھتا ہے اللہ کی خوشنودی کے لیے، دوسرا دوکانداری چمکانے کے لیے، ایک نمازی خشوع وخضوع سے سجدہ، رکوع کرتا ہے، دوسرا کوے کی طرح ٹھونگیں مارتا ہے۔ کیا دونوں کا درجہ برابر ہے؟ ایک مومن خیرات کرتا ہے، دوسرے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاتھ کو پتہ نہیں چلتا۔ دوسرا مسلمان احسان جتلاتا ہے۔ کیا وہ اجر وثواب میں برابر کے حق دار ہیں؟ ہرگز نہیں؟ روزِ محشر ان نیک اعمال کا وزن زیادہ ہوگا جن میں خشیت الٰہی زیادہ ہوگی، میزان میں انہی کا وزن بھاری ہوگا۔ اسی طرح پیش آمدہ شرعی نوعیت کے قومی مسائل میں جس شخص کی رائے قرآن وسنت کے ترازو میں وزنی ہوگی، اسے ہی فوقیت حاصل ہوگی۔ جبکہ دنیوی امور سے متعلق جس رائے میں اُمت مسلمہ کے مفاد کے امکان زیادہ ہوں گے اس کو ترجیح حاصل ہوگی۔ اسلام میں کثرت وقلت کی بجائے رائے کو وزن کرنے کا تصور ہے جس میں ایک فرد کی رائے کثرت کی رائے پر بھاری بھی ہوسکتی ہے اور ہلکی بھی۔ اللہ ہم کو فہم کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔ ☆

☆ المنبر، دسمبر ۲۰۱۴ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مروجہ انتخابات قمار بازی تو نہیں؟

قمار بازی میں ایک فرد بغیر کسی ذہنی اور جسمانی مشقت کے دولت کا مالک بن جاتا ہے، جب کہ دوسرے حصہ دار محروم ہو جاتے ہیں، مثلاً دس آدمی ایک لاکھ روپے داؤ پر لگاتے ہیں، ایک آدمی کے نام قرعہ نکل آتا ہے، وہی قابض ہو جاتا ہے، باقی اُس سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ اسلام میں قمار بازی حرام ہے۔

جمہوری نظام کے انتخابی حلقے میں چند اُمیدوار حصہ لیتے ہیں، الیکشن آفس میں سیکورٹی فیس جمع کراتے ہیں۔ پارٹی فنڈ میں ٹکٹ کے لیے چندہ جمع کرایا جاتا ہے۔ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر اشتہار بازی ہوتی ہے۔ الیکشن آفس کے لیے قریہ قریہ بستی بستی جگہ کرایہ پر لی جاتی ہے۔ مہمانوں کی تواضع کی جاتی ہے۔ حلقہ سے ووٹ مانگنے کے لیے گاڑیاں کرایہ پر لی جاتی ہیں۔ جلسے منعقد ہوتے ہیں۔ دھواں دھار اور شعلہ بیان تقریریں کی جاتی ہیں۔ مخالفین پر دھاک بٹھانے کے لیے جلوس نکالے جاتے ہیں۔ عوامی اجتماع کے لیے گاڑیوں کا انتظام کیا جاتا ہے۔ الیکشن کے دن پولنگ اسٹیشنوں پر ووٹران کے لیے خورونوش کا انتظام کیا جاتا ہے۔

بلدیاتی انتخابات پر ہزاروں، صوبائی پر لاکھوں اور قومی اسمبلی کی الیکشن مہم پر کروڑوں روپے خرچ ہو جاتے ہیں، ایک اُمیدوار جیت جاتا ہے باقی اُمیدوار بازی ہار جاتے ہیں۔ جو اُمیدوار جیت جاتا ہے اسے لاکھوں کروڑوں کے اخراجات کا غم نہیں رہتا۔ وہ سرکاری مہمان بن جاتا ہے۔ اُس پر مراعات کی بارش ہونے لگتی ہے۔ ماہانہ وظیفہ، کنوینس و میڈیکل الاؤنس اور دیگر سہولیات کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ پرمٹ اور کوٹہ سسٹم کی مراعات اسے مل جاتی ہیں۔ اپنے حلقے میں تعمیراتی و ترقیاتی کاموں کی آڑ میں وہ کئی گنا سمیٹ لیتا ہے۔ جب کہ دیگر ہارنے والے امیدواران اپنے خرچے پر پشیمان ہو کر دل کے مریض بن جاتے ہیں۔ غور و فکر کریں کہیں جمہوری تماشا قمار بازی تو نہیں؟ ✪

✪ ہفت روزہ الاعتصام ۱۷ اپریل ۲۰۱۵ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہ سلسلۂ توہینِ رسالت
آزادیِ رائے سے متعلق چند سوالات

امام کائنات ﷺ نے کوہِ صفا پر کھڑے ہو کر قریش مکہ کو دعوت دی کہ تم لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرلو، نجات پا جاؤ گے اور عرب وعجم کے مالک بن جاؤ گے۔ اس موقع پر ابولہب نے آپ ﷺ کے بارے نازیبا الفاظ کہے۔ اللہ کی غیرت جوش میں آئی، جبریل امین وحی لے کر آئے:

﴿تَبَّتْ يَدَآ أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ﴾ (اللھب : ۱)

''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہو گیا۔''

سیّد الکونین ﷺ کے پیروکاروں کی تعداد میں اضافہ ہوا اور پھر اگر کسی نے آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایمانی جرأت کا مظاہرہ کر کے اس سے جینے کا حق چھین لیا۔ ماضی قریب میں ہندو راجپال نے بدنام زمانہ کتاب ''رنگیلا رسول'' شائع کی تو شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ نے اس کا مدلل اور علمی جواب ''مقدس رسول'' کے نام سے دیا جب کہ شمع رسالت کے پروانے غازی علم الدین نے ہندو پبلشر کو للکار کر ہلاک کر دیا۔

یہودی عالمی حکومت کے لیے کوشاں ہیں۔ امریکا و یورپی ریاستوں میں صہیونی وضع شدہ پالیسی نافذ ہے۔ یہود ونصاریٰ نے مسلمانوں کو مرکز خلافت سے محروم کر کے چھوٹی ریاستوں میں بانٹ دیا۔ صہیونیوں نے نائن الیون کا ڈرامہ رچا کر عیسائیوں اور مسلمانوں کو آپس میں الجھا دیا۔ مغربی میڈیا نے اسلام کو دہشت گردوں کا مذہب قرار دیا۔ البتہ اس کا روشن پہلو یہ نکلا کہ مغربی دنیا کے لوگوں نے اسلام کا مطالعہ شروع کر دیا۔ امن وسلامتی کا آفاقی پیغام پڑھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر ہزاروں کی تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق ہر سال سینکڑوں اہل مغرب امریکی مسلمان ہو رہے ہیں۔

یہودی ونصاریٰ پہلے بھی جرم کرتے تھے لیکن مغربی دنیا میں اسلام کی اشاعت کے بعد انھوں نے محسنِ انسانیت ﷺ کی اہانت کا سلسلہ تیز تر کر دیا۔ نائن الیون کے بعد توہینِ رسالت کے بیس واقعات رونما ہو چکے ہیں اور چار مرتبہ قرآنِ حکیم کی بے حرمتی کی گئی ہے۔

ستمبر ۲۰۱۲ء میں ہالی وڈ میں نبی کریم ﷺ کی ذاتِ مقدس کے بارے توہین آمیز فلم ریلیز کی گئی۔ اس فلم کا ڈائریکٹر اسرائیلی نژاد یہودی ہے۔ اس کا ساتھی امریکا کا عیسائی شہری مورس ہے۔ ان دونوں کو امریکا کے بدنام زمانہ پادری ٹیری جونز کی پشت پناہی حاصل ہے۔

جب کہ عالم اسلام میں لاکھوں پروانوں نے حبِ رسول سے سرشار ریلیاں نکالیں اور پُر اَمن انداز میں احتجاجی مظاہرے کیے۔ امریکا کے صدر اوباما نے اقوامِ متحدہ کے اجلاس میں کہا: ''توہین آمیز فلم جیسے اقدامات کو روکنا ممکن نہیں ...... کیونکہ آزادیِ اظہارِ رائے کے خلاف احتجاج کا کوئی جواز نہیں بنتا۔''

باعث تعجب ہے کہ امریکا چیمپین بن کر دوسرے ممالک میں جمہوری نظام کے فروغ کے لیے کوشاں ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ عالمی سطح پر دو کروڑ یہودیوں کے مذموم فعل کو آزادیِ رائے کی آڑ میں تحفظ فراہم کرنا اور ایک ارب بیس کروڑ مسلمانوں کی رائے کو ٹھکرانا جمہوریت ہے یا آمریت؟

- ایسا نظام جو آزادانہ رائے کی آڑ میں توہینِ رسالت کے مجرموں کو سزا دینے سے معذور ہو، اس نظام سے شرعی قانون کے نفاذ کی توقع رکھنا، کیا یہ دانش مندانہ فعل ہے؟
- مسلم حکومت کا قومی جرائم میں ملوث مجرموں کی گرفتاری یا نشان دہی پر دو کروڑ روپے کا انعام مقرر کرنا لیکن کائنات کی مقدس ترین ہستی کی توہین کرنے والوں کے خلاف چارہ جوئی نہ کرنا حمیت ہے یا منافقت؟
- ڈنمارک میں توہین آمیز خاکے شائع ہوئے تو اُن کی تیار شدہ مصنوعات کے بائیکاٹ کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعلان کیا گیا لیکن امریکا میں توہین آمیز فلم ریلیز ہوئی تو کسی نے بھی امریکی مصنوعات کے بائیکاٹ کی مہم شروع نہیں کی، کیوں؟

- مسلم لیڈروں نے مطالبہ کیا کہ یو۔ این۔ او مقدس ہستیوں کے خلاف توہین کرنے والوں کے خلاف قانون سازی کرے۔ توہین کرنے والی صہیونی قوم کی لونڈی اقوامِ متحدہ سے اپیل چہ معنی دارد؟

- نیویارک کے ٹریڈ سنٹر کے حادثے میں چند سو افراد مارے گئے۔ امریکا نے آناً فاناً بغیر عدالتی ثبوت کے اسامہ پر الزام عائد کر دیا۔ امریکا نے اسامہ بن لادن کی گرفتاری کے لیے افغانستان میں کارپٹ بمباری جاری رکھی جس میں لاکھوں بے گناہ افراد ہلاک ہوئے۔ اس کے برعکس ۵۷ اسلامی ممالک کے سربراہان لیبیا میں امریکی سفیر کی ہلاکت پر معذرت کرتے رہے۔ کسی حکمران نے جرأت کر کے امریکی سفیر کو طلب کر کے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ توہین رسالت پر مبنی فلم میں ملوث افراد کو ہمارے حوالے کرو تاکہ ہم اُن پر شرعی عدالت میں مقدمہ چلائیں۔ ایسا کیوں نہیں ہوا؟

اربابِ اقتدار اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں لیکن اس کی حاکمیت پر یقین نہیں رکھتے۔ سیّد الکونین ﷺ سے عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے ہیں لیکن وہ ایمان بالرسالت کے عملی تقاضوں کو پورا کرنے سے قاصر ہیں۔ وہ قرآنِ حکیم کی تلاوت تو کرتے ہیں:

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (اٰلِ عمران : ٢٦)

”آپ کہہ دیجیے: اے اللہ! اے تمام جہان کے مالک! تُو جسے چاہے بادشاہی دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تُو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے، تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائیاں ہیں، بے شک تُو ہر چیز پر قادر ہے۔“

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر وہ ارشادِ ربانی پر ایمان رکھتے تو امریکا کو اقتدار کا مالک سمجھ کر خوف زدہ نہ ہوتے۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ کی وحدانیت اور عقیدۂ ختم نبوت کے تقاضوں سے عہدہ برآء ہونے کے لیے تن من دھن قربان کر دیا، اللہ ذوالجلال نے اُن کو عرب وعجم کا وارث بنا دیا۔ عصرِ حاضر کے مسلمانوں کی فلاح اور حکمرانی کا راز لا إلہ إلا اللہ محمد رسول اللہ پر صدقِ دل سے ایمان اور عملی زندگی میں ثبوت فراہم کرنے میں مضمر ہے۔ ☆

☆ ہفت روزہ ''الاعتصام'' ۴ تا ۱۰ جنوری ۲۰۱۳ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمہوری نظام مادہ پرستی کو تقویت دیتا ہے

مادہ پرستی:

اسلام سے قبل عالمی معاشرہ میں مادہ پرستی کا رجحان ضرور تھا، لوگ جب تجارت میں ظاہری اسباب اختیار کر کے دولت حاصل کر لیتے یا اُن کی زیر کاشت زمین کھیتی باڑی کرنے کے بعد سونا اگلنا شروع کر دیتی تو اس دور کے بعض متکبر، عاقبت نا اندیش اور غافل انسان یہ ڈینگیں مارنا شروع کر دیتے کہ یہ سب ہماری ہنرمندی اور ذاتی محنت وکوشش کا ثمر ہے، نیز یہ لوگ تہی دست افراد سے ٹھٹھا کیا کرتے۔

قرآن حکیم نے سورۃ کہف میں بنی اسرائیل کے دو انسانوں کا ذکر کیا ہے، جن میں ایک مومن تھا، دوسرا کافر تھا۔ مومن کا عقیدہ تھا کہ اس کے باغ کی ساری بہار اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے جب کہ کافر کا عقیدہ تھا کہ یہ اُس کی محنت اور لگن کا ثمر ہے، اللہ تعالیٰ نے کافر کے اس عقیدے کو شرک فی الربوبیت سے تعبیر کیا۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے، الکہف: ۳۲ تا ۴۴)

مادہ پرستی کی مذمت:

الہامی مذاہب کے علاوہ دیگر مذاہب میں بھی مادہ پرستی کی مذمت کی گئی ہے، کسی مذہب نے مادہ پرستی کی تائید اور سرپرستی نہیں کی۔ البتہ یہودی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں تحریف کر کے شرک و مادہ پرستی میں مبتلا ہو گئے تھے، انہوں نے دیگر اقوام وملل کو بھی راہِ راست سے بھٹکانے کی مقدور بھر تگ ودو کی، حتیٰ کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہوئی اور انہوں نے بنی اسرائیل کو عقیدۂ توحید کی دعوت دی، معاشرے میں مادہ پرستی اور دیگر مہلک بیماریوں کی بیخ کنی کی، نیز وحی الٰہی کے تابع رہ کر معاشرے میں اخلاقی اور روحانی اقدار کو فروغ دیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا تو ان کے متبعین میں انجیل مقدس میں تحریف ہونا شروع ہوئی، احبار ورہبان کے اقوال، وحی پر غالب ہوگئے، نوبت بہ ایں جاں رسید کہ رفتہ رفتہ عیسائیوں میں تثلیث کا عقیدہ سرایت کر گیا، ناسب خرابیوں کے باوجود عیسائی چند اخلاقی اصولوں پر کاربند رہے۔ غور طلب پہلو یہ ہے کہ عصر حاضر کے عیسائیوں میں خود غرضی اور مادہ پرستی کہاں سے در آئی؟

دوست نما دشمن:

براعظم یورپ میں یہود ونصاریٰ کے مابین ہلاکت خیز جنگوں کے نتیجے میں لاکھوں جانیں لقمۂ اجل بن گئیں، تو یہودی ربیوں نے اپنی بقا کے لیے غور وفکر کیا؟ بڑی سوچ بچار کے بعد انہوں نے فلسطین میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کا واویلا مچایا اور عیسائی نوجوانوں کو صلیبی جنگوں میں الجھا کر مسلمانوں کے مدمقابل کھڑا کر دیا، ان جنگوں کے بعد بچ جانے والی نسل میں فکری محاذ پر کم زور کیا اور ان میں لادینیت کا پرچار کیا۔ جس کی ایک مثال ڈارون کا نظریۂ ارتقاء ہے، جس نے انسانی حیات کے بارے میں تخلیق انسان کے فطری نظریے کو جھٹلا کر خود ساختہ ارتقائی نظریہ پیش کیا، اس کی دوسری مثال فرائیڈ کی ہے جس نے اپنی جادو بیانی سے ایمانیات کا انکار کرتے ہوئے مذہب، اخلاق، روح اور حیات بعد الموت کے عقائد کو جھٹلایا۔ اور انسان کی دنیوی زندگی کو جنسی آسودگی کے نام پر فحاشی اور بے راہ روی کا نشان بنا دیا، اور اس عیش وعشرت کا حصول دولت کے بغیر ناممکن ہے۔ چنانچہ یورپ میں اخلاقیات کے جنازے کو کندھا دینے کے لیے عیسائیوں میں حصولِ دولت کے نام پر مادہ پرستی کو رواج ملا۔

سرمایہ دارانہ نظام کی قیادت:

ہر مذہب وملت میں حلال کمائی اور حرام سے بچنے کے چند اصول وضوابط مقرر ہیں جن کی پابندی اور احترام کرنا پڑتا تھا۔ صہیونی تھنک ٹینک نے ایسا سیاسی نظام وضع کیا جس کا دارومدار ہی سرمایے کا مرہون منت ہے، عالمی سطح پر مروّج سرمایہ دارانہ نظام کی قباحت یہ ہے کہ اس نے دولت کے لیے جائز وناجائز کی تمیز ختم کر دی ہے۔ اس نظام کے خود ساختہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظریات نے حلال وحرام کی تمیز ختم کر کے بتدریج مذہب کو سیاست سے جدا کر دیا۔

مغربی جمہوری نظام:

مغربی جمہوری نظام میں اللہ مالک الملک کی حاکمیت اعلیٰ کا تصور ختم ہے اور اس کی بجائے عوام کی حکومت کا پرچار کیا جاتا ہے، نظام حکومت چلانے کے لیے آسمانی ہدایت کی بجائے عوامی قانون کا اطلاق ہوتا ہے۔ جمہوری حکومت وعدل وانصاف کو معیار بنانے کی بجائے عوام کی خدمت کے نام پر یہودی فلاسفہ کا مکر وفریب کارگر ثابت ہوا، عوام نے رب کی بندگی چھوڑ کر معیاری خورد ونوش اور بود وباش کو ہی زندگی کا مقصد جان لیا، گزشتہ عیسوی صدی میں ہونے والی تیز رفتار سائنسی ترقی نے انسان کے لیے آرائش وآسائش کی خواہشات کو مہمیز لگائی۔ لذتِ مادہ پرستی کے چکر میں روحانیت سلب ہوگئی۔ انسانوں کی معقول تعداد مادہ پرستی کی اس اندھی دوڑ سے دل برداشتہ ہو کر سکون قلب کی متلاشی ہے۔

اسلام کی تعلیمات:

دین اسلام میں انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ ذوالجلال کی عبادت ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝﴾ (الذاریات: ٥٦)

”میں نے جنات اور انسانوں کو محض اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔“

جبکہ دنیا کی چند روزہ زندگی دراصل آخرت کی دائمی زندگی کے لیے کھیتی ہے اس کے باوجود اسلام انسان کو سہولت کے جدید ذرائع استعمال کرنے سے منع نہیں کرتا۔ بشرطیکہ وہ آخرت کی فکر سے غافل نہ کریں۔ کیونکہ اسلام بنی نوع انسان کے لیے دنیا وآخرت کی بھلائی چاہتا ہے۔ قرآنی دعا اس کا بین ثبوت ہے:

﴿يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝﴾ (البقرۃ: ٢٠١)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔“

مملکت اسلامی کی ذمہ داری:

مملکت میں نظام صلوٰۃ، زکوٰۃ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا اہتمام کرنا اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اس میں معاشرتی اصلاح اور سماجی فلاح وبہبود کی حکمت پوشیدہ ہے۔ اسلام کے قائم کردہ زکوٰۃ عشر کے نظام سے مجبور لوگوں کی مادی ضروریات کو پورا کیا جاتا ہے۔ جبکہ روحانی فلاح کے لیے پنج وقتہ نماز کی باجماعت ادائیگی کا حکم ہے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضے پر عمل کرنے سے معاشرے میں مادی خوش حالی ملتی ہے اور روحانی بالیدگی عطا ہوتی ہے۔

حرفِ آخر:

ضرورت اس امر کی ہے ہم کو عیسائیت سے متاثرہ رہبانیت اختیار کرنے والے یا یہودیت کی اتباع میں مادیت کو فروغ دینے والے خود ساختہ جمہوری نظام کی پشت پناہی کرنے کی بجائے اسلامی نظام حکومت کے لیے مشترکہ جدوجہد کرنی چاہیے جو صرف اسلام کے نام لیواؤں کے لیے ہی نہیں بلکہ پوری بنی نوع انسان کے لیے مادی وروحانی خیر وبرکت کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔ الحمد للہ ٭

٭ ہفت روزہ ”الاعتصام“۔ ۵ اگست ۲۰۰۵ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہادی روح کو مدھم کرتا ہے

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں اسلامی سلطنت کی حدود ایران سے روم تک پھیل گئیں جب دشمنانِ اسلام نے میدانِ جنگ میں منہ کی کھائی تو انہوں نے فکری یلغار سے ملت اسلامیہ کی یک جہتی میں رخنہ ڈالے اور جہادی جذبے کو منجمد کرنے کی ٹھان لی۔ انہوں نے ''خلافت کا حق دار کون ہے'' اس مسئلے کو ایسے اچھالا کہ مسلمان دو سیاسی گروہوں میں بٹ گئے۔ بعد ازاں احکامِ شریعت کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کا شور وغوغا بلند ہوا۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی جرأت واستقامت نے معتزلہ کے نظریات پر کاری ضرب لگائی۔ نیچری وپرویزی کی شکل میں جن کی باقیات آج بھی موجود ہیں تاہم فرضیتِ جہاد کے خاتمے کے لیے کئی تحریکیں اٹھیں لیکن کسی کو پذیرائی نہ ملی۔

برصغیر میں جماعت مجاہدین نے انگریزوں کو لوہے کے چنے چبوائے تو صہیونی اشارے پر مرزا غلام احمد قادیانی نے مسیح موعود ہونے کا اعلان کیا اور ساتھ ہی جہاد کے منسوخ ہونے کا فتویٰ صادر کیا لیکن امت مسلمہ کے تمام مکاتب فکر نے مل کر تعاقب کیا اور ہر مسلم ممالک میں ان کی سرگرمیاں محدود ہوگئیں۔ البتہ ''پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا'' کے مصداق ان کے جانشینوں نے لندن جا کر پناہ لے لی۔

اہل مغرب نے جہادی جذبے کو ختم کرنے یا کم از کم مدھم کرنے کے لیے آزادی بالخصوص آزادئ نسواں، حقوق اور مساوات کے نام کا ایسا میٹھا زہر ایجاد کیا جسے ہم دلفریب تشہیر سے متاثر ہو کر پی گئے اور ہمیں اس کا احساس تک نہیں۔

عراقی عوام کے لیے تحفہ:

جہادِ افغانستان میں عرب مجاہدین نے نہایت گرم جوشی سے حصہ لیا۔ چنانچہ ہنری کسنجر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے امریکہ کو مشورہ دیا کہ عراق جہاد کا حصہ ہو یا نہ ہو لیکن جہاد کی تحریک کا زور توڑنے کے لیے عراق کے خلاف فوجی کارروائی ضروری ہے۔

۱۵ فروری ۲۰۰۳ء کو دنیا بھر میں ۶۰ ممالک کے ۶۰۰ اہم شہروں میں ڈیڑھ کروڑ لوگوں نے جنگ کے خلاف مظاہرے کیے۔ مگر بش انتظامیہ نے اس کو کوئی اہمیت نہ دی۔ صہیونی تحریک کے حکم پر امریکہ نے عراقی عوام پر بم برسائے۔ امریکہ نے اپنا بھی مالی اور جانی نقصان کیا اور عراق کے معصوم شہریوں (بچوں اور عورتوں) کو بھی بھون ڈالا۔ جو صحافی اس ظلم کی تصویر کشی کر رہے تھے امریکہ نے ان کو بھی گولیوں سے چھلنی کر دیا۔ اب بغداد پر قبضہ کر لیا اور مشرق وسطیٰ میں جہادی تحریکوں کو کچلنا شروع کر دیا جائے گا۔

کیا امریکہ اور اس کے ہم نوا عراق میں ایسا نظام رائج کریں گے جس سے جہادی تحریکوں کو دوبارہ بیدار ہونے کا موقع مل سکے، ہرگز نہیں وہ تو ایسا نظام رائج کریں گے جس سے جہادی جذبہ مدھم ہوتے ہوتے صفر تک پہنچ جائے۔ امریکی صدر بش اور اس کی انتظامیہ بار بار اعلان کر رہی ہے کہ ہم عراقی عوام کو آزادی اور جمہوریت کا تحفہ دیں گے۔

بے مہار آزادی سے سیکولر معاشرہ جنم لے گا:

آزادی ذرائع ابلاغ جمہوریت کا اساسی عنصر ہے۔ اگر عریانی وفحاشی پھیلانے والے پروگراموں پر پابندی عائد کی جائے تو اس کو جمہوری اصولوں کے منافی تصور کیا جاتا ہے۔ انسانی حقوق کی عالمی تنظیمیں چیخ وپکار شروع کر دیتی ہیں۔ میڈیا کی شتر بے مہار جیسی آزادی سے سیکولر معاشرہ جنم لے گا تو یقیناً مال دار طبقہ غم بھلانے کے لیے فری میشن کلب جائیں گے متوسط درجے کے لوگ ڈش دیکھ کر رات بسر کریں گے۔ معصوم بچے تعلیم کی طرف کم توجہ دیں گے اور ٹی وی پر زیادہ وقت صرف کریں گے۔ آپ خود فیصلہ کریں کہ اس قسم کے ماحول میں زندگی بسر کرنے والے لوگ صہیونی عزائم کے خلاف جہاد کریں گے یا ان کے آلہ کار ثابت ہوں گے؟

جان کا نذرانہ کیسے دے سکتے ہیں؟

جمہوری نظام میں حصہ لینے کے لیے سرمائے کی اشد ضرورت ہوتی ہے جس کی وجہ سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاشرے میں جائز و ناجائز طریقے سے دولت کے حصول کی دوڑ شروع ہو جاتی ہے۔ ایسے زر کے پجاری جو غریبوں کا خون چوس کر پلازے تعمیر کریں، وہ زکوٰۃ کے نفاذ کے لیے جان و مال کا نذرانہ کیسے دے سکتے ہیں؟

مغربی تھنک ٹینک کی تجاویز:

امریکہ میں تھنک ٹینک کے کئی ادارے ہیں جو نیو ورلڈ کی تکمیل کے لیے غور و فکر کرتے ہیں اور عالمی حالات و واقعات کو مدنظر رکھ کر حکومت کو اپنی تجاویز پیش کرتے ہیں جن کی روشنی میں امریکہ اپنی خارجہ پالیسی وضع کرتا ہے۔ ''فلر'' اور ''رینڈ کارپوریشن'' بھی یہی ڈیوٹی دیتے ہیں۔ فلر کون ہے؟ جس کے مشورے پر امریکی صدر بل کلنٹن نے عرفات اور اسرائیل کے مابین معاہدہ کرایا۔ انہوں نے اسلامی جذبے کو زائل کرنے کے لیے یہ حربہ تجویز کیا۔

''اسلامی تحریکوں کے اثرات اور مؤثرات کو ناکام بنانے کے لیے کثیر الجماعتی جمہوری نظام کے تصور کو ان ممالک میں ہوا دی جائے اور ان کے مقابلے میں بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کے نام پر اور دینی قوتوں کو پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے ایک طاقتور گروہ کے طور پر متعارف کروایا جائے۔'' (رواداری اور اہل مغرب، مرتبہ: محمد صدیق بخاری، ص: ۲۸۰)

بغداد میں صدام حکومت کا خاتمہ ہوا تو عراق میں موجود اور جلا وطن کئی لیڈر منظر عام پر آ گئے جو امریکی فوج کے زیر سایہ عبوری حکومت میں بھی شامل ہوں گے۔ اس دوران نسلی، لسانی اور مذہبی بنیاد پر اپنی اپنی پارٹیوں کی شیرازہ بندی کر کے مستقبل قریب کے الیکشن میں حصہ بھی لیں گے۔

دل کی بھڑاس نکال لی:

امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا تو حکومت پاکستان نے امریکہ سے لاجسٹک تعاون کیا۔ جس کے نتیجے میں غیور پاکستانیوں کے دل میں نفرت کے جذبات امڈ آئے۔ اگر اس موقع پر دینی جماعتیں انقلابی ماحول سے خاطر خواہ فائدہ اٹھا کر فرد، معاشرہ اور حکومت کی اصلاح کے لیے مشترکہ لائحہ عمل اختیار کرتیں تو یقیناً حکومت گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جاتی۔ اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوران پاکستان میں ریفرنڈم کا اعلان ہوا۔ متحدہ مجلس عمل نے اپنے جلسوں میں امریکہ کی مخالفت کی۔ عوام نے اظہار نفرت کے طور پر بائیکاٹ کیا اور سنسان پولنگ دیکھ کر قدرے سکون کا سانس لیا۔

پاکستان کی معروف جماعتوں میں حکومت کی افغان پالیسی کے ردّعمل کے طور پر قربت کے آثار نمودار ہوئے تھے۔ لیکن ریفرنڈم کی حمایت اور مخالفت میں ایک دوسرے سے الجھ گئیں تو امریکی تھنک ٹینک کے مشورے پر پاکستان میں قومی وصوبائی انتخابات کرانے کا اعلان ہوا۔ ریفرنڈم کا بائیکاٹ کرنے والی دینی جماعتوں نے متحدہ مجلس عمل تشکیل دے کر انتخابات میں بھرپور حصہ لیا اور انتخابی مہم میں امریکی جارحیت کی خوب مذمت کی۔ عوام نے ان کے حق میں ووٹ ڈال کر دل کی بھڑاس نکال لی۔

انتقامی جذبے میں پتلے جلانا:

معاشرے میں اس قسم کے کئی واقعات رونما ہوتے ہیں کہ ایک ظالم کسی کو ناحق قتل کرتا ہے تو مقتول کے ورثاء قانونی چارہ جوئی کر کے قاتل کو پھانسی کے تختے پر لٹکانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر قانونی گواہوں کی غلط بیانی کی بناء پر ملزم کو بری کر دیتا ہے تو مقتول کے غیرت مند ورثاء خود بدلہ لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ بالفرض ورثاء نہ قانونی چارہ جوئی کریں، نہ انتقام لینے کی حتی المقدور کوشش کریں اور نہ اجتماعی طور پر اللہ کے دربار میں عاجزی سے ظلم کے خلاف فریاد کریں۔ بلکہ اس کے برعکس وہ ظالم کے خلاف سڑکوں پر مردہ باد کے نعرے لگائیں اور ہائے ہائے کا بین کرتے رہیں، یا قاتل کا پتلا بنا کر چوراہے میں اسے جلا بھی دیں تو کیا اس انوکھے احتجاج کو ''قصاص'' کا نعم البدل کہہ سکتے ہیں؟ یقیناً نہیں۔ البتہ اس احتجاج سے مظلوم کے ورثاء کا انتقامی جذبہ قدرے ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔

انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ:

اگر ایک شخص بحث وتکرار میں مشتعل ہو کر کسی دوسرے شخص کو تھپڑ رسید کرتا ہے تو وہ جوابی طور پر انتقام لینے کی کوشش کرتا ہے اگر اس میں اس کام کی ہمت نہ ہو تو عموماً مخالف کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گالی گلوچ یا احمق اجڈ کہہ کر اپنا غصہ ٹھنڈا کرتا ہے۔

تاریخ کا اٹل اصول ہے کہ جابر حاکم اپنی رعایا پر ظلم کرتا جائے، ستم ڈھاتا جائے اس کے حقوق غصب کرتا جائے اور مظلوم کو آہ وزاری کرنے پر بھی پابندی عائد ہو تو آخر کار تنگ آ کر ایسی قوم ذلت کی زندگی گزارنے کی بجائے موت کو ترجیح دیتی ہے۔ اور ظالم کے خلاف سینہ سپر ہو کر عدل وانصاف کے نظام کے لیے کوشش کرتی ہے۔

طاغوتی قوت کے اشارے پر جب کوئی حکومت اپنی ریاست کے اساسی نظریے سے انحراف شروع کر دیتی ہے تو اس خدشے کے پیش نظر کہ انقلاب کے لیے فضا سازگار نہ ہو جائے تو ایسے مواقع پر سامراج کے خلاف جلوسوں اور دھرنوں کا اہتمام بھی ہوتا ہے۔ سامراج اور اس کے ایجنڈوں کا نام لے کر مردہ باد کے نعرے بھی لگتے ہیں۔ تاکہ مشتعل عوام سڑکوں پر احتجاج کر کے دل کی بھڑاس نکال لیں۔

سینٹ کی قرار داد جہادی جذبہ مدھم ہونے کا واضح ثبوت:

امریکہ عراق پر بے بنیاد الزام لگا کر الٹی میٹم دیتا رہا۔ پاکستان میں متحدہ مجلس عمل اپنی حکومت کی تشکیل کے لیے دیگر جماعتوں سے گٹھ جوڑ کرنے میں مگن رہی۔ جب کہ اس عرصہ کے دوران اہل مغرب میں ممکن جنگ کے خلاف مظاہرے ہوئے۔ تب جا کر پاکستان میں عراقی عوام کی حمایت میں جلوسوں کا آغاز ہوا، بش اور ٹونی بلیئر کے خلاف تقریریں ہوئی۔ اختتام پر ان کے پتلے جلا کر دل کا غبار نکالا گیا۔ جب کہ عراق امریکہ سے متعلق سینٹ میں پاس ہونے والی ''قرار داد'' جہاد باللسان کی عکاسی نہیں کرتی۔ بلکہ یہ قرار داد ''جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں'' کے مصداق ٹھہری۔

عرفان صدیقی اپنے کالم میں پوچھتے ہیں کیا انہیں اس کا احساس ہے:

''مجھے ایک ہفتہ قبل تین معتبر ارکان سینٹ نے بالمشافہ ملاقات کے دوران بتایا تھا کہ پروفیسر خورشید احمد نے جو مسودہ تیار کیا ہے اس میں Condemm کا لفظ شامل نہیں کیا اور Deplore ہی کو کافی سمجھا گیا ہے۔ اگر سینٹ یہ قرار داد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منظور نہ کرتی تو بہت اچھا ہوتا یہ ایک مری ہوئی نیم جان اور پست ہمت قوم کے مصلحت کش لیڈروں کی کم ہمتی کا نوحہ ہے۔ اس کی حیثیت تو اس عرضی کی بھی نہیں جو کوئی ادنیٰ ملازم اپنے اعلیٰ ملازم کے حضور گزارتا ہے۔ ملین مارچوں میں شریک عوام کو نوید کہ اس قرارداد میں بش ٹونی بلیر نامی کسی شخص کا ذکر نہیں ...... امریکہ و برطانیہ کا حوالہ نہیں یہ قرارداد کسی طور پر پوری قوم کی آواز نہیں، یہ مفادات کے کھونٹے سے بندھی اور مراعات کی چراگاہ میں منہ مارتی مخلوق ممیاہٹ ہے یہ خوفزدہ سکڑی سہمی اور نیم مردہ روحوں کی ہچکی ہے۔ گلیوں میں چنگھاڑتی اور ملین مارچوں میں گرجتی ایم ایم اے نے نصف کروڑ انسانوں کے جذبوں کو نچوڑ کر جس قرارداد کا عرق نکالا ہے اس کا ایک ایک قطرہ اس کے ماتھے پر عرق ندامت کی طرح چمک رہا ہے۔ کیا اسے اس کا احساس ہے؟''

(نوائے وقت ۱۴ اپریل ۲۰۰۳ء)

معاشرے اور حکومت کی اصلاح کے لیے جہاد ضروری ہے:

اسلام امن وسلامتی کا مذہب ہے اللہ نے امن عالم کے لیے امت مسلمہ پر جہاد کی ذمہ داری عائد کی ہے ''جہاد'' کے لغوی معنی انتہائی کوشش اور تگ ودو کے ہیں جب کہ شرعی اعتبار سے جہاد اس جدوجہد کا نام ہے جو اسلام کی سربلندی کے لیے سرانجام دی جائے۔ تاکہ زمین پر سے غیر اللہ کی پرستش، ظلم وجور اور ناانصافی کا خاتمہ ہوجائے اور دین وعبادت ساری کی ساری اللہ کے لیے ہوجائے۔

دین اسلام میں جہاد فی سبیل اللہ کا مقصد لوگوں کو جبراً مسلمان بنانا نہیں: ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ....﴾ (البقرۃ) البتہ جو لوگ تحقیق وجستجو کے بعد مسلمان ہوتے ہیں، اسلام عبادات ومعاملات سے متعلق ان پر ایسے احکام نافذ کرتا ہے جن پر عمل کرنے سے وہ اخلاقِ حسنہ کے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں اور وہ دعوت وتبلیغ کے ذریعے دوسروں کی اصلاح کرتے ہیں۔

اسلامی ریاست میں ذمیوں کی عزت اور جان ومال کا تحفظ حکومت کی ذمہ داری ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عام مسلمانوں پر بھی لازم ہے کہ ان کو کسی قسم کی ایذا نہ دیں اور جب تک وہ اپنے عہد پر قائم رہیں مسلمان خود اسے نہ توڑیں۔ البتہ اسلام مسلم ریاست میں کسی اقلیتی فرقے کو فتنہ وفساد پھیلا کر معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے یا تخریبی کارروائیاں کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ البتہ فتنہ وفساد اور تخریب فی الارض کرنے والوں سے اسلام آہنی ہاتھوں سے نمٹنے کا حکم دیتا ہے۔

محاسبہ سے روگردانی:

معاشرے میں سماجی واخلاقی جرائم کے سد باب کے لیے خاتم النّبیین ﷺ نے اپنی امت کو ارشاد فرمایا:

> ''تم میں سے کوئی شخص بھی کوئی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے اور اگر ایسا نہ کر سکے تو پھر زبان سے منع کرے اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو اسے دل میں برا سمجھے اور آخری صورت کمزور ترین درجے کی ہے۔'' (مشکوٰۃ)

قرونِ اولیٰ کے مسلمان نہ صرف معاشرے میں اصلاح کا فریضہ سرانجام دیتے تھے بلکہ سلاطین کا بھی محاسبہ کرتے تھے۔ جمہوری نظام میں اخلاقی جرائم میں ملوث افراد کو بھی مدت دینے کا قانونی حق حاصل ہوتا ہے۔ امیدوار عموماً ان کو نہی عن المنکر کا درس نہیں دیتے۔ کیونکہ اس طرح ان کو ووٹوں سے محروم ہونا پڑتا ہے۔ مشاہدے کی بات ہے کہ اگر حلقے کا بااثر طبقہ چوری، ڈکیتی کے واقعے میں رنگے ہاتھوں پکڑا جائے تو قومی وصوبائی اسمبلی کے ممبر ان کی رہائی کے لیے سیاسی اثر ورسوخ استعمال کرتے ہیں۔ اس طرح آئندہ ووٹ بنک میں اضافے کے لیے حیلہ کرتے ہیں۔

بالائی سطح پر پرائم منسٹر کرپٹ ارکان اسمبلی کے گھناؤنے جرائم سے چشم پوشی کرتے ہیں عدم اعتماد وغیرہ کے خوف سے ان کا محاسبہ نہیں کرتے۔ جو اپنی جماعتیں انتخاب میں حصہ لیتی ہیں وہ بھی ووٹوں کی خاطر امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے پہلو تہی کرتی ہیں۔

امارت وخلافت کا زریں اصول:

ملت اسلامیہ نے جس دور میں اپنی طاقت کا لوہا منوایا وہ خلافت کا دور تھا۔ کیونکہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امارت وخلافت کا نظام مسلمانوں میں اتحاد ویگانگت کی فضا ہموار کرتا ہے۔ حقیر اثباتی حد بندیوں کو ختم کرتا ہے۔ نسلی برتری، لسانی فرق اور علاقائی امتیاز، اسلامی اخوت کے رشتے میں ڈھل کر دفن ہو جاتے ہیں۔ دنیا وآخرت میں جواب دہی کے خوف سے نظام خلافت میں عہد واقتدار کی طلب ختم ہو جاتی ہے اور ذمہ داری کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ اس بنا پر خلیفہ اور علاقائی گورنر خادم بن کر ہر ذی روح کے محافظ بن جاتے ہیں۔

خلیفہ عالمی امن کے لیے بھرپور جدوجہد کرتا ہے۔ وہ ظالموں سے مصلحت آمیز رویہ اختیار کرنے کی بجائے ان کے سروں پر لٹکتی ہوئی تلوار بن جاتا ہے۔ جب کہ یتیموں، بیواؤں کے لیے راشن اپنے کندھوں پر اٹھا کر مالک الملک کو راضی کرتا ہے۔ بے سہارا ذمیوں کے لیے بیت المال سے وظائف جاری کر کے ان کی دل جوئی کرتا ہے۔

اہل مغرب خوفزدہ کیوں ہیں؟

صہیونی تحریک نے نظام خلافت کو سبوتاژ کیا۔ اس سانحے پر پون صدی گزر گئی لیکن کسی نے خاطر خواہ توجہ نہ دی۔ موجودہ دور میں بعض مسلم ممالک میں کچھ ایسی تنظیمیں ہیں جو دعوت وجہاد کو اپنا کر امارت وخلافت کے لیے کوشاں ہیں۔ اہل مغرب ان کے درپے ہیں روسی صدر پیوٹن نے وجہ عناد ظاہر کر دی۔

''مسلم انتہا پسند دنیا میں اسلامی خلافت لانا چاہتے ہیں۔'' (روزنامہ دن ۲۱ دسمبر ۲۰۰۲ء)

امریکہ نے اسی لیے ان تنظیموں کو دہشت گردوں کی فہرست میں شامل کر دیا ہے اس کے برعکس مسلم ممالک میں نسلی ولسانی بنیاد پر ایسی سیاسی جماعتیں ہیں جو الیکشن مہم میں خود مختاری کے نعرے لگاتی ہیں۔ اپنے مطالبات کے لیے دھرنے دے کر احتجاج کرتی ہیں۔ جلوس نکال کر اقوام متحدہ کے دفتر میں اپیل کرتی ہیں۔ اہل مغرب ان جماعتوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں، ان کے لیڈروں کو سیاسی پناہ دیتے ہیں۔ کیونکہ ''جمہوریت'' ہی کی وساطت سے ملت اسلامیہ کی وحدت پارہ پارہ ہوتی ہے اور جہادی جذبہ زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ ☆

☆ ہفت روزہ ''الاعتصام'' ۳۰ مئی ۲۰۰۳ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مغرب میں جمہوریت کا مثبت پہلو

خلافت عثمانیہ کے دور میں ترکوں نے یورپ میں دہشت گردی کے خلاف جہاد شروع کیا۔ سلطان کی قیادت میں پیش قدمی جاری تھی کہ ایرانی فوج نے ترکی پر حملہ کردیا تو سلطان کو ادھورا مشن چھوڑ کر واپس جانا پڑا۔ یورپ میں اہل کلیسا اور بادشاہت کے خلاف آزادی، مساوات اور اخوت کے نام پر تحریک نمودار ہوئی۔ انقلاب فرانس کے بعد یورپی ریاستوں میں عوامی طرز کی حکومتیں قائم ہوئیں۔ انھوں نے آزادی اور جمہوریت کو برآمد کرنے کی ٹھان لی۔

اہل یورپ نے خلافت عثمانیہ سے انتقام لینا تھا۔ انھوں نے سازشی جال پھیلا کر مسلمانوں کو خلافت کے سائبان سے محروم کردیا۔ یورپی اقوام نے نسلی و لسانی بنیاد پر منقسم ریاستوں پر قبضہ کرلیا۔ انھوں نے الہامی قانون کو بے دخل کر کے عوامی قانون رائج کیا۔ جب طویل جدوجہد کے بعد آزادی حاصل کی تو ان کو مجلس اقوام متحدہ کے ضابطوں کا پابند کردیا۔ ایک ریاست کا دوسری ریاست میں مداخلت کرنا بین الاقوامی قانون کے تحت جرم بن گیا، چنانچہ ریاستی سطح پر دعوت و جہاد کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔

مغرب میں آزادی کا تصور ابھرا کہ ہر فرد کو فطرت کے مطابق رہنے کی مکمل آزادی ہو۔ اس کے ذاتی معاملات میں کسی فرد، ادارے یا ریاست کا کوئی دخل نہ ہو۔ ہر فرد کو حق حاصل ہو کہ وہ اپنی بصیرت کے مطابق خود فیصلہ کرسکے۔ فرد کو ایسے نظریات اپنانے پر مجبور کرنے کا اختیار کسی کو حاصل نہ ہو جنھیں اس کا ضمیر تسلیم نہ کرے۔ سیاسی آزادی کے تحت ہر بالغ شہری کو ووٹ دینے کا حق حاصل ہو۔

اٹل حقیقت ہے کہ الہامی قانون ہر قسم کی خامیوں سے مبرا ہوتا ہے، تاہم انسانی ساختہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظریہ خوبیوں اور خامیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ مغرب میں آزادی کے نظریہ سے لڑکا اور لڑکی اپنی مرضی سے جس طرح چاہیں دوستی کا اظہار کریں قانوناً جرم نہیں، البتہ زبردستی کوئی حرکت کرے تو جرم بن جاتا ہے۔ تاہم اس آزادی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ کوئی دوسرے کو زبردستی مذہب تبدیل کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا، ہاں اگر کوئی اپنی مرضی سے دوسرا مذہب قبول کرے تو کوئی فرد، ادارہ یا حکومت اسے روک نہیں سکتی۔

نو آبادیاتی دور میں مسلمان حصول تعلیم اور روزگار کے سلسلہ میں مغربی دنیا میں آباد ہوئے۔ چند ایسے خاندان جو تزکیہ سے بے بہرہ تھے وہ سیکولر ہوگئے، تاہم اکثر اپنے اسلامی تشخص سے پیوست رہے۔ وہ اپنی ڈیوٹی دیانت داری سے سرانجام دیتے رہے، وہاں پابندی سے ذکر الٰہی کرکے روحانی فرحت حاصل کرتے رہے۔ صبر وقناعت سے ان کے چہروں پر مسکراہٹ رہتی، سکون کے متلاشی اہل مغرب میں اسلام سے دلچسپی کا رجحان پروان چڑھا۔

میڈیا کی بدولت مشرق ومغرب کے فاصلے گلوبل ویلیج میں سمیٹ گئے ہیں۔ مشینی آلات پر حلت وحرمت کا فتویٰ دائرنہیں ہوسکتا بلکہ اس کے استعمال پر انحصار ہے۔ طاغوتی چیلوں کو فحاشی پھیلانے میں کئی حربے بروئے کار لانے پڑتے تھے۔ جدید میڈیا نے ان کو آسانی فراہم کردی ہے۔ تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ میڈیا کی ترقی اور مغرب میں آزادی کے تصور نے مسلمانوں کو تبلیغی موقع فراہم کیے ہیں۔ اہل خیر نے اسلامی تعلیم کو انگریزی ودیگر معروف زبانوں میں منتقل کیا۔ اسے انٹرنیٹ پر اپ لوڈ کردیا۔ اسلام کی نشرواشاعت کے لیے چینل قائم کیے۔ اس طرح اسلام کے دعوتی پیغام نے مغرب کے دروازوں پر دستک دی تو طاغوتی تھنک ٹینک کو یہ امر ناگوار گزرا، انھوں نے اسلام کو دہشت گرد مذہب پیش کرنے کی ٹھان لی۔

مغرب میں ایسی فلمیں تیار ہوئیں جن میں مسلمان دہشت گرد عیسائیوں کی کھوپڑیوں کا نشانہ لے کر فائر کررہے ہیں۔ کار بم دھماکے ہورہے ہیں۔ بچوں کی لاشیں چادروں سے ڈھکی ہوئی ہیں۔ مسلمان اہم سرکاری عمارتوں پر اسلامی جھنڈا لہرا رہے ہیں۔ امریکہ میں نائن الیون

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا سانحہ ہوا۔ طاغوتی میڈیا نے بغیر ثبوت کے مسلمانوں پر الزام عائد کیا۔ نیٹو افواج نے یکے بعد دیگرے افغانستان اور عراق پر حملہ کیا۔ کیمیائی گیس کی تباہی کے خوفناک مناظر دیکھ کر مغرب کے غیر جانبدار طبقہ نے دین اسلام پر ریسرچ شروع کر دی۔ میڈیا نے ان کو معلومات فراہم کیں۔ دعوتِ دین دینے والوں نے اپنی مساعی جمیلہ جاری رکھیں۔ مسلمانوں کے مستحکم خاندانی نظام نے اہل مغرب کے مضطرب دلوں کو متاثر کیا۔ بے حیائی کے طوفان میں بے چین عورتوں کی روحوں کو اسلامی عفت و حیا کی چادر میں سکون نصیب ہوا۔ بے چینی سے بستر پر کروٹیں بدلنے والے ذکر الٰہی کی برکت سے محو استراحت ہوگئے اور سائنسی تحقیقات کی روشنی میں اسلام کے ضابطے درست ثابت ہوئے۔ اس طرح اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔

یورپ میں مذہب تبدیل کرنا کٹھن مرحلہ تھا۔ عیسائی معاشرہ اس کا جینا دوبھر کر دیتا تھا۔ انقلاب فرانس کے بعد جہاں فطری اور معاشرتی آزادی کا تصور نمودار ہوا، وہاں مذہبی آزادی کے حقوق بھی حاصل ہوئے۔ مذہب تبدیل کرنا جرم نہ رہا۔ اپنے مذہب پر عمل ہونے کا ہر ایک کو حق حاصل ہوگیا۔ مغرب کے مقامی لوگ ہمہ گیر آفاقی نوعیت کے پیغام سے متاثر ہو کر مسلمان ہوئے۔ مغرب میں مسلمانوں کے اعداد و شمار سے متعلق رپورٹ شائع ہوئی۔ ''لندن فارن ڈیسک: آیندہ بیس سالوں میں اسلام یورپ کا سب سے بڑا ہوگا اور مساجد کی تعداد گرجا گھروں سے تجاوز کر جائے گی۔ بین الاقوامی سروے کے مطابق یورپ میں ۵۲ ملین مسلمان آباد ہیں جن کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے اور یہ تعداد ۱۰۴ ملین تک پہنچنے کا امکان ہے۔ پی اے ڈبلیو کے مطابق ۲۰۳۰ء تک مسلمانوں کی تعداد دو ارب بیس کروڑ تک جا پہنچے گی۔ ۲۰۲۰ء تک برطانیہ کا نمایاں مذہب اسلام ہوگا۔ جرمنی کی حکومت نے پہلی بار اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ جرمنی میں مقامی آبادی کی گرتی ہوئی شرح پیدائش اور مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی شرح پیدائش کو روکنا ممکن نہیں، لیکن اگر صورت حال یہی رہی تو ۲۰۵۰ء تک جرمنی مسلم اکثریت کا ملک بن جائے گا۔ یورپ میں مقامی آبادی کا تناسب کم ہونے کی ایک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجہ وہاں کے لوگوں کا شادی نہ کرنا اور بچوں کی ذمہ داری نہ لینا ہے۔ جبکہ یورپ میں مقیم مسلمانوں کی آبادی میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ رپورٹ کے مطابق کینیڈا میں اسلام تیزی سے پھیلنے والا مذہب ہے۔ اعداد و شمار کے مطابق ۲۰۰۱ء سے ۲۰۰۶ء تک ۱.۲ ملین مسلمان ہیں۔ امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد ایک کروڑ سے تجاوز کر چکی ہے، آئندہ ۳۰ سالوں میں ۵ کروڑ مسلمان امریکی ہوں گے۔" (روزنامہ نئی بات ۲۰۱۵ء۔۰۲۔۱۱)

نظام خلافت کے بعد مسلم حکمرانوں میں سیکولر نظام کی بدولت دعوت و جہاد کا جذبہ سرد پڑ گیا، لیکن مغرب میں میڈیا کی ترقی اور آزادی کے نظریہ سے اسلام کا اجالا ہو گیا۔ صیہونی منشا ہے کہ جس طرح سولہویں صدی عیسوی میں یورپ کے صلیبیوں نے غیر عیسائیوں کا عرصہ حیات تنگ کر کے ملک بدری پر مجبور کیا، اس طرح اہل مغرب مسلمانوں کے ساتھ ناروا سلوک کریں۔ طاغوتی چیلے خفیہ پلان کے تحت مغرب میں دہشت گردی کی وارداتیں خود کرتے ہیں لیکن ان کا میڈیا مسلمانوں پر الزام عائد کرتا ہے۔ تاہم عدالتی کارروائی کے بعد ان میں سے ۹۲ فیصد واقعات میں غیر مسلم ملوث پائے جاتے ہیں۔ طاغوتی میڈیا دوسری طرف شعائر اسلام کی توہین کر کے مسلمانوں کو بھی مشتعل کرنے کی تگ و دو کر رہا ہے تاکہ تصادم کی صورت میں عیسائی ان کو اذیتیں دے کر بے دخلی پر مجبور کر دیں۔ لیکن ایسا ہرگز نہ کر سکیں گے، ان شاء اللہ! کیونکہ تارکین وطن کے علاوہ مقامی کثیر آبادی بھی مسلمان ہیں۔ وہ آہنی دیوار بن جائیں گے۔ اہل مغرب آزادی، مساوات اور اخوت کا راگ الاپ کر اس نظام کو دیگر ملکوں میں برآمد کر رہے ہیں، چنانچہ مغرب میں مقیم مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کرنے سے عالمی سطح پر ان کو خفت و ندامت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ دو صورتوں میں سے ایک صورت ان کو اختیار کرنا پڑے گی۔ انھیں آزادی اور جمہوریت کا ڈھول پیٹنا بند کرنا پڑے گا یا شرح آبادی میں مسلمانوں کے اضافہ کو برداشت کرنا ہو گا۔

مغرب میں توہین آمیز خاکے شائع کرنے والوں کے خلاف تادیبی کارروائی کرنا اور آئندہ سدباب کے لیے عالمی ادارہ انصاف سے قانون پاس کرانا مسلم دنیا کے حکمرانوں کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرض منصبی ہے۔ تاہم مغرب میں سرگرم اہل خیر کے اداروں نے آئینی حدود میں رہ کر دعوتی سرگرمیاں جاری رکھیں اور وہاں کے مسلمانوں نے مرشد کامل ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی طرح صبر واستقامت کا دامن تھامے رکھا تو یورپ میں طاغوت کی ظلمت مٹ جائے گی۔ اور اسلام کے معاشی، اخلاقی، روحانی، سماجی اور سیاسی وقانونی ضابطوں کی ضیا سے مغرب کا ذرہ ذرہ دمک اٹھے گا اور اسلام سب سے بڑا مذہب بن کر نمودار ہوگا تو کثرت رائے کی بنیاد پر منتخب سربراہ یقیناً سرکاری عمارتوں پر اسلام کا پرچم لہرائے گا۔ ان شاء اللہ! ☆

☆ ماہنامہ ضیائے حدیث لاہور، شمارہ ۴، اپریل ۲۰۱۵ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمہوریت، حقائق کی روشنی میں

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد برصغیر پر انگریزوں کا تسلط ہوگیا۔ تاہم جماعتِ مجاہدین نے انگریزوں کے خلاف جہاد جاری رکھا۔ ۱۸۶۳ء کی جنگ امیلہ جو امیر عبداللہ کی سرکردگی میں لڑی گئی۔ اس میں انگریزوں کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔ جنہوں نے جوابی طور پر ۱۸۶۹ء اور ۱۸۸۸ء کے دوران بیس مرتبہ مجاہدین کے مرکز یاغستان پر حملے کیے جو تاریخ میں کوہ سیان کی مہموں کے نام سے موسوم ہوئے۔ مجاہدین نے ۱۸۹۷ء کی جنگ بونیز میں جوانمردی کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے بہار، آگرہ، بنگال میں بھی انگریزوں کے خلاف گوریلا کارروائیاں جاری رکھیں اور اس بنا پر انگریزوں کو چین کی نیند نصیب نہیں ہوئی، چنانچہ انگریزوں نے جہاد کی منسوخی کے لیے خفیہ پلان بنایا۔

۱: انگریز حکومت نے اپنے باغیوں (مجاہدین) کو وہابی کہنے کی مہم شروع کردی۔

۲: پنجاب کے علاقہ قادیان سے مرزا غلام احمد کی خدمات حاصل کی گئیں جس نے جہاد کی منسوخی کا فتویٰ جاری کردیا۔

۳: انگریزوں نے برصغیر میں جمہوری نظام کا آغاز کردیا۔ آزادی، مساوات اور اخوت کے بلند بانگ دعوے ہوئے۔

ہندوؤں کے علاوہ مسلمانوں نے بھی اپنے حقوق حاصل کرنے کے لیے انجمنیں، یونین اور جماعتیں قائم کیں۔ اس دوران مسلمان آئینی جدوجہد میں مصروف ہوگئے اور مجاہدین کی نصرت سے غافل ہوگئے تاہم قیامِ پاکستان تک وہ حتی المقدور انگریزوں کے خلاف برسرِ پیکار رہے۔ یہاں تک کہ جہاد کشمیر میں مولانا فضل الٰہی امیر جماعت کے حکم پر عبدالکریم خان نے ساتھیوں سمیت پونچھ کے خطرناک اور مشکل محاذ پر جہادی مظاہرہ کیا۔ خدا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را۔

علی گڑھ تحریک کے لیڈروں نے ابتدا میں ہندو قوم سے مل کر ہند کی آزادی کے لیے سیاسی جدوجہد شروع کی۔ اردو ہندی تنازعہ اور بنگال کی تقسیم میں ہندوؤں کے ظلم سے تنگ آ کر انہوں نے مسلم لیگ قائم کی۔ جب ۱۹۳۷ء میں ہندو صوبائی حکومتوں نے مسلم کش پالیسی شروع کی تو مسلم لیگ نے مسلمانوں کے لیے علیحدہ آزاد ریاست کا مطالبہ کر دیا اور محمد علی جناح کی قیادت میں عوامی رابطہ مہم شروع کی۔ ایم ایم حسن کے بقول ۱۹۴۲ء میں آپ مسلم لیگ کے ایک اجلاس میں شرکت کے لیے الٰہ آباد تشریف لے گئے تو وہاں کا قیام نواب سر محمد یوسف کے ہاں تھا۔ اس موقع پر وکلاء کا ایک وفد آپ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوا۔ ارکان وفد میں سے ایک وکیل نے قائد اعظم سے پوچھا ''پاکستان کا دستور کیا ہوگا؟ کیا پاکستان کا دستور آپ بنائیں گے؟'' اس کے جواب میں قائد اعظم نے فرمایا: ''پاکستان کا دستور بنانے والا میں کون ہوں پاکستان کا دستور تو تیرہ سو برس پہلے بن گیا تھا۔''

(نوائے وقت: ۲۰۰۲-۳-۱۴)

مسلم لیگ کے نعروں اور وعدوں نے بعض علماء کو متاثر کیا اور وہ سوچنے پر مجبور ہو گئے بالفرض متحدہ ہندوستان کی آزادی کی خاطر مسلمانوں اور ہندوؤں کے مابین کسی قسم کا سیاسی سمجھوتہ ہو بھی جائے جس میں مسلمانوں کو ان کی تعداد کے مطابق نمائندگی بھی مل جائے تو اس کے باوجود اسلامی حکومت قائم ہونے کے امکان مشکل ہیں۔ کیونکہ بحیثیت مجموعی ہندوستان میں ہندو اکثریت میں تھے اور مسلمان اقلیت میں۔ وہ ہندو جن کے چوکے پر غلطی سے کسی مسلمان کا قدم پڑ جاتا تو وہ اسے بھرشٹ سمجھتے۔ ایسی متعصب قوم سے کیسے توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ الیکشن میں مسلم امیدوار کو ووٹ دیں۔ ان وجوہات کی بنا پر علماء نے مسلم لیگ کو مسلمانوں کی نمائندہ جماعت بنانے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ تحریک پاکستان کے دوران برصغیر کے مسلمانوں نے جانی و مالی قربانیاں پیش کیں۔ لازوال داستان رقم کی حتی کہ مسلم اقلیتی علاقوں کے مسلمانوں نے اپنے مستقبل کی پرواہ کیے بغیر بڑے ایثار سے تحریک پاکستان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان کے انداز بیان کو ڈاکٹر ''امبید کر'' نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ پاکستان اور ہندوستان میں مسلمانوں کے بٹ جانے سے ہم کمزور نہیں ہو جاتے۔ ہندوستان میں ضم ہو جانے کے مقابلے میں ہندوستان کے مغربی اور مشرقی کناروں پر مسلم ریاستوں کی موجودگی بہتر طور پر ہمارے تحفظ کی ضامن ہے کون کہہ سکتا ہے کہ مسلمان غلطی پر ہیں۔''

(پاکستان اور پارٹیشن آف انڈیا، تحریک پاکستان از صاحبزادہ عبدالرسول)

تقسیم ہند کے دوران لاکھوں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی اور ۸۰ ہزار کے قریب مسلمان دوشیزاؤں کو اغوا کیا گیا۔ تحریک پاکستان اور تقسیم ہند کے دوران ہندوستان کے مسلمانوں نے کسی ذات کی خاطر یا خود ساختہ نظام کے نفاذ کے لیے جانی و مالی قربانیاں قطعاً نہیں پیش کیں۔ بلکہ ان کے سامنے نظریہ پاکستان کا ایک ہی تصور تھا کہ وہاں قرآن وسنت کی حکمرانی ہوگی۔ امن وآشتی کی فضا ہوگی۔

اللہ کی نصرت سے ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ کی مقدس رات کو پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔ تو مہاجرین کی آبادی، اثاثوں کو تقسیم اور مسئلہ کشمیر جیسے کئی فوری مسائل اٹھ آئے۔ محسن پاکستان ان مسائل کو حل کرنے میں مصروف رہے۔ مسلسل محنت سے ان کی صحت بگڑ گئی۔ وہ وطن عزیز میں خلافت راشدہ کا نظام قائم کرنے کی حسرت لے کر دنیا سے رخصت ہوئے۔

نمائندہ نوائے وقت کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا:

''قائداعظم کی پچاس تقریریں ایسی ہیں جس میں انہوں نے پاکستان میں قرآن وسنت کی روشنی میں قانون سازی کو منزل قرار دیا تو ہم ان پچاس تقریروں کی وجہ سے اس ایک جملہ کی تردید کریں گے۔ یا اس ایک جملہ کی بنیاد پر پچاس تقریروں کو ردّ کریں گے۔ اور سب سے آخری بات یہ کہ پروفیسر ریاض علی شاہ ٹی بی سپیشلسٹ تھے، جب میں میڈیکل کالج میں پڑھتا تھا تو وہ استاد ہوتے تھے انہیں قائداعظم کی بیماری کے دوران زیارت میں بلایا گیا تھا۔ پروفیسر ریاض علی شاہ نے لکھا ہے کہ قائداعظم اتنے نحیف ہو گئے تھے کہ ہم نے ان پر گفتگو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے پر بھی پابندی لگائی ہوئی تھی۔ ایک روز میں ان کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ تو میں نے محسوس کیا کہ وہ بار بار کچھ کہنا چاہتے ہیں اور نہ وہ کہہ سکے تو بات ان کے دل میں رہ جائے گی اور اس کا الٹا اثر ہوگا۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ جو کچھ فرمانا چاہتے ہیں مختصر الفاظ میں فرما دیں۔ اس وقت انہوں نے کہا کہ تمہیں اندازہ نہیں ہوسکتا کہ مجھے کس قدر اطمینان ہے کہ پاکستان قائم ہوگیا اور یہ کام میں تنہا نہیں کرسکتا تھا۔ اگر رسولِ خدا ﷺ کی روحانی تائید شامل نہ ہوتی اب یہاں کے مسلمانوں کا کام ہے کہ اس ملک میں خلافت راشدہ کا نظام قائم کریں۔'' (نوائے وقت، ۲۴ اگست ۲۰۰۱ء)

دستور نافذ کرنے والے قائد کی اچانک وفات کے بعد وطن عزیز کی اسمبلی میں دستور سازی کی بحث شروع ہوگئی تو ایک دینی جماعت نے اپنے موقف میں ''قرآن کی کوئی سورۃ ''الدستور کے نام سے نہیں'' کہہ کر تحریری دستور کی حمایت کی اور ملک میں فضا سازگار کی۔

تحریری دستور کی تدوین کے لیے ۲۵ سال تک چہ مگوئیاں ہوتی رہیں۔ ابھی تک متفقہ دستور تشکیل نہیں پایا تھا کہ بھارت میں مسلم اقلیت کو تحفظ فراہم کرنے والے دونوں بازو ایک دوسرے سے کٹ گئے۔

جمہوری نظام سے ایک وسیع ملک میں نسلی لسانی و مذہبی بنیاد پر تقسیم کا عمل تو جاری رہ سکتا ہے لیکن شریعت کا نفاذ ناممکن ہے کیونکہ اس نظام میں قرآن وسنت کے نفاذ کے لیے ارکان پارلیمنٹ کی منظوری ضروری ہوتی ہے جبکہ آزادی کی نیلم پری کی وجہ سے معاشرے میں بگاڑ کی رفتار میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ پھر اس اخلاق باختہ ماحول میں قرآن وسنت کے ماہرین وصالحین کا اسمبلی میں اکثریت حاصل کرنا مشکل امر ہے۔

تحریک پاکستان میں مسلم لیگ کی حمایت مستحسن قدم تھا لیکن قیامِ پاکستان کے بعد ضرورت اس امر کی تھی کہ علماء ومشائخ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرکے وطن عزیز میں روحانی انقلاب برپا کرتے اور آئینی طور پر قرآن کو دستور اور سنت رسول مقبول ﷺ کو قانون تسلیم کرانے کے لیے تحریک چلاتے۔ حائل ہونے والوں کے سامنے احمد بن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حنبل رحمہ اللہ اور مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے وارث بن کر دعوت و عزیمت کا باب رقم کرتے لیکن ایسا نہ ہوسکا۔ قیامِ پاکستان کے بعد دینی جماعتیں دستوری طریقہ سے شریعت کے نفاذ کے لیے سرگرم رہیں۔ جب کامیابی کے آثار نظر نہ آئے تو جماعت اسلامی نے انفرادی طور پر انتخاب میں حصہ لیا تو انقلاب اور تحریک کی داعی تنظیموں نے بھی انتخاب میں حصہ لینا شروع کردیا۔ تقسیم ہند سے قبل برصغیر کی تاریخ شاہد ہے مسلمانوں میں علم کی کمی ضروری تھی لیکن ان میں اسلام سے والہانہ عقیدت اور علماء کا از حد ادب واحترام تھا۔ دوسری طرف علماء کی صف میں فقہی اختلاف تو موجود تھا لیکن قومی جہادی تحریکوں کے دوران ان میں اتحاد و یگانگت کی فضا برقرار تھی۔

قیامِ پاکستان کے بعد جب معروف دینی تنظیموں نے الیکشن میں حصہ لیا تو فقہی اختلاف کی بنا پر سیاسی جماعتیں قائم ہوگئیں نتیجہ یہ نکلا کہ ہر ایک مکتبہ فکر کی حامل سیاسی جماعت اقتدار کی دوڑ میں آکر مزید دھڑوں میں بٹ گئی۔

اہل علم اعتراض کریں تو حق بجانب نہیں۔ اگر جمہوری نظام سے قرآن وسنت کا نفاذ ناممکن ہے تو پاکستان میں اسلام کی علمبردار جماعتیں انتخاب میں حصہ کیوں لیتی ہیں۔ ان کی خدمت میں عرض ہے کہ مختلف فکر کے علماء کرام جو درس و تدلیس سے منسلک ہیں وہ جمہوری نظام کی تائید نہیں کرتے۔

مفتی غلام سرور قادری (مشیر وفاقی شرعی عدالت پاکستان) نے خلافت اور جمہوریت کا تقابلی عام فہم انداز اور تاریخی حقائق کی روشنی میں پیش کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

> ”اسمبلیوں میں، جہاں پر بکثرت لوگ جاہل اور اسلامی تعلیمات سے بے بہرہ ہوتے ہیں اور بالغ رائے دہی کی بنیاد پر مختلف حیلوں و حربوں سے پہنچ جاتے ہیں صرف اکثریت ہی کا فیصلہ نافذ ہوتا ہے خواہ وہ اسلام کے خلاف ہی ہوں اور صالحین متقین کا فیصلہ ردّ کردیا جاتا ہے خواہ وہ قرآن وسنت کے عین مطابق ہو۔“

(خلافت اسلامیہ، مغربی جمہوریت، ص: ۱۵۱، ۱۵۲)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا ابوالخیر اسدی کہتے ہیں:

''موجودہ جمہوریت کا دعویٰ ہے کہ جس معاملہ میں اکثریت فیصلہ کرتی ہے وہ اقلیت کے فیصلے سے زیادہ صحیح ہوتا ہے۔ اسمبلی میں جس بل کو ممبران کی اکثریت پاس کر دے ملک کا وہی قانون بن جاتا ہے اسلام میں غلط یا صحیح قانون کا معیار اکثریت اور اقلیت کی رائے پر موقوف نہیں بلکہ اس کا معیار شریعت ہے۔''

(قرآن میں حکومت کا انتخاب، ص:۱۶، بحوالہ الفاروق رجب: ۱۴۱۴ھ)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نے ''جمہوریت، دور جدید کا صنم اکبر'' کے عنوان کے تحت ماہنامہ بینات کراچی شعبان ۱۴۱۰ھ کے شمارہ میں مفصل اداریہ تحریر کیا ہے۔

ممتاز عالم دین مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ نے جمہوریت کے تمام پہلوؤں پر کتاب وسنت کی روشنی میں سیر بحث کی ہے۔ وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''پارلیمانی نظام میں آئینی اقتدار اعلیٰ خود پارلیمنٹ ہے۔ اور سیاسی اقتدار اعلیٰ عوام ہوتے ہیں ہم اگر اپنے آئینی دیباچہ میں سنہری اور جلی الفاظ میں درج کردیں کہ پاکستان کا مقتدر اعلیٰ اللہ تعالیٰ ہے لیکن طرزِ انتخاب کے بنیادی اصول جمہوری ہی رہیں گے یعنی بالغ رائے دہی اور کثرت رائے پر فیصلہ ہوگا تو یہاں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت بھی قائم نہیں کی جاسکتی اور نہ یہاں اسلام کا بول بالا ہوسکتا ہے۔'' (خلافت وجمہوریت، ص: ۲۳۸)

انقلابی جماعتوں کے علماء کا نظریہ:

ضرورت کے تحت آئینی طور پر شریعت کے نفاذ کے لیے انتخابی میدان میں زور آزماتے رہے، اس کے ساتھ ساتھ وہ جمہوریت پر تنقید بھی کرتے رہے۔ حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ کہتے ہیں ''موجودہ جمہوریت کوئی الہامی نظام نہیں۔ قرآن نے کئی بادشاہوں کا ذکر کیا ہے۔ حضرت یوسف، حضرت سلیمان، حضرت داؤد علیہم السلام کا ذکر ہے یہ نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی۔ بعض معروف مصنفین نے ملوکیت کی مخالفت میں اپنا زور صرف کر کے بہت بڑی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غلطی کی ہے۔ ایک اچھا بادشاہ بھی اسلامی حکومت چلا سکتا ہے اسلام نے کوئی طریقہ انتخاب مقرر کیا ہی نہیں۔'' چند سطور کے بعد فرماتے ہیں:

''اسلام اسے بالکل پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص اپنے لیے ووٹ طلب کرے، ووٹ طلب کرنے کا موجود طریق کار اسلام کے مطابق نہیں۔''

(ترجمان الاسلام، ۵ جمادی الثانی ۱۳۹۸ھ)

دارالعلوم حقانیہ کے بانی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق فرماتے ہیں:

''اب تو جمہوریت، جمہوریت کے نعروں میں سارے دین کو بدلنے اور اکثریت کی رائے کو شریعت پر مسلط کرنے کا دور آ گیا ہے۔'' (دعوت حق، ص:۳۶۴)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

''آج نہ تو دلیل سنتے ہیں عقل کی بات بلکہ صرف گننے کا سوال ہے کہ جدھر سے اشارہ ہو اور زیادہ ہاتھ اٹھے وہی صحیح ہے۔ تو امت کے معاملات اہل حل وعقد اور دین داروں کے مشورہ سے طے ہونے چاہئیں۔''

(دعوتِ حق، ج:۱، ص: ۴۲۰، بحوالہ الفاروق رجب: ۱۴۱۴ھ)

خطیب ملت علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ وطن عزیز میں قرآن وسنت کا پرچم بلند کرنے کے شیدائی تھے۔ چونکہ آمریت کے دور میں آزادی کا حق سلب ہو جاتا ہے اس بنا پر وہ آمریت کی ضد میں جمہوریت کو ترجیح دیتے تھے۔ لیکن وہ مغربی جمہوریت کے مخالف تھے۔ وہ اظہار خیال کرتے ہیں:

''مغربی جمہوریت کے ہم ہرگز قائل نہیں کہ جس میں شرعی دلیل کی بجائے محض عددی اکثریت کی بنیاد پر حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنا دیا جاتا ہے۔ ہم جمہوریت کا نام صرف اور صرف اس لیے لیتے ہیں کہ یہ آمریت کی ضد ہے۔ وہ آمریت کہ جس میں کسی قسم کی سیاسی یا مذہبی مخالفت قطعاً برداشت نہیں کی جاتی۔ زبانوں پر تالے لگا دیئے جاتے ہیں اور قلموں پر پہرے بٹھا دیئے جاتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چونکہ جمہوریت کا ہر دعویدار ''آزادی رائے'' کو جمہوریت کا خاصہ سمجھتا ہے اس لیے ہم جمہوریت کا نام لیتے ہیں تاکہ اس کی رعایت سے اپنے مسلک حقہ کے پرچم کو ہر سطح پر بلند کرسکیں اور جمہوریت کا کوئی دعویدار خواہ وہ متعصب ہی کیوں نہ ہو ہمیں روک ٹوک نہیں سکتا۔'' (ارمغان ظہیر،ص: ٦٥، الریاض میں طلبہ سے خطاب)

ہمارے روحانی وانقلابی مبلغ جو آزادی فکر کی وجہ سے جمہوریت کی بحالی کے لیے انفرادی طور پر سرگرم رہے یا موجودہ دور میں متحد ہو کر کوشاں ہیں ان کی خدمت میں عرض ہے:

بلاشبہ جمہوری نظام میں مذہبی آزادی ہے لیکن اسی آزادی کی وجہ سے عریانی وفحاشی کے ذرائع ابلاغ بھی بے مہار ہیں۔ اگر توحید وسنت کے اثباتی پہلو تقریر کرنے کی اجازت ہے تو شرک وبدعت پھیلانے والے بھی آزاد ہیں۔ اگر تم قرآن کی عظمت بیان کرسکتے ہو تو قرآن کی تحریف کرنے والوں کو بھی منع نہیں کرسکتے۔ شان مصطفیٰ ﷺ بیان کرنے کی آزادی ہے تو ختم نبوت کے ڈاکوؤں کو بھی کھلی چھٹی ہے۔ اگر تم حدیث کا درس دے سکتے ہو تو منکرین حدیث کے اشاعتی اداروں کو سربمہر کرنے کا مطالبہ نہیں کرسکتے۔ حاصل کلام جمہوری نظام میں اسلام کے اخلاقی پہلو بیان کرنے کی آزادی حاصل ہوتی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسلامی عمارت میں نقب لگانے والے گروہوں کو بھی چھوٹ ہوتی ہے۔

جمہوریت ایسا نظام ہے جس میں اقلیت برادری کو دیگر خود ساختہ نظاموں کی نسبت قدرے آئینی وقانونی حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن یہ بھی اٹل حقیقت ہے جب کسی جمہوری ملک میں شرپسند گروہ کے بہکانے سے اکثریتی طبقہ اشتعال میں آکر اقلیت کا جینا دو بھر کردے۔ ظلم وتشدد اور لوٹ مار کی انتہا کردے تو اس ملک کی جمہوری حکومت اکثریت کے دباؤ میں آکر عدل وانصاف سے چشم پوشی کرلیتی ہے۔ ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے جہاں کشمیر، ایودھیا اور گجرات میں ہندوؤں نے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی اور تاریخی مسجد بابری کو شہید کردیا تو ہندوستان کی جمہوری حکومت نے ہندوؤں کے پریشر میں آکر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کو تحفظ اور انصاف فراہم نہیں کیا۔

نائن الیون کے واقعہ میں یہودی ملوث تھے۔ صہیونی میڈیا کے بقول اسامہ بن لادن نے کارروائی کی تو امریکہ ویورپ میں رہنے والی مسلم اقلیت کا کیا قصور کہ ان کو اچھوت سمجھ کر ناروا سلوک کیا گیا۔ دنیا کا کوئی مورخ تاریخی حوالہ سے یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ حکومت اسلامیہ کے دور میں مسلمانوں نے اجتماعی طور پر غیر مسلم اقلیت کے ساتھ بربریت کا مظاہرہ کیا ہو۔ اگر کسی مسلمان نے انفرادی طور پر ذاتی عناد کی خاطر ذمی کے ساتھ زیادتی کی تو قاضی نے انصاف کیا۔ مسلمان کی طرف داری نہیں کی۔ جب یورپی یہودیوں نے جان بچا کر حکومت عثمانیہ میں پناہ لی تو سلاطین نے نہ صرف ان کو پناہ دی بلکہ انہیں اہم عہدوں پر فائز کیا۔ برصغیر میں خاندان مغلیہ نے ہندوؤں کے ساتھ رواداری کا مظاہرہ کیا۔ وہ وزارت کے عہدوں پر متمکن رہے۔ لیکن اسلام بلا تفریق مذہب وملت سب کی عزت جان ومال کی حفاظت کرتا ہے جبکہ جمہوری حکومت ووٹوں کی خاطر اکثریت کے ساتھ امتیازی سلوک کرتی ہے اور اقلیت کو انصاف فراہم نہیں کرتی۔

جمہوری نظام میں یکے بعد دیگرے الیکشن کے عمل سے عوام میں سیاسی شعور پیدا ہوتا ہے تو ووٹ کے حق استعمال کرکے اپنے امیدواروں کا احتساب کرسکتے ہیں لیکن جس ملک میں جاگیردار مسلط ہو وہاں ردّعمل کے طور پر غریبوں کو گھروں سے بے دخل کردیا جاتا ہے، ناجائز مقدموں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور بعض اوقات ان سے سماجی بائیکاٹ کا اطلاق ہوجاتا ہے مضحکہ خیز خبر ملاحظہ کریں:

چک جھمرہ فیصل آباد کے نواحی گاؤں چک نمبر ۱۸۷ کے محنت کشوں نے مقامی چوہدریوں کے حکم کے مطابق ووٹ نہ دینے کا جرم کیا تھا چودھریوں نے غریب کمیوں کا حقہ پانی بند کردیا۔ (نوائے وقت لاہور ۲۰۰۲۔۱۰۔۲۲)

جمہوری نظام میں غریبوں کے مسائل حل ہونے کی بجائے ان میں اضافہ ہوتا ہے چونکہ الیکشن مہم میں دولت کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ دولت جاگیرداروں یا سرمایہ داروں کے پاس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے وہ خود یا ان کے حمایت یافتہ نمائندے انتخاب میں حصہ لیتے ہیں جو کامیاب ہو کر سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے مفادات کا تحفظ کرتے ہیں۔

اروندھتی رائے بھارت کے دانش ور ہیں جو مغرب کی یونیورسٹیوں اور دیگر اداروں میں بے لاگ اور غیر متعصب خطابات کی وجہ سے مشہور اور مقبول ہیں چونکہ وہ کھل کر تنقید کرتے ہیں اس لیے مغربی ذرائع ابلاغ نے ان کا مقاطعہ کر رکھا ہے ان کا ایک لیکچر ''ایشاء'' میں شائع ہوا۔ مذکورہ بالا موقف کی تائید میں لیکچر کا اقتباس پیش خدمت ہے:

''جنوبی افریقہ میں نسلی برتری کے زعم میں کالی اکثریت پر گوری اقلیت کے تین سو سالہ ناجائز بے رحمانہ، بہیمانہ قبضہ کے بعد ۱۹۹۶ء میں ایک غیر نسلی اور کثیر الجماعتی جمہوریت برسر اقتدار آئی اور نیلسن منڈیلا نامی ایک سیاہ فام شخص کو سربراہِ مملکت بنایا گیا۔ یہ ایک عجیب اور حقیقی کامیابی تھی۔ اپنے اقتدار میں آنے کے دو سال کے اندر اندر حکمران افریقی نیشنل کانگریس دنیا کے تجارتی خداؤں کے سامنے گھٹنوں کے بل جھک گئی۔ پھر اس نے معاشی ہمواری، پرائیوٹائزیشن اور معیشت کو آزاد کرنے کے لیے جتنے بھی بھرپور اور بڑے بڑے منصوبے شروع کیے ان کا نتیجہ اس کے علاوہ کچھ نہ نکلا کہ امیروں اور غریبوں میں فرق بڑھ گیا۔ دس لاکھ سے زیادہ کالے اپنے روزگار سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ جوں ہی بنیادی ضرورتوں یعنی بجلی، پانی اور گھروں کی تعمیر کی کارپوریشن بنی تو اس کا فوری نتیجہ یہ ہوا کہ ایک کروڑ جنوبی افریقی جو کل آبادی کا کم وبیش چوتھائی ہیں بجلی پانی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ لگ بھگ بیس لاکھ افراد اپنے گھروں سے نکال دیے گئے۔

اس دوران وہ چھوٹی سی گوری اقلیت جسے تاریخی طور پر صدیوں سے ظالمانہ استحصال کے ذریعے شاندار اور بلکہ شاہانہ مراعات حاصل تھیں پہلے سے بھی زیادہ محفوظ رہی۔ یہ اقلیت اب تک بدستور ملک کی زمینوں، کھیتوں، فیکٹریوں اور روزگار کے ان گنت وسائل پر قابض ہے۔'' (ہفت روزہ ایشیا، ۳۱ مارچ ۲۰۰۴ء)

پاکستان میں تقسیم ہند سے قبل زمین دار طبقہ ہندو سامراج کا مقروض تھا۔ لیکن ہندو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے قرضہ کے عوض ان سے زمین نہیں خرید سکتے تھے۔ کیونکہ سرکاری قانون آڑے آتا تھا۔ اسی دور میں غریب آدمی محنت ومشقت کر کے اپنے کنبہ کی کفالت کر لیتا تھا۔ ستاون سال گزرنے کے بعد اسلامی جمہوری پاکستان میں بھی صورت حال یہی ہے جاگیردار طبقہ کے افراد کوٹھیوں، کارخانوں کے مالک بن گئے ہیں۔ سفر وحضر میں ایئر کنڈیشنز کے مزے لے رہے ہیں۔ کبھی ایک کارخانے کا مالک رہنے والا اب بین الاقوامی تاجر بن چکا ہے۔ اس کے برعکس متوسط ملازم پیشہ طبقہ بمشکل پیٹ پال رہا ہے۔ جبکہ مزدور کی کمائی سے گھر کا خرچہ پورا نہیں ہورہا۔ ان کی عورتیں کوٹھیوں میں کام کرنے پر مجبور ہیں۔ معصوم بچے برتن مانجنے یا شکاری کتے نہلانے پر مجبور ہیں، غم اور خوشی کے موقع پر ساہوکاروں سے قرض لینا ان کی مجبوری بن جاتا ہے۔ قرض داروں کی ماہانہ تنخواہ یا یومیہ اُجرت دوسروں کی نسبت کم ہوتی ہے۔ اس بنا پر قرض کی ادائیگی ایک مشکل مسئلہ بن جاتا ہے۔ جب قرضہ کی واپسی کا مطالبہ شدت اختیار کر جاتا ہے تو وہ اپنا گردہ وغیرہ بیچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

سلطان پور میلہ اور بچہ کلاں کے سینکڑوں غریبوں نے زمینداروں کے قرضے اتارنے کے لیے اپنی مرضی سے جسمانی اعضا بیچے جن کی خرید وفروخت راولپنڈی میں ہوئی۔ گردے فروخت کرنے والوں کو ۵۰ ہزار ملتے ہیں راولپنڈی کا ریٹائرڈ کرنل آگے ۸ لاکھ میں بیچتا ہے حکومت ملک کے معاشی حالت سنوارے۔ ایم ڈی طاہر نے بیان دیا۔

(روزنامہ دن، ۲۰۰۳ء-۲-۴)

سرمایہ کاری کے ردّعمل میں سوشلزم نمودار ہوا اور جو معاشی انصاف فراہم کرنے میں ناکام ثابت ہوا۔

اسلام امن وسلامتی کا دین ہے جو کیمونسٹوں کی طرح غریبوں کو امیروں کی دولت ہڑپ کرنے کے لیے نہیں اکساتا بلکہ ان کو صبر وشکر کی تلقین کرتا ہے جبکہ دوسری طرف اسلام سرمایہ داروں کو قارون بننے سے منع کرتا ہے اور ان کو عشر، زکوۃ اور صدقات سے غریبوں کی کفالت کرنے کا حکم دیتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خود ساختہ نظام ہائے زندگی میں اسلام سے مستعار کوئی ایک آدھ خوبی ہوتی ہے۔ جس کی بنا پر اس کے گن گائے جاتے ہیں۔ جبکہ خالق کائنات کا نظام ہمہ گیر خوبیوں سے مزین وآراستہ ہے جس کا دستور قرآن ہے اور قانون محمد مصطفی ﷺ کی سنت ہے۔

پاکستان میں جتنے امیدوار برسر اقتدار آئے انہوں نے جمہوریت کی من مانی تعبیر کر کے مفاد پرستی کی سیاست کو ترجیح دی اسلام کے ساتھ مذاق کر کے قوم کو فریب دیا۔

پاکستان کے مخلص رہنما جو سیاسی و مذہبی جماعتوں میں شامل ہو کر اسلامی انقلاب کے لیے کوشاں رہے۔ وہ اس نظام سے مایوس ہو گئے۔ محترم غیاث الدین جانباز اپنے کالم ''وقت دعا ہے'' میں لکھتے ہیں:

سوشلسٹ، جمہوریت، سیکولر جمہوریت اور اسلامی جمہوریت کے علمبرداروں کے ساتھ برسہا برس گزارنے کے بعد مزید جدوجہد کی ہمت و حوصلہ اب نہیں رہا۔ ماضی کی ۴۵ سالہ سیاسی زندگی اور جدوجہد کا تجزیہ کرنے بیٹھتا ہوں تو اس نتیجہ پر پہنچتا ہوں کہ سرابوں کی گھمن گھیریوں میں نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم۔'' (نوائے وقت لاہور، ۲۰۰۴ء-۶-۶)

مخصوص فکری تحریک نے رنگ دکھایا، یکے بعد دیگرے ملک کی تمام جماعتوں نے سیاست کو مقصد اعلیٰ سمجھ لیا اور وہ زندگی کے دوسرے شعبوں کی اصلاح سے غافل ہو گئیں۔ حالانکہ معاشی، سماجی، اخلاقی و روحانی شعبوں کی طرح سیاست بھی دین کا ایک شعبہ ہے، اساس نہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ مذہبی جماعتیں جمہوری نظام کو خیر باد کہہ کر معاشرہ میں روحانی انقلاب برپا کریں اور ملک میں قرآن وسنت کی حکمرانی کے لیے قوت محاکمہ کا کردار ادا کریں۔ چونکہ سیاست دین کا جزو ہے جدا نہیں، تو پھر آپ عقائد و عبادات میں شرعی دلیل کو اہمیت دیتے ہیں تو سیاست میں کیوں نہیں؟ ☆

☆ ماہنامہ ضیائے حدیث لاہور، اپریل ۲۰۱۰ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل مغرب کے نزدیک متبرک مقام کون سا ہے؟

اسرائیل میں یہودیوں نے مسجد اقصیٰ کو آگ لگا کر بے حرمتی کی۔ بھارت میں انتہا پسند ہندوؤں نے سکھوں کے گولڈن ٹمپل پر حملہ کیا اور ایک لاکھ سکھ مظاہرین کو قتل کیا۔ مسلمانوں کی تاریخی مسجد بابری کو شہید کیا۔ احتجاج کرنے والوں کو گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا۔ بھارت میں گرجا گھروں کو بھی نشانہ بنایا گیا اور ہندوؤں نے عیسائی پادریوں کو زندہ جلایا۔ برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیر نے بھارت کا دورہ کیا تو بھارتی عیسائیوں کی تنظیم دی ''گلوبل کونسل آف انڈین کرسچین'' نے اپیل کی۔

> ''انتہا پسند ہندوؤں کے اقلیتوں پر مظالم، اُن کے خلاف نفرت اور منفی سیاست کو بند کرایا جائے۔ انتہا پسند ہندو تنظیموں پر پابندی لگانے کے لیے بھارتی حکومت پر دباؤ ڈالا جائے۔ ان انتہا پسند تنظیموں نے برصغیر کا امن خطرہ میں ڈال دیا۔ ہندوؤں کو بڑے پیمانے پر اسلحہ اور عسکری تربیت دی جا رہی ہے۔''

(روزنامہ اوصاف ۲۰۰۲-۲-۷)

برطانوی وزیراعظم نے کرسچین تنظیم کی درخواست کو ذرہ برابر اہمیت نہ دی آٹھ لاکھ بھارتی فوج مقبوضہ کشمیر میں آزادی کی تحریک کو کچلنے میں مصروف ہے۔ دوسری طرف میڈیا پر کشمیری تنظیموں کو دہشت گرد قرار دینے کی مہم جاری رکھی۔ لیکن عالمی سطح پر بھارتی مطالبے کی پذیرائی نہ ہو سکی۔

ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے واقعے کے بعد بھارتی حکومت نے ۱۳ نومبر ۲۰۰۱ء کو پارلیمنٹ پر حملے کا ڈرامہ رچایا۔ اس حملے میں پارلیمنٹ اراکین کو خراش تک نہ آئی۔ یہ واقعہ عمارت کے باہر ہوا جس میں سیکورٹی گارڈ اور حملہ آور مارے گئے صہیونی ذرائع ابلاغ میڈیا نے خبروں،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تبصروں اور مراسلوں میں اس واقعے کو غیر معمولی اہمیت دی۔ امریکہ نے بھارتی مطالبے پر کشمیری تنظیموں کو دہشت گرد قرار دے دیا۔ اگر انسانی حقوق کا مسئلہ ہوتا تو ۸۰ ہزار سے زائد کشمیری مسلمانوں کو ہلاک کرنے پر امریکہ بھارتی حکومت پر دباؤ ڈالتا۔ عیسائیوں اور سکھوں کو زندہ مردہ جلانے پر امریکہ ہندو انتہا پسند تنظیموں کو دہشت گرد قرار دیتا۔

اگر امریکہ کو مقدس مقامات کے احترام کا لحاظ ہوتا تو گولڈن ٹمپل، گرجا گھروں اور مساجد کی بے حرمتی کرنے پر یہود وہنود کی انتہا پسند تنظیموں کو ضرور بلیک لسٹ کرتا۔ آخر انسانی حقوق کی پامالی سے بڑھ کر سنگین نوعیت کا وہ کون سا جرم تھا جس کو بنیاد بنا کر امریکہ نے کشمیری تنظیموں کو آناً فاناً بغیر کسی ثبوت کے دہشت گرد قرار دے دیا۔ امریکی حکومت کے بیان نے اس کی نشاندہی کر دی ''دونوں کشمیری تنظیمیں دہشت گرد ہیں جنھوں نے بھارتی پارلیمنٹ اور سرینگر اسمبلی پر حملے کیے۔ یہ جمہوریت پر حملہ تھا۔'' (نوائے وقت ۱۔۱۲۔۲۸)

موجودہ دور میں امریکہ کے نزدیک گرجا گھر کی بجائے پارلیمنٹ ہاؤس متبرک مقام ہے۔ کیونکہ صہیونی تحریک نے جمہوریت کو فروغ دے کر اہل مغرب سے الہامی مذاہب کی روح سلب کر لی ہے اور اُن کو عوامی مذہب کر پرستار بنا دیا۔ اس وقت کرۂ ارض پر وائٹ ہاؤس ''عوامی مذہب'' کا پاسبان ہے۔ دنیا بھر کے پارلیمنٹ ہاؤس اس کے ذیلی ترجمان ہیں۔ اس لیے بھارتی حکومت نے پارلیمنٹ پر حملے کا جعلی ڈرامہ رچا کر امریکہ کو برہم کر دیا۔ جس نے جمہوریت پر حملہ کہہ کر آزادی کے لیے سرگرم تنظیموں کو دہشت گرد قرار دے دیا۔ ان واقعات کی روشنی میں ہم کہنے میں حق بجانب ہیں کہ اہل مغرب کو پارلیمنٹ کا تقدس جتنا عزیز ہے اتنا مذہبی عبادت گاہوں کا نہیں۔ ☆

☆ ہفت روزہ ''الاعتصام'' ۱۹ تا ۲۵ مارچ ۲۰۰۴ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پارلیمنٹ میں جائز مگر مسجد میں مکروہ؟

پارلیمنٹ کے مخلوط ماحول میں عورتوں کی شرکت جائز لیکن مسجد میں باپردہ نماز جمعہ کی ادائیگی ممنوع کیوں؟

اسلام میں عورتوں کے لیے پردہ کا حکم ہے البتہ حوائج ضروریہ کے تحت گھر سے نکلیں تو نگاہیں نیچی رکھیں اور پاک دامنی کی چادر سے اپنا جسم ڈھانپ لیں تاکہ کوئی مرد انہیں نہ دیکھ سکے اور وہ کسی غیر محرم مرد کو دیکھ سکیں۔ حدیث میں ہے:

''اور حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ وہ اور میمونہ رسول اللہ ﷺ کے پاس تھیں کہ اچانک ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ (نابینا) آئے، آپ کی مجلس میں داخل ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس سے پردہ کرو تو میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا وہ اندھا نہیں؟ جو ہمیں نہیں دیکھتا پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم اندھی ہو کیا تم اس کو نہیں دیکھ رہی ہو؟ (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد)

مولانا حمید الرحمن عباسی نے تشریح میں لکھا ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو اندھوں سے بھی پردہ کرنا چاہیے کیونکہ جس طرح مردوں کے لیے جائز نہیں کہ غیر محرم عورتوں کو دیکھیں اسی طرح عورتوں کے لیے بھی جائز نہیں ہے کہ غیر محرم مردوں کو دیکھیں خواہ بینا ہوں یا اندھے۔ (خلاصہ تفسیر القرآن، ج:۵،ص:۶۳۲)

موجودہ دور میں اکثر عورتیں شرعی پردہ کا اہتمام نہیں کرتیں۔ دیہی علاقوں میں عورتیں مردوں کے دوش بدوش کھیتوں میں کام کرتی ہیں مرد مزدوری کے لیے جائیں تو اُن کی عورتیں مویشیوں کے لیے چارہ کاٹتی ہیں اسی طرح شہری آبادی میں عورتیں دفتروں، اداروں اور دکانوں میں غیر محرم مردوں کے ہمراہ فرائض سرانجام دیتی ہیں۔ گھریلو سودا سلف لینے بازار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی جاتی ہیں۔ بے پردہ ہونے کی وجہ سے اُن کی نظریں غیر محرم مردوں پر اور مردوں کی نظریں اُن پر پڑ جاتی ہیں کوئی مصلح ان کو وعظ ونصیحت کرے تو وہ روز افزوں مہنگائی کے دور میں معاشی مجبوریوں کا تذکرہ کرتے ہیں لیکن اپنے غیر شرعی فعل پر بہرحال نادم ہوتے ہیں۔

یونین کونسل سے پارلیمنٹ تک پہلے عورتوں کی چند مخصوص نشستیں ہوتی تھیں دین دار طبقہ حکومت کے اس فیصلہ کو مستحسن نہیں سمجھتا تھا۔ علمائے حق حتی المقدور اس کے خلاف احتجاج کرتے تھے۔

اقوام متحدہ کی طرف سے ۱۹۹۵ء میں خواتین کی چوتھی کانفرنس، جسے بیجنگ کانفرنس کا نام دیا گیا چین میں منعقد ہوئی، اس کانفرنس کے ایجنڈے کی ایک شق یہ تھی کہ اسمبلی اور دیگر اداروں میں عورتوں کا ۵۰ فی صد کوٹہ رکھا جائے حکومت پاکستان نے ابتدائی طور پر عمل کرتے ہوئے یونین کونسل سے قومی وصوبائی اسمبلی تک عورتوں کے لیے ایک تہائی سیٹیں مخصوص کردیں۔ چھ دینی جماعتوں کے سیاسی اتحاد پر مشتمل متحدہ مجلس عمل کو حالیہ عام انتخابات میں نمایاں کامیابی ہوئی انہوں نے پارلیمنٹ میں عددی قوت کو برقرار رکھنے کے لیے اپنے کوٹے میں خواتین کی مخصوص نشستوں پر معتمد عورتوں کو کامیاب کرواکر باقاعدہ اسمبلی کی رکن بنوایا۔ بظاہر دینی جماعتوں کے سیاسی اتحاد کا اضطراری حالت میں کیا گیا یہ فیصلہ مستقبل میں پاکستان کے لیے حجت بن گیا بلکہ عالم اسلام کا دیگر حکمران طبقہ بھی پارلیمنٹ میں عورتوں کی نمائندگی کی مخالفت کرنے والوں کے سامنے متحدہ مجلس عمل کا فیصلہ سند کے طور پر پیش کرسکتے ہیں جب کہ اسلام میں غیر محرم مردوں سے عورتوں کا پردہ کرنا اور منہ ڈھانپنا اور اپنا ظاہری ونسوانی حسن چھپانا ضروری ہے۔

اسلام میں معروف کاموں پر عمل کرنے کے لیے اور منکرات سے بچاؤ کے لیے شرعی احکام کا فہم وادراک مردوں کی طرح عورتوں کے لیے بھی ضروری ہے۔ چونکہ مسجد، تعلیم وتزکیہ کا مرکز ہوتی ہے اس لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لا تمنعوا اماء الله مساجد الله .)) (صحیح مسلم)

''اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں میں جانے سے نہ روکو۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام نووی رحمہ اللہ اس بارے میں لکھتے ہیں:

"لیکن یہ حکم درج ذیل امور کے ساتھ مشروط ہے جنہیں علماء نے احادیث نبویہ ہی سے اخذ کیا: عورت نے خوشبو نہ رکھی ہو، بن سنور کر نہ جائے، ایسی پازیب نہ پہن رکھی ہوں جن کے بجنے کی آواز سنائی دے، لباس فاخرہ نہ پہن رکھا ہو، اس طرح نہ جائے کہ مردوں کے ساتھ اختلاط ہو۔ اور نہ ایسی حسین اور جوان ہو کہ فتنہ پیدا ہونے کا خوف ہو، راستہ محفوظ ہو یعنی راستے میں کوئی ایسی صورت نہ ہو جس سے فساد پیدا ہونے کا خطرہ ہو۔" (ماخوذ فقہ النساء، ص: ۲۴۸، تالیف: محمد عطیہ خمیس، مطبوعہ معارف اسلامی منصورہ، لاہور)

معاشرہ میں بگڑے ہوئے حالات اور فتنوں کے خوف کے تحت بعض فقہائے کرام رحمہم اللہ نے عورتوں کا مسجد میں جانا مکروہ قرار دیا۔ علمائے احناف اسی پر عمل پیرا ہیں۔

توجہ طلب پہلو:

علمائے دین وفقیہان شرع متین! راقم اس مسئلہ کے بارے میں الجھن کا شکار ہے اور آپ سے راہنمائی چاہتا ہے۔ وہ کون سا شرعی حکم ہے جس کے تحت عورتیں غیر محرم مردوں کے سامنے تو بیٹھ سکتی ہیں، قومی مسائل کے بارے میں کھل کر اظہار خیال کر سکتی ہیں، اسمبلی سے واک آؤٹ کر سکتی ہیں، سڑکوں پر دھرنے دے سکتی ہیں، اجتماعی جلسے جلوسوں میں بڑھ چڑھ کر شریک ہو سکتی ہیں لیکن محرم مردوں کے ساتھ آ کر مسجد میں علیحدہ اور باپردہ مقام پر اللہ کی عبادت نہیں کر سکتیں، آخر کیوں......؟

مسجد میں اپنے امام رحمہ اللہ کی تقلید جائز اور پارلیمنٹ میں ناجائز کیوں؟

ایسا نظام جو ہمارے علمائے کرام کو غیر محرم عورتوں اور ہماری ماؤں بہنوں کو غیر محرم مردوں کے روبرو بیٹھنے اور اُن سے بحث مباحثہ کرنے پر مجبور کر دے، کیا علمائے امت اور زعمائے ملت کا یہ عمل ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کردہ حدیث کی خلاف ورزی نہیں؟

آپ قرآن وسنت کو سپریم لا بنانے کے لیے اسمبلی میں آئے ہیں مگر جمہوریت کے اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طاغوتی نظام نے آپ کو منزل من اللہ دین حقیقی ''اسلام'' میں لچک اختیار کرنے پر مجبور کر دیا، کیا آپ کا یہ عمل اور دین سے متعلق یہ رویہ درست ہے......؟

تعجب ہے کہ انسانی حقوق کی مسلم تنظیمیں جو سرکاری ملازمتوں، کھیلوں، کلبوں میں عورتوں کے لیے تو مردوں کے مساوی حقوق کا مطالبہ کرتی ہیں لیکن یہی تنظیمیں عبادت اور دینی تربیت واصلاح کی خاطر مسجد میں جانے کے لیے مردوں کے مساوی مذہبی حقوق کا مطالبہ کیوں نہیں کرتیں؟

ماں کی گود بچے کی اولین اور بنیادی درس گاہ ہے جس کی تربیت کا اثر دیرپا رہتا ہے۔ چنانچہ مغرب کی فکری یلغار کے سدباب کے لیے عورتوں کی دینی تعلیم وتربیت کا اہتمام نہایت ضروری ہے۔ اسلام میں مسجد روحانی تعلیم، دینی تربیت اور باطنی تزکیہ کا مرکز ہے۔ اس لیے شرعی تقاضوں کا اہتمام کرنے والی عورتوں کو کم از کم فجر، عشا خطبہ جمعہ اور نماز جمعہ مسجد میں ادا کرنے کی اجازت دینی چاہیے تاکہ گھریلو ماحول میں دینی اقدار میں پیش رفت ہو۔ اگر مانعین کے نزدیک عورتوں کو مسجد میں نماز کی ادائیگی سے فتنہ وفساد کا اندیشہ ہے تو ان احباب سے بصد ادب استفسار ہے کہ اگر عبادت، نماز کی ادائیگی اور دینی تربیت واصلاح میں فتنہ و فساد کا اندیشہ ہے تو ان میلے ٹھیلوں اور عرس کے موقعوں پر ہونے والے مخلوط اور آزادانہ ماحول کے بارے میں آپ کا کیا نقطہ نظر ہے؟ یا خواتین اراکین اسمبلی سے متعلق کیا خیال ہے جو نامحرم مردوں کے بھرے اجلاس میں اپنا موقف پیش کرتی ہیں جب کہ اجلاس میں موجود مرد ارکانِ اسمبلی کے علاوہ ملازمین، صحافی اور گیلریوں میں بیٹھے مہمان سب ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

فقہی مسئلے کی روشنی میں دیہات میں جمعہ پڑھنے کی اجازت نہیں، الحمدللہ کہ آپ نے تقلیدی جمود کو توڑتے ہوئے جس اجتہادی فیصلہ کے تحت دیہات میں نماز جمعہ کا اہتمام شروع کیا ہے اُسی اجتہاد کے تحت شرعی تقاضے پورا کرنے والی عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت دینی چاہیے۔ ☆

☆ ہفت روزہ ''الاعتصام'' یکم تا ۷ اکتوبر ۲۰۰۴ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل علم کو دعوتِ فکر

امریکہ مسلمان ممالک میں بزورِ قوت جمہوری نظام رائج کر رہا ہے۔ تعجب ہے کہ اہل مغرب جو دفائی و صنعتی، زرعی ٹیکنالوجی حتیٰ کہ انسانی جان بچانے کے لیے میڈیکل تھیوری مسلم دنیا کو قیمتاً بھی فراہم نہیں کرتا۔ وہ سیاسی ٹیکنالوجی برآمد کرنے کے لیے ملین ڈالرز کیوں خرچ کر رہا ہے؟ اپنی قیمتی جانوں کو موت کے منہ میں دھکیل رہا ہے اور مزاحمتی گروپوں پر اندھا دھند بمباری کر کے دنیا کے اعتدال پسند حلقوں میں بدنامی کا باعث کیوں بن رہا ہے۔ آخر پولیٹیکل تھیوری کو زبردستی رائج کرنے میں اہل مغرب کا کیا مفاد ہے؟

اگر جمہوری نظام سے اسلام کا نفاذ اور پائیدار حکومت کا قیام ممکن ہوتا تو اتحادی فوج کے ذریعے افغانستان میں طالبان کی اسلامی اور عراق کی مستحکم فلاحی حکومت کا نظام درہم برہم کر کے جمہوری نظام رائج نہ کرتا۔

سعودی عرب میں شریعت کی حکمرانی کی وجہ سے جرائم کی شرح نہایت کم ہے، وہاں جمہوری نظام کے نفاذ کے لیے امریکہ کا دباؤ کیوں ہے؟ امریکہ اُن مزاحمتی تحریکوں کو دہشت گرد قرار دیتا ہے، خواہ وہ زلزلہ متاثرین سے تعاون کرنے میں مثالی کردار ادا کریں۔ اس کے برعکس جمہوری جماعتیں احتجاج کے طور پر امریکی پرچم اور صدر کے پتلے بنا کر سرعام جلائیں تو امریکہ ان پر پابندی لگانے کا مطالبہ کیوں نہیں کرتا؟

یورپ میں دربدر کی ٹھوکریں کھانے والے یہودیوں نے کون سا سیاسی نظام وضع کیا، جس نے اُن کی جنسی بے راہ روی اور سودی کاروبار کو تحفظ دیا کہ اب صلیبی لیڈر اپنی کامیابی کے لیے نوٹ اور ووٹ کے چکر میں اُن کے محتاج بن گئے ہیں۔

اظہارِ آزادی کی بناء پر جمہوری نظام، آمریت سے بدرجہا بہتر ہے۔ جس میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دانشوروں اور لیڈروں کو حکومت کی اسلام دشمن اور وطن کی سلامتی کے منافی سرگرمیوں پر تنقید کرنے کا قانونی حق حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے، علماء ودانشور اس نظام کے مداح ہیں۔ لیکن اس کا تاریک پہلو بھی ہے کہ فحاشی وعریانی کو فروغ دینے والے ذرائع کو بھی کھلی چھٹی ہوتی ہے۔

ڈنمارک میں توہین رسالت کے ردِّعمل میں عالم اسلام نے احتجاج کیا تو یورپی حکمرانوں نے واشگاف الفاظ میں جواب دیا کہ ''جمہوری نظام میں پریس کو آزادی ہے۔'' شتر بے مہار آزادی چہ معنی دارد۔

شریعت میں واضح احکام موجود ہیں، چونکہ جمہوری نظام میں قانون سازی زیرو پوائنٹ سے شروع ہوتی ہے اس لیے قرآن وسنت میں مذکور معروف منکرات کا نفاذ پارلیمنٹ کی اکثریت کا محتاج ہوتا ہے۔ پاکستان کی پارلیمنٹ نے قرآن وسنت سے متصادم انہدامِ حدود بل پاس کردیا، اس طرح تو دستور پاکستان کی رو سے پارلیمنٹ آئینی طور پر خود مختار ادارہ ہے۔ قرآن وسنت کی حیثیت نمائشی ہے، کیا یہ درست ہے؟ ☆

☆ المنبر، اگست ۲۰۱۰ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام امن وسلامتی کا قلعہ ہے

اسلام میں اللہ ہی سپر (بلکہ سپریم) پاور ہے۔ کسی فردِ واحد، جماعت یا عوام کی حاکمیت کا تصور نہیں۔ اسلام امن وسلامتی کا آفاقی پیغام ہے۔ اسلام بنی نوع انسان کو بندوں کی غلامی سے نجات دلا کر اللہ کی غلامی کا سبق سکھاتا ہے۔ اسلام بلا امتیاز ہر شہری کی عزت، جان ومال کا محافظ ہے۔ تاجدارِ مدینہ محمد ﷺ نے آخری خطبہ حج کے موقع پر ارشاد فرمایا: ''بے شک تمہاری جانیں، تمہارے اموال اور تمہاری آبروئیں ایک دوسرے پر اس قدر حرام ہیں، جیسے آج کا دن، یہ مہینہ اور اس شہر کی حرمت ہے۔'' اسلام تمام مسلمانوں کو باہمی اخوت وہمدردی کا درس دیتا ہے۔ رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا: ''گورے کو کالے پر اور عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں۔ تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو۔ آدم مٹی سے تھا۔ معیارِ فضیلت صرف تقویٰ ہے۔''

عدل وانصاف کے ضمن میں اسلام میں حاکم ومحکوم کا کوئی تصور نہیں۔ نبی رحمت ﷺ نے اپنے آپ کو پیش کر کے اعلان کیا جس کسی نے مجھ سے بدلہ لینا ہو وہ آج لے سکتا ہے۔ اسلام میں ہر شہری کو ملکیت کا حق حاصل ہے۔ زکوٰۃ، عشر اور صدقات سے مستحق افراد کی مالی معاونت کی جاتی ہے تاکہ وہ معاشرہ میں خوشگوار زندگی بسر کر سکیں۔

اسلام ہی وہ عالمگیر مذہب ہے جس میں غیر مسلموں سے اچھا سلوک کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اسلام ان کی عزت، جان ومال کی حفاظت کا ضامن ہے۔ مذہبی طور پر ان کو مکمل آزادی حاصل ہوتی ہے۔ سوائے کلیدی آسامیوں پر فائز ہونے کے اُن کو وہ تمام قانونی مراعات حاصل ہوتی ہیں جو مسلمانوں کو حاصل ہوں۔ اسلام امن وسلامتی کا قلعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خلفائے راشدین کے دور میں ذمیوں نے اپنے مذہبی حکومتوں کے مقابلہ میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کا ساتھ دیا۔

اسلام کے راہ نما اصول:

امامِ کائنات محمد ﷺ نے کوہِ صفا پر جلسہ عام میں اعلان فرمایا کہ اے لوگو لا الہ الا اللہ کا یقین دل میں بٹھا لو تو عرب وعجم کے مالک بن جاؤ گے۔ جب ہمارے اسلاف نے اللہ ہی کو مالی، بدنی اور قولی عبادات میں اپنا معبود تسلیم کر لیا تو تپتی ہوئی ریت پر، دہکتے ہوئے انگاروں پر لیٹنا گوارا کر لیا لیکن اللہ ذوالجلال کے ساتھ کسی کو شریک ماننے سے انکار کر دیا۔ اللہ کو موت وحیات کا مالک مان کر جہاد کے میدان میں سینہ سپر ہو گئے تو کامیابی نے اُن کے قدم چومے۔ جب دل کے ورق پر لکھ لیا کہ اللہ ہی طاقت کا سرچشمہ ہے تو قیصر وکسریٰ کا خوف مٹ گیا۔ جب اللہ کا خوف پیدا ہو گیا تو دشمن کی کثرتِ فوج کا زعم ختم ہو گیا۔ ہمارے اسلاف نے جب فتح وشکست کا مالک اللہ کو سمجھ لیا تو نقشہ دنیا سے روم وایران کی جغرافیائی سرحدیں سمٹ گئیں۔

آج کا مسلمان جب کسی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے تو رب کے دربار میں آہ وزاری کرنے کی بجائے غیر اللہ کے دروازوں پر پیشانی رگڑتا ہے۔ ان کی چوکھٹ کو چوم کر حجر اسود کی رسوائی کرتا ہے۔ بیت اللہ کی طرح ان آستانوں کا طواف کرتا ہے۔ صدقہ وخیرات کرنے کی بجائے ان وڈیروں کی آہ وبھگت اور خوشامد میں دولت لٹاتا ہے۔

اسی طرح موجودہ دور کے اسلامی سربراہوں کے اقتدار کو خطرہ لاحق ہو جائے تو وہ امریکی دربار میں سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ وہ اہل مغرب کی خوشنودی کے لیے اسلامی حدود وقیود کا مذاق اڑاتا ہے۔ اسلامی سربراہوں نے اقوام متحدہ کے پانچ مستقل ممبروں کی ویٹو پاور تسلیم کر کے اللہ قدیر کی سپر پاور ہونے کا انکار کر دیا ہے۔ انہوں نے قرآنی ضابطہ حیات کو پس پشت ڈال دیا اور اہل مغرب کی تہذیب اور قانون کو سینے سے لگایا تو اللہ کریم نے مسلمانوں پر رحمت ونصرت کی برکھا بند کر دی۔ اسی لیے ہر طرف مسلمان ذلت ورسوائی کا شکار ہیں۔

1: اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ ریاست کے اندر توحید کے منافی سرگرمیوں کو سختی سے کچل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیا جائے اور خود بھی ان اصولوں پر عمل پیرا ہو۔

۲: اللہ کے قرآنی دستورِ حیات کو ملک میں نافذ کیا جائے۔

سیّد الکونین ﷺ کی سیرتِ طیبہ اللہ کے قرآن کی عملی تفسیر ہے۔ آپ ﷺ نے زندگی کے ہر شعبہ میں اللہ کی ہدایات کے مطابق امت مسلمہ کی راہ نمائی کی۔ اللہ نے قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (آلِ عمران : ۳۲)

''اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات مانو پھر اگر وہ نہ مانیں تو اللہ کافروں سے محبت نہیں رکھتا۔''

اللہ نے اطاعت رسول ﷺ کے بارے میں تاکید فرمائی:

﴿وَمَا آتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (الحشر : ۷)

''رسولِ پاک ﷺ جو تم کو دے اُسے لے لو جس سے منع کرے اس سے باز رہو۔ اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔''

محمدؐ کی غلامی دین حق کی شرطِ اوّل ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

ہمارے اسلاف نے اسوۂ حسنہ پر عمل کر کے کامیابی کی منزلیں طے کیں۔ جب وہ اللہ کے رسول ﷺ کے فرمانبردار ہوئے تو اللہ نے بہتے دریاؤں اور جنگل کے درندوں کو ان کا مطیع کر دیا۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

افسوس کہ مسلمانوں نے لینن ولنکن کی آئینی زندگی کو سنٹرل آئیڈیا بنا لیا۔ اُن کی نقالی سوسائٹی کا معیار بن گیا۔ اللہ کا عذاب آیا تو مسلمان اُن کے غلام بن کر رہ گئے۔ آج بھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمان اللہ کی عبادت واطاعت اور خاتم النّبیین ﷺ کی اطاعت واتباع کا دم بھر لیں۔ روزمرہ زندگی سے لے کر امورِ حکومت تک قرآن وسنت کی حکمرانی کا اصول اپنا لیں تو یقیناً ریڈ اینڈ وائٹ ہاؤس (ماسکو اور واشنگٹن) پر اسلام کا پرچم لہرائے گا۔ ان شاء اللہ جس طرح ہمارے اسلاف نے قیصر وکسریٰ کے محلات پر اللہ اکبر کی صدا بلند کی۔

نماز بدنی عبادت ہے جبکہ زکوٰۃ مالی عبادت ہے۔ حقوق العباد میں سے زکوٰۃ کو شرعی مقام حاصل ہے کہ وہ ارکانِ اسلام میں کلمہ نماز کے بعد ہر صاحب استطاعت مسلمان پر فرض ہے۔

اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ مقامی شوریٰ کے ذریعے عشر زکوٰۃ وصول کر کے مستحق افراد کو دے تا کہ اسلامی امارت اقتصادی سطح پر خوشحال ہو اور عالمی بینک کی زنجیروں سے آزاد ہو جائے۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر:

خاتم النّبیین ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔ اس لیے اللہ ذوالجلال نے امت مسلمہ کو حکم دیا:

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (آل عمران: ١٠٤)

”اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے، اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے۔ یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں۔“

موجودہ دور کے مسلم حکمران (امر بالمعروف ونہی عن المنکر) کے فرض سے غافل ہیں۔ اُن میں سیکولر جراثیم سرایت کر گئے ہیں۔ اگر کوئی شرک کا بھیانک جرم کرتا ہے تو اُس پر کوئی قدغن نہیں۔ اتباع رسول ﷺ سے باغی ہو کر دین میں بدعات کو فروغ دے تو قانونی طور پر کوئی گرفت نہیں۔ نماز پڑھے یا نہیں، زکوٰۃ ادا کرے یا انکار کر دے تب بھی آج کا صاحب اقتدار سیکولر یہ کہہ کر ٹال دیتا ہے کہ یہ ہر ایک کا پرائیویٹ معاملہ ہے۔

مخبر صادق ﷺ نے فرمایا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے دو باتوں میں ایک بات تو ضرور ہوگی یا تو تم امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے رہو گے یا عنقریب تم پر اللہ تعالیٰ عذاب نازل فرمائے گا۔ اس وقت تم خدا سے دعا کرو گے اور تمہاری دعا قبول نہ ہوگی۔'' (ابن ماجہ)

اسلامی معاشرہ کی تشکیل کے لیے مقامی سطح پر مجلس شوریٰ قائم کی جائے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ احسن طریق سے سرانجام دے۔ نماز بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کا راستہ ہے جبکہ نماز سے روگردانی ہلاکت وتباہی کا موجب ہے۔

اللہ نے قرآن مقدس میں صاحب اقتدار مسلمانوں پر ذمہ داری عائد کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾

(الحج: ٤١)

''یہ (مسلمان) وہ ہیں کہ اگر ہم نے زمین میں ان کو صاحب اقتدار کر دیا تو وہ نماز (کا نظم) قائم کریں گے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی میں سرگرم ہوں گے، نیکیوں کا حکم دیں گے۔ برائیوں سے روکیں گے اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔''

نماز ایسی عبادت ہے جو مسلمان کو ہوش وحواس کی حالت میں کسی صورت معاف نہیں۔ عقیدۂ توحید اور اتباع رسول ﷺ کا تقاضا ہے کہ نماز کو خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کیا جائے۔

فلاحی معاشرہ کے قیام کے لیے صلوٰۃ کا نظم انتہائی ضروری ہے:

نماز بے حیائی، برائی اور فحاشی کے کاموں سے روکتی ہے۔ نماز مساوات کا درس دیتی ہے۔ نیز نماز سے اطاعت امیر کا سبق حاصل ہوتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ

۱: مسجد کو مرکز مان کر شورائی نظام وضع کیا جائے جو اصلاح معاشرہ کا فریضہ سرانجام دے۔

۲: تارکِ صلوٰۃ کو مناسب شرعی سزا دی جائے۔

۳: طلباء کے چال چلن سرٹیفیکیٹ میں ''صلوٰۃ کا پابند ہے'' کی تصدیق کا اضافہ کیا جائے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو اس گاؤں یا شہر کی محلہ مسجد کی شوریٰ کمیٹی جاری کرے۔

۴: سرکاری وغیر سرکاری اداروں میں ادنیٰ سے اعلیٰ تقرری کرتے وقت نمازی کو ترجیح دی جائے۔

۵: وقفہ نماز یا کم از کم جمعہ کے وقت بازار میں ہر قسم کی خرید وفروخت اور آمد ورفت پر پابندی عائد کی جائے۔

اسلام کے ابتدائی دور میں مسجد دینی ودنیوی امور سرانجام دینے کا مرکز تھی جہاں خلیفہ اور گورنر نماز پنجگانہ میں مسلمانوں کی امامت کرتے اور سیاسی معاملات طے کرتے۔ نبی کریم ﷺ مسجد میں سفیروں سے ملاقات کرتے۔ گورنروں کو ہدایات مسجد سے جاری کرتے۔ دنیوی اُمور میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرتے۔ مسجد نبوی ﷺ میں تنازعوں کا فیصلہ اور شرعی احکام کا اجرا ہوتا تھا۔ حتیٰ کہ جہاد کے لیے لشکر بھی مسجد سے روانہ ہوتا۔ نومسلموں اور نوخیز طلباء کی تعلیم وتربیت کا اہتمام بھی مسجد میں ہوتا تھا۔

خلفائے راشدین کے دور تک مسجد کو اسلامی سکرٹریٹ کا مقام حاصل رہا۔ اس کے بعد مسجد کی حیثیت عبادت گاہ تک محدود ہوگئی۔ پھر بھی نوآبادیاتی دور تک دینی ودنیوی تعلیم کا مرکز رہی جہاں سے لوگوں نے علم وفن میں نام پا کر یورپ کی تاریکی کو منور کیا۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ

۱: معاشرہ میں اسلامی روح پیدا کرنے کے لیے مسجد کا تقدس بحال کیا جائے۔

۲: بنیادی تعلیم وتربیت کا اہتمام مسجد میں کیا جائے۔

۳: اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لیے اسلامی تعلیم وتزکیہ کے حامل خطیب مقرر کیے جائیں جو مسجد کے ذریعے لوگوں میں بھائی چارہ اور ملّی، معاشرتی اور معاشی فرائض سے آگاہ کریں تاکہ معاشرہ صحیح معنوں میں اسلام کی عکاسی کرے۔

امارتِ اسلامیہ:

اسلامی ریاست کے ساتھ کسی قسم کی پیوندکاری کی ضرورت نہیں۔ دیگر نظام ہائے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکومت زندگی کے کسی ایک پہلو پر نمایاں اہمیت دیتے ہیں۔ دیگر شعبوں کی اصلاح سے راہِ فرار اختیار کر لیتے ہیں۔ جبکہ اسلام جامع ضابطہ حیات ہے جو زندگی کے تمام شعبوں میں ٹھوس اصول وضوابط مہیا کرتا ہے۔ جدید، فلاحی، معاشرتی جمہوریہ یا سوشلسٹ قسم کی پیوند کاری کی بجائے ''امارتِ اسلامیہ'' پر اکتفا کیا جائے۔

امارتِ اسلامیہ کی تعریف:

ایسی ریاست جہاں قرآن وسنت کی عملی بالادستی قانونی طور پر نافذ ہو، حکومت کے تمام فیصلے قرآن وسنت کے مطابق ہوں۔

امارتِ اسلامیہ کا مقصد:

''ریاست کے اندر ایسے اجتماعی حالات پیدا کرنا جن میں انسان اللہ تعالیٰ کے وضع کردہ قانونِ فطرت یعنی اسلام کے مطابق زیادہ سے زیادہ روحانی اور اجتماعی زندگی بسر کر سکیں اور ایک ایسی اُمت کی تشکیل ہو جائے جو عدل وانصاف کے عالمگیر اصول کی علمبردار ہو۔''[1]

تاکہ امارتِ اسلامیہ کے ہر شہری کی عزت، جان اور مال کو کوئی خطرہ نہ ہو۔ روزمرہ زندگی کی ضروریات خوراک، رہائش اور لباس کو پورا کرنے میں اسے دِقت نہ ہو۔ تعلیم اور روزگار کے حصول کے لیے بلا امتیاز سب کو یکساں مواقع حاصل ہوں۔ امیر، غریب اور حاکم ومحکوم پر یکساں قانون لاگو ہو۔

اسلام کا شورائی نظام حکومت:

اسلام کا نظامِ حکومت شورائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں مسلمانوں کی یہ صفت بیان کی ہے: ﴿وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾ (الشوریٰ: ۳۸) ''اور وہ اپنے معاملات باہمی مشورے سے طے کرتے ہیں۔'' اہل حل وعقد اپنے امیر کو کتاب وسنت کی دلیل سے آگاہ کریں۔ جس کی طرف اس کا دھیان نہیں گیا۔ خلفائے اسلامیہ کے دور تک شورائی نظام کا ڈھانچہ برقرار رہا۔ لیکن بعد میں اہل مغرب کی سازش سے اسلامی ریاستوں میں شورائی نظام

[1] اسلامی حکومت کا مختصر خاکہ از مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ختم کر دیا گیا۔ جن کی جگہ قانون ساز ادارے قائم کیے گئے۔ ان کے ممبران کے لیے دینی معیار کی شرط ضروری ہے نہ دنیوی تعلیم کی شرط عائد ہے جو صرف عددی اکثریت کے بل بوتے پر علاقائی کونسل اور قومی اسمبلی میں پہنچ جاتے ہیں اور ووٹوں کی اکثریت کے سہارے قانون سازی کرتے ہیں۔ جبکہ اسلام میں قانون سازی کا اختیار اللہ کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں۔

مقامی مجلس شوریٰ کا چناؤ گاؤں یا شہر کے محلّہ کی بنیاد پر ہو۔ جس کا مرکزی دفتر مسجد میں ہو۔ شوریٰ کا امیر دینی و دنیوی امور میں امامت و قیادت کا اہل ہو۔ شوریٰ کے دیگر ارکان بھی نمازی، امانت دار اور تعلیم یافتہ ہوں۔ ان میں قومی خدمت کا جذبہ وافر مقدار میں ہو۔ ان کی عمر چالیس سال سے کم نہ ہو۔ اہل محلّہ کو ان کے اوصاف پر اعتماد ہو۔

مقامی مجلس شوریٰ امر بالمعروف نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے میں مکمل بااختیار ہو جس کی رپورٹ پر قانونی کارروائی عمل میں لائی جائے۔ مجلس شوریٰ کے پاس اپنے حلقہ کا تعلیمی، سماجی، معاشرتی، اخلاقی اور معاشی حالات کا ریکارڈ ہو۔ ہر قسم کی تصدیق کے لیے شوریٰ کی ابتدائی رپورٹ کو فوقیت ہو۔ باہمی تنازعات میں شوریٰ کے فیصلہ کو بنیادی اہمیت حاصل ہو۔

گاؤں گاؤں میں شروع کرنے کے بعد علاقائی امن عامہ (تھانہ) کی حدود میں شورائی نظام قائم کیا جائے۔ پھر ضلعی سطح سے لے کر امارتِ اسلامیہ کی مرکزی سطح تک شورائی نظام منظّم کیا جائے۔

اسلام میں مجلس شوریٰ کے چناؤ کے لیے ووٹوں کی گنتی کی بجائے اہلیت کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ اہلیت معاشرہ میں معلوم و معروف شے ہوتی ہے۔ معاشرہ کے مختلف طبقوں میں مختلف لوگ اپنی اہلیت کی بنا پر نمایاں ہوتے ہیں۔ مملکت اسلامیہ کے مسلمانوں کی راہنمائی اور قومی سطح کے اہم اور نازک امور کے حل کے لیے جو مجلس شوریٰ تشکیل دی جائے اس کے لیے مندرجہ ذیل اوصاف کے حامل ارکان تلاش کیے جائیں:

ا: امارتِ اسلامیہ کی مجلس شوریٰ کے لیے مسلمان ہونا ضروری ہے خواہ کسی علاقہ سے تعلق رکھتا ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲: قرآن وسنت کا اس قدر عالم ہو کہ حالاتِ حاضرہ کے مطابق نصوص سے استنباط کا ملکہ رکھتا ہو۔

۳: سنت کا عامل اور متقی ہونا ضروری ہے۔ امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دینے کی اہلیت رکھتا ہو۔

۴: قومی وملّی ذمہ داریوں کو نبھانے کی اہلیت رکھتا ہو۔

۵: عمر چالیس سال سے کم نہ ہو۔

۶: جسمانی وذہنی طور پر صحت مند ہو۔

۷: مذکورہ بالا اوصاف کے علاوہ زندگی کے کسی ایک شعبہ میں خصوصی مہارت کا حامل ہو۔ مثلاً سائنس، سیاسیات، عمرانیات، طب، معاشیات، عسکری مہارت، انجینئرنگ، صنعت، تعلیم، قانون اور زراعت وغیرہ۔ ریاست بھر میں ضلعی شوریٰ کے اُمراء کی وساطت سے ضرورت سے زیادہ تعداد میں ان اوصاف کے حامل افراد کی فہرست تیار کی جائے۔

مجلس شوریٰ کا چناؤ بورڈ جو متقی اور علوم وفنون کے ماہرین پر مشتمل ہو۔ یہ چناؤ بورڈ اہلیت کی بنیاد پر انٹرویو اور تحقیق کے ذریعے مخصوص مجلس شوریٰ کے ارکان کا چناؤ کریں۔

احتیاطی تدابیر:

۱: عہدہ کے خواہش مند حضرات کی درخواست پر غور نہ کیا جائے۔

۲: چناؤ بورڈ اپنے کسی رشتہ دار کے چناؤ سے اجتناب کرے۔

۳: رفاہِ عامہ کے تعمیراتی کاموں کی آڑ میں مجلس شوریٰ کے اراکین کو کسی قسم کی سرکاری گرانٹ نہ دی جائے۔ کیونکہ یہ مستقل سرکاری انتظامیہ کے فرائض میں شامل ہے۔

۴: امورِ حکومت پر غور وفکر کرنے کے لیے شوریٰ کا اجلاس دارالخلافہ کی مرکزی جامع مسجد میں منعقد کیا جائے۔

۵: مخصوص علاقہ سے مقررہ تعداد کا چناؤ ضروری نہیں، کیونکہ اسلام جغرافیائی حد بندیوں کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہمیت نہیں دیتا۔

مجلس شوریٰ کے فرائض:

۱: ''جن معاملات میں کتاب وسنت کی نص موجود ہے۔ اس میں شوریٰ اگرچہ کوئی ردّ وبدل نہیں کرسکتی تاہم ان کے نفاذ کے لیے ضروری قواعد وضوابط مقرر کرے گی۔

۲: جن احکام میں کتاب وسنت کے احکام کی ایک سے زیادہ تعبیریں ممکن ہوں ان میں سے اس تعبیر کو قانونی شکل دینا جو کتاب وسنت کے قریب تر ہو۔

۳: جن معاملات میں احکام موجود نہ ہوں تو اسلام کے مزاج کے مطابق نئے قوانین وضع کرنا یا پہلے سے موجود فقہی قوانین میں سے کسی ایک کو اختیار کرکے اسے قانونی شکل دینا۔

۴: جن معاملات میں قطعاً کوئی اصولی راہنمائی نہ ملتی ہو تو ان کے متعلق شوریٰ مناسب قوانین بنا سکتی ہے بشرطیکہ وہ کسی شرعی حکم یا اصول سے متصادم نہ ہوں۔

۵: اگر اسلامی ریاست کا آئین اسلام سے متصادم ہو تو مجلس شوریٰ اس آئین کو کتاب وسنت کی روشنی میں مرتب کرے''[1]

اہلیت امیر:

مرکزی شوریٰ کے اوصاف کے علاوہ عقل وفراست وافر مقدار میں موجود ہوتا کہ ملک کے سیاسی اور انتظامی اُمور احسن طریق سے چلا سکے۔ دنیوی واُخروی احتساب کا پورا احساس رکھتا ہو۔ شجاعت وبہادری کے اوصاف موجود ہوں تاکہ ملک کی حفاظت کرسکے اور دشمنوں سے جہاد کرسکے۔ حالاتِ حاضرہ اور جدید عالمی سیاست پر بھی ناقدانہ نگاہ رکھنے والا ہوتا کہ اسلام دشمن عناصر کی خفیہ سازشوں کو کنٹرول کرسکے۔

انتخابِ امیر:

اگر کسی اسلامی ریاست میں مذکورہ بالا اوصاف کا حامل امیر ہو۔ اور امیر نے اپنی ریاستی

---

[1] خلافت وجمہوریت، ص: ۲۵۶، مولانا عبدالرحمٰن کیلانی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدود میں قرآن وسنت کی بالادستی قائم کر رکھی ہو تو وہ اپنی زندگی میں مجلس شوریٰ میں سے کسی کو ولی عہد یا نائب امیر مقرر کر سکتا ہے۔ اگر امیر ان اوصاف کا حامل نہ ہو تو شوریٰ کا انتخاب پہلے پھر شوریٰ باہمی صلاح ومشورہ سے امیر منتخب کر سکتی ہے۔ اگر کسی ملک میں امیر وشوریٰ ناپید ہو تو اس ریاست میں جس تحریک یا جماعت کی مساعی جمیلہ سے اسلامی انقلاب برپا ہو جائے۔ اس جماعت کے امیر کو ریاست کا امیر تسلیم کیا جائے۔ وہ اپنی جماعت کے معروف کارکنوں کے مشورہ سے مجلس شوریٰ کے ارکین کا چناؤ کرے۔

امیر کی مدت خدمت:

دیگر نظام ہائے حکومت میں محدود مدت کے لیے سربراہِ ریاست ودیگر اراکین کا چناؤ عمل میں آتا ہے۔ اس طرح بار بار حکومت کی تبدیلی سے ملک سیاسی عدمِ استحکام اور اقتصادی بدحالی کا شکار ہو جاتا ہے۔ جبکہ اسلامی نظام میں امیر وشوریٰ کے اراکین کی تقرری تازیست ہوتی ہے۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا تازیست خدمت پر مامور رہنا ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔

امیر ریاست کی معزولی کے اسباب:

جب اس میں تین طرح کا تغیر پیدا ہو جائے:

۱: خواہشاتِ نفسانی سے مغلوب ہو کر ممنوعاتِ شرعیہ کا ارتکاب کر بیٹھے اور وہ شرعی عدالت سے ثابت ہو جائے۔

۲: دوسری صورت فسق اعتقادی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تاویل کرکے حق کے بالکل برخلاف کوئی عقیدہ اختیار کرے۔

۳: اگر امیر وشوریٰ کے اراکین کی عقل وبصارت جواب دے جائے۔ میڈیکل بورڈ جس کی تصدیق کر دے۔

احتسابی بورڈ:...... اعلیٰ عہدوں پر تقرری سے قبل ہر قسم کی جائداد کا ریکارڈ حاصل کیا جائے پھر ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونے کے بعد ان کی جائداد کا حساب کتاب کیا جائے غیر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معمولی اضافہ کی صورت میں ان کا محاسبہ کیا جائے۔

شعبہ تعلیم وتزکیہ:

تقرریہ کے اہل افراد کی اسلامی تعلیم وتزکیہ کے علاوہ شعبہ جاتی تربیت لازمی قرار دی جائے۔ جس سے ان کی اہلیت وکارکردگی میں جہاں اضافہ ہوگا وہاں ان کے کردار اور سیرت میں نکھار آئے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر ایک کو کوئی بھی کام شروع کرنے سے پہلے اس شعبہ کی خصوصی تعلیم اور مہارت سکھانے کا بندوبست کرتے تھے۔

امارتِ اسلامیہ کا دستور:

امارتِ اسلامیہ کا دستور کتاب اللہ ہے اور قانون امامِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ مجلس شوریٰ کتاب وسنت کو معیار بنا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع اور محدثین وائمہ کرام کی آراء کی روشنی میں پیش آمدہ مسائل کے بارے میں اجتہاد کرسکتی ہے لیکن ہر صاحب علم مسلمان کو یہ حق حاصل ہو کہ وہ اجتہادی فیصلہ کو شرعی عدالت عالیہ میں چیلنج کرسکے کہ وہ کتاب وسنت کے منافی تو نہیں۔

مجلس شوریٰ میں فیصلہ کا معیار:

اسلام میں مجلس شوریٰ کا امیر ڈکٹیٹر نہیں ہوتا بلکہ دلیل اور آراء کا محتاج ہوتا ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> ''اگر شوریٰ کے کسی فرد نے کتاب وسنت اور اجماع کے مسئلہ کی کوئی واضح دلیل پیش کردی تو اس وقت خواہ بڑی جمعیت ایک طرف ہوجائے اور اس سے کتنے بڑے بھونچال کا خطرہ ہو تو بھی اسے خاطر میں نہ لایا جائے۔ اگر دلائل کے لحاظ سے بھی اختلاف پیدا ہوجائے تو امیر مجلس کو اس کی رائے پر فیصلہ کرنا چاہیے جو کتاب وسنت کے زیادہ قریب اور مشابہ ہو۔''☆ (سیاست شرعیہ بحوالہ خلافت وجمہوریت)

☆ ہفت روزہ ''الاعتصام'' ۲۸ فروری ۱۹۹۷ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں مشورے کی اہمیت ونوعیت

اسلام شورائی نظام میں ذاتی مسئلہ ہو یا خاندانی، ملکی معاملہ ہو یا بین الاقوامی معاہدہ طے کرنا ہو، دشمن سے جنگ کی نوبت آجائے تو اس کا مقابلہ کرنے کے لیے حربی طریقہ کار وضع کرنا ہو یا امن وامان کے دور میں رفاہ عامہ کے امور سرانجام دینے ہوں شرعی قوانین کے نفاذ کا لائحہ عمل طے کرنا ہو یا امیر کا چناؤ کرنا ہو۔ اسلام ہر قابل غور معاملہ میں مشورہ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ﴾ (الشوری: ٣٨)

''اور وہ اپنے معاملات باہمی مشورہ سے طے کرتے ہیں۔''

نبی کریم ﷺ کو جب کسی معاملے میں اللہ کی طرف سے واضح ہدایت نہ ملتی تو آپ ﷺ انتظامی امور کے علاوہ تشریعی معاملات میں بھی مشورہ کرتے تھے جیسے کہ اذان کا معاملہ تھا۔ آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم پیش آمدہ مسائل سے متعلق مشورہ کرتے تھے۔ اگر کوئی مشیر یا امیر کتاب وسنت کی دلیل پیش کر دیتا تو سب اس کے سامنے سر تسلیم خم کر لیتے بصورت دیگر کتاب وسنت سے مطابقت رکھنے والی یا اقرب الی الحق عقلی دلیل کے مطابق اتفاق رائے سے فیصلہ صادر کرنے، مسئلہ کی نوعیت کے مطابق اصحاب الرائے سے مشورہ طلب کیا جاتا، اگر اجتماعی نوعیت کا مسئلہ ہوتا تو حاضرین مجلس کی بھی رائے طلب کی جاتی۔ تحقیق وجستجو کے دوران قوی دلیل کی روشنی میں اتفاق رائے سے فیصلہ کیا جاتا تھا۔ لیکن رائے شماری کرا کر کثرت رائے کی بنیاد پر فیصلے نہیں ہوتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود سپہ سالار بن کر عراق جانے کے لیے روانہ ہوئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کا خود عراق کی طرف جانا مناسب نہیں ﴿

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حاضرین سے رائے طلب کی تو اکثریت نے خلیفہ وقت کے ارادے کے موافق مشورہ دیا سوائے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے، انہوں نے مخالفت میں قوی دلیل پیش کی۔

”کسی سردار کو جنگ میں شکست ہو تو خلیفہ آسانی سے اس کا تدارک کرسکتا ہے۔ خوانخواستہ اگر آپ رضی اللہ عنہ نے شکست کھائی تو دیگر علاقوں کے مسلمان کمزور ہوجائیں گے۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کسی آدمی کو عراق بھیج دیں اور خود مدینہ واپس چلے جائیں۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر لوگوں نے اس رائے سے اتفاق کیا اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی رائے کو درست قرار دیا۔ (تاریخ ابن کثیر جلد ہفتم، ص: ۹۲)

چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خود عراق جانے کا ارادہ ملتوی کرنے میں عار محسوس نہیں کی۔

عراق اور شام کو مسلمانوں نے فتح کرلیا تو فوج نے مطالبہ کیا کہ مفتوحہ زمینیں اُن میں تقسیم کی جائیں اور شہریوں کو اُن کی غلامی میں دیا جائے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اہل فوج کے ہم زبان تھے جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مال غنیمت کو فوج میں تقسیم کرنے کے حق میں تھے اور زمین بیت المال کی ملکیت قرار دینا چاہتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی رائے کی صحت پر اعتماد تھا لیکن انہوں نے آمرانہ انداز اختیار کرکے اپنی رائے کو مسلط نہیں کیا، نہ انہوں نے کثرت رائے کو معیار حق سمجھ کر اپنے موقف سے روگردانی کی۔

انہوں نے پانچ مہاجرین پانچ انصار پر مشتمل مجلس مشاورت طلب کی جو بالغ رائے دہی کی بنیاد پر منتخب نہیں ہوئے تھے اُن میں کئی دن تک بحث چلتی رہی تاہم کوئی فیصلہ نہ ہوا اس دوران کسی صحابی نے مجلس شوریٰ میں رائے شماری یا حاضرین میں ریفرنڈم کرانے کا مطالبہ نہیں کیا یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اچانک قرآن حکیم کی ایک آیت یاد آئی:

﴿وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ .....﴾ (الحشر: ١٠)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فاروق نے اس آیت سے یہ استدلال کیا کہ فتوحات میں آئندہ نسلوں کا بھی حق ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مدلل تقریر سن کر سب لوگوں نے یک زبان ہو کر کہا بلاشبہ آپ کی رائے صحیح ہے۔ (کتاب الخراج از امام یوسف بحوالہ خلافت و جمہوریت، ص: ۱۴۷)

اختلاف کی صورت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رائے شماری کرا کر فوری فیصلہ نہیں کیا اور نہ آمرانہ انداز اختیار کر کے ویٹو پاور استعمال کی بلکہ کئی دن تک غور وفکر کیا یہاں تک کہ نص قطعی کے سامنے سب نے گردن جھکا دی۔ کسی کو اختلاف کی گنجائش ہی نہ رہی۔

کیا خلفائے راشدین کو ویٹو پاور حاصل تھی؟

اپنی رائے کو اجتماعی رائے عامہ پر زبردستی مسلط کر دینے کا نام ویٹو پاور ہے۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے بارے میں دو مسلم سکالروں کی متضاد رائے ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد کہتے ہیں:

”اگرچہ خلافت راشدہ کے بارے میں جو بھی میرا مطالعہ ہے اس کی بنیاد پر میں پورے انشراح صدر سے کہہ رہا ہوں کہ خلفائے راشدین کے ہاتھ میں ویٹو تھی۔ خلافت راشدہ میں آپ کو کہیں ووٹوں کی گنتی کا ذکر نہیں ملے گا لیکن اب اگر کوئی اسلامی ریاست قائم ہوتی ہے تو اس کا جو بھی دستور بنے گا اس میں سربراہ ریاست کے ہاتھ میں ویٹو کا ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ انتخابات کے ذریعے سے جو بھی ایک ادارہ وہاں وجود میں آ جائے اس میں Counting of votes سے ہونی اور کسی کے ہاتھ میں اختیار خصوصی نہ دیا جائے۔ ﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ﴾ کا تقاضا پورا ہو جاتا ہے۔“ (میثاق اگست ۲۰۰۳ء)

جب کہ مولانا مودودیؒ ویٹو پاور کی نفی کرتے ہیں:

”خلافت راشدہ کی تاریخ میں صرف دو مثالیں اس امر کی ملتی ہیں کہ خلیفۂ وقت نے اہل الحل والعقد کی قریب قریب متفقہ رائے کے خلاف کام کرنے کا فیصلہ کیا ایک جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کا معاملہ دوسری مرتدین کے خلاف جہاد کا معاملہ۔ لیکن ان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں معاملات میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے جس بنا پر خلیفہ کے فیصلے کو مانا وہ یہ نہیں تھی کہ دستور اسلامی نے خلیفہ کو ویٹو کے اختیارات دے رکھے ہیں اور دستوری طور پر وہ بادل نخواستہ اس کا فیصلہ ماننے پر مجبور ہیں بلکہ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فہم وفراست اور دینی بصیرت پر پورا اعتماد تھا۔'' (اسلامی دستور کی تدوین، ص: ۳۸)

قرآن وسنت کو ویٹو پاور حاصل ہے:

بلاشبہ تاریخ اسلام میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شخصیت پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اعتماد تھا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے رائے لیتے جب حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما غور طلب مسئلے کے بارے میں ہم رائے ہو جاتے تو آپ اس کو ترجیح دیتے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کئی فتنوں نے جنم لیا۔ تاریخ کے اس نازک موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہایت جرأت وثابت قدمی سے دعوت وعزیمت کا مشن جاری رکھا اور نہایت فہم وفراست سے حالات کو کنٹرول کیا کیونکہ بعض مواقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت ایک طرف ہوتی اکیلے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے اس کے برعکس ہوتی لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے کسی قسم کا ویٹو پاور استعمال نہ کیا نہ اُن کے سامنے رسول اکرم سے مودت قربیٰ کا واسطہ دیا نہ اسلام کی خاطر ایثار وقربانی کا سہارا لیا نہ اُن کو قائل کرنے کے لیے اپنے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اطہر سے نکلے ہوئے فضائل کا تذکرہ کیا بلکہ ان کے سامنے موقف کی وضاحت کے لیے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل پیش کی۔ قربان جائیں صحابہ رضی اللہ عنہم پر جنہوں نے کثرت رائے پر گھمنڈ نہیں کیا۔ پس سن کر سر تسلیم خم کیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیش اسامہ کو فوری طور پر روانہ کرنے کے حق میں نہیں تھے۔ لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اُن کو اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ثابت قدم رہنے کا درس دیا۔ تاریخ میں مذکور ہے۔

''مدینہ کے بہت سے لوگوں نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ وہ اپنی اہم ضرورت کی وجہ سے جیش اسامہ کو نہ بھیجیں کیونکہ اسے امن وسلامتی کی حالت میں تیار کیا گیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا اوران مشورہ دینے والوں میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس بات کو قبول نہ کیا اور جیش اسامہ کو روکنے سے سختی سے منع فرمایا اور فرمایا:

"اللہ کی قسم! میں اُس جھنڈے کو نہیں کھولوں گا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باندھا ہے خواہ پرندے اور درندے ہمیں مدینہ کے اردگرد سے اچک لیں تو بھی میں ضرور جیش اسامہ کو بھیجوں گا۔" (تاریخ ابن کثیر جلد ششم، ص: ۱۱۴۱)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ سے متعلق مشورہ طلب کیا تو حضرت عمر و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ وہ عدم ادائیگی کی جس حالت پر قائم ہیں آپ رضی اللہ عنہ اُنہیں اس حالت میں چھوڑ دیں اور ان سے دوستی کرلیں حتی کہ ایمان ان کے دلوں میں جاگزین ہو جائے پھر اس کے بعد وہ زکوٰۃ دینے لگیں گے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اللہ کی قسم اگر انہوں نے مجھے بکری کا ایک سالہ بچہ بھی نہ دیا جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں اس کے روکنے پر ان سے جنگ کروں گا، بلاشبہ زکوٰۃ بیت المال کا حق ہے، اللہ کی قسم! جس نے نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کیا میں اُس سے ضرور جنگ کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے دیکھا کہ جنگ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا شرح صدر کر دیا ہے اور مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ حق پر ہیں۔" (تاریخ ابن کثیر جلد ششم، ص: ۱۱۵۳)

پیکر عزیمت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جیش اسامہ کی روانگی کا فیصلہ کرتے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو مقدم رکھا اور مانعین زکوٰۃ کے خلاف تادیبی کارروائی کے لیے اللہ کا کلام سنایا، اس لیے اسلام میں نصِ قطعی یا ویٹو پاور قرآن وسنت کو حاصل ہے۔

دور نبوی اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی جس سے اس امر کو تقویت پہنچے کہ عقل وفہم اور زہد وتقویٰ کا امتیاز کیے بغیر بالغ رائے دہی کی بنیاد پر رائے طلب کرنے اور کثرت رائے سے فیصلہ کرنے کا عمل درست ثابت ہو۔ البتہ برصغیر میں جمہوری نظام متعارف ہوا تو بالغ رائے کے لیے تحقیقی کاوش ضرور ہوتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقسیم ہند سے قبل جب مولانا مودودی نے انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ نہیں کیا تھا تو اُس وقت واشگاف الفاظ میں کہا:

''ایک قوم کے تمام افراد کو محض اس وجہ سے کہ وہ نسلاً مسلمان ہیں حقیقی معنی میں مسلمان فرض کر لینا اور یہ امید رکھنا کہ ان کے اجتماع سے جو کام بھی ہوگا اسلامی اصول ہی پر ہوگا پہلی اور بنیادی غلطی ہے۔'' (تحریک آزادی ہند اور مسلمان: ۲/۱۳۹)

لیکن قیام پاکستان کے بعد جب جماعت اسلامی نے انتخابات میں حصہ لیا تو مولانا نے خلافت کا تصور پیش کیا۔

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ (النور: ۵۵)

''اللہ نے وعدہ کیا ہے اُن لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کیا ہے کہ وہ ضرور ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح اُس نے ان سے پہلے لوگوں (مومنین صالحین) کو خلیفہ بنایا تھا۔''

''یہ آیت دو اہم دستوری نکات کی تصریح کرتی ہے: اوّل یہ کہ ایک اسلامی ریاست کا صحیح مقام ''خلافت'' ہے نہ کہ ''حاکمیت'' دوم یہ کہ ایک اسلامی ریاست میں خلافت کا حامل کوئی ایک شخص یا خاندان یا طبقہ نہیں ہوتا بلکہ وہ پوری امت مسلمہ اس کی حامل ہوتی ہے جسے اللہ نے آزاد ریاست عطا کی ہو۔'' (اسلامی ریاست، ص: ۳۷۰)

دوسرے نکتے کی تشریح یہ ہے کہ ایک اسلامی ریاست میں اس کے تمام مسلم باشندوں کو بحیثیت مجموعی حامل خلافت ہونا وہ اہم اصولی حقیقت ہے جس پر اسلام میں جمہوریت کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ (ص: ۳۷۱)

سورۃ نور کی اسی آیت کی روشنی میں عمومی خلافت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''امیر کو مشورہ کے ساتھ کام کرنا ہوگا، مجلس شوریٰ ایسی ہوگی جسے عام مسلمانوں کا اعتماد حاصل ہو، اس امر میں بھی کوئی مانع شرعی نہیں ہے کہ اس مجلس کو مسلمانوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ووٹوں سے منتخب کیا جائے۔" (اسلامی ریاست،ص:۵۰۳مطبوعہ ۱۹۹۵ء)

متعدد تفاسیر کا مطالعہ کیا لیکن کسی مفسر قرآن نے آیت مذکورہ سے بالغ رائے دہی کا جواز پیش نہیں کیا۔ مولانا کے تفسیری نکتہ کی روشنی میں عرض ہے:

جماعت اسلامی کے امیر کے انتخاب میں صرف ارکان حصہ لیتے ہیں، ہزاروں متفقین اور لاکھوں متاثرین کی رائے کو کیوں نظر انداز کر دیا جاتا ہے؟ شاید اس کا جواب یہ ہو کہ ارکان اپنے علاقے کی نمائندگی کرتے ہیں۔ یہ کہنا سراسر غلط ہوگا کیونکہ جماعت اسلامی کے ارکان کا چناؤ اس علاقہ کے متفقین ومتاثرین بالغ رائے دہی کی بنیاد پر نہیں کرتے۔ بلکہ جماعت اسلامی کا انتخابی بورڈ جماعتی متفقین میں سے ان کو ارکان منتخب کرتا ہے جو جماعت کے مخصوص نصاب کا مطالعہ کریں پھر ان کا امتحانی جائزہ اور انٹرویو لے کر تسلی بخش رپورٹ ملنے پر اسے رکن بنایا جاتا ہے۔

ملک کی خلافت کے لیے بالغ رائے دہی کا نظریہ اور جماعت کے لیے اہلیت وقابلیت کا معیار...... اس دوسری پالیسی میں کیا حکمت ہے؟

ہمارے وہ مسلمان بھائی جو اللہ کو الٰہ بھی مانتے ہیں اور غیروں کے سامنے مشکل کے وقت گریہ وزاری بھی کرتے ہیں، محمد عربی ﷺ کو اپنا رسول مانتے ہیں، عمل صالح کرنے کی بجائے لہو ولعب میں وقت صرف کر رہے ہوں۔ لیکن اذان سن کر وہ کلمہ طیبہ پڑھ لیتے ہیں۔ ہم ایسے لوگوں کو نسلاً مسلمان تو کہہ سکتے ہیں لیکن مومن نہیں، جب کہ آیت مذکورہ میں مومن ہی خلافت کے حق دار قرار دیے گئے ہیں۔

اس موقف کی تائید میں سورہ نور کی آیت ۵۵ کی تفسیر ہم تفہیم القرآن سے پیش کرتے ہیں:

"اس ارشاد سے مقصود منافقین کو متنبہ کرنا ہے کہ اللہ نے مسلمانوں کو خلافت عطا فرمانے کا جو وعدہ کیا ہے اس کے مخاطب مردم شماری کے مسلمان نہیں ہیں بلکہ وہ مسلمان ہیں جو صادق الایمان ہوں، اخلاق واعمال کے اعتبار سے صالح ہوں، اللہ کے پسندیدہ دین کا اتباع کرنے والے ہوں، اور ہر طرح کے شرک سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاک ہو کر خالص اللہ کی بندگی وغلامی کے پابند ہوں۔ ان صفات سے عاری اور محض زبان سے ایمان کے مدعی لوگ نہ اس وعدے کے اہل ہیں اور نہ یہ ان سے کیا ہی گیا ہے لہٰذا اس میں حصہ دار ہونے کی توقع نہ رکھیں۔''

(تفہیم القرآن: ۳/ ۴۱۷)

روزمرہ زندگی میں جس طرح کسی مریض کی تشخیص کے لیے مستند حکیم، شعبہ تعلیم سے متعلق ٹیچر، زراعت کے بارے زمیندار، تعمیرات کے لیے انجینئر اور صنعت وحرفت کی ترقی کے لیے صنعتی ماہرین کی رائے مفید ہوسکتی ہے، اسی طرح شرعی قوانین کے نفاذ کے لیے شرعی قانون کے ماہرین کے مشورے اور اتفاق رائے سے مثبت اور تعمیری نتائج برآمد ہوسکتے ہیں۔

مفتی محمد شفیع مشورے کی شرعی حیثیت بیان کرتے ہیں:

''قرآن کریم کے ارشاداتِ مذکورہ اور احادیث نبویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایسے معاملہ میں جس میں رائیں مختلف ہوسکتی ہیں خواہ وہ حکم وحکومت سے متعلق ہو یا کسی دوسرے معاملے میں۔ باہم مشورہ لینا رسولِ کریم ﷺ اور صحابہ کرام کی سنت اور دنیا وآخرت میں باعث برکات ہے، قرآن وحدیث میں اس کی تائید آئی ہے اور جن معاملات کا تعلق عوام سے ہے جیسے معاملاتِ حکومت ان میں مشورہ لینا واجب ہے۔'' (معارف القرآن)

''البتہ یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ مشورہ صرف انہی چیزوں میں مسنون ہے جن کے بارہ میں قرآن وحدیث کا کوئی واضح حکم موجود نہ ہو ورنہ جہاں کوئی قطعی اور واضح حکم شرعی موجود ہو اس میں کسی سے مشورہ کی ضرورت نہیں بلکہ جائز بھی نہیں......

''حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے عرض کیا کہ آپ کے بعد اگر ہمیں کوئی ایسا معاملہ پیش آجائے جس کا حکم صراحتاً قرآن میں نازل نہیں ہوا اور آپ سے بھی اس کے متعلق کوئی ارشاد ہم نے نہ سنا ہو تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم کیا کریں۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایسے کام کے لیے اپنے لوگوں میں سے عبادت گزار فقہاء کو جمع کرو اور ان کے مشورہ سے اس کا فیصلہ کرو، کسی کی تنہا رائے سے فیصلہ نہ کرو۔

''اس حدیث شریف سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ مشورہ صرف دنیوی معاملات میں نہیں بلکہ جن احکام شرعیہ میں قرآن وحدیث کی صریح نصوص نہ ہوں، ان احکام میں بھی باہمی مشورہ مسنون ہے اور دوسرے یہ بھی معلوم ہوا کہ مشورہ ایسے لوگوں سے لینا چاہیے جو موجود لوگوں میں تفقہ اور عبادت گزاری میں معروف ہوں۔ (اخرجه الخطيب كذا في الروح)

نیز خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد بھی نقل کیا ہے:

((اِسْتَرْشِدُوْا الْعَاقِلَ وَلَا تَعْصُوْهُ فَتَنْدَمُوْا .))

''یعنی عقل مند آدمی سے مشورہ لو اور اس کے خلاف نہ کرو ورنہ ندامت اٹھانی ہوگی۔''

''ان دونوں حدیثوں کو ملانے سے معلوم ہوا کہ مجلس شوریٰ کے ارکان میں دو وصف ضروری ہیں: ایک صاحب عقل ورائے ہونا، دوسرے عبادت گزار ہونا۔ جن کا حاصل ہے ذی رائے اور متقی ہونا اور اگر مسئلہ شرعی ہے تو فقیہ ہونا بھی لازم ہے۔'' (معارف القرآن: ۲/۲۲۰)

بالغ رائے دہی کی بنیاد پر صاحب عقل اور متقی لوگوں کا منتخب ہونا نہایت مشکل امر ہے۔ اگر حسن اتفاق سے چند افراد منتخب بھی ہو جائیں تو وہ قلت کی وجہ سے فیصلہ صادر کرنے کی اہلیت سے محروم رہتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد ڈیڑھ لاکھ کے لگ بھگ تھی، نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین نے مشیران کا چناؤ بالغ رائے دہی کی بنیاد پر نہیں کیا۔ اہم امور میں صاحب بصیرت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل حل وعقد سے مشورے پر اکتفاء کرتے تاہم اجتماعی امور میں حاضرین مجلس سے مشورہ کرتے رہے۔ لیکن انہوں نے کثرت وقلت کو معیار نہیں بنایا بلکہ وہ اس رائے سے اتفاق کرتے رہے جس میں امت مسلمہ کا مفاد نظر آتا۔ غزوہ احزاب میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی رائے پر خندق کھودنا اور بدر وخیبر کے غزوات میں حباب بن منذر کی رائے پر پڑاؤ کی جگہ تبدیل کرنا کثرتِ رائے کی بنیاد پر فیصلے کی نفی کرتے ہیں۔

جمہوری نظام میں ارکان اسمبلی بھی رائے دینے کی قانونی حیثیت رکھتے ہیں جب کہ الیکشن مہم میں کامیابی کے لیے ووٹوں کے علاوہ نوٹوں کی بھی ضرورت ہوتی ہے، اس بنا پر شرعی طور پر اہل امیدوار اس نظام میں عدل دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اگر قومی جذبے سے سرشار چند مخلص لوگ حصہ بھی لیں تو اُن کی کامیابی کے امکان کم ہوتے ہیں، دوسری سیاسی جماعتوں سے گٹھ جوڑ کر کے مذہبی جماعتوں کے چند امیدوار کامیاب ہو بھی جائیں تو وہ اقلیت ہونے کی وجہ سے اسمبلی کے فیصلوں پر اثر انداز نہیں ہوسکتے، البتہ دولت کے پجاری اور شہرت کے بھوکے لوگ عموماً منتخب ہوتے ہیں۔ اس کی تصدیق کے لیے چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف کا بیان کافی ہے:

''بھاری اکثریت سے الیکشن جیت کر کرپٹ افراد حکومت میں آ گئے۔''

(نوائے وقت لاہور ۲۳/اپریل ۲۰۰۴ء)

نظام خلافت میں شوریٰ کا انتخاب بالغ رائے دہی کی بنیاد پر نہیں کیا جاتا۔ معاشرے میں بعض لوگ علم ودانش، امانت ودیانت، تحقیقی جذبہ اور تقویٰ وطہارت کی بنا پر معروف ہوتے ہیں، اپنے پرائے سب جن کے عدل وانصاف پر اعتماد کرتے ہیں۔ مثلاً دیہی معاشرہ میں باہمی لین دین یا خاندانی وراثت کے جھگڑوں کے نمٹانے کے لیے دو مخالف گروپ کسی ایک پنچایتی ثالث پر اتفاق کر لیتے ہیں۔ اسی اصول کو مدنظر رکھ کر گاؤں یا شہر کے محلّہ کی بنیاد پر مقامی شوریٰ کا انتخاب کیا جائے۔ جو باہمی غور وفکر کے بعد امیر پر اتفاق کر لیں جس کا مرکزی دفتر مسجد ہو۔ مقامی مجلس شوریٰ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکمل بااختیار ہو جن کی رپورٹ پر قانونی کارروائی عمل میں لائی جائے۔ شہری کی تصدیق کے لیے مقامی شوریٰ کی ابتدائی رپورٹ کو فوقیت ہو، باہمی تنازعوں میں شوریٰ کے فیصلہ کو بنیادی اہمیت حاصل ہو۔ مقامی سطح پر تکمیل کرنے کے بعد علاقائی امن عامہ (تھانہ) کی حدود میں شورائی نظام قائم کیا جائے، پھر ضلعی سطح سے لے کر امارت اسلامیہ کی مرکزی سطح تک شورائی نظام منظّم کیا جائے۔

شرعی اوصاف کے علاوہ زندگی کے کسی ایک شعبہ میں خصوصی مہارت کا حامل ہو، مثلاً سائنس، سیاسیات، عمرانیات، طب، معاشیات، عسکری مہمات، تعلیم، قانون، صنعت اور زراعت وغیرہ۔ ریاست بھر میں ضلعی شوریٰ کے امراء کی وساطت سے ضرورت سے زیادہ تعداد میں ان اوصاف کے حامل افراد کی فہرست تیار کی جائے۔

مجلس شوریٰ کا چناؤ بورڈ جو متقی اور علوم وفنون کے ماہرین پر مشتمل ہو جو اہمیت کو بنیاد بنا کر تحقیق کے ذریعے مخصوص شوریٰ کے ارکان کا چناؤ کریں۔ جنرل ضیاء الحق کے دور میں ناظم صلوٰۃ کیوں چنے گئے؟ یہ الگ معاملہ ہو لیکن ان کا چناؤ کثرت رائے کی بنیاد پر نہیں اتفاق رائے سے عمل میں آیا تھا۔ جب مجلس شوریٰ ہر فن کے ماہرین پر مشتمل ہوگی تو اس سے امارت اسلامیہ میں عدل وانصاف کا بول بالا ہوگا اور امت مسلمہ کی فلاح و بہبود کے لیے خاطر خواہ نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ مثلاً شرعی قوانین کے نفاذ کا لائحہ عمل وضع کرنے کے لیے جو اہل حل وعقد ہوں وہ کتاب وسنت اور محدثین وفقہائے کرام کی آراء پر نظر رکھنے والے ہوں۔ تاکہ وہ عددی اکثریت کی بنیاد پر فیصلہ کرنے کی بجائے بحث مباحثہ کے دوران ایک دوسرے کو قائل کر کے متفقہ لائحہ عمل تیار کر سکیں۔ اپنے موقف کی وضاحت کے لیے تازہ مثال پیش کرتا ہوں:

افغانستان میں فقہی فتوے کی بنیاد پر نافذ قانون کے تحت گمشدہ خاوند کی بیوی کو ۷۰ سال انتظار کرنا پڑتا تھا۔ تاہم عدالت نے علماء سے مشورے کے بعد جو فیصلہ دیا وہ موجودہ دور میں اُن کی وسعت نظری کی روشن مثال ہے۔

''افغان سپریم کورٹ نے فیصلہ دیا ہے کہ جن خواتین کے خاوند ۴ سال یا اس سے زائد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرصے سے لاپتہ ہیں وہ دوسرا نکاح کرسکتی ہیں۔ اس فیصلہ سے توقع کی جارہی ہے کہ بڑی تعداد میں ان خواتین کی دادرسی ہوگی جن کے خاوند روس کے خلاف جہاد میں یا اس کے بعد سے پیدا ہونے والی صورت حال میں لاپتہ ہوگئے ہیں۔ افغانستان میں پرانے قانون کے تحت گمشدہ خاوند کی بیوی کو ۷۰ سال انتظار کرنا پڑتا تھا۔ سپریم کورٹ کے اہل کار فضل احمد مناوی نے بتایا کہ فیصلہ وقت کی اہم ضرورت تھا کیونکہ بہت بڑی تعداد میں لوگ جہاد اور اس کے بعد خانہ جنگی میں غائب ہوچکے ہیں۔ عدالت نے فیصلہ علمائے کرام سے طویل مشاورت کے بعد دیا ہے۔'' (ضرب مومن ۳۱/اکتوبر تا ۶ نومبر ۲۰۰۳ء)

اہل حل وعقد کی مشاورت سے عورتوں پر ظلم کی تلافی ہوگئی اور متفقہ رائج فیصلہ ان کے لیے خیر وبرکت کا موجب بن گیا۔

ہمہ وقتی ارکان شوریٰ کو ماہانہ گزارہ الاؤنس دیا جائے۔ بصورت دیگر جز وقتی شورائی ارکان کو مخصوص دنوں کے لیے متوسط آدمی کے خرچ کے مطابق ٹی اے ڈی اے دیا جائے۔

ارکانِ شوریٰ کو علاقہ میں تعمیراتی کاموں کے لیے کسی قسم کی مالی گرانٹ نہ دی جائے۔

ملازمین کی تقرریوں کے وقت ان کو کسی قسم کا خصوصی کوٹہ نہ دیا جائے۔

اس قسم کے دیگر اقدامات کرنے سے اقتدار کے بھوکے اور شہرت کے دلدادہ سامنے نہیں آئیں گے۔ بلکہ وطن کی سلامتی کے خواہاں اور رضائے الٰہی کے جذبہ سے لیس مخلص لوگ فرنٹ لائن پر آئیں گے۔

جمہوری نظام میں پارلیمنٹ کثرت رائے سے قائد منتخب کرتی ہے لیکن پارٹی سسٹم کی وجہ سے ان میں بدستور اختلاف رہتا ہے چونکہ اسلام میں دھڑے بندی کا کوئی تصور نہیں اس لیے مجلس شوریٰ انتہائی غور وفکر کے بعد اتفاق رائے سے امیر کا انتخاب کرتی ہے۔ خلفائے راشدین کا تقرر اس کی عمدہ مثال ہے۔ موجودہ دور میں میرے نزدیک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انتخاب ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ جس طرح شہد کی مکھیاں معطر پھولوں کا رس چوس کر شہد تیار کرتی ہیں، اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ کے تقرر کے لیے انتخابی بورڈ کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۶) ممبر معروف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کر کے نتیجہ اخذ کرتے رہے اور حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہما سے حکومت کے آئندہ لائحہ عمل کے بارے سوالات کر کے جائزہ لیتے رہے۔ لیکن شوریٰ کے باہمی اجلاس میں کسی اور صاحب کو اندر آنے کی اجازت نہ تھی۔ تین دن اور رات کی مسلسل مشاورت کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انتخاب عمل میں آیا۔ ارکان شوریٰ کے علاوہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی بیعت کی، بعد ازاں مسجد نبوی میں بیعت عام ہوئی۔

موجودہ دور میں ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انتخاب کو نمونہ بنا کر مقامی سطح سے مرکزی سطح تک اماراتی نظام تشکیل کر سکتے ہیں، جمہوری نظام میں اقتدار کی رسہ کشی ہوتی ہے، اس لیے جمہوری مسلم ممالک میں ابتدائی طور پر امیر مملکت کے انتخاب کے موقع پر اچھا خاصا اختلاف ہوگا۔ کئی تنظیموں کی طرف سے امیدواروں کے نام پیش ہوں گے، ان کو قوم کے سامنے میڈیا پر قومی امور سے متعلق اپنا منشور پیش کرنے کی اجازت ہو۔ بعد ازاں صحافیوں کو سوالات پوچھنے کی آزادی ہو۔ نتیجتاً اہل علم پرنٹ والیکٹرانک میڈیا پر تبصرے کریں گے، نیز آراء پیش کریں گے۔

ارکانِ شوریٰ کے علاوہ مسلح افواج کے ہائی کمان، پولیس، عدلیہ وغیرہ کے سربراہان امیدواروں کی اہلیت وصلاحیت پر غور وفکر کریں۔ ارکانِ شوریٰ میں ملت اسلامیہ کے روشن مستقبل کا خواب ہو اور اُن میں رضا الٰہی کی تڑپ اور آخرت کی جواب دہی کا احساس ہو تو وہ یقیناً خلوص نیت سے غور وفکر کے بعد کسی ایک کو امیر منتخب کرنے پر متفق ہو جائیں گے۔ ارکان، امیر کی تاحیات بیعت کریں، بعد ازاں عوام بیعت عام کریں۔

مقامی امیر سے مرکزی امیر کے تقرر تک کے لیے مسلسل کئی دن غور وفکر کر لیں کوئی حرج نہیں لیکن شرعی عذر کے علاوہ ان کو عہدہ سے سبکدوش نہ کیا جائے۔ جب کوئی مخلص قیادت ملک میں شورائی نظام رائج کرنا چاہے تو اس کے لیے یہ ابتدائی انتخابی خاکہ ہے۔ ☆

☆ ہفت روزہ ''الاعتصام'' ۹ تا ۲۲ جولائی ۲۰۰۴ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکومت الٰہیہ کے خدوخال

''اللہ کی حکومت...... امن وانصاف کے لیے......

قرآن وسنت کے ذریعے''

اہل مغرب نے آئینِ الٰہی کو پس پشت ڈال کر آسمانی ضابطہ حیات کو عوام کی اکثریت کا تابع بنا دیا جبکہ مشرق نے اہل مغرب کی غلامی کو ترقی کا زینہ سمجھ کر قبول کرلیا اور اسلاف کی سیاست سے روگردانی کرلی۔ علامہ محمد اقبال نے مشرق ومغرب کا موازنہ کرتے ہوئے اظہار خیال کیا:

یہاں مرض کا سبب ہے غلامی و تقلید
وہاں مرض کا سبب ہے نظامِ جمہوری

جمہوریت کے لغوی معنی:

ظہور قدسی سے قبل ڈیموکریسی سسٹم یونان میں رائج رہا۔ ''ڈیموکریسی'' یونانی الفاظ ڈیماس (Demos) اور کریشا (Karatos) کا مرکب ہے۔ ڈیماس کا مطلب عوام اور کریشا کا طاقت ہے۔ ڈیموکریسی کا مطلب ہوا ''عوام کی طاقت''۔ گویا حکومت کے ہر مسئلہ میں عوام کی اکثریت کی رائے کا غلبہ ہو۔

جمہوریت کی ابتداء کیسے ہوئی؟

قدیم دور میں یونان پر بادشاہ جبر واستبداد سے حکومت کررہے تھے۔ بادشاہ کی زبان قانون کا دوسرا نام تھی۔ اس کے حکم عدولی کی جرأت کسی کو نہ تھی۔ یونان کے مفکرین کو ترکیب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوجھی کہ جب صحت، موت وحیات، نفع ونقصان، بارش وقحط اور فتح وشکست کے الگ الگ خدا ہیں، مالکِ حقیقی نظامِ کائنات چلانے کے لیے دوسرے خداؤں کو اختیارات تفویض کر سکتا ہے اور وہ ان کے معاملات میں دخل نہیں دیتا، تو یونان کا بادشاہ خدا سے زیادہ طاقتور اور بڑا تو نہیں ہوسکتا کہ اکیلا ہی تمام اختیارات کا سرچشمہ بنا ہوا ہے۔ عوام نے بادشاہ پر دباؤ ڈالنا شروع کیا کہ اختیارات کی تقسیم ہونی چاہیے۔ اس طرح جمہوریت کے نظام کی ابتدا شرک سے ہوئی لیکن ارسطو کے بقول:

> ''جمہوری حکومت انبوہِ گروہی اور جاہلوں کی حکومت ہے جس میں لاقانونیت اور افراتفری کا دور دورہ ہوتا ہے۔ ہر شخص اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے کوشاں ہوتا ہے۔ ارسطو کے نزدیک یہ بدترین نظام حکومت ہے۔''

('نظری سیاست' از پروفیسر شاہ فرید الحق)

اسلام کو پیوند کاری کی ضرورت نہیں:

خود ساختہ نظام ہائے حکومت زندگی کے کسی ایک شعبہ کی اصلاح پر زور دیتے ہیں لیکن اُن میں دوسرے شعبوں کی اصلاح وبہتری کا تصور سرے سے موجود نہیں ہوتا جبکہ اسلام خالق کائنات کا ایسا جامع نظام حیات ہے جو عبادات سے لے کر معاملات تک، ملکی اُمور سے لے کر بین الاقوامی اُمور طے کرنے میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔

علم سیاسیات کی کوئی کتاب اُٹھا کر دیکھ لیں، دیگر نظاموں کی جو ایک آدھ خوبی بیان کی جاتی ہے، اس کے بعد اس نظام کی خامیوں کا تذکرہ ضرور ملے گا۔ اسلام اللہ ذوالجلال کا نازل کردہ نظام ہے جس میں دیگر نظاموں کی تمام خوبیاں تو بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں اور کسی خامی کا تصور ناممکن ہے۔ اس لیے اسلامی نظام کے ساتھ جدید، فلاحی، ترقی پسند، سوشلسٹ اور جمہوریہ کی پیوند کاری کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ کسی ایک قدر کے مشترک ہونے کی بنا پر خود ساختہ نظام کو اسلامی نہیں کہہ سکتے۔

آج سے چودہ سو سال قبل ربّ کائنات کی طرف سے جو احکاماتِ امام کائنات ﷺ پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نازل ہوئے، وہ ہمارے لیے آج بھی تر وتازہ ہیں جن پر عمل پیرا ہونا ہم باعث اعزاز سمجھتے ہیں۔ اسی لیے غیر ہمیں بنیاد پرست اور قدامت پسند کہتے ہیں۔ اس کے باوجود اسلام جدت وترقی پسند مذہب بھی ہے، اس لیے کہ قیامت تک پیش آمدہ مسائل کے حل کے لیے کتاب وسنت کی روشنی میں اہل حل وعقد کے لیے اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے۔

اسلام کا فلاحی نظام ایسا ہے جو بلا امتیاز رنگ ونسل اور مذہب وملت سب کی معاشی ورفاہی بنیادی ضروریات فراہم کرنے کی ضمانت دیتا ہے۔ اسلام باہمی اخوت ومودّت کا درس دیتا ہے۔ پڑوسی کے حقوق، فطرانہ، قربانی اور زکوۃ کا اجتماعی نظام اس کا بین ثبوت ہے۔ چنانچہ اشتراک وتعاون کی قدر کو مشترک بنا کر سوشلزم سے پہلے ''اسلامی'' نتھی کرنا غلط ہے کیونکہ سوشلزم یہودی النسل مارکس کے ذہن کی اختراع ہے۔ سوشلزم میں مذہب کا تصور بغاوت کا دوسرا نام ہے۔ اس نظام میں انسانی عزت، جان ومال کی کوئی قدر وقیمت نہیں۔ حتی کہ زر اور زمین کی طرح زن (عورت) بھی ریاستی افراد کی مشترک ملکیت تصور کی جاتی ہے۔

سوشلزم میں ''انسانی سرچشمہ رزق'' کا نظریہ تو کارفرما ہے مگر وہ فرد کی ذاتی ملکیت کو استحصال سمجھتا ہے اور ریاست کا مفاد ہی مرکز ومحور ہے۔ گویا سیاسی ومعاشی قوت سرکاری جماعت میں مرکوز ہو کر رہ گئی اور فرد حکومت کے مقابلے میں بے بس ہو کر رہ گیا۔ عملی طور پر لینن، ٹرانسکی اور سٹالن یہودی النسل نے مل کر براہِ راست مارچ ۱۹۱۷ء میں روس پر قبضہ کر لیا۔

دوسری طرف اسلام دین ودنیا کی فوز وفلاح کا نام ہے۔ حق ملکیت کی اجازت دیتا ہے لیکن ذخیرہ اندوزی کی ممانعت کرتا ہے۔ اسلام صاحبِ ثروت لوگوں کو صدقہ خیرات، عشر زکوۃ کی ادائیگی کا حکم دیتا ہے تاکہ اپاہج، معذور، یتیم اور عیال دار لوگوں کو روزمرہ زندگی کی ضروریات کے لیے کسی قسم کی دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اس لیے اسلام ارتکازِ دولت کی بجائے گردشِ دولت کا نظام ہے۔ جہادِ افغانستان کی برکت سے سوشلسٹ ممالک میں یہ نظام دم توڑ گیا۔ اس لیے اس موضوع پر اب مزید بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔

اسلام میں باہمی اُمور طے کرنے کے لیے مشورہ کا حکم ہے۔ اس کو بنیاد بنا کر اسلامی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیا کے بعض مفکرین نے جمہوریت کو اسلام کی روح کہنا شروع کر دیا اور اسلامی جمہوریت کی اصطلاح عام ہوگئی۔ اس بنا پر اصلاحی نقطہ نظر سے اپنا موقف پیش کرتا ہوں کہ حکومت الٰہیہ کے خدوخال کیا ہیں اور جمہوریت کے جرثومہ سے نیشنلزم، سیکولرازم اور کیپٹل ازم کے وبائی امراض کس طرح پھوٹتے ہیں۔

ڈیموکریسی کی تعریف:

ابراہم لنکن نے ڈیموکریسی کی جو تعریف کی ہے، وہ سیاسی حلقہ میں معروف ہے:

A system of Government of the people, by the people for the people.

''عوام کی حکومت، عوام کے ذریعے اور عوام کے لیے۔''

گویا اس تعریف کی رو سے سیاسی طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں۔ عوام حق رائے دہی کے ذریعے سیاسی وقانونی اختیارات ارکانِ پارلیمنٹ کو منتقل کرتے ہیں اور جمہوری حکومت کا مقصد عوام کی خدمت ہوتا ہے۔

حالاتِ حاضرہ پر نظر دوڑائیں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ جمہوری نظام میں عوام ووٹوں کے ذریعے پارلیمنٹ کے ارکان کو منتخب کرنے کے بعد قانون سازی میں بے اختیار ہوجاتی ہے۔ حکومتی اُمور سے متعلق عوام کا عمل دخل متعین عرصہ کے لیے ختم ہوجاتا ہے۔ انتخابی اُمیدوار عوامی حمایت اور ووٹ بنک میں اضافہ کے لیے الیکشن مہم پر لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں۔ یہی ارکان ایوانِ بالا اور قائدِ ایوان کے انتخاب کے موقع پر رفاہی کاموں کی آڑ میں کروڑوں روپے وصول کرتے ہیں، اس لیے ہمیں ایک کالم نگار کی اس تعریف سے اتفاق کرنا پڑتا ہے۔

Government off the people, far the people, buy the people.

''عوام کی حکومت'' یا ''اللہ کی حکومت'':

اگر آپ اس تعریف عوام کی حکومت، عوام کے لیے، عوام کے ذریعے کا اسلامی نقطہ نظر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے جائزہ لیں تو یہ نظریہ عقیدۂ توحید کے منافی ہے۔

حاکمیت ربّ ذوالجلال کی: جمہوری حکومت میں حاکمیت کا سرچشمہ عوام ہے جبکہ حقیقت حال اس کے برعکس ہے۔ سارے جہان کے عوام مل کر مکھی بھی تخلیق نہیں کر سکتے، کجا یہ تو قرآن کی زبان میں مکھی چھین کر لے جائے تو واپس نہیں لا سکتے۔ خشک سالی کی وجہ سے فصلیں تباہ وبرباد ہو رہی ہوں تو عوام مل جل کر قدرتی بارش کا بندوبست نہیں کر سکتے۔

کیا عوام چاہتے ہیں؟ کہ آسمانی بجلی، سیلاب اور زلزلہ سے گاؤں بستیاں تباہ وبرباد ہو جائیں اور آناً فاناً ہزاروں جانیں لقمۂ اجل بن جائیں۔ قطعاً نہیں چاہتے لیکن دنیا بھر کے سائنس دان حکمران مل کر بھی ان کا تدارک نہیں کر سکتے۔

عوامی حکومت کا دم بھرنے والو! جب عوام اپنے نفع ونقصان کے لیے نظام قدرت میں دخل نہیں دے سکتے تو وہ کائنات کا نظام چلانے کے لیے ضابطے کیسے مرتب کر سکتے ہیں۔ یقیناً حاکمیت کا سرچشمہ ربّ ذوالجلال ہے جس کی بادشاہی ارض وسماوات پر چھائی ہوئی ہے جس کا حکم سب کے حکموں پر غالب ہے۔ فرعون کے آرڈر پر اُس کے چیلے بنی اسرائیل کے نومولود بچوں کو قتل کرتے رہے کہ موسیٰ پیدا نہ ہو۔ لیکن ربّ ذوالجلال والاکرام نے نہ صرف موسیٰ علیہ السلام کو پیدا کیا بلکہ فرعون کے گھر پال کر اپنا حکم غالب کر دیا۔ اس لیے اللہ کی دھرتی اور اللہ کی مخلوقات پر اللہ کا نظام اور قانون چلنا ہی عین انصاف ہے۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾ (یوسف: ۴۰)

''اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں (چلتا)۔''

یقیناً اللہ کے حکم کے بغیر درخت کا پتہ بھی حرکت نہیں کر سکتا تو عوام کی حکومت کا دعویٰ کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

''عوام کے ذریعے'' یا ''قرآن وسنت کے ذریعے'':

جمہوری حکومت میں عوام کثرت رائے کی بنیاد پر جس طرح چاہیں، آئینی وقانونی ضابطے بنائیں یا پہلے سے طے شدہ اُمور کو بحث طلب بنا کر ردّ وبدل کریں۔ حلال کو حرام قرار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

دیں یا حرام کو حلال جس طرح ڈنمارک وغیرہ میں عورتوں کی جگہ لڑکوں سے نکاح کرنے کا قانون پاس ہوا اور کوئی روک ٹوک نہیں۔ قانونی طور پر وہ با اختیار ہیں۔

اسلامی جمہوری ملک میں کوئی سود کی کمائی سے عیش وعشرت کی زندگی گزار رہا ہو۔ شراب پی کر کلب میں ڈانس کر کے اپنا غم غلط کرنے کی کوشش کر رہا ہو، کوئی غیر اللہ کے نام پر ذبح کیے ہوئے حلال جانور یا خنزیر کا گوشت کھا رہا ہو، خواہ کوئی آوارہ فحش فلمیں دیکھ کر شیطانی قہقہے مار رہا ہو۔ جب تک اس ملک کی پارلیمنٹ کثرتِ رائے سے اُن کو قانونی طور پر جرم قرار نہیں دیتی اُس وقت تک ایسے مذمور اُمور قانون کی نظروں میں جرم نہیں بن سکتے۔

قرآنِ حکیم اسلامی حکومت کا دستور ہے جس میں خالق کائنات نے بنی نوعِ انسان کی بھلائی کے لیے سودمند اشیاء کو حلال اور ضرر رساں چیزوں کو حرام کر دیا ہے۔ اللہ نے ہی اپنی مخلوق کو صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے اور طاغوتی راستوں سے بچانے کے لیے خاتم النّبیین ﷺ کو مبعوث کر کے احسانِ عظیم فرمایا۔ حامل قرآن سیّد الکونین ﷺ کی سنت ملت اسلامیہ کے لیے قانون ہے۔ جس میں ترمیم کرنے کا اختیار کسی کو نہیں جبکہ اسلامی جمہوری ملک میں قرآن وسنت کے اٹل قانون کے نفاذ کے لیے پارلیمنٹ کی منظوری لینی پڑتی ہے۔

معاشرہ میں عدل وانصاف قائم کرنے کے لیے قاتل سے قصاص لینے، چور کے ہاتھ کاٹنے اور زانی کو سنگسار کرنے کا حکم ہے۔ لیکن جمہوری ملک میں جب تک پارلیمنٹ کثرتِ رائے کی بنیاد پر ان قوانین کو منظور نہیں کرتی، اس وقت یہ حدود وقیود اسلامی جمہوری ملک میں لاگو نہیں ہوسکتیں۔ چنانچہ ایسی حکومت جو اللہ کے نازل کردہ احکام کو نافذ نہیں کرتی وہ حکومت خود کو اسلامی حکومت کہلوانے کی حق دار نہیں بلکہ قرآن میں واضح طور پر ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ..... هُمُ الظّٰلِمُوْنَ..... هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ (المائدة: ٤٤-٤٧)

''جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں، وہی کافر ہیں...... وہی ظالم ہیں اور وہی فاسق ہیں۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر مجلس شوریٰ کا آپس میں یا امیر کے ساتھ کسی قانون کے نفاذ کے طریقہ کار میں اختلاف پیدا ہوجائے تو قرآن نے ایسے موقع پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف پلٹ جانے کا حکم دیا ہے:

﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ﴾ (النساء: ۵۹)

جس طرح خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اپنے دورِ خلافت میں اس اُصول پر عمل کرتے رہے۔ امام کائنات ﷺ کی وفات کے بعد بعض عرب قبائل مرتد ہونے لگے۔ کچھ قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا۔ ان نازک حالات میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شوریٰ سے جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی کے متعلق مشورہ کیا۔ شوریٰ فوری طور پر لشکر کی روانگی کے خلاف تھی لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دوٹوک الفاظ میں فیصلہ دیا:

"اُس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جان ہے، اگر مجھے یہ یقین ہو کہ درندے آکر مجھے اُٹھا لے جائیں گے تو بھی میں اسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر ضرور بھیجوں گا جیسا کہ حضورِ اکرم ﷺ نے حکم دیا تھا اور اگر ان آبادیوں میں میرے سوا کوئی شخص بھی باقی نہ رہے تو بھی میں یہ لشکر ضرور روانہ کروں گا۔"

(طبری، جلد:۳،ص: ۲۲۰ بحوالہ خلافت وجمہوریت)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمانِ رسول ﷺ کو مقدم سمجھ کر لشکر روانہ کیا جو فتح یاب ہو کر واپس آیا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مہاجرین وانصار کو جمع کر کے مانعین زکوٰۃ کے بارے میں مشورہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اے خلیفہ رسول! میری رائے تو یہ ہے کہ آپ اس وقت سے نماز ادا کرنے ہی کو غنیمت سمجھیں اور زکوٰۃ چھوڑنے پر مؤاخذہ نہ کریں۔ یہ لوگ ابھی ابھی اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ آہستہ آہستہ تمام اسلامی فرائض واحکام تسلیم کر کے سچے مسلمان بن جائیں گے۔ اللہ اسلام کو قوت دے دے گا تو ہم ان کے مقابلے پر قادر ہوجائیں گے، لیکن اس وقت تو مہاجرین وانصار میں تمام عرب وعجم کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقابلے کی سکت نہیں۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور تمام مہاجرین وانصار اس رائے کے حق میں یک زبان ہو گئے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اللہ کی قسم! میں اس شخص سے ضرور لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا۔ اس لیے کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے (جیسے نماز جسم کا) اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ مجھے ایک بکری کا بچہ بھی نہ دیں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں اس کی ادائیگی پر ان سے ضرور لڑوں گا۔'' (صحیح بخاری: ۱۴۰۰، صحیح مسلم: ۲۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اس کے بعد میں سمجھ گیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل میں جو لڑائی کا ارادہ ہوا ہے، یہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ڈالا ہے اور میں پہچان گیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے حق ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کا عزمِ مصمم کر کے نکل کھڑے ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر گھوڑے کی باگ تھام لی اور فرمایا: اے خلیفہ رسول! آج میں آپ سے وہی بات کہتا ہوں جو آپ نے غزوۂ اُحد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہی تھی:

''اپنی تلوار کو میان میں کیجیے اور ہمیں اپنی ہستی سے محروم نہ کیجیے۔ اللہ کی قسم! اگر آپ کے قتل کی مصیبت ہم پر پڑ گئی تو پھر آپ کے بعد اسلام کا نظام کبھی درست نہ ہو گا۔'' (کنز جلد: ۳، ص: ۱۴۳ بحوالہ خلافت و جمہوریت)

ان واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک کثرتِ رائے کی بجائے قرآن وسنت کی دلیل معیارِ حق ہے۔ موجودہ جمہوری دور کی کثرتِ رائے کو کیا اتھارٹی حاصل ہے کہ آئی ایم ایف کے معاہدوں کا بہانہ بنا کر سود کو حرام قرار دینے میں مہلت طلب کریں۔ زانی کو سنگسار کرنے کے لیے اسلامی معاشرہ کی بحالی کا بہانہ بنائیں، اور چور کے ہاتھ کاٹنے کے لیے معاشرہ میں غربت کا رونا روئیں۔ اگر ''عوام کے ذریعے'' سے یہ اخذ کیا جائے کہ عوام نے ووٹ دے کر اُسے منتخب کیا، تب اُسے اقتدار کی کرسی ملی تو یہ نظریہ باطل ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ اسلام میں اقتدار کا سرچشمہ ربّ ذوالجلال ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے:

"(اے پیارے حبیب ﷺ!) کہہ اے میرے اللہ، سارے ملک کے مالک تو جس کو چاہے بادشاہ بنا دے اور جس سے چاہے بادشاہت چھین لے اور تو جس کو چاہے عزت دے اور تو جس کو چاہے ذلت دے۔ ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے، بے شک تو سب کچھ کرسکتا ہے۔" (آلِ عمران:۲۶)

جمہوری نظام میں اقتدار کی خاطر در بدر کی ٹھوکریں کھانی پڑتی ہیں۔ تائیدی سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کے لیے وائٹ ہاؤس کا طواف کرنا پڑتا ہے جبکہ اسلام میں اقتدار کی طلب حرام ہے۔ تاریخ میں بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ قادرِ مطلق اس کو حکومت دے دے جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو۔ جب منافقت کی سزا دینے پر آئے تو وہی قدیر قہار بن کر اُسے رہتی دنیا تک عبرت کا نشان بنا دے۔ ایسے موقع پر فوج ظفر موج بھی عاجز ہو جائے، بھاری مینڈیٹ بھی کچھ کام نہ آئے، بے شک اللہ ہر کام پر قادر ہے!!

عوام کے لیے یا امن وانصاف کے لیے؟

جمہوری حکومت کی سب سے بڑی خوبی یہ بیان کی جاتی ہے کہ وہ عوام کی خدمت کے لیے ہمہ وقت سرگرم عمل رہتی ہے۔ عوامی فلاح و بہبود کی خاطر ہر گاؤں میں تعلیمی ادارے اور صحت کے مرکز قائم کرتی ہے۔ آمد و رفت کے لیے سڑکوں، شاہراہوں کا انتظام کرتی ہے۔ پینے کے لیے پانی اور نکاسی کے لیے نالیوں کا بندوبست کرتی ہے۔ جس کی پبلک لیول پر تشہیر کی جاتی ہے تاکہ عوام راضی ہو جائیں اور آئندہ الیکشن میں ووٹ دے کر اُسے کامیاب کریں۔ اسلام میں اس طرح ریاکاری کی خدمت ہلاکت کا موجب بنتی ہے۔

خلافت اسلامیہ میں ربّ کی رضا پیش نظر رکھ کر خدمت کا فریضہ سرانجام دیا جاتا ہے۔ جب لوگ سو جاتے ہیں تو خلیفہ وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اُٹھ کر پہرہ دیتے ہیں۔ کسی کی آہ وزاری سنتے ہیں تو اُن کی خدمت کے لیے اپنی پیٹھ پر نان ونفقہ کا بوجھ اٹھا کر مالک حقیقی کو راضی کرتے ہیں۔ جمہوری حکومت عوام کی ظاہری خدمت کر کے پھولے نہیں سماتی جبکہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلافتِ اسلامیہ فرد کی روحانی خدمت کے لیے تعلیم وتزکیہ پر بھی خصوصی توجہ دیتی ہے تاکہ وہ معاشرہ کا مفیدُ رکن بن کر دنیا وآخرت کی زندگی سنوار لے۔

صحیح جمہوری حکومت میں خدمت کا تصور بنی نوعِ انسان تک محدود ہے جبکہ خلافت اسلامیہ میں انسانی خدمت تو اس کا ادنیٰ جزو ہے۔ اسلامی حکومت کا مقصد اوّلین عدل وانصاف کا قیام ہے جس کا دائرہ کار وسیع ہے۔ اسلام میں درند، چرند، پرند، جن وانس، حیوانات اورحشرات الارض سے بھی عدل وانصاف کرنے کا حکم دیتا ہے۔ جانوروں پراُن کی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہ لادو۔ جانوروں کو آپس میں لڑنا حرام ہے۔ لید اور ہڈی کے ساتھ استنجا نہ کرو کیونکہ ہڈی تمہارے بھائی جنوں کا توشہ ہے۔ (جامع ترمذی: ۱۸)

حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی سوراخ میں پیشاب نہ کرے۔''

(سنن نسائی: ۳۴، قال الالبانی: ضعیف)

محدثین فرماتے ہیں: سوراخوں میں پیشاب کرنے سے اس لیے منع فرمایا کہ کہیں سانپ، بچھو وغیرہ سے پیشاب کرتے وقت ایذا نہ پہنچے یا کسی جانور کو پیشاب سے تکلیف ہوگی۔ (اور یہ کہ کہیں اندر سے موذی جانور نکل کر تمہیں اچانک نقصان نہ پہنچادے۔)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول خلافت اسلامیہ کے عدل وانصاف کا منہ بولتا ثبوت ہے:

''اگر دجلہ کے کنارے بھوک کی شدت سے ایک بکری مرگئی تو قیامت کے دن اُس کی جواب طلبی مجھ سے ہوگی۔'' (تاریخ اسلامی کا سنہرا دور از ایم ڈی فاروق، ص: ۴۹۶)

دوسری طرف دیکھیں تو جمہوری ملک ہالینڈ میں قانونی طور پر لا علاج مریضوں کو ڈاکٹروں کے ذریعے موت کی نیند سلانے کی اجازت دی جا چکی ہے۔ اور ایوانِ زیریں کے بعد سینیٹ نے بھی اذیتیں سہنے والے مریضوں کو مارنے کا بل منظور کرلیا۔

(نوائے وقت، ۱۳/ اپریل ۲۰۰۱ء)

کیا یہ عوام کی خدمت ہے یا انسانیت کی ہلاکت!

چنانچہ جمہوری نظام کی تعریف: ''عوام کی حکومت، عوام کے ذریعے، عوام کے لیے'' کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر پہلو اسلام سے متصادم ہے۔ لیکن کی جمہوریت کی تعریف کے مدمقابل خلافت اسلامیہ کی جامع تعریف پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں:

A Government of Allah, for the piece justice, by the Quran and sunnah.

''اللہ کی حکومت ...... امن وانصاف کے لیے ...... قرآن وسنت کے ذریعے۔''

جمہوری الیکشن کے دوران نمائندگان کے لیے اہلیت وقابلیت کی شرائط دفن ہوجاتی ہیں۔ سرمایہ دار وجاگیردار طبقہ دھن دھونس دھاندلی کی بنیاد پر منتخب ہوتے ہیں۔ برسر اقتدار جماعت کے نمائندے اپنے علاقے کے سیاہ وسفید کے مالک بن جاتے ہیں۔ مقامی سطح سے لے کر مرکزی سطح تک تمام محکمے ان کے زیر سایہ ہوجاتے ہیں۔ وہ اپنی پارٹی کو مضبوط کرنے کے لیے اپنے ووٹروں کا ہر جائز وناجائز کام ان سے لیتے ہیں۔ حکم عدولی کی صورت میں معطل یا تبادلے تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

عدالتوں میں خود ساختہ قانون نافذ ہے۔ جہاں مقدمے کی سماعت اور حتمی فیصلے تک طویل عرصہ گزر جاتا ہے۔ مظلوم عدالتوں کا چکر لگا کر تھک جاتا ہے۔ بعض وکیل حق کی نشاندہی ہوجانے کے باوجود جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ ثابت کرنے کے لیے عدل وانصاف کی راہ میں روڑے اٹکاتے ہیں۔ مظلوم جب عدالتی کارروائیوں سے مایوس ہوجاتا ہے تو وہ اپنی برسراقتدار پارٹی کے دور میں قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر مخالفین سے انتقام لیتا ہے۔ اگر مدعی ومدعا علیہ ایک ہی پارٹی سے تعلق رکھتے ہوں تو سیاسی لیڈر صلح کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔ بالفرض مظلوم مخالف سیاسی جماعت سے وابستہ ہو تو سیاسی دباؤ ڈال کر ظالم کو قانون کی نظروں میں بے گناہ ثابت کرا کر دم لیتے ہیں۔ گویا جمہوری نظام عدل وانصاف کی راہ میں آہنی دیوار ہے۔

جبکہ اسلامی نظامِ حکومت میں امیر غریب، مسلم وغیر مسلم کا امتیاز نہیں برتا جاتا۔ یہودی اور نومسلم کا مقدمہ عدالت نبوی ﷺ میں پیش ہوا تو آپ ﷺ نے دلائل سن کر یہودی کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حق میں فیصلہ کیا جس سے متاثر ہو کر وہ مسلمان ہو گیا۔

خلیفہ وقت حضرت علی حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے یہودی کے خلاف زرہ کی چوری کا مقدمہ عدالت میں پیش کیا۔ قاضی شریحؒ نے مقدمہ اس بنا پر خارج کر دیا کہ ایک گواہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ وقت کا بیٹا تھا اور دوسرا گواہ قنبر رضی اللہ عنہ آپ کا غلام تھا۔ یہودی نظامِ عدل سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گیا اور چوری کے جرم کا اقرار کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صداقت کا اعتراف بھی کر لیا۔

نظامِ خلافت ظالم کو ظلم سے روکنے اور مظلوم کا ساتھ دینے کا حکم دیتا ہے۔ آج کے جمہوری دور میں اس قسم کے عدالتی نظام کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

بندوں کو گنا کرتے ہیں، تولا نہیں کرتے:

جمہوری نظام میں حق بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ہر شہری کے ووٹ کی قدر و قیمت یکساں ہے۔ اس نظام کے تحت جھوٹا اور سچا، فاسق اور مؤمن، بینا اور نابینا، بے نماز اور متقی، جاہل اور شیخ الحدیث، اَن پڑھ اور پی ایچ ڈی، چور ڈاکو، زانی، قاتل اور عدلیہ کے جج کی رائے کی اہمیت برابر ہے۔ جمہوری نظام میں رائے کو پرکھنے کی بجائے رائے کو شمار کیا جاتا ہے جس کو عقل سلیم بھی تسلیم کرنے سے عاجز ہے۔ علامہ اقبال رحمہ اللہ نے اس نکتہ کو یوں بیان فرمایا:

جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں، تولا نہیں کرتے

اسلام میں مساوات کا یہ تو اُصول موجود ہے کہ اسلام میں داخل ہو کر رنگ و نسل، دولت، عہدہ، زمین اور جائیداد کے امتیاز ختم ہو جاتے ہیں اور سب ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ پڑھتے ہیں۔ اسلامی حکومت میں کسی مسلمان کو کسی یہودی، عیسائی یا ہندو کی عزت، جان و مال سے کھیلنے کی اجازت نہیں دیتی۔ اگر جرم کرے گا تو اس کو اسی طرح سزا ملے گی جس طرح کسی غیر مسلم کو مسلمان پر ظلم کرنے کی سزا موجود ہے۔ تاہم فہم وفراست کے لحاظ سے سب کے مساوی ہونے کا قائل نہیں۔ قرآنِ حکیم میں واضح

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارشاد ہے:

’’یعنی کہہ دیجیے کیا عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں۔‘‘ (الزمر:۹)

’’کیا اندھا اور آنکھ والا برابر ہو سکتے ہیں۔‘‘ (الانعام:۵۰)

’’کیا وہ (جو انصاف کا حکم نہیں دیتا اور سیدھے راستہ پر نہیں چلتا) اور وہ جو انصاف کا حکم دیتا ہے اور سیدھے راستہ پر چلے، دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔‘‘ (النحل:۷۶)

ہرگز برابر نہیں ہو سکتے تو اُن کی رائے کو یکساں اہمیت کیسے حاصل ہو سکتی ہے!!

خفیہ بالغ رائے دہی سے منافقت کے جراثیم جنم لیتے ہیں:

قرونِ اولیٰ کے دور میں خفیہ بالغ رائے دہی کا تصور تک نہ تھا۔ تاریخ اسلام کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ اہل حل وعقد کے مشورہ سے نامزدگی ہوتی۔ بعد ازاں مسجد میں بیعت عام ہوتی جس میں سب حصہ لیتے۔ خلفائے راشدین کا تقرر اس کا بین ثبوت ہے۔ اگر کسی نے خلیفہ کی نامزدگی پر اختلاف کیا تو اس نے علانیہ بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔

خفیہ بالغ رائے دہی سے امت مسلمہ میں منافقت کے جراثیم جنم لیتے ہیں۔ وہ بزدل ہو کر باطل سے سمجھوتہ کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے۔ الیکشن کے دوران انتخابی حلقہ میں کئی امیدواروں کے مابین مقابلہ ہوتا ہے۔ ہر اُمیدوار حمایت کے لیے ووٹروں کے دروازے پر دستک دیتا ہے۔ علاقے میں نمائشی خدمات کا تذکرہ کرتا ہے اور جلسوں میں عوامی مطالبہ پر سماجی ورفاہی اداروں کے اجرا کے وعدے کرتا ہے۔ جب کامیاب ہوتا ہے تو اپنے بلند بانگ دعووں کو فراموش کر دیتا ہے۔

دوسری جانب عموماً ووٹر بھی خفیہ بالغ رائے دہی کے تحت اخلاقی جرائم کا ارتکاب کرتا ہے۔ ہر اُمیدوار سے وہ ووٹ دینے کا وعدہ کرتا ہے۔ کہیں تو اسے برادری، رشتہ داری کی مجبوری ہوتی ہے اور کہیں اُسے سرمایہ دار، جاگیردار، وڈیروں کا خوف لاحق ہوتا ہے کہ کہیں اُس کی جان و مال کے دشمن نہ بن جائیں یا اُسے زمین سے بے دخلی کا پروانہ نہ تھما دیں۔ اس طرح ایک ووٹر ایک اُمیدوار کو ووٹ دے کر دوسرے اُمیدواروں سے وعدہ خلافی کرتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خفیہ رائے دہی سے فائدہ اُٹھا کر دوسرے امیدواروں کے سامنے جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔

انتخابی حلقوں میں جو اُمیدوار سامنے آتے ہیں، وہ عموماً تقویٰ، اہلیت کے اعتبار سے اپنے حلقے کی امارت کے حق دار نہیں ہوتے تو ووٹران نااہل امیدواروں میں سے کسی ایک کو ووٹ دے کر منافق کی تیسری علامت امانت میں خیانت کا ارتکاب کرتا ہے۔

جبکہ بیعت عام (Show Hand) سے مسلمانوں میں اسلاف کے جوہر صدق، ایفائے عہد اور امانت کے علاوہ حق کی خاطر باطل سے ٹکرانے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اسی جذبہ جہاد کو یہود نے خفیہ بالغ رائے دہی سے مدہم کرنے کی کوشش کی ہے۔

جمہوری چمپئن اعتراض کرتے ہیں کہ ووٹنگ کے بغیر انتخابات مکمل نہیں ہوتے اور ملکی اُمور طے نہیں پاسکتے، یہ سراسر پراپیگنڈہ مہم ہے۔ اسلامی حکومت کے ارکانِ شوریٰ باہمی مشورہ سے پیش آمدہ مسائل حل کرتے ہیں۔ چونکہ مشورہ مقدس امانت، شہادت ہے جس کی اہلیت کے لیے ایمان، تقویٰ کا معیار موجود ہے کہ وہ امین، اہل ذکر (عالم باعمل) اور تحقیق کرنے والا ہو:

شوریٰ کا مطلب رائے کو پختہ کرنا ہوتا ہے۔ شہد کی مکھیاں جو شہد بناتی ہیں، اس عمل کو عربی میں شوریٰ کہتے ہیں۔ جس طرح وہ مختلف پھلوں اور پھولوں سے رس لے کر شہد تیار کرتی ہیں اسی طرح مسلمان اہل شوریٰ بیٹھ کر مختلف تجاویز دیں گے۔ وہ تمام تجاویز پختہ ہوتی چلی جائیں گی، چونکہ ہر شخص کے دل میں ملت کا درد ہوگا، وہ خلوص سے اختلاف بھی کرے گا اور اتفاق بھی بالآخر مسئلہ حل کر ہی لیا جائے گا۔

جمہوریت میں اکثریت حکومت کرتی ہے۔ یہ دعویٰ ایک فراڈ ہے۔ آپ اپنے انتخابی حلقہ کے کل ووٹ اور امیدواروں میں سے جیتنے والے امیدوار کے حاصل کردہ ووٹوں کا تناسب مدنظر رکھیں تو آپ پر حقیقت واضح ہو جائے گی کہ ارکان اسمبلی کو آبادی کی اقلیت منتخب کرتی ہے۔

بظاہر عوام کی حکومت اور آزادی کا ڈھونگ ہے، عملی طور پر لاکھوں کی تعداد میں عوام کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پارلیمنٹ کے مخصوص افراد کی رائے کا پابند بنا دیا جاتا ہے۔ پھر پارلیمنٹ میں سے چند افراد کابینہ میں شامل ہو کر پورے ملک پر حکومت کرتے ہیں۔

شاہی دربار میں عسکری قوت کے بل بوتے پر ریاستی امرا بھی درباری مراتب حاصل کرتے تھے۔ اس کے باوجود علمی وفنی صلاحیت کی بنیاد پر علماء وماہرین کو شاہی دربار میں عزت ومرتبہ حاصل ہو جاتا تھا۔ جن سے بادشاہ اُن کی صلاحیتوں کو مدنظر رکھ کر مشورہ کر کے اُمور سلطنت سرانجام دیتے تھے۔ لیکن موجودہ دور کے جمہوری نظام میں قوت، سرمایہ اور جاگیر کے بل بوتے پر سرمایہ دار اور جاگیردار ہی منتخب ہوتے ہیں۔ علماء، دانشور اور فنی ماہرین جمہوری کھیل سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ اور جو حصہ لیتے ہیں اُن میں سے اکثر عوامی مذہب کے علماء بن کر رہ جاتے ہیں۔

تقویٰ وصلاحیت معروف شے ہے:

روزمرہ زندگی کا مشاہدہ ہے کہ حکومت کے کسی محکمہ میں خالی آسامی ہو تو تعیناتی کے لیے اُمیدواروں کے مابین الیکشن نہیں کرائے جاتے بلکہ اُن کی تعلیمی قابلیت وپیشہ وارانہ مہارت دیکھ کر بھرتی کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر کی آسامی پر کرنے کے لیے صرف ایم بی بی ایس ڈگری ہولڈر سے انٹرویو لیا جاتا ہے۔ جبکہ ایل ایل بی کی ڈگری کی بنیاد پر درخواست دینے والے امیدوار کی درخواست داخل دفتر ہو جاتی ہے۔ سفر وحضر میں امام مقرر کرنا ہو تو نہ کوئی اپنا نام پیش کرتا ہے، نہ ہی حاضرین کے مابین ووٹنگ ہوتی ہے بلکہ اہلیت کو معیار بنا کر کسی ایک کو ذمہ داری سونپ دی جاتی ہے۔ پنچایتی مقدمہ میں قسم صفائی کے لیے کچھ ناموں کو رد کر کے چند ناموں پر مدعی اور مدعا علیہ کسی طرح اتفاق کر لیتے ہیں، اس لیے کہ اُن کی دیانت، صداقت اور زہد تقویٰ معاشرہ میں معروف ہوتا ہے۔

ملک کے دیگر شعبوں میں تعیناتی کے لیے تعلیمی وپیشہ وارانہ صلاحیت مدنظر رکھ کر اہل افراد کو تعینات کیا جاتا ہے۔ جنہوں نے صرف طے شدہ قانونی ضابطوں پر عمل درآمد کرنا ہوتا ہے لیکن وہ ادارہ جس کے ذمہ قرآن وسنت کے ضابطوں کو لاگو کرنے کے لیے حالاتِ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاضرہ کے تحت طریقہ کار وضع کرنا ہے۔ اس ادارہ کے اراکین کے لیے دینی و دنیوی تعلیم اور فنی صلاحیت کا کوئی معیار ملحوظ نہیں رکھا جاتا بلکہ اس کے انتخاب کے لیے کثرتِ رائے پر عمل کیا جاتا ہے، یہ عجب تماشا ہے۔ جبکہ مجلس شوریٰ اسلامی تعلیم وتزکیہ کے علاوہ فنی واقتصادی ماہرین پر مشتمل تشکیل دی جاسکتی ہے کیونکہ زندگی کے ہر شعبہ میں کچھ لوگ اپنے تقویٰ وصلاحیت کے لحاظ سے معروف ہوتے ہیں۔

☆ ماہنامہ ''محدث'' لاہور نومبر ۲۰۰۹ء۔ الاعتصام ۱۴ دسمبر ۲۰۰۱ء تا ۳ جنوری ۲۰۰۲ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلفائے راشدین کا تعین شورائی تھا!

فطری امر ہے کہ حاکم قوم کے نظریات محکوموں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ انقلابِ فرانس کے بعد یورپی ریاستوں میں جمہوری نظام رائج ہوا تو آزادی، مساوات اور اُخوت کے ولفریب نعروں کے اثرات محکوم مسلم ریاستوں کے تعلیم یافتہ طبقہ میں سرایت کر گئے جنہوں نے مغربی نظامِ سیاست کو بنیاد بن اکر اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیا جس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ انہوں نے خلافت راشدہ کے دور کو جمہوری قرار دیا اور ان کے بعد مسلم حکمرانوں کو ملوکیت کا طعنہ دے کر اسلامی حکومت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

تاریخ اسلام کے پروفیسر ڈاکٹر ابراہیم حسن، قاہرہ (پی ایچ ڈی لندن) نے تجزیہ کیا کہ

> ''آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد خلفائے راشدین کا دور آیا، اس عہد میں فرمانروا کا انتخاب شوریٰ کے ذریعے کیا جاتا تھا، لیکن بنی اُمیہ اور بنی عباس کے عہد خلافت میں یہ جمہوری طریقہ خودسری اور موروثی حکومت کی شکل میں تبدیل ہوگیا۔ اس زمانہ میں شوریٰ کا وجود ختم ہوگیا اور انتخاب صرف نام کو رہ گیا۔ فقہاء نے اسی بادشاہی نظامِ حکومت کے جواز کو ثابت کرنے کے لیے اس قسم کی احادیث سے استدلال کی کوشش کی ہے کہ ''خلافت میرے بعد چالیس سال تک رہے گی، پھر جبر واستبداد کی حکومت ہو جائے گی۔''
>
> سر ٹامس آرنلڈ کا خیال ہے کہ اس قسم کی بہت سی احادیث اس نظامِ استبدادی کی صحت کو ذہن نشین کرانے کے لیے آنحضرت ﷺ کی طرف غلط منسوب کر دی گئی ہیں اور فقہائے اسلام نے اسی نظریہ کی تائید میں لکھا کہ ائمہ قریش سے ہوں گے۔'' (مسلمانوں کا نظم مملکت، ص: ۲۳ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصر میں پروان چڑھنے والے نظریات برصغیر میں نمودار ہوئے، چند سکالر صاحبان نے یورپی تہذیب وتمدن پر تنقید کی، لیکن مغربی نظامِ سیاست کو اسلامی لبادہ پہنانے میں عرق ریزی کی جن سے عصری تعلیمی اداروں سے فارغ ہونے والا طبقہ بھی متاثر ہوا اور انہوں نے برملا اظہار کیا:

''غلط بات ہے کہ سقوطِ خلافت ۱۹۲۴ء میں ہوا۔ سقوطِ خلافت تو اسی وقت ہوگیا جب دورِ خلافت کو منقطع کردیا گیا۔'' (''کتابِ خلافت'' ص:۱۶ از چوہدری رحمت علی)

جن خلفاء کے دور میں مسلمانوں نے ہندوستان، سپین، خراسان اور افریقہ میں اسلام کا پرچم لہرایا۔ حیرت ہے کہ جدت پسند مسلم سکالر اُن کو اس لیے خلیفہ تسلیم نہیں کرتے کہ اُن کو عوام نے منتخب نہیں کیا۔ غور طلب پہلو یہ ہے کہ جمہوری نظام کے طور طریقے کیا مسلمانوں کی اختراع ہے؟

''جمہوریت'' مسلمانوں کا متعارف کردہ نظام نہیں:

عالم عرب کے معروف سکالر ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے آزادئ رائے اور محاسبہ کے واقعات کی آڑ میں جمہوری نظام کے حق میں دلائل دیئے ہیں۔ لیکن اس امر کا اعتراف انہوں نے بھی کیا ہے کہ جمہوریت مسلمانوں کی اختراع نہیں ہے:

''جمہوریت کو جمہوریت کا نام عطا کرنے والے اور اس کے اُصول وقواعد وضع کرنے والے اگرچہ ہم مسلمانوں میں سے نہیں ہیں، لیکن اس میں کوئی حرج نہیں کہ ہم غیر قوموں سے اچھی باتیں سیکھیں اور اُنہیں اختیار کریں حضور ﷺ کی تعلیم بھی یہی ہے کہ حکمت ودانائی کی باتیں مومن کی گم شدہ دولت ہے جہاں سے اُنہیں یہ دولت مل جائے اُنہیں اختیار کرنا چاہیے چنانچہ حکمت ودانائی کی باتیں اور نفع بخش چیزیں اگر ہمیں غیر مسلموں سے ملتی ہیں تو ہمیں انہیں اختیار کرنا چاہیے۔ یہی حضور ﷺ کی تعلیم ہے اور اسی پر حضور اور خلفائے راشدین کا عمل تھا۔'' (فتاویٰ ڈاکٹر یوسف القرضاوی، جلد دوم، ص:۲۴۹)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ نے متعدد واقعات پیش کر کے امت مسلمہ کو دعوت دی ہے کہ غیر مسلموں سے حکمت کی باتیں حاصل ہو جائیں تو انہیں اختیار کر لینا چاہیے تاہم قرضاوی صاحب کی مذکورہ عبارت اس بات کا بھی بین ثبوت ہے کہ خلفائے راشدین کا دور جمہوری نہ تھا۔

اس جمہوری ملک میں ہر بالغ عاقل مسلمان قومی انتخاب میں حصہ لے سکتا ہے اور اپنی رائے کا اظہار کرسکتا ہے۔ جمہوری نظام میں کثرتِ رائے معیارِ حق ہے۔ مذکورہ اصول کو مدنظر رکھ کر خلفائے راشدین کے انتخاب کا مطالعہ کریں۔ نبی مکرم ﷺ فوت ہوئے تو سعد بن عبادہ نے انصاریوں کو سقیفہ بنی ساعدہ میں امر خلافت طے کرنے کے لیے اکٹھا کیا۔ تب حضرت ابوبکر وعمر فاروق رضی اللہ عنہما دیگر تین ساتھیوں کو لے کر وہاں پہنچے۔ انصار کے خطیب (ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ ہم اللہ کے دین کے معاون اور اسلام کی فوج ہیں اور اے مہاجرین! تم تھوڑی سی جماعت ہو جو اپنی قوم قریش سے نکل کر ہم میں آئی ہو اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی تقریر میں انصار کی خدمات کا اعتراف کیا اور سعد بن عبادہؓ کو رسولِ اکرم ﷺ کا ارشاد سنایا:

> "اے سعد! تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا...... اس وقت تم موجود تھے ...... کہ قریش امر خلافت کے والی ہیں، اُن کے نیک نیکوں کا اور فاجر فاجروں کا اتباع کرتے ہیں۔" تو سعد نے جواب دیا کہ آپ نے سچ کہا کہ ہم وزیر ہوں گے اور تم امیر۔"

امامت قریش میں ہوگی:

خاتم النّبیین ﷺ کا فرمان سن کر انصار نے اپنی گردنیں جھکا دیں اور اپنے سردار سے آنکھیں پھیر کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔

انصار کو مذکورہ حدیث کی صحت پر اتنا اعتماد ویقین تھا کہ وہ تاریخ کے کسی موقع پر خلافت کے حصول کے لیے امیدوار بن کر سامنے نہیں آئے۔ لیکن لندن میں پی ایچ ڈی کرنے والے مصری سکالر ڈاکٹر حسن ابراہیم نے انگریز محقق سر ٹامس آرنلڈ کے کہنے پر اس کی صحت سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انکار کر دیا چونکہ جمہوری نظام میں ہر شہری صدارتی امیدوار بننے کا قانونی حق رکھتا ہے، لیکن اس حدیث نے خلافت کو قریش تک محدود کر کے اس جمہوری اصول کی نفی کی ہے، اس لیے مغربی فلسفہ وفکر سے متاثر افراد نے انکار کر دیا۔

امام ابن خلدون نے الائمۃ میں قریش کے امام قریش سے ہوں گے، کے ضعف پر اپنے مقدمہ میں بحث نہیں کی بلکہ اس شرط کی حکمت پر روشنی ڈالی:

"قریش کی زبردست عصبیت کے ماتحت امام میں قریش النسب ہونے کی شرط لگی تاکہ پوری ملت اتفاق واتحاد کے رشتہ میں منسلک ہو جائے اور انتظام وانصرام بہ احسن وجوہ تکمیل پائے چنانچہ جب امارت وامامت قریش کے ہاتھ میں آئی تو قبائل وفد نے اس کا ساتھ دیا تو پھر سارا عرب قریش کے سامنے سرنگوں ہوا۔ پھر اسلامی فوجوں نے دور دراز ملکوں کو اپنے پاؤں سے روند ڈالا۔ عہد بنی اُمیہ اور بنی عباس میں امامت کی یہی بڑھتی ہوئی شان وشوکت باقی رہی یہاں تک کہ خلافت کمزور پڑ گئی اور عرب عصبیت کا شیرازہ بکھرا۔" (مقدمہ، ص: ۲۰۰)

تیرہ صدی تک کسی محدث یا فقیہ نے جن احادیث کو بالجملہ موضوع نہیں کہا، چودھویں صدی میں مصری ڈاکٹر حسن ابراہیم نے جمہوریت کی نفی کرنے والی حدیث کو سرٹامس آرنلڈ کا ریمارکس دے کر لکھ دیا کہ وہ "حضور ﷺ سے غلط منسوب کر دی گئی ہیں۔" اسلامی تاریخ پر مغرب میں ریسرچ کرنے کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے احادیث کی صحت کو پرکھنے کے لیے مغربی فکر وفلسفہ کو کسوٹی بنایا۔ جدیدیت کی یہی لہر مسلمانوں کے فکر زوال کا سبب ٹھہری۔

خلفائے راشدین کا تعین شورائیت سے ہوا:

(۱)...... واضح رہے کہ خلفائے راشدین مجلس شوریٰ کے مشورہ سے نامزد ہوئے، عوام کے ووٹوں سے منتخب نہیں ہوئے۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں ہنگامی حالات کے موقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عزیمت اور تحمل مزاجی اور بشیر بن سعد انصاری کے خلوص نے خاطر خواہ اثر کیا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: "یہ ابوعبیدہ اور عمر رضی اللہ عنہما موجود ہیں، ان میں سے جس کے ہاتھ پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہو بیعت کرلو۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور حضرت ابوبکر کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا: ''آپ ہم سب میں سے بہتر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے قریب ہیں، اس لیے ہم سب سے پہلے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ یہ سنتے ہی سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے سوا تمام حاضرین نے اسی وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ دوسرے دن مسجد نبوی میں اعلانیہ بیعت ہوئی۔

اکثریت کا دعویٰ کرنے والے انصار قبیلہ قریش کی عرب میں حیثیت اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت سے متعلق دلائل سن کر حق خلافت سے دستبردار ہوگئے، اگر خلفائے راشدین کا دور جمہوری ہوتا تو انصار یا قریش میں سے خلافت کے اعلانیہ اور خفیہ دعویدار رائے شماری کا مطالبہ ضرور کرتے۔

(۲)...... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی مرض الموت میں اپنے بعد حضرت عمرؓ کو خلیفہ مقرر کرنے کا ارادہ کیا تو شوریٰ سے مشورہ کیا تو حضرت عثمان و دیگر ساتھیوں نے تائید کی کہ اُن کا باطن اُن کے ظاہر سے اچھا ہے۔'' جبکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت طلحہؓ نے مزاج میں سختی کا شکوہ کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا: ''وہ اس لیے تھی کہ میں نرم تھا، جب خلافت کا بوجھ سر پر پڑے گا تو سب سختیاں دور ہوجائیں گی۔'' لیکن تاریخ گواہ ہے کہ کسی صحابی نے یہ اعتراض نہیں کیا کہ ''آپ خلیفہ کو نامزد کیوں کررہے ہیں، خلیفہ نے تو تمام مرد وعورتوں پر حکومت کرنی ہے، اس لیے وہ ووٹنگ کے ذریعے خود ہی کسی کو خلیفہ منتخب کرلیں گے۔'' اگر کسی نے شکایت نہیں کی تو ثابت ہوا کہ نامزدگی جرم نہیں۔ مسجد نبوی میں بیعت عام کو ووٹنگ سے تشبیہ دینا نامناسب ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مخالف تو کوئی امیدوار تھا ہی نہیں جس کو ووٹ دیتے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسجد نبوی میں بیعت عام اطاعت کا اظہار تھی، رائے شماری ہرگز نہ تھی۔

(۳)...... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آخری وصیت فرما رہے تھے تو لوگوں نے کہا: اے امیر المومنین! کسی کو خلیفہ بنا جایئے۔ آپ نے کہا کہ خلافت کا حق دار ان چند لوگوں کے سوا کوئی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں جن سے حضرت محمد ﷺ راضی رہے۔ انہوں نے عشرہ مبشرہ میں سے چھ صحابیوں کا نام لیا۔ حضرت عمر کے بعد زبیر نے حضرت علی، طلحہ نے حضرت عثمان کو اور سعد نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کو اختیار دے دیا۔ پھر عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے دونوں سے کہا: ''کیا تم مجھے مختار بناتے ہو، خدا کی قسم میں اُسی کو خلیفہ بناؤں گا جو افضل ہوگا۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بدری و بیعت رضوان کے موقع پر مغفرت کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حق خلافت سے محروم کرکے صرف چھ افراد کو نامزد کیا۔ جمہوری اصول کے مطابق کیا یہ درست فیصلہ تھا؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں مردم شماری کا کام علیحدہ شعبہ کی حیثیت اختیار کر چکا تھا۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جمہوری انداز میں یہ کیوں نہیں کہا کہ میں اُس کو خلیفہ بناؤں گا جس کو مسلمان کثرتِ رائے سے منتخب کریں گے؟

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلامی سلطنت سوا لاکھ مربع میل پر پھیلی ہوئی تھی، لیکن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ صرف اہل مدینہ کے چیدہ چیدہ احباب سے مسلسل تین دن رات مشورہ کرتے رہے، وہ احباب کی رائے کو حضرت عثمان وحضرت علی رضی اللہ عنہما کے حق میں گنتے نہیں رہے بلکہ علم وشعور کی کسوٹی پر پرکھتے رہے۔ آخر کار انہوں نے اس بنا پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا تھا کہ وہ کتاب وسنت کے علاوہ پہلے دونوں خلفاء کے نظائر کا بھی اتباع کریں گے، یہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تسلیم نہیں کی تھی۔

ظاہر ہے کہ وسیع وعریض سلطنت میں لاکھوں نفوس پر مشتمل آبادی میں سے خلیفہ کے چناؤ کے لیے فردِ واحد کو صوابدیدی اتھارٹی دینا جمہوری قواعد وضوابط کے عین منافی ہے۔

(۴)......شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے وقت بلوائی مدینہ پر چھائے ہوئے تھے اور پورے شہر کا نظم ونسق ان میں سے ہی ایک شخص غافقی بن حرب کے ہاتھ میں تھا۔ یہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر تو متفق تھے، لیکن آئندہ کس کو خلیفہ مقرر کریں؟ اس بارے اختلاف تھا۔ مصری حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں تھے، کوفی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو چاہتے تھے اور بصری لوگ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنانا چاہتے تھے مگر تینوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کے مطالبہ کو مسترد کردیا۔ پھر وہ یکے بعد دیگرے سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس گئے۔ انہوں نے صاف انکار کردیا کہ ہمیں امارت کی کوئی ضرورت نہیں۔ پس ان لوگوں کا خطرہ لاحق ہوا کہ اگر ہم شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد بغیر امیر کے تقرر کے اپنے شہروں کو چلے گئے تو ہماری خیر نہیں، چنانچہ ان لوگوں نے اہل مدینہ سے کہا کہ تمہیں دو دن کی مہلت ہے۔ اس دوران کوئی امیر مقرر کرلو، ورنہ اگلے دن ہم علی، زبیر اور طلحہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگوں کو قتل کردیں گے۔ اس کے بعد وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، کہنے لگے، ہم آج امارت کے لیے آپ سے زیادہ مناسب کوئی آدمی نہیں سمجھتے۔ مسابقت فی الاسلام کی وجہ سے بھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرابت کی وجہ سے بھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ایسا نہ کرو، میں امیر بننے سے زیادہ وزیر بنا پسند کرتا ہوں۔'' لوگوں نے کہا خدا کی قسم! ہم تو آپ ہی کی بیعت کریں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا تو پھر یہ مسجد میں ہوگی۔

وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر مسجد نبوی آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خواہش کے باوجود اہل شوریٰ اور اہل بدر کے جمع ہونے کا موقع میسر آنہ آسکا۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کے بقول:

> ''انہوں نے آپ سے اصرار کیا اور اشتر نخعی نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کی بیعت کرلی اور لوگوں نے بھی آپ کی بیعت کی۔'' (تاریخ ابن کثیر، جلد ہفتم، ص: ۲۴۶)

محاصرہ کے دوران مدینہ کے بہت سے افراد حالات کی سنگینی سے بچنے کے لیے دیگر علاقوں میں منتقل ہوگئے، تاہم جو کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے، ان کا بلوائیوں سے اصرار تھا کہ مجلس شوریٰ خلیفہ کا تقرر کرے۔ تاہم حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کو مزید خون خرابہ سے بچانے کے لیے بیعت لینے کی حامی بھرلی۔ ماسوائے چند صحابہ کے مدینہ کے لوگوں کی اکثریت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی۔ ان کا اجتہاد درست تھا۔ اگرچہ مدینہ میں موجود لوگوں نے بیعت عام میں حصہ لیا تاہم وسیع وعریض سلطنت کے دیگر باشندوں نے حصہ نہیں لیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں جمہوری اصول کثرتِ رائے کی تو تائید ہوتی ہے، لیکن جمہوریت کے دوسرے پہلو آزادنہ اور خفیہ ماحول کی بہرحال نفی ہوتی ہے۔

(۵)...... جب ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تلوار ماری تو لوگوں نے آپ سے کہا: امیر المومنین! خلیفہ مقرر کر دیجیے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں خلیفہ مقرر نہیں کروں گا بلکہ تم کو اس طرح چھوڑوں گا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو چھوڑا تھا۔ یعنی خلیفہ مقرر کیے بغیر۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے تم سے بھلائی کرنی چاہی تو وہ تم کو اسی طرح تمہارے بہترین آدمی پر اکٹھا کر دے گا جیسے اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تم کو تمہارے بہترین آدمی پر اکٹھا کر دیا تھا۔''

(تاریخ ابن کثیر، جلد ۸، ص: ۷۳۸)

جندب بن عبداللہ نے عرض کی: امیر المومنین! اگر آپ فوت ہو جائیں تو ہم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لیں؟ تو آپ نے فرمایا: ''میں نہ تمہیں حکم دیتا ہوں اور نہ منع کرتا ہوں، تم بہتر سمجھتے ہو اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ بکثرت لا الٰہ الا اللہ کا ورد کرنے لگے اور اس کے سوا آپ کچھ نہ بولتے تھے۔'' (تاریخ ابن کثیر، جلد ۷، ص: ۶۴۱)

جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنے والد مکرم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تدفین سے فارغ ہوئے تو سب سے پہلے قیس بن سعد بن عبادہ نے آگے بڑھ کر آپ سے کہا: اپنا ہاتھ پھیلایئے، میں کتاب اللہ اور اُس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر آپ کی بیعت کروں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے سکوت اختیار کر لیا تو اُس نے آپ کی بیعت کر لی۔ پھر اس کے بعد لوگوں نے آپ کی بیعت کی۔'' (تاریخ ابن کثیر، جلد ۸، ص: ۷۳۸)

تبصرہ وتجزیہ:...... پہلی روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ولی عہد نامزد کرنے سے اجتناب کیا۔ جب دوسری دفعہ عقیدت مند نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا نام لے کر دریافت کیا تو مذکورہ بالا جواب ارشاد فرمایا۔ چونکہ اس سے تاثر ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان مشورہ سے منتخب کریں، اس بنا پر عصر حاضر کے مؤرخین خلافت حسن کے ضمن میں اسی کو ترجیح دیتے ہیں، تاہم اس سے دوسرا پہلو نکلتا ہے کہ اگر باپ کے بعد بیٹا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو خلیفہ یا ولی عہد نامزد کرنا شریعت محمدی میں ناجائز عمل ہوتا تو سائل کو دوٹوک الفاظ میں منع کر دیتے اور وصیت نامہ میں جہاں دونوں بیٹوں کو اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے اور فواحش سے اجتناب کرنے کی وصیت کی وہاں اُن کو امورِ خلافت سے پرہیز کرنے کی وصیت کر دیتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بعض لوگوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کرنے کو کہا تو اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کی جذباتی طبیعت اور آخرت کی جواب دہی کا جواز پیش نہ کرتے بلکہ سختی سے منع کر دیتے کہ نسلاً خلافت منتقل کرنا شریعت میں ناجائز ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ شوریٰ کے رکن قیس بن سعد کی تائید سے بیعت لینے پر رضا مند ہوئے، اس کے بعد تمام لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ یہ طرزِ عمل امت مسلمہ کے لیے مشعل راہ ہے۔ کیونکہ حضرت حسن کا دور بھی خلفائے راشدین میں سے ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت سفینہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی پھر بادشاہت ہوگی۔'' اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی خلافت سے تیس سال مکمل ہوگئے۔ آپ ربیع الاول ۴۱ ہجری میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خاطر خلافت سے دستبردار ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے یہ پورے تیس سال بنتے ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیع الاول ۱۱ ہجری میں وفات پائی۔'' (تاریخ ابن کثیر، جلد ۸، ص: ۴۳)

خلفائے راشدین کا تیس سالہ دور ''خلافت علی منہاجِ نبوت'' پر تھا، اُن کا طریق کار صحیح وکامل معنوں میں طریق نبوت کے مطابق تھا۔ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے منہاجِ نبوت کی اہمیت سے آگاہ فرمادیا:

((علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین .)) (سنن ابن ماجه: ٤٢)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد اُن کے بیٹے حضرت حسن کا انتخاب اور مدتِ خلافت بھی منہاج نبوت کا حصہ ہے اور کسی صحابی نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔ چنانچہ باپ کے بعد بیٹے میں امارت کے شرعی اوصاف ہوں تو امت کے اتحاد و یکجہتی کی خاطر اُس کو خلیفہ منتخب کرنا شرعاً

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناجائز نہیں لیکن جمہوریت کے دعویدار مسلم مفکرین کے نزدیک یہ ملوکیت ہے۔ یہ طرزِ عمل سیاسی وقانونی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ تک خلفائے راشدین کا انتخاب دارالخلافہ میں مقیم شوریٰ کے مشورہ اور مسلمانوں کی اطاعتی بیعت سے ہوا۔ انتخاب کے دوران دیگر محکوم علاقوں کے مسلم مدبرین کے مشورہ اور بالغ رائے دہی کا ذکر تاریخ میں نہیں ہے۔ مجلس شوریٰ کے ارکان بھی بالغ رائے دہی کی بنیاد پر منتخب نہیں ہوئے۔ بلکہ وہ اہلیت وقابلیت اور دعوت وعزیمت کی قربانیوں کی بدولت معروف ہوئے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے معاملات باہمی مشورے سے طے کریں تاکہ پیش آمدہ مسئلہ کے تمام ممکنہ پہلوؤں پر غور وفکر کیا جائے کہ کون سا پہلو اقرب الی الحق ہے اور کتاب وسنت سے مطابقت رکھتا ہے۔ خلفائے راشدین کے دور میں شورائی انداز میں فیصلے ہوتے رہے جمہوری دور کی طرح سروں کو گننے کا رواج قطعاً نہ تھا۔

نظام خلافت تدریجی انداز میں زوال پذیر ہوا:

بنوامیہ (۶۱۱ء) سے لے کر عثمانیہ دور (۱۹۲۴ء) تک خلافت اسلامیہ قائم رہی، لیکن جدید مسلم مفکرین اس کو اسلامی حکومت تسلیم نہیں کرتے۔

''اسلامی حکومت'' سے کیا مراد ہے؟

بنی نوع انسان کی اجتماعی زندگی کے لیے حکومت کا قیام ضروری ہے، وہ حکومت عوام کی عزت، جان ومال کے تحفظ کے لیے قوانین وضع کرتی ہے۔ جب حکومت پر فائز اپنی مرضی سے قوانین بنائے تو شخصی حکومت ہوئی جب درباریوں کے مشورہ سے قانون سازی کرے تو اشرافیہ کہلائی اور جب عوام کی منشا کے مطابق قانون تشکیل کرے تو اسے عوامی حکومت کہا جاتا ہے۔

مذکورہ فلاحی حکومتوں کو مملکت سیاسیہ تو کہہ سکتے ہیں لیکن دینی نہیں، کیونکہ یہ انسانی عقل کے مطابق قانون وضع کرتی ہیں اور ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ انسان دنیا کے منافع حاصل کر سکے اور اس کی مضرتوں سے بچ سکے۔

۱: علامہ ابن خلدون ''دینی حکومت'' کی تعریف کرتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اگر یہ قوانین اللہ تعالیٰ کی طرف سے مرتب ووضع ہو کر کسی رسول یا نبی کے ذریعے مخلوق تک پہنچیں تو اس کو ہم ''سیاست دینی'' سے تعبیر کریں گے......نظامِ خلافت اس سے عبارت ہے کہ سب کو شرعی نقطہ نظر کے مطابق زندگی گزارنے پر آمادہ کیا جائے جس سے آخرت کی سعادت بھی نصیب ہو اور دنیا کی وہ مصلحتیں بھی بہم پہنچیں جو سعادت اُخروی میں معاون ومددگار رہیں۔''

(مقدمہ ابن خلدون، ص:۱۹۶)

عصر حاضر کی مسلم حکومتیں خواہ وہ آمرانہ ہوں یا عوامی طرز کی وہ انسان کی مادی فلاح کو مدنظر رکھ کر قانون سازی کرتی ہیں اور کہیں آخرت کی کامیابی کے لیے روحانی فلاح کا تصور تو ہرگز نہیں ہے۔

۲: مولانا ابوالکلام آزادؒ نے ائمہ کے اقوال کی روشنی میں نظامِ خلافت کی تعریف کی ہے:

''مسلمانوں کی ایسی حکومت جو ارکانِ اسلام کو قائم رکھے، جہاد کا سلسلہ ونظام درست کرے، اسلامی ملکوں کو دشمنوں کے حملہ سے بچائے اور ان کاموں کے لیے فوجی قوت کی ترتیب اور لڑائی کا سامان وغیرہ جو کچھ مطلوب ہو، اُس کا انتظام کرے، مختصر یہ کہ اسلام کا خلیفہ وہ حکمران ہوسکتا ہے جو اسلام وملت کے لیے دفاع وجہاد کی خدمت انجام دے سکے۔'' (مسئلہ خلافت، ص:۱۲۶)

جہاں تک خلافت کی پیش نظر تعریف اور خلیفہ کے فرضِ منصبی کا تعلق ہے تو خلافت عثمانیہ تک مسلم حکومتیں اسلامی تھیں جنہوں نے امت مسلمہ کے دفاع کے اور اسلام کی سربلندی کے لیے جہاد کا فریضہ سرانجام دیا۔

خلافت اسلامیہ کے دور تک وسیع وعریض علاقے فتح ہوئے جہاں کی مقامی آبادی اسلام کے نظامِ عدل سے متاثر ہو کر مسلمان ہوئی، لیکن نئی نسل اس سے بے خبر ہے کیونکہ ثانوی درجہ تک علم تاریخ کا نصاب نوآبادیاتی دور کی تحریک آزادی تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ یونیورسٹی سطح پر بنو اُمیہ اور بنو عباسیہ کی کی تاریخ شامل نصاب رہی ہے، لیکن عثمانیہ دور کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاریخ سے نئی نسل کو محروم رکھا گیا۔ بنو اُمیہ اور عباسیہ کے دور میں فتوحات کا دائرۂ کار ایشیا اور افریقہ تک رہا، لیکن عثمانی ترکوں نے یورپ کے مرکز میں جا کر ''اللہ اکبر'' کی صدا بلند کی۔

ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ تحریر کرتے ہیں:

''عثمانی ترک نہ تو عرب پر قانع ہوئے نہ ایران وعراق پر، نہ شام وفلسطین کی حکومت اُن کو خوش کر سکی، نہ وسط ایشیا کی بلکہ تمام مشرق سے بے پروا ہو کر یورپ کی طرف بڑھے۔ اُس کے عین قلب (قسطنطنیہ) کو مسخر کر لیا اور اس کی اندرونی آبادیوں تک میں سمندر کی موجوں کی طرح در آئے حتی کہ دارالحکومت آسٹریا کی دیوار اُن کے جولانِ قدم کی ترکتازیوں سے بارہا گرتے گرتے بچ گئی۔ ترکوں کا یہ وہ جرم ہے جو یورپ کبھی معاف نہیں کر سکتا۔ مسلمانوں کا کوئی موجودہ حکمران خاندان اس جرم (فتح یورپ) میں اُن کا شریک نہیں ہے۔ اس لیے ہر وہ حکمران مسلمان اچھا تھا جو یورپ کی طرف متوجہ نہ ہو سکا مگر یہ ترک وحشی وخونخوار ہے اس لیے کہ یورپ کا طلسم سطوت اُس کی شمشیر بے پناہ سے ٹوٹ گیا۔'' (مسئلہ خلافت، ص: ۱۱۶)

مسلمانوں کے جس دورِ خلافت کو جدید مفکر اسلامی حکومت تسلیم نہیں کرتے، اس دور میں امریکی جہاز مسلمانوں کی اجازت کے بغیر سمندر میں حرکت نہیں کر سکتے تھے۔ تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ

''محض تقریباً دو سو سال قبل عثمانی خلیفہ سلیم سوم کے دورِ حکومت میں خلافت کا الجزائر کا گورنر اس وقت کے امریکہ سے سالانہ چھ سو بیالیس ہزار ڈالر سونے کی صورت میں اور بارہ ہزار عثمانی سونے کے سکے بطورِ جزیہ وصول کرتا تھا۔ اس ٹیکس کے جواب میں الجزائر میں امریکی قیدیوں کی رہائی اور امریکی جہازوں کی بحر اکاہل اور بحر قلزم سے حفاظت کے ساتھ گزرنے کی گارنٹی دی جاتی تھی کہ عثمانی خلافت ان پر حملہ نہیں کرے گی۔''☆ (روزنامہ انصاف، ۲ ستمبر ۲۰۰۶ء، لاہور)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆اس بات کو فلپ کے حتیٰ بھی بیان کیا ہے لیکن وہ الجزائر کے بدلے لیبیا کا نام لیتا ہے۔ (رضی الدین سید)

اور آج افسوس ناک صورت حال یہ ہے کہ امریکی بحری بیڑے خود مسلم بندرگاہوں پر لنگر انداز ہیں اور افغانستان اور عراق پر میزائل داغ رہے ہیں۔

دورِ خلافت میں قائم وتابندہ رہنے والی حمیت اسلامی وہ بنیادی جرم تھا جس کو مغرب نے معاف نہیں کیا۔ اُنہوں نے سازشی جال پھیلا کر خلافت عثمانیہ کو پارہ پارہ کردیا۔ اگر جمہوری نظام میں ملت اسلامیہ کی یکجہتی وسلامتی اور اسلام کی عظمت وشرکت برقرار رہ سکتی تو ہمارے دشمن نظامِ خلافت ختم کر کے ترکی میں جمہوریت کو قطعاً رائج نہ کرتے۔

مخبر صادق ﷺ نے فرمایا:

''خلافت تیس سال رہے گی۔ خلفائے راشدین کی حکومت ۱۱ ہجری سے ۴۱ ہجری تک رہی۔ وہ دراصل خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی بشارت تھی جس کے بارے خود شارع علیہ السلام نے وضاحت فرمادی:

((علیکم بسنتی وسنة خلفاء راشدین .)) (سنن ابوداؤد: ۴۶۰۷)

''تم پر میرا اور خلفائے راشدین کا طریقہ لازم ہے۔''

دورِ نبوی کے بعد خلفائے راشدین کا طرزِ عمل مسلمانوں کے لیے مشعل راہ ہے۔ جن کو بنیاد بنا کر قیامت تک رونما ہونے والے واقعات کا حل تلاش کر سکتے ہیں۔ لیکن اس سے قطعاً یہ مراد نہیں کہ تیس سال کے بعد نظامِ خلافت یکسر ختم ہوگیا۔ نبی کریم ﷺ کی نبوت دائمی، ابدی اور عالمی حیثیت کی حامل ہو، پھر یہ کہنا کہ آپ کا رائج کردہ نظام ۳۰ سال تک رہا اس کے بعد یکسر ختم ہوگیا، یہ نظریہ عقیدہ ختم نبوت کے منافی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ جن کے ادوار کو نبی ﷺ نے بالترتیب بہترین زمانہ قرار دیا ہو، یہ کیسے ممکن ہے کہ اُن کے سامنے نظامِ خلافت کلی طور پر منہدم ہوگیا ہو اور وہ خاموش رہے ہوں؟ اگر باپ کے بعد بیٹے کی جانشینی شرعی جرم ہوتا تو قرونِ اولیٰ کے مسلمان ضرور مزاحمتی کارروائی کرتے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنو اُمیہ سے عثمانیہ دور تک محدثین وفقہائے کرام نے اسلام کی سربلندی کے لیے عزیمت کی داستان رقم کی۔ یہ درست ہے کہ قبائلی عصبیت کی بنا پر بغاوتیں ہوئیں، کہیں لہو ولعب کو ہدف بنا کر مخالفت کی گئی، لیکن کسی تحریک نے موروثی خلافت کے خاتمہ کے ایشو نہیں بنایا۔ کیا وہ سب شریعت کے بنیادی فرض کی تکمیل سے غافل رہے۔ ملت اسلامیہ کے عظیم فاتح حکمرانوں کے تاریخی کردار کو داغ دار کر کے نئی نسل کو اسلاف سے متنفر کرنا اسلام کی خدمت نہیں بلکہ مغرب نوازی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اہل مغرب کے پرستار اعتراض کرتے ہیں کہ بعد کے دورِ حکومت میں جمہوری روح نہ تھی، وہ جمہوریت کی ماں برطانوی حکومت پر انگلی کیوں نہیں اٹھاتے کہ تمہارے ہاں آئینی طور پر بادشاہت کیوں قائم ہے؟

عام مشاہدہ کی بات ہے کہ کسی صوفی یا عالم نے دین کی خدمت کی یا مسجد ومدرسہ قائم کیا تو عموماً اس کی مسند یا ادارہ کی ذمہ داری اس کے بیٹے کے سپرد ہوتی ہے۔ کیونکہ باپ کے بعد اہل بیٹے کو منتقل کرنے میں حکمت عملی یہ ہوتی ہے کہ جماعت رحلقہ میں یکجہتی وسلامتی کو خطرہ لاحق نہ ہو۔ باپ کے بعد بیٹے کی جانشینی نے خلافت کو ملوکیت میں منتقل نہیں کیا بلکہ یہ تدریجی عمل سے ہوا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں جو استحکام تھا، وہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے آخری دور میں نہ رہا۔ بیرونی فتوحات کا سلسلہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور تک جاری رہا وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور میں رک گیا۔ ابوالکلام آزاد اس تدریجی عمل کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

> ”نبوت ورحمت کی برکات کی محرومی وفقدان کا ایک تدریجی تنزل تھا۔ اور بدعات وفتن کے ظہور واحاطہ کی ایک تدریجی ترقی تھی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے شروع ہوئی اور جس قدر عہد نبوت سے دوری بڑھتی گئی، اتنی ہی عہد نبوت اور خلافت ورحمت کی سعادتوں سے اُمت محروم ہوتی گئی۔ یہ محرومی صرف امامت وخلافت کبریٰ کے معاملہ میں ہی نہیں ہوئی بلکہ اقوام ونظام امت کے مبادیات واساسات سے لے کر حیاتِ شخصی وانفرادی اعتقادی وعملی جزئیات تک ساری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باتوں کا یہی حال ہوا۔'' (مسئلہ خلافت، ص: ۱۰)

تابعین کا زمانہ خوب ہے، لیکن اس کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے موازنہ کرنا نامناسب ہے، اس طرح بنو اُمیہ کے دور کا خلفائے راشدین سے تقابلی جائزہ کرنا غیر دانش مندانہ فعل ہے، کیونکہ خلفائے راشدین کا دور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا عکس ہے، البتہ ملوکیت کا موازنہ کرنا چاہیں تو آپ امن وانصاف، دعوتِ دین، امت مسلمہ کا دفاع اور بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کو بنیاد بنا کر اس جمہوری دور سے موازنہ کریں جو خلافت کے انہدام کے بعد مسلم ممالک میں رائج ہوا۔

مثلاً دورِ خلافت میں مساجد میں شرعی عدالتی فیصلے ہوتے تھے، آج عدالتوں میں۔ اُس دور میں اسلامی فقہ کو اتھارٹی حاصل تھی، آج عوامی تھانوں کو ہے۔ اس دور میں اسلامی قانون کا ماہر جج مقرر ہوتا تھا، آج مغربی قانون کا ماہر۔ یہ درست ہے کہ دورِ خلافت میں دین ودنیا میں تدریجی عمل سے خلیج حائل ہوئی، لیکن جمہوری دور نے ان کے مابین دیوارِ چین حائل کر دی ہے۔

بنو اُمیہ سے عثمانیہ دور تک نیک و بد حکمران آتے رہے تاہم کسی خلیفہ نے اسلام کے منافی قدم اُٹھایا یا قرآن وسنت کی من مانی تعبیر کی تو وہ راہِ حق میں عزیمت کا پہاڑ بن گئے۔ کوڑے کھا کر اَدھ موئے ہو گئے۔ جیل کی کال کوٹھڑیوں سے جنازے نکلے لیکن خلافت کی ایک ہی خاندان کی منتقلی پر کسی امام یا محدث نے مخالفت نہیں کی۔ اور وسیع وعریض سلطنت میں نہ سہی کم ازکم دارالخلافہ میں بالغ رائے کی بنیاد پر انتخابات کرانے کا مطالبہ کبھی نہیں کیا گیا۔

یورپی اقوام نے مسلم ریاستوں پر تسلط جمایا تو انہوں نے مغربی فکر وفلسفہ کی بنیاد پر ایسا نصابِ تعلیم وضع کیا کہ ملت اسلامیہ کی نئی نسل کثرتِ رائے کے معیارِ حق ہونے کی ترجمان بن گئی۔ سلطان صلاح الدین ایوبی، سلطان سلیم اور سلطان محمود غزنوی کی حمیت اسلامی اور تاریخی کارنامے ماند پڑ گئے اور مغربی جمہوریت کے فکر وفلسفہ کے داعی اُن کے ہیرو بن گئے۔

روس میں سوشلزم کی بیخ کنی کے بعد کرۂ ارض میں نظامِ خلافت اور نظامِ جمہوریت کے مابین جنگ جاری ہے۔ عالمی سطح پر جو لیڈرز جمہوری نظام پر یقین رکھتے ہیں اور حکومت کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تبدیلی کے لیے آئینی جدوجہد کرتے ہیں، اہل مغرب اُن کو گڈ بک میں جگہ دیتے ہیں۔ وہ لیڈر یا تنظیمیں جو اس کے علاوہ کسی اور نظام پر اعتماد رکھتی ہیں اہل مغرب کے نزدیک انتہا پسند، ظالم اور دہشت گرد ہیں۔ امریکی صدر بش نے اس بات کا واشگاف الفاظ میں اعتراف کیا ہے، ذیل میں دی گئی رپورٹ سے ملاحظہ فرمائیے:

''جارج ڈبلیو بش نے کیلیفورنیا میں ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ میں عوام کو ذہن نشین کرانا چاہتا ہوں کہ ہم اکیسویں صدی کی نظریاتی جدوجہد میں ہیں۔ یہ جدوجہد اچھائی اور برائی کے درمیان ہے۔ یہ جدوجہد جمہوریت پر یقین رکھنے والوں اور ظلم وتشدد کی مدد کرنے والوں کے مابین ہے۔ انہوں نے کہا کہ دشمن ہمیں نقصان پہنچانے کے لیے مستقل منصوبہ بندی اور سازشوں میں مصروف ہے۔ انہوں نے کہا کہ گیارہ ستمبر کے حملوں کے بعد ہم نے یہ عزم کر رکھا ہے کہ جب تک ان انتہا پسندوں کو شکست نہیں دے لیتے اور ان کا خاتمہ نہیں کر لیتے ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے۔''

(نوائے وقت لاہور، ۶ اکتوبر ۲۰۰۶ء)

صیہونیت نے سوشلزم کی حوصلہ شکنی کرنے کے بعد اسلام کو اپنا ہدف بنا لیا۔ نائن الیون کا حادثہ اس سازش کی کڑی تھی۔ پینٹا گون کی فرضی تحقیق میں جو مسلمان ملوث کیے گئے، اُن میں ایک بھی طالبان نہ تھا، لیکن طالبان کا قصور یہ تھا کہ اُنہوں نے اپنی قیادت کو بالغ رائے دہی سے منتخب نہیں کیا تھا۔ عوام سے قانون سازی کے اختیار سلب کر لیے اور فقہ اسلامی کو قانونی اتھارٹی دی۔ یہی جرم انتہا پسندی ہے جس کے وہ مرتکب ہوئے۔ یہ درست ہے کہ اہل مغرب وسط ایشیا کے معدنی وسائل پر قبضہ کرنا چاہتے تھے، لیکن یہ ثانوی مقصد تھا۔ دراصل ان انتہا پسندوں کے نظام کو درہم برہم کرنا اُن کا بنیادی مقصد تھا، یہ نظریات کی جنگ ہے جس میں مالی مفادات بھی پیش نظر ہیں۔

مجاہدین نے عراق پر امریکی قبضہ کے فوراً بعد مزاحمت شروع کر دی۔ آئے روز گوریلا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کارروائیوں میں نیٹو فوجی ہلاک ہو رہے ہیں۔ مغربی تھنک ٹینک نے اتحادی فوج کی مایوسی اور مجاہدین کے تازہ دم ولولہ کو مدنظر رکھ کر تجزیہ کیا کہ عراق امریکہ کے لیے ویت نام بن چکا ہے۔ تب امریکہ میں بش کی عراق پالیسی کے خلاف مظاہرے ہوئے تو بش نے عوام کو اعتماد میں لینے کے لیے ہر جگہ کہہ رہا ہے کہ دہشت گرداز سرنو خلافت آئیڈیالوجی کو پھیلانا چاہتے ہیں:

> ''امریکی صدر بش نے ۱۱/اکتوبر ۲۰۰۶ء کو وائٹ ہاؤس میں تقریر کرتے ہوئے ایک ہی جملہ تین مرتبہ دہرایا کہ ''عراق میں امریکی فوجوں کی موجودگی صرف اس لیے ہے کہ دہشت گردوں کو خلافت اسلامیہ جیسی مملکت قائم کرنے سے روکا جاسکے۔'' بش نے اپنے خطاب میں مزید کہا کہ دہشت گرد خلافت آئیڈیالوجی کو پھیلانا چاہتے ہیں اور ایک ایسی مملکت قائم کرنا چاہتے ہیں جس میں آزادی اور لبرل ازم کی کسی چیز کا کوئی تصور نہ ہو۔ امریکی صدر بش نے کہا کہ خلافت اسلامیہ کی طرز پر انتہا پسندوں کی مملکت قائم ہونے سے امریکی ویورپی ممالک کے مفادات اور سلامتی کو شدید خطرہ لاحق ہو جائے گا۔''

(ہفت روزہ ندائے ملت: ۲۶/اکتوبر ۲۰۰۶ء)

تاریخ اسلام کا دورِ خلافت جس میں مسلم حکمران یورپ میں داخل ہو کر دعوت وجہاد کا پرچم بلند کرتے رہے، حیرت ہے کہ مغربی فکر وفلسفہ سے متاثر جدید مسلم سکالر بنوامیہ سے بنی عثمانیہ کے دور کو اسلامی حکومت میں شمار نہیں کرتے، لیکن اہل مغرب آج بھی نظامِ خلافت سے لرزہ براندام ہیں۔

یہ درست ہے کہ عرب حکمران محو استراحت ہیں، لیکن عرب عوام میں جہادی جذبہ اُمڈ آیا ہے۔ وہ اہل مغرب کے خدشہ کو حقیقت کا روپ دینے کے لیے سرگرمِ عمل ہیں۔ وہ اسلامی آئیڈیالوجی کو مشرق ومغرب میں پھیلا کر رہیں گے۔ ان شاء اللہ! ☆

☆ ماہنامہ ''محدث'' لاہور جون ۲۰۰۹ء۔ ماہنامہ ضیائے حدیث جولائی ۲۰۰۹ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سعودی عرب کی مجوزہ سیاسی اصلاحات کا تعاقب

جمہوری نظام کو امریکی تھنک ٹینک دنیا میں رائج کرنے کے لیے ہمہ وقت گٹھ جوڑ کرتے رہے۔ جب نو آبادیاتی دور کا خاتمہ ہوا تو مسلم دنیا کو دو تحریکوں سے واسطہ پڑا۔ چونکہ جمہوری نظام میں سوشلزم کی بجائے مذہبی آزادی کا تصور تھا۔ اس لیے مسلم مفکرین نے جمہوریت کو سینہ سے لگایا۔ اور اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ثابت کیا کہ اسلامی نظام حکومت جمہوریت کی عکاسی کرتا ہے۔ جن سے متاثر ہو کر دینی جماعتیں انتخابی دنگ میں داخل ہو گئیں جن کا نقطہ نظر یہ ہے کہ ملک میں بالغ رائے دہی کی بنیاد پر الیکشن کا انعقاد ہو اور منتخب پارلیمنٹ کثرت رائے سے سربراہ منتخب کرے اور وہی اسلامی قانون کا اجراء کرے۔ اس قسم کی جماعتوں نے طالبان حکومت کی حمایت اس لیے نہیں کی کیونکہ طالبان انتخابی طریقہ کار سے برسر اقتدار نہیں آئے۔ حتی کہ وہ شاہ فیصل کے دور میں سعودی حکومت کو صحیح اسلامی حکومت تصور نہ کرتے تھے۔ کیونکہ نمائندہ حکومت نہ تھی۔

امریکی انتظامیہ بزور قوت جمہوری نظام کو اسلامی دنیا میں رائج کرنا چاہتی ہے۔ ''صدر بش نے کہا عرب دنیا میں جمہوریت کی روایت نہیں لیکن عراق پر امریکی قیادت میں حملے سے یہ روایت تبدیلی ہو جائے گی۔ دشمن کو شکست دینے کے بعد ہم وہاں قابض افواج نہیں دساتیر اور پارلیمنٹ چھوڑ کر جائیں گے۔'' (روزنامہ دن ۲۸ فروری ۲۰۰۳ء)

میونخ میں افغانستان کا دستور مرتب ہوا اور عراق کا دستور بھی مغرب میں تیار ہو رہا ہے خدشہ ہے معمولی ردّ و بدل کے بعد اسے عرب ریاستوں میں رائج کیا جائے گا۔

سعودی عرب کی عدالتوں میں کتاب وسنت کی روشنی میں شرعی حدود وتعزیرات نافذ ہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اورحرمین شریفین میں مستند عالم دین امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ جب کہ عام شخص کوتقریر کی اجازت نہیں دی جاتی۔ بعض احباب کو یہ رویہ ناگوار گزرا احتجاج کے طور پر ۱۹۸۵ء کے لگ بھگ برطانیہ اور پاکستان میں حجاز کانفرنسیں منعقد ہوئیں۔ جن میں مطالبہ کیا گیا کہ مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ کو کھلا اور آزاد شہر قرار دیا جائے۔ ہر کسی کو مذہبی آزادی ہو۔ آزادی رائے کا احترام کیا جائے ان مقدس مقامات میں تحریر وتقریر پر کوئی پابندی نہ ہو۔

جمہوری نظام مارشل لاء سے بہتر نظام حکومت ہے۔ اس بنا پر جمہوریت کی بحالی کے لیے پاکستان نے مل کر متحدہ مجلس عمل تشکیل دی اور الیکشن میں حصہ لیا اگرچہ ان کو جزوی کامیابی ہوئی وہ اپنے صوبہ سرحد میں اسلامی قانون نافذ کرسکے گی یا نہیں الگ مسئلہ ہے۔ میرا مدعا یہ ہے ان کا اقدام عالم عرب کی عوام میں جمہوریت کی بحالی کے لیے جواز بن گیا اور ان میں سیاسی شعور کی بیداری ہوئی۔

سعودی حکومت نے امریکہ سے مطالبہ کیا کہ معاہدہ کے مطابق امریکی فوج علاقہ خالی کردے تو امریکہ نے اس کو جمہوری نظام رائج کرنے سے مشروع کردیا۔

''سعودی عرب کے شاہی خاندان نے اعلیٰ سطح پر ایک مشاورت میں فیصلہ کیا ہے کہ ملک میں سیاسی عمل کی اجازت دے کر عوام کے نمائندوں پر مشتمل پارلیمنٹ قائم کی جائے گی۔ اور چھ سال کے عرصہ میں پارلیمنٹ کو اقتدار منتقل کردیا جائے گا۔ رپورٹ میں خبر کے ساتھ ساتھ یہ خدشہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ ملک کے قدامت پسند مذہبی طبقے کی طرف سے اس فیصلے کی مخالفت متوقع ہے۔'' (روزنامہ جنگ عید الاضحیٰ ۳۰۔۲۔۱۲)

یہ خبر پڑھ کر مذکورہ احباب مسرت کا اظہار کریں تو کوئی اچنبھے کی بات نہیں کیونکہ اوّل الذکر کے نظریاتی خاکہ میں رنگ بھرا جارہا ہے اس طرح مؤخر الذکر کے دیرینہ مطالبات پورا ہونے کے امکانات روشن ہیں۔ اس دوران ایک ممتاز عالم اور دانش ور مولانا زاہد الراشدی صاحب کا مقالہ ''سعودی عرب کی مجوزہ سیاسی اصطلاحات'' پڑھ کر حیرانی ہوئی جس میں شکوہ ظاہر کیا گیا کہ ''چند سال قبل بھی اس نوعیت کی خبر آئی تھی کہ سعودی عرب میں مشاورتی نظام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رائج کیا جا رہا ہے اگرچہ مجلس شوریٰ کا قیام عمل میں لایا گیا تھا مگر دوسرے لوگوں کو مشاورت کے نظام میں شریک نہیں کیا گیا۔

مقالہ نگار نے عوامی نمائندگی کے مخالفین کی اصلاح کے لیے احادیث کی روشنی میں اپنا موقف پیش کیا۔

موصوف جس مکتبہ فکر سے وابستہ ہیں وہ جماعتِ مجاہدین کی تحریکی خدمات کا معترف ہے۔ سید احمد شہید و شاہ اسماعیل شہید رحمہما اللہ نے سرحد کے علاقہ میں ابتدائی کامیابی کے بعد جو اسلامی حکومت تشکیل دی کیا وہ عوامی نمائندوں پر مشتمل تھی؟

کیا طالبان نے اقتدار بذریعہ انتخاب حاصل کیا تھا۔ اگر نہیں تو انہوں نے دورِ اقتدار میں حزب اسلامی جیسی ایک مضبوط جماعت کی ناراضی گوارا کر لی مگر الیکشن نہیں کرائے۔

حتی کہ طالبان نے جمہوری اصطلاحات کو استعمال کرنے سے گریز کیا صدر یا وزیر اعظم کی بجائے امیر المومنین کہلانا پسند کیا۔ پارلیمنٹ کی بجائے شوریٰ کو ترجیح دی تو اہل مغرب نے برا منایا۔ اقوام متحدہ نے رکن بنانے سے انکار کر دیا۔ طالبان نے سب کی مخالفت مول لے لی مگر جمہوری نظام کو نہیں اپنایا۔ ایک طرف آپ ''طالبان کے نظام کے حمایتی'' دوسری طرف ''بالغ رائے دہی کی بنیاد پر عوامی نمائندگی کے حق میں رائے کا اظہار'' کیا یہ دوہرا معیار نہیں۔

پاکستان میں چھپن سال سے دینی جماعتیں انفرادی و اجتماعی طریقہ سے اسلامی قانون کے نفاذ کے لیے آئینی جدوجہد کر رہی ہیں بلاشبہ ان کے جمہوری دھرنوں اور جلوسوں سے حکومتیں تو تبدیل ہوئیں لیکن پاکستان کو بین الاقوامی مالیاتی اداروں کے سودی شکنجے سے آزاد نہیں کرا سکیں کیا یہ درست ہے؟

کیا خلفائے راشدین کا تقرر عصر حاضر کے جمہوری طرز پر ہوا؟

مولانا زاہد الراشدی نے جمہوری نظام کے حق میں جو پہلی حدیث درج کی، وہ پیش خدمت ہے:

''پہلی روایت مسلم شریف کی ہے جو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے فضائل کے باب میں مذکور ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جناب نبی اکرم ﷺ نے وفات سے چند روز قبل فرمایا کہ میں اپنے والد محترم ابوبکر رضی اللہ عنہ اور بھائی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو بلاؤں تاکہ جناب نبی اکرم ﷺ انہیں خلافت کے بارے میں کوئی دستاویز لکھ دیں، نبی اکرم ﷺ کو خدشہ تھا کہ خلافت کا کوئی اور دعویدار نہ کھڑا ہوجائے لیکن نبی اکرم ﷺ نے بعد میں اس سے منع فرمادیا اور کہا کہ

((یأبی الله والمومنون الا ابا بکر.))

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا اللہ تعالیٰ بھی کسی کو خلیفہ نہیں بنائیں گے اور مسلمان بھی ان کے سوا کسی کو خلیفہ کے طور پر قبول نہیں کریں گے۔

اس کا مطلب واضح ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کرنے کا ارادہ کیا لیکن بعد میں مسلمانوں کی اجتماعی رائے پر اعتماد کرتے ہوئے ایسا نہیں کیا چنانچہ حضرت ابوبکر کا انتخاب مسلمانوں کی باہمی مشاورت سے ہوا۔"

(روزنامہ اسلام ۰۳-۲-۲۸)

یہ درست ہے کہ آپ نے تحریری طور پر نامزد کرنے سے گریز فرمایا۔ یہ حقیقت ہے کہ رحمت دو عالم ﷺ خواہش کریں تو اللہ علیم قبلہ تبدیل کردے۔ مخبر صادق و مصدوق ﷺ نے خلافت کے لیے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نامزد کرنے کا ارادہ ظاہر کردیا اور اللہ پر توکل کیا اور آپ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بصیرت وذہانت پر پورا اعتماد تھا۔ کیونکہ آپ نے متعدد مقامات پر اپنی عدم موجودگی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا۔

(۱)...... ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے والد موسیٰ اشعری سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ بیمار ہوئے تو فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو وہ نماز پڑھائیں۔ (صحیح بخاری)

(۲)...... جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کے والد کہتے ہیں کہ ایک عورت آنحضرت ﷺ کے پاس آئی اور آپ سے کسی امر میں کچھ عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "پھر کسی وقت آنا" اس نے کہا: یارسول اللہ! اگر میں پھر آؤں اور آپ کو نہ پاؤں یعنی آپ ﷺ کی وفات ہوگئی ہو تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا کروں؟ فرمایا: ''اگر مجھے نہ پاسکے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آنا۔'' (بخاری ومسلم)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عظمت کے معترف تھے چنانچہ ان کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے کسی نے پس وپیش نہیں کیا۔

یہ مصلحت خداوندی کا تقاضا تھا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تحریری طور پر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نامزد کردیتے تو موجودہ دور میں برسراقتدار طبقے کو بغیر صلاح مشورے کے اپنا جانشین مقرر کرنے کا جواز مل جاتا۔ نامزد کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیماری کی حالت میں اپنے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کیا تھا۔

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان کی سخت مزاجی کا شکوہ کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے خدشہ کو دلائل کی رو سے رفع کیا۔

۱: جب عمر رضی اللہ عنہ پر خلافت کا بوجھ پڑے گا تو سب سختیاں دور ہوجائیں گی۔

۲: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں اللہ سے کہوں گا کہ میں نے تیرے بندوں پر اس شخص کو امیر مقرر کیا جو تیرے بندوں میں سب سے بہتر تھا۔'' (الفاروق شبلی نعمانی)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شوریٰ کے رکان کو قائل کیا لیکن ان کے مابین الیکشن نہیں کرائے۔

مولانا زاہد الراشدی ''سیاسی اصلاحات'' کی تائید میں لکھتے ہیں:

''دوسری روایت بخاری شریف میں ہے جو امام بخاری رحمہ اللہ نے ''کتاب المحاربین من اہل الکفر والردۃ'' میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے تفصیل کے ساتھ بیان کی ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری خطبہ جمعۃ المبارک میں یہ ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ بعض لوگ آپس میں یہ باتیں کررہے ہیں کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا تو وہ فلاں بزرگ کے ہاتھ پر اسی طرح کی خلافت کی بیعت کرلیں گے جیسے ایک مجلس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت ہوگئی تھی اور جس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت منعقد ہوگئی تھی اسی طرح جس بزرگ کے ہاتھ پر وہ اچانک بیعت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرلیں گے ان کی خلافت کو تسلیم کرنے پر بھی لوگ مجبور ہو جائیں گے لیکن میں خبر دار کرتا ہوں کہ کوئی شخص اس بات کے دھوکے میں نہ رہے کیونکہ جناب نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد حالات خاص نوعیت کے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شخصیت مسلمانوں میں متفقہ تھی اس لیے ایک مجلس کی بیعت کی وجہ سے ان کی خلافت تسلیم کرلی گئی تھی اب تمہارے پاس ان جیسی کوئی شخصیت نہیں ہے جس کے سامنے سب لوگ گردن جھکا دیں اس لیے جو شخص بھی عام مسلمانوں کی مشاورت کے بغیر کسی کی بیعت کی بات کرے اس کی بات ہرگز قبول نہ کی جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بخاری شریف کی اس روایت کے مطابق یہ بھی فرمایا کہ ایسی باتیں کرنے والے لوگ مسلمانوں سے ان کے اختیارات غصب کرنا چاہتے ہیں اس لیے میں ان سے خبردار کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

گویا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری خطبہ جمعۃ المبارک میں یہ بات بطور اصول بیان فرمادی ہے کہ کسی مسلمان حکومت کا قیام عام مسلمانوں کی مشاورت سے ہی عمل میں آ سکتا ہے اور عام مسلمانوں کو شریک کیے بغیر ان سے بالا بالا کسی حکومت کے قیام کی کوشش ان کے اختیارات اور حقوق غصب کرنے کے مترادف ہے جس سے گریز کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سختی کے ساتھ مسلمانوں کو تلقین فرمائی ہے۔'' (حوالہ ایضاً)

چنانچہ مسلمانوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ آپ کسی کو خلیفہ بنا دیجیے۔ گہرے غور وفکر کے باوجود ان کی نظر انتخاب کسی شخص پر نہ ٹھہر سکی۔ جب لوگوں کا اصرار بڑھا کہ ''امیر المومنین کسی کو خلیفہ بنا دیجیے!'' تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عشرہ مبشرہ میں سے چھ آدمیوں پر مشتمل ایک کمیٹی اس کام کے لیے نامزد فرمائی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور کو مثالی جمہوریت کا دور کہنے والے کیا اس بات کا جواب دے سکتے ہیں کہ حضرت عمر نے چھ آدمیوں کو نامزد کر کے انصار تو درکنار دوسرے قریش قبائل کو خلافت کے حق سے محروم کیوں کر دیا؟ پھر زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو، طلحہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اور سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو اختیار دے دیا اور خود دستبردار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوگئے۔ اس طرح چھ میں سے تین آدمی رہ گئے، پھر عثمان وعلی رضی اللہ عنہما نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف کو ثالث تسلیم کرلیا۔ لیکن انہوں نے عرب بھر میں تو کجا مسجد نبوی میں ہی بیعت عام کی صورت میں کثرت رائے کی بنا پر فیصلہ کا مطالبہ نہیں کیا۔ حالانکہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں مردم شماری کا باقاعدہ محکمہ قائم تھا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اہل حل وعقد سے عثمان وعلی رضی اللہ عنہما کے بارے میں رائے طلب کرتے رہے۔ جس طرح شہد کی مکھی پھولوں سے رس چوس کر شہد تیار کرتی ہے، اسی طرح وہ شوریٰ کی رائے بھی حاصل کرتے رہے۔ اور حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہما سے گفت وشنید کرتے رہے۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ کیا۔ جمہوریت کے شیدائی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں شوریٰ کے ارکان کی کثرت تھی۔ لیکن اصل بات صرف اتنی نہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن نے عثمان رضی اللہ عنہ کو کثرت رائے کی بنا پر منتخب نہیں کیا۔ بلکہ رائے طلبی کے بعد جب ہر دو ذی وقار سے علیحدہ علیحدہ بات چیت ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں کتاب وسنت کی روشنی میں نظامِ حکومت چلاؤں گا۔'' جب کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں کتاب وسنت کے ساتھ ساتھ پہلے دو خلفاء کے نظائر کا بھی اتباع کروں گا۔''

چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا:

''میں تم سے اللہ کے دین، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور اس کے بعد دونوں خلفاء کے طریقوں پر بیعت کرتا ہوں۔'' یہ کہہ کر عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے بیعت کی۔ پھر مسجد نبوی میں موجود انصار اور فوجوں کے سرداروں نے اطاعت وفرماں برداری کے اظہار کے لیے بیعت عام کی۔

حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک کو خلافت کی ذمہ داری سونپنے کا فریضہ فردِ واحد نے سرانجام دیا تھا، عشرہ مبشرہ، بدر واحد اور بیعت رضوان میں شامل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کثرت رائے سے فیصلہ نہیں سرانجام دیا۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف مسلسل تین دن اور رات سوئے نہیں۔ اہل مدینہ کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آراء جمع کرتے رہے، شوریٰ کی رائے پر غور وفکر کرتے رہے۔ انہوں نے صرف اہل مدینہ کی رائے شماری کرا کر فیصلہ کیوں نہ کیا؟ کیا جمہوریت پر فریفتہ لوگ اس کا جواب دے سکتے ہیں؟

مولانا موصوف مزید لکھتے ہیں:

تیسری روایت بھی بخاری شریف کی ہے جو امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مروان بن الحکم رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے غزوہ حنین کے باب میں اور چند دیگر ابواب میں بھی بیان کی ہے کہ غزوہ حنین میں حاصل ہونے والی غنیمت کا مال اور قیدی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین میں تقسیم فرما دیے تو اس کے بعد شکست خوردہ قبیلہ بنو ہوازن کا وفد آیا جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے قیدی اور مال واپس مانگے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کافی دنوں تک تمہارا انتظار کرتا رہا ہوں مگر تم نہیں آئے تو میں نے مال بھی مجاہدین میں تقسیم کر دیا ہے اور قیدی مرد اور عورتیں بھی ان میں بانٹ دی ہیں۔ اس لیے دونوں تمہیں واپس نہیں مل سکتے ان میں سے ایک کا انتخاب کر لو تو میں مسلمانوں سے اس سلسلہ میں بات کرتا ہوں، بنو ہوازن کے وفد نے کہا کہ ہمیں ہمارے مرد اور عورتیں واپس کر دیے جائیں جو جنگ میں آپ نے قید کر لیے تھے اور انہیں غلام اور لونڈیاں بنا کر آپ نے لشکر میں تقسیم کر دیا ہے۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے قیدیوں کی واپسی کا وعدہ کر لیا اور مسلمانوں کو جمع کر کے ان کے سامنے مسئلہ رکھا۔ اس وقت بارہ ہزار کے قریب مسلمان تھے۔ ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے قیدیوں کی واپسی کا وعدہ کر لیا ہے اس لیے تم میں سے جو شخص اپنی خوشی سے قیدی واپس کر دے میں اس کے عوض اگلی جنگ کے قیدیوں میں سے اسے دے دوں گا، لشکر کے سب حضرات نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی سن کر بیک آواز کہا کہ ہم سب بخوشی اپنے قیدی واپس کرتے ہیں لیکن جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اجتماعی آواز پر اطمینان نہیں فرمایا اور کہا کہ ہمیں پتہ نہیں چل سکا کہ تم میں سے کون راضی ہے اور کون اس بات پر خوش نہیں ہے، اس لیے سب اپنے خیموں میں واپس جاؤ اور تمہارے نمائندے (عرفاء) ہمیں آ کر تمہاری رائے سے آگاہ کریں پھر ہم حتمی فیصلہ کریں گے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ سب لوگ خیموں میں واپس ہو گئے اور ان کے نمائندوں نے باری باری آ کر حضور ﷺ کو بتایا کہ سب لوگ قیدیوں کو واپس کرنے میں بخوشی راضی ہیں تو جناب نبی اکرم ﷺ نے اس کے بعد بنو ہوازن کے قیدی ان کو واپس کر دیے۔'' (روزنامہ اسلام ۲۰۰۳۔۲۔۲۸)

اب سوال یہ ہے کہ کیا ''عرفاء'' بالغ رائے دہی کی بنیاد پر منتخب ہوتے تھے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت سے قبل عرب میں قبائلی نظام تھا۔ ہر قبیلے کا سردار تھا جو اپنے قبیلے کی قیادت کرتا تھا۔ اعلان نبوت کے بعد جو سردار اسلام قبول کر لیتا آپ ﷺ اس کا اعزاز برقرار رکھتے اور اس کا احترام کرتے۔ مثلاً:

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا جب یہود بنو قریظہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کے مطابق (اپنے قلعے سے) اترے تو آپ نے سعد بن معاذ کو کہلا بھیجا اور وہ آپ کے قریب ہی تھے چنانچہ وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے جب نماز گاہ کے قریب پہنچے تو سرور کائنات ﷺ نے انصار سے فرمایا: ''اپنے سردار کی طرف اٹھو۔'' (بخاری ومسلم)

بحث طلب پہلو یہ ہے کہ قبائل کے سردار کیسے منتخب ہوتے تھے۔ تاریخ کی کسی کتاب میں یہ مذکور نہیں کہ قبائلی سردار خفیہ بالغ رائے دہی کی بنیاد پر منتخب ہوئے ہوں۔ بلکہ وہ عمر، تجربہ، بصیرت وشجاعت اور کردار میں عمدہ ہونے کی بنا پر اپنے قبیلے میں مشہور ومعروف ہو جاتے تو مختلف خاندانوں کے سربراہ باہمی صلاح مشورہ کے بعد اسے متفقہ طور پر اپنا سردار تسلیم کر لیتے۔ صوبہ سرحد اور بلوچستان کے بعض قبائل میں اس کی ہلکی سی جھلک نظر آتی ہے۔

مختلف خاندان اور قبائل کی متفقہ شخصیات ''عرفاء'' کہلاتی ہیں۔ پنجاب میں یونین کونسل کا نظام آنے سے پنچائتی نظام درہم برہم ہو گیا ہے تاہم بعض علاقوں میں اس کی جھلک اب بھی موجود ہے۔ آپ نظر دوڑائیں، کسی سے تحقیق کر لیں کہ کسی پنچائتی کو مقامی گاؤں یا گرد ونواح کے دیہاتوں نے بذریعہ انتخاب چنا ہو۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ اپنے اوصاف، عدل وانصاف اور غیر جانب داری کی بنا پر علاقہ بھر میں مشہور ہو جاتا ہے۔ لوگ اپنے ذاتی معاملات میں اسے ثالث تسلیم کرتے ہیں۔ ان کو ہم ''عرفاء'' تو کہہ سکتے ہیں عوام کے منتخب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمائندے نہیں کہہ سکتے۔

یہ قبائلی سردار مقامی آبادی کے مسائل، لین دین کے تنازعات اور خانگی معاملات احسن انداز سے طے کرتے۔ لیکن ہم نے آج تک نہیں پڑھا، نہ کسی عالم سے سنا کہ دور نبوی یا خلفائے راشدین کے دور میں قبائلی سرداروں کا کوئی نمائندہ اجتماع ہوا ہو جس میں زکوٰۃ کی شرح میں کمی وبیشی اور حدود وتعزیرات میں نرمی وسختی کرنے کے بارے میں کثرت رائے سے ترمیم کی گئی ہو، جس طرح موجودہ دور میں عوامی نمائندے قانون سازی کرتے ہیں۔ وہ قریش مکہ اور بعض دیگر لوگ جنہوں نے مکہ مکرمہ میں دین کی خاطر صعوبتیں برداشت کیں اور اپنا آبائی وطن چھوڑ کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی، وہ انصار رضی اللہ عنہم جنہوں نے اسلام کی عظمت کے لیے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کیا، وہ سب ذی شان مدینہ منورہ میں موجود تھے۔ لیکن خلفائے راشدین کا انتخاب عشرہ مبشرہ میں سے ہوا۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مغفور جماعت میں سے عشرہ مبشرہ ''عرفاء'' تھے جو دلائل وبراہین سے آپس میں مشورہ کرتے۔ جب کسی ایک پر رضا مند ہو جاتے تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس خلیفہ کی بیعت اطاعت کر لیتے۔ تاریخ گواہ ہے کہ نامزد صحابہ کے علاوہ کسی صحابی نے بطور امیدوار خود کو پیش نہیں کیا۔ اقتدار کے بھوکے بعض عربوں نے نبوت کا دعویٰ تو بہرحال کیا لیکن الیکشن کا مطالبہ نہیں کیا۔

حکومتی امور سے متعلق کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو خلفائے راشدین تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بدری اور بیعت الرضوان والوں سے پہلے رائے طلب کرتے، گویا صحابہ کرام کی جماعت میں عشرہ مبشرہ کے بعد بدری صحابہ کرام ''عرفاء'' تھے۔ جمہوریت کے حامی بعض مفکرین کا خیال ہے کہ

> ''سقیفہ بنی ساعدہ اس دور کا پارلیمان تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کثرت رائے سے منتخب ہوئے۔''

اصل بات یہ ہے کہ ہجرت نبوی سے قبل یثرب میں ''اوس'' اور ''خزرج'' دو مشہور قبیلے تھے جو آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔ جس طرح قبیلہ قریش کی دس شاخیں تھیں اسی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح مدینہ کے قبائل کی بھی کئی شاخیں تھیں۔ ''سقیفہ بنی ساعدہ'' کو قبیلہ خزرج کی ایک شاخ کا ''ڈیرہ'' تو کہہ سکتے ہیں لیکن ہم اسے پورے مدینہ کا پارلیمان نہیں کہہ سکتے۔ ''سقیفہ'' میں ہنگامی صورت حال میں جو بیعت خاص ہوئی، اس میں قریش کے تین یا پانچ افراد شامل ہوئے جنہیں قریش کی دس شاخوں سے نمائندے نہیں کہہ سکتے۔ اسی طرح اوس اور خزرج کی مختلف شاخوں کے سردار بھی شامل نہ تھے۔ چوں کہ مکہ و مدینہ اور ان کے گرد ونواح میں اسلام پھیل گیا تھا۔ اس لیے ہم بیعت خاص کو عرب قبائل کا نمائندہ اجتماع نہیں کہہ سکتے۔ بعض احباب کا یہ کہنا کہ ''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کثرت رائے سے منتخب ہوئے'' حقیقت کے منافی ہے۔ وہاں تو الیکشن ہوا ہی نہیں بلکہ وہاں دلائل وبراہین کی روشنی میں ایک دوسرے کو قائل کیا۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق کی بیعت کی تو وہاں موجود سب انصاریوں نے بیعت کرلی۔ بعد ازاں مسجد نبوی میں مسلمانوں نے اطاعت وفرماں برداری کے اظہار کے لیے بیعت عام کی۔ ''سقیفہ بنی ساعدہ'' میں ثابت بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے حق میں کثرتِ تعداد کی دلیل پیش کی تھی۔ چنانچہ حمد وثنا کے بعد وہ کہنے لگے: ''ہم اللہ (کے دین) کے مدد ومعاون اور اسلام کی فوج ہیں اور اے مہاجرین تم تھوڑی سی جماعت ہو......'' (صحیح بخاری، کتاب الحاربین)

اس موقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنایا کہ ''میرے بعد خلفاء قریش میں سے ہوں گے۔'' تو کثرت کی دلیل پیش کرنے والے، مدینہ کے تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سن کر اپنے موقف سے دستبردار ہو گئے۔ تاریخ اسلام گواہ ہے کہ وہ خلافت کے حصول کے لیے آئندہ امیدوار بن کر کبھی سامنے نہیں آئے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں جو خطبہ ارشاد فرمایا اس میں مہاجرین کو وصیت کی:

''انصار میں سے جو کوئی نیک ہو اس کی قدر کرنا اور جو برا ہو اس کے قصور سے درگزر کرنا۔'' (صحیح بخاری، کتاب المناقب)

جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو فرمایا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"تمہیں میرے بعد ناخوش گوار صورتِ حال پیش آئے گی۔ تم صبر کرنا یہاں تک کہ تم مجھ سے حوضِ کوثر پر آ کر ملاقات کرو۔" (صحیح بخاری)

آپ ﷺ نے مہاجرین کو خلافت ملنے پر انصار سے شفقت اور انصار کو خلافت سے محرومی پر صبر کی تلقین کیوں ارشاد فرمائی؟ اس میں کون سی مصلحت تھی؟ آپ ﷺ نے وضاحتی ارشاد فرمایا:

((الناس تبع لقریش فی هذا الشان فی، مسلمهم تبع بمسلمهم وكافرهم تبع كافرهم.)) (مسلم، كتاب الامارة)

"لوگ قبیلہ قریش ہی کی پیروی کر سکتے ہیں جو مسلمان ہیں وہ مسلمان قریش کی اور جو کافر ہیں وہ کافر قریش کی۔"

تاریخ اسلام میں انصار کی بے پناہ خدمات کے باوجود آپ ﷺ نے عرب کے حالات کو مدنظر رکھ کر انصار کو خلافت سے الگ رکھا اور قبیلۂ قریش پر اس کا بوجھ ڈال دیا۔ جب کہ اسلامی جمہوری ملک میں ہر مسلم شہری کو امتیاز رنگ ونسل کے بغیر بطور امیدوار کھڑا ہونے کی آئینی اجازت ہے۔

جمہوریت کے پرستاروں سے میرا سوال ہے کہ اگر کسی اسلامی ملک میں کوئی خاندان اتحاد و یک جہتی کی علامت ہو اور وہ امورِ حکومت اسلامی احکام کے مطابق سرانجام دے رہا ہو تو امارت وخلافت اسی خاندان میں یکے بعد دیگرے اہل حل وعقد کے مشورے سے منتقل ہوتی رہے تو کون سی قباحت ہے؟

سعودی عرب میں جمہوریت کے رائج ہونے سے کون سی روحانی بیماریاں جنم لے سکتی ہیں؟

داعیانِ حق لوگوں کے دلوں میں ایمان کو مستحکم کرتے ہیں اور ان کے اخلاق کا تزکیہ کرتے ہیں، پھر ایسے ادارے قائم کرتے ہیں جن سے خیر کے پھول اور کلیاں کھلیں، نیز وہ ابلیس کے دریچوں کو قفل لگانے کی کوشش کرتے ہیں جن سے فواحش و منکرات نشوونما پاتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے برعکس طاغوت کے پیروکار، لوگوں کے ایمان ویقین کو متزلزل کرتے ہیں اور خواہشات نفس کا پجاری بناتے ہیں، پھر ایسے ہتھکنڈے بروئے کار لاتے ہیں جن سے معاشرے میں روحانی بیماریاں سرایت کر جائیں، پھر وہ خیر کے اُن گلستانوں کو ویران کرنے کی تدبیریں کرتے ہیں جن سے عقائد میں پختگی اور روحانی بالیدگی نشو ونما پاتی ہے۔

امریکہ نے افغانستان اور عراق میں یہی حربہ آزمایا۔ ابلیسی فوج نے افغانستان کے دینی مدارس کا نظام درہم برہم کر دیا اور شیطانی آماجگاہوں کی سرپرستی کی، سینماؤں اور وڈیو سینٹروں میں فحش اور اخلاق باختہ فلموں کی نمائش شروع ہوئی۔ خورونوش کی اشیاء مہنگی ہوئیں۔ مگر وی سی آر، ڈش انٹینے نہایت سستے داموں فروخت ہوئے۔ افغانستان میں بیوٹی پارلر اور مشنری سکولوں کا اجراء ہوا جن کا خرچ امریکہ نے برداشت کیا جب کہ عورتوں کی تزئین وآرائش (میک اپ) کا سامان مغربی کمپنیوں نے مفت تقسیم کیا، چادر اور چار دیواری میں محفوظ عورتوں کو تعلیمی اداروں اور دفاتر میں مردوں کے دوش بدوش بٹھایا۔ طالبان کے دور میں شراب کی جو فیکٹریاں بند ہوئی تھیں انہیں دوبارہ کھول دیا۔ کابل کی دکانوں میں رسول اللہ ﷺ کی شبیہ پر مبنی تصاویر بھی فروخت ہوئیں۔ اب عراق میں بھی یہی صورت حال ہے۔ خبر ملاحظہ کریں:

"(بغداد آن لائن) عراق میں امریکی ایڈمنسٹریٹر جنرل (ر) جے گارنر امریکی طرز زندگی کا قانون پورے عراق میں رائج کرنے کے لیے سرگرم عمل ہو گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں انہوں نے پہلا حکم جاری کرتے ہوئے عراق میں نائٹ کلبوں اور فحاشی کے اڈروں اور مسیحی برادری کے لیے نئے چرچ تعمیر کرنے کی منظوری دے دی ہے تاکہ یہاں پر موجود امریکی و برطانوی فوجی اپنی ڈیوٹی سے فارغ ہونے کے بعد وہاں جائیں اور ان میں اپنے وطن سے دور رہنے کا احساس پیدا نہ ہو۔ اسلامی ممالک کے بارے میں مستقبل کے منصوبے سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ وہ اسرائیل کے چار اور بھارت کے دو سابق وزراء کو عراقی حکومت میں شامل ہونے کی دعوت دیں گے تاکہ مسلمان ممالک کا شکنجہ کسنے کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے ان کے تجربات سے استفادہ کیا جا سکے۔'' (نوائے وقت ۰۳-۴-۲۳)

''صدام حسین کے دور میں سیٹلائٹ چینلز پر پابندی تھی۔ اب آزادی حاصل ہوگئی ہے تو عوام سیٹلائٹ ٹی وی پر ٹوٹ پڑے ہیں اور اپنے نفس امارہ کے پسندیدہ پروگرام دیکھ رہے ہیں جب کہ عراقی ٹی وی پر قرآن کی آیات کو نشر کرنے سے روک دیا گیا۔'' (روزنامہ دن ۰۳-۵-۱۵)

''امریکی تیور دیکھ کر عرب دنیا نے جمہوریت کی پٹڑی پر چلنا شروع کر دیا۔ ۲۹/ اپریل کو ریفرنڈم میں قطری عوام نے تحریری آئین کی منظوری دی تھی جس میں خواتین کو ووٹ کا حق دیا گیا تھا۔ اب شیخ بنت احمد الحمود کو تعلیم کا محکمہ دیا گیا ہے۔'' (روزنامہ جنگ ۰۳-۰۵-۰۷)

عورتوں کی تعلیم اور آزادی کے لیے این جی اوز کام کرتی ہیں۔ امریکہ نے مشرق وسطی میں جمہوریت کے فروغ کے لیے دو کروڑ نوے لاکھ ڈالر کے بجٹ کا اعلان کیا تو اس کے خرچ کے لیے این جی اوز متحرک ہوئیں؛ جہاں نہیں وہاں منظوری کے لیے کوشش کی۔ چنانچہ سعودی عرب کے شاہ فہد نے انسانی حقوق کی ایک این جی او کے قیام کی منظوری دی ہے جو اپنی نوعیت کی پہلی تنظیم ہوگی جو مکمل طور پر خود مختار ہوگی۔ شہزادہ سعود الفیصل نے اخباری نمائندوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ایک اور این جی او بھی زیر تکمیل ہے لیکن اس بات کی تردید کی یہ این جی اوز کا قیام کسی بیرونی دباؤ کے تحت عمل میں لایا جا رہا ہے۔

جب ہماری ایٹمی قوت نے بھی امریکی پالیسی کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے ہیں تو عربوں سے کیا شکوہ؟ آیئے اب اس پہلو پر غور کریں کہ ''جمہوریت'' رائج ہونے سے کیا نتائج برآمد ہوں گے؟

جس طرح سعودی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ ''چھ سال بعد شہریوں کو خفیہ بالغ رائے دہی کی بنیاد پر اپنے نمائندے منتخب کرنے کا اختیار دیا جائے گا'' اس عرصے کے دوران سعودی عرب میں کیا ہوگا؟ غیب دانی کا دعویٰ تو قطعاً نہیں، تاہم احوال و وقائع اور قرائن بتاتے ہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ این جی اوز سیکولر ماحول بنانے کے لیے ہوم ورک کریں گی۔ امریکہ این جی اوز کے ذریعے عرب ممالک میں دینی مدارس کے مدمقابل رواجی تعلیم کا نظام وضع کرے گا۔ امریکہ انسانی حقوق، آزادئ صحافت اور عورتوں سے سماجی ظلم کی بنیاد پر تنظیمیں قائم کرے گا۔ یہی سوسائٹیاں مسئلہ فلسطین پر غیر جانب داری اور اسرائیل کی حمایت کے لیے فضا سازگار کریں گی۔ امریکہ عرب دنیا کے میڈیا میں سرمایہ کاری کرے گا، ٹیلی ویژن اور ویڈیو چینل بنائے گا۔ مقامی صحافیوں کو خرید کر اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کرے گا۔ سیٹلائٹ چینلز پر عائد پابندی ختم کر کے اسلامی تہذیب وتمدن کا حلیہ بگاڑنے کے جتن کرے گا تاکہ انتخاب کے موقع پر شہری سیکولر نمائندوں کو ترجیح دیں۔

سعودی عرب میں قرآن وسنت کا دستور رائج ہے خدانخواستہ وہاں جمہوری نظام رائج ہوا تو خدشہ ہے کہ منتخب ارکان اسمبلی عراقی دستور میں ہلکی پھلکی ترمیم کے بعد اس کی منظوری دے دیں گے بصورت دیگر اپنی مرضی سے بھی مرتب کریں گے تو وہ دستور ''وحدت ادیان'' کا آئینہ دار ہوگا۔ پاک افغان سرحدی علاقے میں مقیم امریکی فوج کے لیے نرم پالیسی پر محبان اسلام نے برا منایا لیکن مجھے یہ اندیشہ بڑا قوی نظر آرہا ہے کہ جمہوری نظام میں یہود ونصاریٰ کو مکر وفریب کا جال پھیلانے کے لیے آئینی آزادی حاصل ہو جائے گی۔

اسلامی ریاست میں ذمیوں کی عزت اور جان ومال کا تحفظ تو حکومت کی ذمہ داری ہے لیکن اُن کو سرعام تبلیغ کرنے اور اسلامی معاشرے کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ جب کہ جمہوری نظام میں آزادی کے نام پر ہر ایک کو کھلی چھٹی مل جاتی ہے۔ خواہ عیسائی مشنریاں پرائیویٹ سیکٹر میں سکول کھول کر، یا امداد کی آڑ میں عیسائیت کی تبلیغ کریں یا آغا خانی ہسپتال قائم کر کے غریب لوگوں کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اُن کو دین اسلام سے بے بہرہ کریں، یا یہودی، ہائی سوسائٹی کو ورغلانے کے لیے فحاشی کے کلب قائم کریں، یا ہندو ''بسنت'' اور عیسائی ''ویلن ٹائنز ڈے'' کھلے عام منا کر اپنی ثقافت کو مسلمانوں پر مسلط کریں، ان پر کوئی گرفت نہیں بلکہ یہ سب انسانی حقوق کے بنیادی تقاضے ہیں۔ اسلامی جمہوریہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاکستان اور ترکی کے حالات وواقعات اس کا بین ثبوت ہیں۔

دوسروں کو ناحق قتل کرنا گھناؤنا جرم ہے۔ لیکن مقتول کے ورثاء اگر قاتل کو معاف کر دیں تو اسلامی حکومت اُسے معاف کر سکتی ہے۔ مگر چوری، جوا، شراب نوشی اور زنا کاری ایسے جرائم ہیں جن کی معافی کا تصور ممکن نہیں، کیونکہ یہ معاشرے کے لیے ناسور کی حیثیت رکھتے ہیں۔ سعودی عرب میں اِن جرائم کے انسداد کے لیے حدود وتعزیرات نافذ ہیں۔ اسی وجہ سے جرائم کی شرح عالمی سطح پر سب سے کم ہے۔ اس کے برعکس دنیا کے بیشتر مسلم ممالک میں جمہوریت رائج ہے، مگر ایسی پارلیمنٹ کا وجود قطعاً نہیں ہے جس کے ارکان کو عوام نے بالغ رائے دہی کی بنیاد پر منتخب کیا ہو اور اُس نے اسلامی حدود وقیود کا عملی نفاذ کیا ہو۔

سنگین جرائم کی روک تھام کے لیے عوامی نمائندے قانون سازی ضرور کرتے ہیں لیکن باہمی رضا مندی سے ہونے والے زنا کو جرم تصور نہیں کرتے۔ جب کہ شراب جوئے کو جائز قرار دیتے ہوئے ان کے پرمٹ (اجازت نامے) جاری کرتے ہیں۔ اگر بنیاد پرست مسلمانوں کا دباؤ بڑھ جائے تو ہلکی پھلکی سزا لاگو کر دیتے ہیں۔

اسلام میں پارٹی بازی اور جماعت سازی کا کوئی تصور نہیں لیکن جمہوری نظام میں آزادیٔ رائے کی وجہ سے جتنے منہ اتنی باتیں اور اتنی ہی جماعتیں قائم کرنے کا قانونی جواز حاصل ہوتا ہے۔ خلیج میں اس وقت قوم پرستی کی وجہ سے عرب تنظیم قائم ہے۔ جب جمہوریت آئے گی تو یہ خطرہ بھی قوی ہے کہ اقتدار کی جنگ میں قبائلی تعصب ابھرے گا جو سیاسی جماعتوں کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ فرقہ بندی کی وجہ سے مختلف مذہبی اور سیاسی جماعتیں قائم ہوں گی جو الیکشن میں ایک دوسرے کے خلاف برسر پیکار ہو کر الزام تراشی کریں گی۔ جب کہ کویت کے گزشتہ انتخابات میں اس کی جھلک نظر آتی رہی ہے اگرچہ زیادہ واضح اور ظاہر نہیں تھی۔

جس علاقے میں معدنی وسائل ہوئے اس علاقہ کی سیاسی جماعتیں اس پر اپنے صوبہ کا حق جتلائیں گی۔ مرکز سے رائلٹی طلب کریں گی۔ اس کو ایشو بنا کر وہ الیکشن میں حصہ لیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گی۔ اس صورت میں اہل مغرب کو اپنے آلہ کار تلاش کرنے میں زیادہ دقت نہیں ہوگی، اور پھر قبائلی و مذہبی تعصب ابھرنے سے عراق کو تین اور عرب کو چار صوبوں میں تقسیم کرنا زیادہ مشکل نہیں رہے گا۔

سعودی عرب اس وقت فی کس آمدنی کے لحاظ سے خوش حال ملک ہے۔ روزمرہ کی اشیائے ضرورت ارزاں نرخ پر دستیاب ہیں۔ بجلی، ٹیلیفون اور تیل کی سہولت میسر ہے۔ لیکن جمہوری نظام رائج ہونے سے یہ صورت حال یکسر تبدیل ہو جائے گی۔

جمہوری گاڑی سرمائے سے چلتی ہے، قومی اور صوبائی الیکشن پر لاکھوں روپے خرچ ہوتے ہیں۔ جمہوری حکومت کامیاب امیدواروں کی غیر پیداواری کاموں مثلاً سڑکوں نالیوں وغیرہ کی تعمیرات کی مد میں کروڑوں روپے کی گرانٹ دیتی ہے۔ وہ ارکانِ اسمبلی اُسے کہاں خرچ کرتے ہیں یہ الگ مسئلہ ہے۔ لیکن اس کا بوجھ سرکاری خزانہ پر ہی پڑتا ہے۔ حکومت کو یہ خسارہ پورا کرنے کے لیے لامحالہ یہودی عالمی مالیاتی اداروں سے سود پر قرض لینا پڑتا ہے۔ حکومت سود کی قسط ادا کرنے کے لیے عوام پر نئے ٹیکس عائد کرتی ہے۔ یہودی ادارے سود کے ساتھ ساتھ اس ملک کی داخلہ وخارجہ پالیسی پر کڑی شرائط لاگو کرتے ہیں۔ سعودی عرب اور دیگر ریاستوں میں جمہوری نظام نافذ ہونے سے یہی صورت حال جنم لے گی۔ افغانستان میں تعمیر نو کا راگ الاپنے والا امریکہ کہہ رہا ہے ''کرزئی کو عالمی برادری سے تعاون کی بجائے قرضوں کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔'' تاکہ سودی دلدل میں پھنس کر اپنے قومی اثاثوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

سعودی عرب میں قرآن سنت کی روشنی میں مذہبی یک جہتی کی فضا قائم ہے۔ تفرقہ پرستی کا نام ونشان نہیں۔ یہ بھی درست ہے کہ سعودیہ میں مستند عالم دین کے علاوہ کسی کو مساجد میں تقریر کرنے کی اجازت نہیں۔ اگر جمہوری نظام آیا تو ہر کسی کو اظہار خیال کی اجازت مل جائے گی بلکہ سیکولر ماحول سے آئے ہوئے لوگوں کو آزادیٔ رائے کا جمہوری حق حاصل ہوگا جو قرآن وسنت کی بجائے پارلیمنٹ کی بالادستی کے لیے مہم چلائیں گے۔ فروعی مسائل ابھریں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گے اور عقائد پر بھی مباحثے ہوں گے، لامحالہ الگ الگ تنظیمیں بھی قائم ہوں گی جو اپنی افرادی قوت کے مظاہرے کے لیے سڑکوں، گلیوں میں جلوس نکالیں گی۔ ایک دوسرے پر الزام تراشی اور طعن وتشنیع کا بازار گرم ہوگا، اور پھر پریس کی آزادی سے ''بیجنگ کانفرنس'' کے ایجنڈے پر عمل آسان ہوجائے گا۔ مساواتِ مرد وزن کے نام پر حقوق انسانی کی تنظیمیں فعال ہوجائیں گی۔ پریس کی بے لگام آزادی سے شیطان رشدی کے پیروکار جنم لیں گے۔

مکہ مکرمہ چوں کہ اسلام اور مسلمانوں کا مرکز ہے، اس لیے وہ دشمنانِ اسلام کا خاص ہدف ہے۔ یہودی سازش سے اسلامی تاریخ میں جن جن فرقوں نے جنم لیا، اجماعِ امت اُن کو کافر قرار دے چکا ہے، وہ بھی اپنے مربی یہودیوں کی طرح خواب دیکھ رہے ہیں کہ مکہ معظمہ کو تبلیغ کا مرکز بنائیں۔ اُن کا تصور وعزم ومرزا غلام احمد قادیانی کے فرزند اور اُن کے خلیفہ ثانی مرزا محمود احمد کے الفاظ میں یہ ہے:

> ''میرے نزدیک احمدیت کے پھیلنے کے لیے اگر کوئی مضبوط قلعہ ہے تو مکہ مکرمہ ہے یا دوسرے درجے پر پورٹ سعید ...... ایسے ایسے علاقوں میں حضرت (مرزا غلام احمد) کا نام پہنچ جائے جہاں ہم مدتوں تک نہیں پہنچ سکتے ...... مکہ مکرمہ سب سے بڑا مقام ہے، وہاں کے لوگ ہمارے بہت کام آسکتے ہیں۔''

(الفضل، قادیان، ۱۴ جولائی ۱۹۲۱ء بحوالہ قادیانی غیر مسلم کیوں؟)

الفضل کے اوراق گواہ ہیں کہ انہوں نے مکہ مکرمہ میں مکان خریدنے کے لیے چندہ جمع کرنے کی مہم شروع کی تھی۔ شاید انہوں نے مکان حاصل کرکے سعودی شہریت بھی حاصل کرلی ہو۔

مرزائیوں جیسے مذاہب باطلہ مثلاً بہائی، اسماعیلیہ اور پرویزیوں کے نام مسلمانوں سے مشابہ ہیں۔ مغربی جمہوری ممالک میں پاسپورٹ اور شناختی کارڈ پر مذہب کا اندراج نہیں ہوتا، اس لیے کارڈ دیکھ کر آپ تمیز نہیں کرسکتے کہ یہودی ہے یا نصرانی؟ مسلمان ہے یا قادیانی؟ چوں کہ جمہوری نظام میں ہر شہری کے ووٹ کی قدر وقیمت یکساں ہوتی ہے، مسلم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وغیر مسلم کی کوئی تمیز نہیں ہوتی، اس لیے جداگانہ انتخابات میں اقلیتیں اپنے ممبروں کو خود منتخب کرتی ہیں۔ مگر ریاست کے سربراہ کے انتخاب میں قومی وصوبائی اسمبلی کے ووٹ کاسٹ ہوتے ہیں جو بعض اوقات دو سیاسی جماعتوں کے درمیان ہار جیت کے فیصلہ میں مرکزی کردار ادا کرتے ہیں۔

طے شدہ فیصلے کی بات ہے کہ اقلیتی نمائندے ہمیشہ اس جماعت کو ووٹ دیتے ہیں جو ان کو آئینی ومذہبی آزادی کے حقوق زیادہ دینے پر رضا مند ہو۔ اس طرح اقلیتی ہر الیکشن میں زیادہ سے زیادہ مراعات حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جس طرح یہودی امریکہ میں تین یا چار فی صد ہیں لیکن الیکشن میں نوٹ اور ووٹ کی پالیسی اپنا کر وائٹ ہاؤس کے ترجمان بن گئے ہیں۔ سعودی عرب میں جمہوری نظام نافذ ہونے سے خدانخواستہ اسی صورت حال کا سامنا کرنا پڑے۔

''اونٹ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی'' کے مصداق جمہوریت میں اتنے ہی کل پرزے ہیں۔

☆...... چنانچہ سعودی عرب کو جمہوری نظام اپنانے سے کلی طور پر اجتناب کرنا چاہیے۔ اگر امریکہ کی طرف سے بالغ رائے دہی کی بنیاد پر انتخابات کرانے کا مطالبہ شدید ہو جائے تو اس کو قطعاً اہمیت نہ دی جائے۔ البتہ شورائے خاص (جو سعودی انتظامیہ، عدلیہ اور دعوت وارشاد کے سربراہوں پر مشتمل ہیں) از سر نو باہمی غور وفکر کے بعد امیر مملکت پر متفقہ اظہار واعتماد کرے۔ شوریٰ عام مسجد نبوی میں امیر مملکت کی اطاعت کی بیعت کریں۔

☆...... جس طرح سعودیہ میں داخلی سطح پر شرعی قوانین پر علماء کے مشورے سے عمل درآمد ہو رہا ہے، اسی طرح دفاعی معاملات، خارجہ تعلقات اور معاشی پالیسی وضع کرنے کے لیے بھی شوریٰ سے مشورہ لیا جائے۔

☆...... شوریٰ میں مختلف امور کے ماہرین کو بھی شامل کیا جائے۔ احتیاط یہاں تک ہو کہ وہ عالم دین بھی ہوں اور حکومت کے کسی ایک شعبہ میں ماہر بھی ہوں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆...... پاکستان اور سعودی عرب وغیرہ جن اسلامی ممالک نے اسرائیل کو تسلیم نہیں کیا وہاں یہودی، امریکی اور یورپی سفارتی عملے اور صحافیوں کی آڑ میں اپنی سازشوں میں مصروف عمل رہتے ہیں، یہ ممالک جب اسرائیل کو تسلیم کرلیں گے اور ان میں اسرائیلی سفارت خانے قائم ہوجائیں گے تو پھر وہ صہیونی شرانگیزیوں سے کیسے محفوظ رہ سکیں گے؟ مصر اور اردن کی مثال آپ کے سامنے ہے۔ اسرائیل ان ممالک کے حکومتی معاملات اور داخلہ وخارجہ پالیسی میں دخل اندازی کرتا ہے۔ علاوہ ازیں مصر اور اردن اسرائیلی مصنوعات کی تجارتی منڈی بن چکے ہیں۔ ان سے عبرت حاصل کریں، اپنی سلامتی کے پیش نظر اسرائیل کو کسی صورت تسلیم نہ کریں۔

☆...... عراق سے نکل کر اسرائیل کو افرادی قوت فراہم کرنے والے یہودی آج امریکی فوج سے عراق میں اپنے اثاثے طلب کررہے ہیں، اگر سعودیہ نے اسرائیل کو تسلیم کرلیا یا...... خدانخواستہ...... جمہوری نظام رائج کیا تو مدینہ وخیبر سے نکلے ہوئے یہودی سعودی عرب واپسی کی ہر ممکن صورت نکال کر اپنی جائیدادیں اور اثاثے طلب کریں گے۔

اللہ مسلمانوں کو جمہوریت کے ''برگ وبار'' سے محفوظ رکھے اور خلفائے راشدین کے شورائی نظام کو اپنانے کی توفیق دے۔ ☆

☆ ہفت روزہ ''الاعتصام'' ۳۰ جنوری تا ۴ مارچ ۲۰۰۴ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عورتوں کی رائے لینے کا طریقہ

قرآنِ حکیم کی تفسیر اور سنت کی تشریح کرتے ہوئے احکام ومسائل کے موتی بکھیرنا اسلاف کا منہج ہے۔ اس کے برعکس مغربی تہذیب وتمدن کو اسلام کا لبادہ پہنانے کے لیے قرآن وحدیث سے جواز تلاش کرنا جدیدیت ہے۔ مولانا زاہد الرشدی نے عورتوں کی رائے سے متعلق اظہارِ خیال ان الفاظ میں فرمایا ہے:

''عورتوں سے تعلق رکھنے والے مسائل کے بارے میں جناب نبی اکرم ﷺ کے دور میں اور خلافت راشدہ کے دور میں بھی عورتوں ہی سے مشورہ لیا جاتا تھا۔ اس لیے عورتوں کے حقوق ومسائل میں بھی عورتوں ہی کو اُن کی نمائندگی کا حق دینے کا تصور غیر اسلامی نہیں ہے بلکہ عوامی مسائل میں بھی عورتوں کے رائے دینے کی روایات موجود ہیں، جیسا کہ حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے امّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کہا ہے کہ ''وہ لوگوں میں سب سے زیادہ فقیہ اور عالم تھیں اور عام لوگوں کے مسائل میں سب سے اچھی رائے دینے والی تھیں۔'' (تہذیب التہذیب: ۱۲/۴۳۵)

اور اس کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد بھی ملا لیا جائے کہ ''ہم اصحابِ رسول ﷺ کو جب بھی کوئی اشکال پیش آیا اور ہم نے اسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے رکھا تو اُن کے پاس اس کے بارے میں علم پایا۔'' (ترمذی: ۲/۲۳۰)

گویا حضرت امّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے علمی اور عوامی مسائل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی راہنمائی کر کے یہ اُصول قائم کر دیا کہ عورتیں اپنی اپنی استعداد اور صلاحیت کے مطابق علمی اور عوامی دونوں اُمور میں رائے دے سکتی ہیں۔'' (سہ ماہی نظریات، ص: ۲۵، اپریل تا جون ۲۰۱۳ء)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمہوری نظام میں بالغ مرد اور عورتوں کی رائے دینے کا تصور ہے جس کو اسلامی جامہ پہنانے کے لیے جواز تلاش کیا گیا۔ تاریخی حقیقت ہے کہ جمہوریت نے پانچویں صدی قبل مسیح یونانی شہر ایتھنز میں جنم لیا۔ اُس وقت اُمور حکومت میں عورتوں سے مشورہ نہیں لیا جاتا تھا۔ انگلینڈ میں پہلی مرتبہ ۱۲۶۵ء میں پارلیمنٹ منتخب ہوئی اُنہوں نے ۱۹۲۸ء تک عورتوں کو رائے دینے کے حق سے محروم رکھا۔ امریکا کی ریاست ورجینیا میں ۱۶۱۹ء میں پہلی بار منتخب حکومت قائم ہوئی لیکن ۱۹۱۸ء میں جا کر عورتوں کو ووٹ دینے کا حق ملا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے آمرانہ نظام ختم کر کے جمہوریت کو وضع کیا اور اسے فروغ دیا مگر انہوں نے طویل عرصہ تک عورتوں کو ووٹ دینے سے محروم رکھا، کیا وہ احمق تھے؟ دراصل وہ مرد اور عورت کی ذمہ داریوں سے واقف تھے۔

تاریخ اسلام یں عورتوں کا ووٹ دینا تو درکنار، خلفائے راشدین کے چناؤ میں عرب، ایران، شام، مصر حتیٰ کہ مدینہ کے تمام مسلمان مردوں نے بھی رائے شماری میں حصہ نہیں لیا۔

جمہوری ''علماء'' ووٹ کی شرعی حیثیت بیان کرتے ہیں کہ ووٹ ایک شہادت (گواہی) ہے، غور طلب پہلو ہے کہ شہادت اس امر کی ہوتی ہے جس کے بارے میں آگاہی ہو جب ووٹر کو اُمیدوار کی اہلیت، علمیت، زہد وتقویٰ اور امانت ودیانت کے بارے میں حقیقت حال ہی سے آگاہی نہ ہو تو گواہی کی نوعیت کس قسم کی ہوگی؟

وہ علماء جو عورتوں کے ووٹ دینے کے حق میں دلائل پیش کرتے ہیں اُن کی خدمت میں عرض ہے کہ اگر ووٹ گواہی ہے تو حدود کے معاملات میں عورت کی گواہی کیوں قبول نہیں؟ جن معاملات میں عورت کی گواہی جائز ہے، وہاں ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کا ہونا کیوں ضروری ہے؟ سیاسی معاملات میں عورت کی رائے کو ضروری سمجھنے والے علماء اس امر پر غور کیوں نہیں کرتے۔

اسلام میں عورتوں کی حقوق تلفی نہیں بلکہ صنف نازک کی طبعی ساخت اور اوصاف کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ وہ معاملات جہاں عورتوں کی رسائی ہوسکتی ہے مردوں کی رسائی نہیں ہوسکتی،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مثلاً: بکارت وولادت کی خبر تو ان مواقع پر صرف ایک عورت کی گواہی کو معتبر سمجھا جاتا ہے۔

اسلام دین فطرت ہے خالق کائنات نے مرد وعورت کو تخلیق کیا چنانچہ اُن کے فطری اوصاف کو مدنظر رکھ کر ان پر ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں۔ عورتوں کو مخصوص ایام، حمل اور رضاعت کے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ وہ ان عوارض سے عہدہ برآ ہو یا مردوں کے شانہ بہ شانہ کام کے لیے جتن کرتی رہے۔

جن صورتوں میں عورتوں کی شہادت قبول نہیں دراصل وہاں عورتوں کی رسائی بھی ناممکن ہے جیسا کہ دنگا فساد وغیرہ، قرآن حکیم نے ایک وجہ یہ بھی بیان فرمائی ہے:

''اور کیا (اس نے اسے رحمان کی اولاد قرار دیا ہے) جس کی پرورش زیور میں کی جاتی ہے اور وہ جھگڑے میں بات واضح کرنے والی نہیں۔'' (الزخرف: ۱۸)

اسلام نے عفت وعصمت کے تحفظ کی خاطر عورت کو گاؤں یا محلہ کے تنازعات میں گواہی کے تکلیف دہ مرحلہ سے رخصت دی ہے۔ غور طلب پہلو ہے صوبائی یا قومی وسیع تر حلقہ ہو تو عورت کے لیے قطعاً ممکن نہیں کہ وہ حلقہ کے امیدواروں کے کردار کے بارے میں جانچ پڑتال کر سکے کہ وہ اسلامی قانون کے نفاذ یا حلقہ کے عوام کے فلاح وبہبود کے لیے کس قسم کے ہوں گے، جب عورت اُن کو پردہ کی وجہ سے جانتی ہی نہ ہو تو اُس کی گواہی کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟

جب اللہ نے عورت کو تنازعات میں گواہی کے دشوار گزار مراحل سے محفوظ رکھا ہے تو موجودہ دور کے سکالروں کا سیاسی اُمور میں عورتوں کے لیے رائے دینے کا جواز تلاش کرنا چہ معنی دارد؟ اور یہ خدمت دین ہے یا جدت پسندی؟

امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مردوں یا عورتوں کے ووٹوں سے عورتوں کی نمائندہ منتخب نہیں ہوئیں بلکہ وہ علم وفضل، زہد وتقویٰ اور فقہی اُمور میں ذہانت وفطانت کی وجہ سے معاشرہ میں معروف تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی کم سنی کی شادی میں بھی یہی حکمت تھی کہ وہ بچپن ہی سے اسلامی تعلیم وتربیت اور نبی کریم ﷺ کی صحبت میں عورتوں کے مخصوص مسائل میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماہر ہو جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ و صحابیات رضی اللہ عنہم خانگی مسائل سے متعلق شرعی تحقیق کے لیے انھی کے در پر دستک دیتے تھے۔

مولانا زاہد الراشدی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مذکورہ بالا حوالہ پیش کر کے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے:

"عورتوں کے حقوق و مسائل میں عورتوں کی نمائندگی کا اُصول تسلیم کرتے ہوئے حجاب کی شرعی حدود کے اندر اِن کے لیے اس کا اہتمام کیا جائے اور جن مجالس میں مردوں کے ساتھ عورتوں کا مشترکہ طور پر شریک ہونا ضروری خیال کیا جائے ان میں شرکت کرنے والی خواتین کے لیے عمر کی ایک حد کا تعین کر دیا جائے جہاں شریعت بھی حجاب کی پابندیوں کو نرم کر دیتی ہے۔"

(سہ ماہی نظریات، ص: ۲۶، اپریل تا جون ۲۰۱۳ء)

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں عورتوں کے مسائل سے متعلق بلاشبہ عورتوں سے مشورہ لیا جاتا تھا۔ جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں مسئلہ زیر غور آیا کہ دور افتادہ علاقوں میں جہاد کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گھر سے کتنا عرصہ دور رہ سکتے ہیں۔ اس کے لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ضعیف العمر خواتین کو مسجد نبوی میں بلا کر رائے طلب نہیں کی بلکہ اپنی اہلیہ سے مشورہ کیا۔

عصر حاضر میں حلقہ کے ووٹران یا ارکان پارلیمنٹ ماں بہن اور بیٹی سے مشورہ کر کے ووٹ دے سکتے ہیں اور مدعا بیان کر سکتے ہیں ارکان مخصوص مسائل میں اپنی بیوی سے رائے لے کر اسمبلی میں عورتوں کے حقوق کی ترجمانی کر سکتے ہیں۔ میڈیا کی ترقی کے دور میں ایک اور صورت بھی ہو سکتی ہے کہ سپیکر ایسے مسائل کو پرنٹ میڈیا پر پیش کر کے عورتوں کی رائے لے سکتا ہے۔

یہ امر مزید باعث حیرت ہے کہ جس مکتبہ فکر سے مولانا موصوف تعلق رکھتے ہیں، اس کے مطابق معاشرے میں بگاڑ کی وجہ سے عورتوں کو باپردہ ہو کر اور محرم کی معیت میں بھی مسجد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں خطبہ جمعہ سننے کی اجازت نہیں لیکن آپ حجاب کی شرط عائد کر کے عورتوں کو نمائندگی کے لیے اسمبلی میں جانے کی اجازت دے رہے ہیں! اور معمر عورتوں کو بغیر حجاب کے مخلوط ماحول میں رخصت دی ہے......!!! ☆

دوقومی نظریہ کی ضرورت
اور
تشکیل پاکستان

مؤلف

عطا محمد جنجوعہ

مکتبہ اسلامیہ

ہادیہ حلیمہ سینٹر، غزنی سٹریٹ اُردو بازار، لاہور، فون: 042-37244973

☆ ہفت روزہ ''الاعتصام'' ۱۴ تا ۲۰ مارچ ۲۰۱۴ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ووٹ اور بیعت میں فرق

بے عمل مسلمانوں کے عقائد کی درستگی اور تزکیہ کرنا صدقہ جاریہ ہے لیکن غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دینا فرض کفایہ ہے۔ محترم ڈاکٹر ذاکر نائیک اُن معروف مفکرین میں سے ہیں جو غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دے رہے ہیں۔ دوسری طرف ہندو ویہود اور نصاریٰ کی طرف سے اعتراضات کا عقلی ونقلی دلائل کی روشنی میں ردّ کر کے اسلام کی حقانیت وآفاقیت کو اجاگر کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے کثرتِ ازدواج، پولی اینڈری (کئی شوہر رکھنا) اور حجاب کے مسئلہ پر احسن انداز سے اسلام کا مؤقف پیش کیا تاہم عورتوں کی آئینی وسیاسی آزادی سے متعلق مغربی طرزِ سیاست کی بھرپور انداز میں حمایت کی ہے۔ ڈاکٹر صاحب اظہارِ خیال کرتے ہیں:

''سورۃ الممتحنۃ کی آیت ۱۲ میں عورتوں کی بیعت کا ذکر ہوا ہے اور بیعت میں الیکشن سے زیادہ وسعت اور جامعیت ہوتی ہے کیوں کہ نبی پاک اللہ کے پیغمبر ہونے کے ساتھ ساتھ سربراہِ ریاست بھی تھے۔ بیعت کر کے دراصل عورتوں نے پیغمبر اسلام کو حکومتی سربراہ ہونے کا ووٹ دیا ہے۔ عورتیں قانون سازی کے عمل میں شریک ہوسکتی ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حق مہر کے مسئلہ پر بحث وتمحیص میں مصروف تھے۔ اُن کی رائے تھی کہ حق مہر کی زیادہ سے زیادہ حد مقرر کردی جائے کیوں کہ بعض مردوں کو حق مہر کی بھاری رقم کے باعث شادی میں دشواری آرہی تھی اس محفل کی پچھلی صفوں میں بیٹھی ایک عورت نے اس رائے پر بلا دھڑک اعتراض کرڈالا اور قرآنِ مجید کی سورۃ النساء کی آیت کا حوالہ دیا:

﴿ وَ اِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّ اٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَلَا تَأْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا أَتَأْخُذُوْنَهُ بُهْتَانًا وَّإِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ (النساء: ۲۰)

''اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی کرنا چاہو اور ان میں سے کسی کو تم نے خزانہ کا خزانہ دے رکھا ہو تو بھی تم اس میں سے کچھ بھی نہ لو کیا تم اسے ناحق اور کھلا گناہ ہوتے ہوئے بھی لے لو گے۔''

یعنی جب مہر میں پورے کا پورا خزانہ دیا جا سکتا ہے اور قرآن اس کی کوئی حد مقرر نہیں کرتا تو عمرؓ کون ہوتا ہے ایسی پابندی لگانے والا؟ یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ پکار اٹھے عمرؓ غلطی پر تھا خاتون کی رائے درست ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ اعتراض کرنے والی کوئی عام ہی عورت تھی اگر کوئی معروف عورت ہوتی تو روایت میں اس کے نام کا ذکر بھی ہوتا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک معمولی حیثیت کی عورت بھی خلیفہ وقت اور سربراہ ریاست پر اعتراض کر سکتی ہے۔ آج کی معروف تکنیکی اصطلاح میں یہ اعتراض آئین کی خلاف ورزی پر تھا کیوں کہ قرآن ہی مسلمانوں کا آئین ہے۔ یہ واقعہ اس بات کی پختہ شہادت ہے کہ عورت آئین سازی میں شریک ہو سکتی ہے۔ (خطبات ڈاکٹر ذاکر نائیک، مترجم محمد انور، ص: ۵۱۴، ۵۱۵)

محترم ڈاکٹر صاحب نے سورۃ الممتحنہ کی آیت ۲۰ میں بیعت کے واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ اسلام میں عورت ووٹ دینے کی حق دار ہے۔ عرض ہے کہ ووٹ رائے اور مشورہ کے اظہار کو کہتے ہیں جو مقابلہ میں چند امیدواروں میں سے کسی ایک کے حق میں استعمال کیا جاتا ہے۔ جب کہ بیعت اطاعت وفرماں برداری کا نام ہے۔ انبیائے کرام کو اللہ سبحانہ مبعوث کرتا ہے وہ مردوں یا عورتوں کے ووٹوں کا محتاج نہیں البتہ مسلم مردوں اور عورتوں پر فرض ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں، جس کا اظہار بیعت ہے۔

اس آیت کی تفسیر کیا ہے؟

یہ بیعت اس وقت لیتے جب عورتیں ہجرت کر کے آتیں۔ علاوہ ازیں فتح مکہ والے دن بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی عورتوں سے بیعت لی۔ بیعت لیتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف زبان سے عہد لیتے۔ کسی عورت کے ہاتھ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں چھوتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرماتی ہیں اللہ کی قسم بیعت میں نبی ﷺ کے ہاتھ نے کبھی کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا۔ بیعت کرتے وقت آپ ﷺ صرف یہ فرماتے کہ میں نے ان باتوں پر تجھ سے بیعت لی ہے کہ وہ نوحہ نہیں کریں گی، گریباں چاک نہیں کریں گی، سر کے بال نہیں نوچیں گی، اور جاہلیت کی طرح بین نہیں کریں گی، اس بیعت میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا ذکر نہیں اس لیے کہ یہ ارکان دین کے اعتبار سے محتاج وضاحت نہیں۔ (احسن البیان از حافظ صلاح الدین یوسف)

مذکورہ آیت سے عورتوں کی بیعت سے اطاعت فرماں برداری کا اظہار واضح ہوتا ہے لیکن ووٹ دینے کا جواز قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔

چند اہل حل وعقد اصحاب جو نبی کریم ﷺ کی رفاقت اور اسلامی خدمات کی وجہ سے معروف تھے۔ انہوں نے خلفائے راشدین کا تعین کیا۔ اس کے بعد عام مسلمان مردوں نے مسجد نبوی میں نامزد خلیفہ کی اطاعت وفرماں برداری کے اظہار کے لیے بیعت عام کی۔ آپ اسے ووٹنگ کا نام نہیں دے سکتے کیوں کہ بیعت عام میں مقابلہ میں کوئی امیدوار تھا ہی نہیں۔

حضرت عثمان وحضرت علی رضی اللہ عنہما کے تقرر کے بارے تین دن تک غور وخوض ہوتا رہا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے فیصلہ ہوگیا تو بعد ازاں مسجد نبوی میں اُن کے حق میں بیعت عام ہوئی۔ جس میں اہل مدینہ میں موجود مردوں نے حصہ لیا۔ لیکن عورتیں بیعت کے لیے یا اُن کے بقول ووٹ دینے کے لیے مسجد میں نہیں آتیں۔ چناں چہ ووٹ اور بیعت میں مشابہت نہیں ان کے درمیان واضح فرق موجود ہے۔

محاسبہ یا آئینی سازی:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عورتوں کے لیے حق مہر کی مقدار مقرر کی لیکن قریشی عورت کی قرآنی دلیل سن کر اپنا حکم واپس لے لیا۔ اس واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ عورتیں آئین سازی میں حصہ لے سکتی ہیں، مناسب نہیں۔ قرآن خالق کائنات کا کلام ہے۔ آئین انسانوں کا خود ساختہ دستور ہے۔

آئین چند انتظامی نوعیت کے معاملات تک محدود ہوتا ہے۔ اس کے برعکس قرآنِ حکیم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دستور حیات ہے جس میں سیاسی، سماجی، قانونی، معاشی، معاشرتی، عدالتی، اخلاقی اور عمرانی مسائل سے متعلق آفاقی ضابطے موجود ہوتے ہیں۔

آئین میں مذکور لائحہ عمل کے متبادل قرآن وسنت میں راہ نما اصول موجود ہیں۔قرآن حکیم کے احکام میں ردّ وبدل کرنے کا اختیار کسی نبی کو نہیں اسی طرح خاتم النبیین ﷺ کے فرمان میں ترمیم کرنے کا اختیار کسی امتی کو حاصل نہیں خواہ وہ دینی ودنیوی حیثیت کے لحاظ سے بلند پایہ کا حامل ہو اس کے برعکس منتخب پارلیمنٹ کثرت رائے سے آئین میں تغیر وتبدل کرسکتے ہیں۔ چوں کہ اسلامی حکومت میں قرآن وسنت کو سپریم لا کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔اس لیے کسی شہری کو ترمیم کرنے کا اختیار حاصل نہیں۔اس لیے قرآن کو مغربی سیاست کی اصطلاح آئین سے تشبیہ دینا مناسب نہیں۔ مذکورہ واقعہ سے سبق آموز حکمتیں حاصل ہوتی ہیں۔

حضرت نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب معاشی استطاعت کے مطابق چار سو درہم تک حق مہر مقرر کرتے رہے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس دلیل کو بنیاد بنا کر چار سو درہم سے زیادہ حق مہر مقرر کرنے پر پابندی عائد کردی۔عورت نے قرآنی آیت کا حوالہ دیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پہلا حکم منسوخ کردیا۔ چناں چہ فہم اسلام کے لیے قرآن وحدیث لازم وملزوم ہیں۔ ان کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ مزید برآں پیش آمدہ مسائل کے حل کے لیے شوریٰ کا ارکان کا کتاب وسنت کا علم ضروری ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنا پہلا حکم منسوخ کرنے میں عار محسوس نہیں کی۔ جونہی محکم دلیل سنی وہ بسر وچشم قبول کرلی۔ہمیں سبق حاصل ہوتا ہے کہ کتاب وسنت کا علم ہوجانے پر آبا واجداد کی روش کو ترک کردینا چاہیے۔

اسلام سے قبل عورت کو عوامی ملکیت سمجھا جاتا تھا۔ اسلام نے ہی عورت ومرتبہ سے نوازا کہ وہ خلیفہ وقت کا بھی محاسبہ کرسکتی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو مشورہ کے لیے طلب نہیں کیا بلکہ وہ معمول کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطابق مسجد نبوی میں نماز کی ادائیگی کے لیے تشریف لاتی تھیں۔ عصر حاضر میں عورتیں شاپنگ کے لیے بازار جاسکتی ہیں، شادی وغمی کے اظہار کے لیے نکل سکتی ہیں، ووٹ دینے کے لیے گھر سے باہر جاتی ہیں، اسمبلی میں مردوں کے اجلاس میں عورتوں کو شرکت کی اجازت دی جاسکتی ہے تو مسجد میں جمعہ کی ادائیگی کے لیے اُن پر پابندی کیوں عائد ہے اس کا خاتمہ ضروری ہے۔

مذکورہ واقعہ سے سیاسی نتیجہ برآمد کیا جاسکتا ہے، کہ اسلامی حکومت کے ہر شہری خواہ مرد ہو یا عورت سربراہِ مملکت اور دیگر حکام کا محاسبہ کرنے کا قانونی اختیار حاصل ہے کہ فلاں قانون قرآن وسنت کے منافی ہے۔ امیر ریاست اس امر کی شرعی وضاحت کرے بصورت دیگر کتاب وسنت کے موقف سے رجوع کرے۔

خلفاء کی تقرری ہو یا پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کرنا مقصود ہو، خلافت راشدہ کے دور میں عورتوں کو مسجد نبوی میں بلا کر مردوں کے روبرو مشورہ نہیں لیا گیا۔ البتہ خلفائے راشدین کی تاریخ سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ اہل حل وعقد کتاب وسنت کی روشنی اختیار کرتے تھے۔ اگر کوئی مسئلہ عورتوں سے متعلق ہوتا تو اہل حل وعقد گھر میں موجود محرم عورتوں سے مشورہ حاصل کرتے تھے۔ مثلاً جہاد میں شریک مجاہدین اہل خانہ سے کتنا عرصہ دور رہ سکتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ سے مشورہ کیا۔

مغرب کے فکر وفلسفہ کا محور عورت کی آزادی ہے یہی وجہ ہے کہ امریکہ میں آزادی کا سمبل عورت کا مجسمہ ہے۔ محترم ڈاکٹر ذاکر نائیک صاحب سے امید کرتے ہیں کہ جس طرح عبادات اور حلال وحرام کے اسلامی احکام میں وہ اسلام کی وکالت کر رہے ہیں، وہ اسی طرح وہ مغربی فکر وفلسفہ کی بھرپور مذمت کریں گے۔ ☆

☆ ہفت روزہ ''الاعتصام'' ۱۰ تا ۱۶ ستمبر ۲۰۱۰ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعوتی واصلاحی تحریک کا لائحہ عمل

عالم کفر باوجود مذہبی ونظریاتی اختلاف کے، اسلام دشمنی میں یہ سب لوگ متفق ہیں۔ ہندو مذہب میں ہر عظیم، ہیبت ناک یا نفع پہنچانے والی شے معبود ہے۔ وہ ان گنت دیوی، دیوتاؤں، درختوں جانوروں کو معبود بنا کر پوجا پاٹ کرتے ہیں۔ جبکہ بدھ مت بھی بت پرستی میں ہندوؤں سے کم نہیں۔

یہود نصاریٰ خود کو آسمانی مذہب کا ٹھیکیدار سمجھتے ہیں جبکہ عیسائی قوم میں جب سے تثلیث کا عقیدہ سرایت کر گیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سادہ تعلیمات کا عنصر گم ہو کر رہ گیا۔ چند بے جان رسوم ورواج اور مشرکانہ عقائد کا نام رہ گیا، حتیٰ کہ مسیحیوں نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بزرگوں کے مجسّمے بنا کر پرستش شروع کر دی۔

یہودی خود کو آسمانی شریعت کا حامل سمجھتے ہیں مگر ان کے عالموں نے آئین الٰہی میں اپنی طرف سے من گھڑت قوانین ایجاد کر لیے، جن پر وہ عمل کرتے ہیں اور یہودی حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔ عیسائی قوم حضرت عیسیٰ علیہ السلام و حضرت مریم کو ربوبیت کے مقام پر فائز کرتی ہے جبکہ یہود ان کی عصمت پر بہتان باندھتے ہیں۔ قوم یہود نے حضرت عیسیٰ کو سولی پر لٹکانے کی سازش کی، عیسائی بھی اقرار کرتے ہیں کہ اس جرم میں یہودی ملوث تھے، اسی لیے عیسائی اٹھارہویں صدی عیسوی تک اپنی عبادت گاہوں میں یہودیوں پر لعنت بھیجتے رہے۔ یہود ونصاریٰ کے مابین خانہ جنگی کے دوران جو قتل وغارت ہوئی وہ تاریخ کا تاریک باب ہے۔

یورپی ممالک نے ۱۹۰۷ء میں اپنی تہذیب وتمدن کے دفاع کے لیے اہم کانفرنس کی، جس کی صدارت برطانیہ کے وزیر خارجہ نے کی، جس میں یورپ کی چوٹی کے ارباب فکر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ودانش نے شرکت کی۔ ایک ماہ کے طویل بحث ومباحثہ کے بعد جس لائحہ عمل پر اتفاق ہوا وہ نقطہ یہ تھا ''مغربی تہذیب کے لیے سب سے بڑا خطرہ صرف اور صرف مسلمان ہیں۔''

اس خطرہ کے سد باب کے لیے کئی قرار دادیں پاس ہوئیں، جن کا مقصد ایک تھا کہ مسلمان جو خلافت کے سائبان تلے متحد ہیں ان کو منتشر کیسے کیا جائے؟ چنانچہ آخری قرار داد یہ پاس ہوئی کہ ''ایسی ریاست جو کہ عربوں اور مسلمانوں کی ہر لحاظ سے ازلی وابدی دشمن ہو اور جو مغرب کی صحیح معنوں میں وفادار اور پروردہ ہو، اسے نہر سویز کے مشرق میں قائم کیا جانا چاہیے تاکہ اس طرح عربوں کو ہمیشہ کے لیے متفرق ومنتشر رکھا جا سکے۔'' اسی قرار داد کے نتیجے میں عالمی صہیونیت کے ساتھ باہمی تعاون کے ایک معاہدے پر دستخط ہوئے۔

صلیبی قوم عرب مسلمانوں سے خوف زدہ تھی، یہودی فلسطین پر قبضہ جما کر ریاست قائم کرنا چاہتے تھے، اس دور میں برطانیہ عالمی سرغنہ تھا، جس کے اہم عہدوں پر عیسائیت کے لبادے میں یہودی چھائے ہوئے تھے۔

برطانیہ نے اسرائیل کے قیام کی راہ ہموار کی۔ مسلمان جو یورپ کے دروازے پر دستک دیتے تھے، اسرائیل قائم ہونے سے یورپی ممالک نے خود کو محفوظ کرلیا۔ جبکہ یہودیوں کا دیرینہ خواب یروشلم کی حکومت سے پورا ہوگیا۔

یہودی پروٹوکول میں جس گورنمنٹ کا خاکہ مذکور ہے، مجلس اقوام متحدہ کی صورت میں سب کے سامنے ہے، جس کی فرنٹ لائن پر امریکہ ہے، جس کی پالیسی اسرائیلی پارلیمنٹ میں وضع ہوتی ہے۔

اگر عالم کفر اسلام کو ہدف بنا کر صہیونی پالیسی کے تحت ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوسکتے ہیں اور امریکی صدر کو اپنا قائد منتخب کر سکتے ہیں تو مسلمان جن کا رب ایک، قبلہ ایک، رسول ایک، ضابطہ حیات ایک، وہ دشمن کے مقابلے کے لیے آپس میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر ایک خلیفہ کی قیادت پر متفق کیوں نہیں ہوسکتے؟ خلافت کے خاتمہ سے لے کر اب تک اسلامی ممالک میں محرکانہ انقلاب برپا کرنے کے لیے اور عالم اسلام کے اتحاد کے لیے کئی تنظیمیں قائم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئیں، ان سب کو ناکامی سے دوچار ہونا پڑا، اس لیے کہ نقشہ دنیا پر جتنی مسلم ریاستیں موجود ہیں اوّل تو وہ پڑوسی مسلم یا غیر مسلم ریاست سے جغرافیائی تنازعات کا شکار ہیں بصورت دیگر دفاعی طور پر اپاہج اور معاشی طور پر مفلوج ہیں۔ ہر ملک میں مذہبی وسیاسی پارٹیاں نظریاتی طور پر ایک دوسرے سے الجھی ہوئی ہیں۔

اگر امت مسلمہ کے حکمران گفت وشنید کریں تو کیا وہ مؤثر حکمت عملی طے نہیں کر سکتے۔ وہ کون سی خفیہ قوت ہے جس نے ان حکمرانوں کو بے بس کر دیا ہے۔ مسلم ممالک کو ایک دوسرے کے خلاف صف آراء کر دیا۔ عوام اور حکومت کے درمیان نفرت کی خلیج حائل کر دی۔ حتی کہ عوام فروعی مسائل کی بنا پر ایک دوسرے سے برسرپیکار ہیں۔ امت مسلمہ کو خفیہ قوت کی نشاندہی نہ ہوسکی۔ اگر کسی کو دشمن کا احساس ہوگیا تو اس کی زبان پر تالے ہیں کہ وہ دشمن کا نام تک نہیں بتا سکتے؟ بالفرض سازش سے باخبر ہوگئے تو اس کے داؤ پیچ کا توڑ نہیں کر سکتے؟ اس لیے کہ اُن کے ہاتھوں میں قرضوں کی ہتھکڑیاں بندھی ہوئی ہیں کہ دشمن کو نشانہ نہیں بنا سکتے، پاؤں میں اقوام متحدہ کے ضابطوں کی بیڑیاں ہیں کہ وہ اپنے مظلوم بھائیوں کے کندھے سے کندھا نہیں ملا سکتے۔ آج امت مسلمہ میں احیائے خلافت کی ایسی تحریک کی ضرورت ہے جو اپنی تمام تر صلاحیتیں صرف کر کے یہ احساس پیدا کرے کہ اے ملت اسلامیہ کے غیور جوانو!

تمہارا آج بھی خفیہ دشمن وہی ہے جو ظہور قدسی سے قبل یثرب کے اوس وخزرج کے قبائل کو لڑا کر سیاسی واقتصادی مفاد اٹھاتا تھا۔ تاجدار مدینہ ﷺ سے معاہدے کر کے بدعہدی کرتا تھا۔ جس نے کفار مکہ کو بھڑکا کر مسلمانوں کے خلاف صف آراء کیا۔ سیّد الکونین ﷺ کو امن کی بات چیت کرنے کے لیے بلایا اور چھت سے پتھر لڑھکا کر نعوذ باللہ جان سے مار دینے کی ناکام کوشش کی، پھر غزوۂ خیبر کے موقع پر بھنی ہوئی بکری میں زہر ملا کر تحفہ دیا جس کا اثر حضور ﷺ کی آخری علالت میں ظاہر ہوا۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں اسلام کو پھلتا پھولتا دیکھ کر ان کے پیٹ میں مروڑ شروع ہوا تو انہوں نے حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم کی شہادتوں کے لیے سازشیں تیار کیں۔ ظہور قدسی سے لے کر آج تک امت مسلمہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو مغلوب کرنے اور اسلام کو مسخ کرنے کے لیے جتنی مذہبی وسیاسی تحریکیں ابھریں، ان کی تاریخ پڑھ کر دیکھ لیں، ایسی تحریکوں کی ذہن سازی کرنے والے، ان کو آب ودانہ فراہم کرنے والے، ان کو نمایاں کرنے والے، اوران کی پشت پناہی کرنے والے یہودی تھے۔ جبکہ مشرکین، مجوسی ونصاریٰ یہودیوں کے آلہ کار بن کر مسلمانوں کے خلاف محاذ آرائی کرتے رہے۔

غزوۂ احزاب سے لے کر صلیبی وخلیجی جنگوں کے تاریخی پس منظر کا مطالعہ کریں آپ پر واضح ہوجائے گا کہ مشرکین اور نصاریٰ کو مسلمانوں کا محاصرہ کرنے کا سبق سکھانے والے یہودی ہیں۔ جمل وصفین سے ایران عراق جنگ تک مسلمانوں کو ایک دوسرے کے خون کا پیاسا کرنے کی سازش میں یہودی ملوث تھے۔

انقلاب فرانس کے بعد یہودیوں کو سرمایہ کاری کا آئینی تحفظ حاصل ہوگیا۔ انہوں نے بنی نوع انسان کی آناً فاناً تباہی کے سامان تیار کرنا شروع کر دیئے۔ ایٹم بم کا موجد آئن اسٹائن رابرٹ اوپن ہائمر یہودی تھا۔ امریکہ ویورپ میں اسلحہ کی فیکٹریوں کے مالک یہودی ساہوکار ہیں، وہی جنگ کے شعلے بھڑکا کر سودی قرضہ پر اسلحہ فراہم کرتے ہیں، پھر امن کی فاختہ بن کر ثالثی کا کردار ادا کرتے ہیں اور یہودی قوم کے لیے سیاسی مفاد حاصل کرتے ہیں۔ عالمی جنگوں کے معاہدوں میں یہودیوں نے اپنے لیے وطن اسرائیل حاصل کرلیا۔ جبکہ خلافت اسلامیہ کو ختم کرکے مسلمانوں کو نسلی وعلاقائی بنیاد پر چھوٹی ریاستوں میں بانٹ دیا جن پر یورپی ممالک نے قبضہ کرلیا۔ جب ان کو سیکولر سانچہ میں ڈھال کر آزاد کیا تو ان کو جغرافیائی تنازعات ورثہ میں دیئے تاکہ آپس میں الجھے رہیں جبکہ فیصلہ کرنے والے یو این او ادارہ پر بھی یہودی کنٹرول ہے۔

قومِ یہود کو گوئم (غیر یہود) میں سماجی واخلاقی برائیاں پھیلانے کے لیے جتن کرنے پڑتے تھے اب انہوں نے انسانی قدروں کو پامال کرنے کے لیے میڈیا وار شروع کر دی ہے۔ گلی کوچوں میں فحاشی کے اڈے بن چکے ہیں۔ نئی نسل کے ذہن شہوانی خیالات کی آماجگاہ بن چکے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سودی کاروبار کا جال پھیلا کر ایثار و ہمدردی کو ختم کر دیا، رب پرستی کی بجائے زر پرست بنا دیا۔ وحی الٰہی پر ایمان کو متزلزل کرنے کے لیے معتزلہ ونیچری فرقہ کی تخم ریزی کی۔ ملت اسلامیہ میں جہادی جذبہ ختم کرنے کے لیے بہائی، اسماعیلی وقادیانی فرقوں کو جنم دیا۔

جمہوری نظام سے قبل معاشرہ کا با اثر طبقہ جو اپنے علاقے میں ان سماجی برائیوں کا قلع قمع کرتے تھے اب انہوں نے ووٹوں کی خاطر باطل سے سمجھوتہ کر لیا۔

اسلام زندہ وتابندہ مذہب ہے اس پر کبھی موت طاری نہیں ہوگی اور ازل سے ابد تک رہے گا۔ البتہ یہود ونصاریٰ کی منفی تحریکوں سے مرعوب ہو کر مسلمانوں نے سیاسی وتعلیمی ومعاشی اور دفاعی شعبوں میں اسلامی تعلیمات سے روگردانی کر لی ہے۔ ہم دعویٰ اسلام کا کرتے ہیں لیکن انفرادی واجتماعی زندگی میں اسلامی احکام پر عمل نہیں کرتے، ہمارے لیڈر الیکشن مہم میں اسلامی قوانین کے نفاذ کا وعدہ کرتے ہیں، برسر اقتدار آ کر ٹی وی پر اذان دینے کا آرڈر کر کے مطمئن ہو جاتے ہیں، اس طرح اسلامی دنیا کے حکمران عالم اسلام کے اتحاد کے لیے بلند وبانگ دعویٰ کرتے ہیں مگر عملی طور پر ٹھوس قدم اٹھانے کی جرأت نہیں کر سکتے۔

دینی جماعتوں نے سیاسی جماعتوں سے اتحاد کر کے قرآن وسنت کی حکمرانی کے لیے جدوجہد کی تو مایوسی کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہوا، پھر براہِ راست انتخابی طریقہ اپنا کر پارلیمنٹ میں اکثریت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ ان کو نہ صرف ناکامی کا سامنا کرنا پڑا بلکہ اقتدار کی طلب میں مختلف مکتبہ فکر کی جماعتیں مختلف دھڑوں میں بٹ گئیں۔

نوآبادیاتی دور میں یورپی حکمرانوں کے خلاف جہاد کرنا کٹھن مرحلہ تھا مگر امت مسلمہ کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا قدرے آسان تھا، لیکن اب سیکولر ٹکسال میں ڈھل کر آنے والے مسلم حکمرانوں کے خلاف امت مسلمہ کو قائل کرنا اور ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا مشکل امر ہے کیونکہ وہ رنگ، زبان اور نسل کے اعتبار سے دیسی ہیں۔

جس طرح اہل شر کے بے شمار ادارے اور تنظیمیں مسلمانوں کو مرتد اور سیکولر بنانے کے لیے سرگرم عمل ہیں، الحمد للہ اہل خیر کے ادارے بھی فعال ہیں، جہاں سے قال اللہ تعالیٰ وقال

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الرسول کی صدائیں گونج رہی ہیں۔ ایسی تنظیمیں بھی موجود ہیں جو انتخابی طریقہ کی بجائے معاشرہ اور حکومت کی اصلاح کا فریضہ سرانجام دے رہی ہیں اور عالم اسلام کے اتحاد کے لیے کوشاں ہیں۔

دنیا بھر کے ہر مسلم ممالک میں اسلامی جذبہ سے سرشار بے لوث کارکن ہزاروں، لاکھوں کی تعداد میں ہیں جو رب کائنات کے، قرآن اور امام کائنات ﷺ کے فرمان کو جاری کرنے کے لیے تن من دھن قربان کرنے کے لیے بے چین ہیں۔ حج کے اجتماع کے علاوہ بھی مسلم تنظیموں کے زیر اہمام اجتماع ہوتے ہیں جن میں بم دھماکوں کے خوف کی پرواہ نہ کرتے ہوئے لوگ جوق در جوق شریک ہوتے ہیں، اس سے امت مسلمہ کی اسلام سے والہانہ محبت والفت کا اظہار ہوتا ہے۔ ان تنظیموں، اداروں اور مخلص کارکنوں کو خلافت کے سائبان تلے جمع کرنے کے لیے ایک تحریک کی ضرورت ہے۔ تحریک کو ایسی بے لوث قیادت کی ضرورت ہے جو باطل قوتوں کے سامنے بکنے والی، جھکنے والی اور پلٹنے والی نہ ہو بلکہ ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کے لیے کٹ مرنے والی ہو۔ یہ نہ ہو کہ کارکنوں کو سادگی کا درس دینے والے خود اے سی گاڑیوں میں سفر کریں۔ ان کے سامنے تو مدینہ منورہ کے کچے مکانوں کا تذکرہ کیا جائے جبکہ خود بلند وبالا کوٹھیوں میں محو استراحت ہوں۔

تحریکی قیادت جمہوری نظام میں ہرگز حصہ نہ لے۔ خوراک، لباس، رہائش اور سواری سادہ ہو، سرکاری عہدہ ومراعات حاصل نہ کریں، ملک کے سرکاری اہل کار یا غیر ملکی سفیر سے کسی صورت ملاقات نہ کی جائے۔ ناگزیر صورت حال کے پیش نظر شوریٰ کے معقول ارکان کی موجودگی میں ملاقات ہو، اقتدار کے در پر جانے کی بجائے اقتدار کو اپنے ہاں آنے پر مجبور کریں تاکہ سرمایہ کے بل بوتے پر اقتدار کی ریوڑیاں بانٹی نہ جائیں، بلکہ تحریکی ذمہ داری ان کو سونپی جائے گی جو روکھی سوکھی کھا کر چٹائیوں پر بیٹھ کر علم کی شمع لے کر آئے ہوں۔ اہل بصیرت بھی ہوں اور عالمی حالات سے باخبر بھی۔ اس لیے کہ ہم نے رواجی تعلیم میں ایم اے اسلامیات ایسے بھی دیکھے ہیں جو قرآن ناظرہ پڑھنا نہیں جانتے، جو قرآن سے ناآشنا ہوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ دوسروں کو کیا دعوت دے سکیں گے۔

فرد، معاشرہ اور حکومت کی اصلاح کے لیے ایک تحریک کی ضرورت ہے جس کا ہدف یہودیت کی بیخ کنی اور اس کا عزم احیائے خلافت ہو، تحریک کے ہدف اور عزم کی روشنی میں لائحہ عمل کا تعین کیا جائے۔ انفرادی واجتماعی زندگی کو اسلامی ڈھانچہ میں ڈھالنا۔ حج کے علاوہ بھی عالمی سطح پر دینی اجتماع ہوتے ہیں، جن میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں مسلمان شرکت کرتے ہیں۔ اس مادی دور میں روح پرور مناظر دیکھ کر فرحت حاصل ہوتی ہے، لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے لیے مؤثر حکمت عملی اختیار نہیں کی جاتی بلکہ افرادی قوت کا مظاہرہ کر کے سیاسی مفاد اٹھایا جاتا ہے۔ فروعی مسائل کو ابھار کر اتحاد امت کی راہ میں روڑے اٹکائے جاتے ہیں، اپنے ملک اور عالم اسلام کے مسائل کے حل کے لیے صرف قرار دادیں پاس کی جاتی ہیں، باعث افسوس ہے کہ بے پناہ افرادی قوت سے کسی قسم کا عہد نامہ نہیں لیا جاتا۔ سرکار مدینہ ﷺ نے کوہِ صفا پر کھڑے ہو کر دعوت دی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ تو قریش مکہ برا بھلا کہہ کر واپس چلے گئے، اس سے آپ کی شانِ اقدس میں ذرہ برابر فرق نہ آیا۔

تحریکی زعماء خطبہ جمعہ اور تربیتی اجتماع میں حاضرین سے اوصاف حمیدہ اپنانے اور اخلاق رذیلہ سے بچنے کا زبانی اقرار لے کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کریں۔ یہ عہد کریں کہ!

بچوں کو بچپن ہی سے دینی تعلیم دلائیں گے، رواجی تعلیم کے لیے بھی پاکیزہ ماحول کے اداروں کو ترجیح دیں گے، مخلوط اداروں میں بچوں کو نہ بھیجیں گے، وی سی آر، ڈش انٹینا اور کیبل نیٹ ورک سے گھروں کو پاک رکھیں گے۔ سیاسی جلسے، جلوسوں اور ہڑتالوں میں شریک ہو کر اپنا اور ملک کا قومی نقصان نہ کریں گے۔ یہودی مصنوعات کا بائیکاٹ کریں گے۔ اسلام کی بالا دستی اور وطن کی سالمیت کے لیے دفاعی تربیت حاصل کریں گے اور قانونی طور پر اجازت نامہ لے کر اسلحہ خریدیں گے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریکی کارکن ہر قسم کے اوصاف بد، شرک، بدعت، جھوٹ، بہتان، غیبت، حسد، کینہ، تکبر، ریاکاری، رشوت، غبن، ملاوٹ، سود، چوری، شراب نوشی اور منافقت جیسی صفات بد سے ہر ممکن اجتناب کریں تاکہ تحریک کے دوسرے مرحلہ امر بالمعروف نہی عن المنکر کے موقع پر کوئی ان کے کردار کو داغ دار نہ کر سکے۔

حاضرین کو دیگر مکاتب فکر کے علمائے کرام سے ادب واحترام کا درس دیا جائے، دعوتی پروگرام میں نہایت حکمت عملی کے ساتھ اپنا موقف پیش کیا جائے۔ بعض اوقات مخاطب کی کڑوی کسیلی باتوں پر صبر وتحمل کا مظاہرہ کرنے کا عہد لیا جائے۔ اہل خیر کے اداروں کو اتحاد ویگانگت کی دعوت دینا، گھر، محلّہ، مسجد اور گاؤں میں کسی اہل کو ذمہ داری سونپ کر امارتی نظام قائم کیا جائے۔ دینی ودنیوی امور میں اس کی اطاعت کی جائے۔ فرقہ وارانہ علماء جو فروعی مسائل کو اچھال کر پیٹ کا ایندھن بھرتے ہیں ان سے نفرت کا اظہار کیا جائے۔ اسی طرح تحریک عوام الناس کی ذہن سازی کرے کہ گستاخ رسول وہ ہے کہ جب سیّد الکونین کے فرمان کے نفاذ کا مرحلہ آئے تو خواہ مخواہ لیت ولعل کرتا ہے اور قانونی پیچیدگی کا بہانہ کرکے ٹال دیتا ہے، لیکن امریکہ کے صدر یا آئی ایم ایف کا حکم مل جائے تو یس سر (Yes Sir) کہہ کر اسلام کے منافی قانون نافذ کرتا ہے اور ذلت ورسوائی کے معاہدے پر دستخط کر دیتا ہے۔ اور مشرک وہ ہے جو اقوامِ متحدہ کے پانچ طاغوتوں کو ویٹو پاور تسلیم کرتا ہے اور امریکہ کو سپر پاور مان کر وائٹ ہاؤس کا طواف کرتا ہے۔

جمہوری نظام میں کامیابی افرادی قوت کی مرہونِ منت ہے۔ اس لیے سیاسی جماعتیں اپنے کارکنوں کی تعلیم وتربیت کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتیں۔ جبکہ محمدی انقلاب برپا کرنے کے لیے روحانی تعلیم وتزکیہ پہلا مرحلہ ہے۔ تحریک کو ایسے کارکنوں کی ضرورت ہے جو نہ صرف نماز، روزہ، حج، زکوۃ کے فرائض انجام دیتے ہوں بلکہ ان میں امانت، صداقت، ایثار وصلہ رحمی اور تقویٰ، توکل جیسے اوصاف حمیدہ وافر مقدار میں موجود ہوں تاکہ تحریک کے داعی کے پاس وہ سب کچھ موجود ہو جس کی دوسروں کو دعوت دے رہا ہو، اگر اس کے پاس وہ خوبی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موجود نہ ہوگی جس کی دوسروں کو دعوت دے رہا ہے تو اس داعی کی ساری کوشش بے کار ہو جائے گی، جب وہ ان اوصاف کا حامل ہوگا تو اُس کی دعوت کے مثبت نتائج برآمد ہوں گے۔

بچوں کی تعلیم، ماں کی گود سے بھی پہلے ماں کے پیٹ سے شروع ہو جاتی ہے، جب ماں میں نیکی کی رغبت اور برائی سے نفرت کا رجحان ہوگا تو اس کی اولاد پر اثر دیرپا ثابت ہوگا۔ والد کا فرض ہے کہ کسب حلال سے بچوں کی پرورش کرے، گھر کو شیطانی چرخوں سے محفوظ رکھ کر ذکر الٰہی سے معطر رکھے، بچوں کو ایسے تعلیمی اداروں میں داخل کرائے جہاں کا ماحول پاکیزہ ہو، صاحب نصاب ہو تو زکوٰۃ بیت المال میں جمع کرائے۔

تجارت میں ناتجربہ کاری کا خطرہ مول لے لے، لیکن سودی کھاتوں میں رقم جمع نہ کرائے۔ بچوں کی بھوک کی شدت برداشت کرے لیکن انہیں حرام کی کمائی کا لقمہ نہ کھلائے۔ طرح طرح کے طعنے سن لے مگر گھر کو ڈش اور کیبل نیٹ ورک جیسے شیطانی ماحول سے پاکیزہ رکھے۔ ریڑھی لگا کر گزارہ کرے مگر سودی کاروبار کرنے والے اداروں کی ملازمت اختیار نہ کرے۔ اپنی مزدوری یا تنخواہ سے دال روٹی کھا کر روز افزوں مہنگائی کا مقابلہ کرے مگر رشوت، غبن کے نزدیک نہ جائے۔ روز مرہ ضروریات کے لیے گھٹیا مہنگی ملکی اشیاء استعمال کرلے اور خورد ونوش میں ملاوٹ شدہ چیزیں استعمال کرکے اپنی صحت داؤ پر لگا لے مگر یہودی کمپنیوں کی تیار شدہ اشیاء آئس کریم، مشروبات، برگر، بسکٹ وغیرہ کا بائیکاٹ کرے۔

جمہوری میلہ کا بائیکاٹ کرکے عوامی حاکمیت کے نظریہ پر کاری ضرب لگائیں۔ جلوسوں، ہڑتالوں میں ہلڑ بازی کرنے کی بجائے قومی فرائض کی انجام دہی میں رضائے الٰہی کا دامن تھام لیں۔ طاغوتی طاقتوں کے خلاف برسرپیکار رہنے کے لیے جہادی تربیت حاصل کریں، علم وعمل کے داعی بن کر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیں۔ تحریکی کارکن اخلاق رذیلہ سے دامن بچا کر اپنے بھائیوں کو دعوت دیں خواہ وہ زندگی کے کسی شعبہ سے تعلق رکھتے ہوں، آپ ان کو سیرت طیبہ کی روشنی میں فرائض کی بجا آوری کا درس دیں۔ اگر "معلم ہیں تو حضور بحیثیت معلم کے عنوان پر سیرت کی جھلک پیش کریں۔ معاشرہ وحکومت کی طرف سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کو جس قسم کی ذمہ داری سونپی گئی ہے آپ ان کو ذمہ داری کا احساس دلائیں۔ رشوت، غبن، ذخیرہ اندوزی، ملاوٹ کے خاتمہ کے لیے نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کریں۔ یہودی آلہ کار بے حیائی وعریانی پھیلا کر اسلامی معاشرہ کو گھن کی طرح چاٹ رہے ہیں۔ سیاسی علماء ان طبقوں کو دعوت واصلاح سے گریز کرتے ہیں کہیں ان کا ووٹ بنک کم نہ ہو۔ تحریکی زعماء معاشرہ کو تباہ کن اثرات سے بچاؤ کے لیے نہی عن المنکر باللسان فریضہ ادا کریں۔ عوام الناس کو اخلاقی قدروں کو پامال کرنے والے شیطانی حربوں سے دور رہنے کی ہدایت کریں۔ اسلام کے بنیادی عقائد توحید کی برکات اور فکر آخرت کا احساس دلا کر اتباع رسول میں ہی کامیابی ہے کا سبق ازبر کرائیں۔

یہود وہنود ایسی مکار قومیں ہیں جو قومی مفاد کی خاطر اپنی خوبرو عورتوں کا استعمال کرتی ہیں، پہلے ان کا دائرہ مخالف قوم کے بااثر طبقہ تک محدود رہتا تھا اب الیکٹرانک کی مزید ترقی سے ان کے وارے نیارے ہوگئے ہیں، انہوں نے فحش اور اخلاق سوز پروگرام ترتیب دے کر مارکیٹ میں عام کر دیئے ہیں جو بچے رات کو حیا باختہ پروگرام دیکھتے ہوں وہ دن کی روشنی میں خاک تعلیم حاصل کریں گے، فرصت کے لمحات میں جب درسی کتب کا مطالعہ کرتے ہیں تو قاہرہ وبیجنگ کانفرنس کے ایجنڈے کی روشنی میں جنسی تعلیم اور خاندانی منصوبہ بندی کے سبق ازبر کرتے ہیں۔

آپ بتائیں کہ یہ نسل جوان ہو کر عالم اسلام کی امامت وقیادت کا فریضہ کیسے سرانجام دے سکتی ہے؟ بھلا ہو اہل خیر کے اداروں کا جنہوں نے کٹھن حالات میں بچوں کی تعلیم اور تزکیہ کے لیے پاکیزہ ماحول کا اہتمام کر رکھا ہے لیکن آپ زیادہ سے زیادہ اپنے بچوں کو دینی ماحول میں تعلیم دلا سکتے ہیں لیکن نصاب تعلیم تبدیل نہیں کر سکتے۔ بنک سے رقم نکلوا سکتے ہیں لیکن سودی نظام کا خاتمہ نہیں کر سکتے۔ یہودی مصنوعات کا بائیکاٹ کر سکتے ہیں لیکن ان کی درآمد پر پابندی عائد نہیں کر سکتے۔

جسمانی موت کا سبب بننے والی ہیروئن کا کاروبار کرنے پر اقوام متحدہ نے سزائے موت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا قانون لاگو کر دیا ہے جس پر سب ارکان عمل درآمد کر رہے ہیں، لیکن روحانی موت کا نشہ فحش ویڈیو پروگرام شہر کی مارکیٹوں میں کھلے عام فروخت کرنے والے مجرم کیوں نہیں، ایسے لوگوں کو اہل خیر نہی عن المنکر کا فریضہ زبانی طور پر ادا کر سکتے ہیں لیکن ہاتھ سے روکیں گے تو قانونی مجرم بن جائیں گے کیونکہ اسی مقصد کے لیے حکومت کا تصور معرض وجود میں آیا۔

تحریک ایک طرف فرد اور معاشرہ کی اصلاح کا فریضہ سرانجام دے، دوسری طرف اہل مغرب نے مسلم ممالک کی اقتصادی و دفاعی مجبوریوں سے ناجائز فائدہ اٹھا کر تعلیم، سیاست، دفاع، معیشت اور ذرائع ابلاغ کی ہیئت ہی تبدیل کر دی ہے۔ ان کو اسلامی سانچہ میں ڈھالنے کے لیے متفقہ لائحہ عمل پیش کریں اور برملا اظہار کریں کہ ہم اقتدار کے طلب گار نہیں۔ ہم آئین الٰہی کو انقلاب محمدی کے تحت نافذ کرنے کے طلب گار ہیں۔ ہم آپ کو دعوت دے کر تاجدار مدینہ ﷺ کی سنت پر عمل کر رہے ہیں جس طرح انہوں نے اپنے دور کے بادشاہوں کو خطوط بھیج کر دعوت دی ہے۔

الحمد للہ! آپ تو اسلامی ریاست کے بااختیار مسلم سربراہ ہیں، ہماری نسبت آپ پر زیادہ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اڑھائی سال کی مدت میں بگاڑ کی اصلاح کر کے خلافت راشدہ کی یاد تازہ کر سکتے ہیں تو آپ بھی ربّ پر توکل کر کے خلوصِ نیت کا جذبہ لے کر اصلاح کا عزم کر لیں تو معاشرہ اور حکومت کا بگاڑ ٹھیک کر سکتے ہیں۔

آپ مخلص ہو کر اصلاح حکومت کا آغاز کریں۔ حائل مشکلات کے سد باب کے لیے کسی قسم کی قربانی کا مطالبہ کریں گے، تو ہماری تحریک آپ کی آواز پر لبیک کہنے کو تیار ہے۔ لیکن آپ خواہ مخواہ گریز کریں گے تو پھر ہم بھی صہیونی قوت اور اس کے ایجنٹوں کے خلاف دعوت و جہاد کا پرچم بلند کریں گے۔

دور جدید میں انگلش کی زبان کی تدریس ضروری ہے لیکن اس آڑ میں مغربی تہذیب کی عکاسی جرم ہے مثلاً She sings a song کی بجائے اگر She studies holy

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

Quran داخل نصاب کر دیا جاتا تو کیا فرق پڑتا تھا۔ بہرحال درسی نصاب میں خاندانی منصوبہ بندی اور جنسی تعلیم کا خاتمہ کر کے تعلیمی کورس کو اسلامی خطوط پر استوار کیا جائے۔ فحاشی وعریانی کے سد باب کے لیے ڈش انٹینا، کیبل نیٹ ورک، وی سی آر اور ویڈیو کے رکھنے اور آئندہ درآمد کرنے پر پابندی عائد کی جائے نیز سینما گھروں میں بھی فلم چلانے پر پابندی لاگو کی جائے۔ اخلاق باختہ پروگراموں کا سلسلہ بند کر کے اصلاحی، معلوماتی، تاریخی اور علمی پروگرام تشکیل دے کر ٹی وی کا قبلہ درست کیا جائے۔

الیکشن پر کروڑوں روپے خرچ کرنے کی بجائے بغیر کسی خرچہ کے گاؤں سے لے کر مرکزی سطح تک اہلیت وقابلیت اور تقویٰ کی بنیاد پر امارتی نظام رائج کیا جائے۔ اسی طرح امور حکومت میں اہل لوگوں کو ذمہ داریاں سونپی جائیں۔ بدعنوان، بدکردار، رشوت خور ملازمین کے خلاف عدالتی ثبوت پیش کر کے تادیبی کارروائی کی جائے۔

خالق کائنات کا قانون نافذ کرنے کے لیے ایک آرڈی نینس جاری کیا جائے کہ ملک کی عدالت ہائے قرآن وسنت کی پابند ہوں گی اور وہ کوئی ایسا قانون یا حکم جائز قرار نہیں دیں گی جو قرآن وسنت کے مطابق نہ ہو۔

ملک کا کوئی سیاسی ادارہ، اقتصادی ڈھانچہ اور دفاعی شعبہ وغیرہ اس سے مستثنیٰ نہ ہوں گے، عدالتوں میں شرعی قانون کے ماہرین مقرر کیے جائیں۔

اسلحہ مومن کا زیور ہے اس لیے اسلحہ رکھنے پر پابندی ختم کی جائے لیکن دوسروں کی عزت، جان اور مال پر ڈاکہ ڈالنے والوں کے خلاف تادیبی کارروائی کرنے میں کسی تاخیر سے کام نہ لیا جائے۔ بصورت دیگر فوج اور پولیس کے علاوہ کسی کو اسلحہ رکھنے کی کسی صورت اجازت نہ دی جائے۔

اقوام متحدہ نے آج تک اسلامی ممالک کا کوئی مسئلہ حل نہیں کیا بلکہ امت مسلمہ کو بے شمار دفاعی واقتصادی مسائل سے دوچار کیا۔ اقوام متحدہ کی پالیسیوں کا انحصار سرمایہ کا مرہون منت ہے۔ عالمی بنک اور آئی ایم ایف کو یہودی ملٹی نیشنل کمپنیاں سرمایہ فراہم کرتی ہیں اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے اقوام متحدہ یہودی ادارہ بن چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک مسلمانوں کے حق میں کوئی قرارداد پاس نہیں ہوئی، اگر کوئی قرارداد پاس ہوئی ہے تو اس پر عمل نہیں ہوا۔ جب کوئی مظلوم مسلم ملک اقوام متحدہ کے دوہرے معیار سے تنگ آکر ظالم کے خلاف اپنا دفاع کرتا ہے تو اس کو دہشت گردوں کی لسٹ میں شامل کر کے اقتصادی پابندیوں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔ پھر اس کے خلاف فوجی کارروائی کی جاتی ہے۔ گردونواح کی دوسری ریاستوں کی بھی کڑی نگرانی شروع ہو جاتی ہے کہ اس سے کوئی رابطہ قائم نہ کرے خواہ اس کے بچے بھوک کی شدت سے تڑپ تڑپ کر مر جائیں یا بیمار ہو کر دم توڑ جائیں۔ ایسے نازک موقع پر اقوام متحدہ ان این جی اوز کو اجازت دیتی ہے جو خوراک وادویات کی آڑ میں ان کو اسلام سے برگشتہ کر کے عیسائیت میں شامل ہونے کی دعوت دیتی ہیں۔ جو قبول کر لیتے ہیں ان کو یورپ وامریکہ میں لے جا کر برین واشنگ کی جاتی ہے یہی تو اسلام اور مسلمانوں کو مغلوب کرنے کا صہیونی منصوبہ ہے۔

مشرقی تیمور میں عیسائیوں کی آزادی کا مسئلہ تھا تو فوراً استصواب رائے کی قرارداد پر عمل ہوا لیکن ۵۳ سال سے کشمیر کی قرارداد پر عمل نہیں ہوا۔ فلسطین، فلپائن اور چیچنیا میں ظلم ڈھائے جا رہے ہیں لیکن اقوام متحدہ ٹس سے مس نہیں۔ جب اقوامِ متحدہ صہیونی پالیسی کا ترجمان بن چکا ہو، سلامتی کونسل اور آئی ایم ایف کے فیصلے طاقت اور سرمایہ کے بل بوتے پر ہوتے ہوں اور کسی مسلم ملک کے پاس ویٹو پاور بھی نہ ہو تو ایسی اقوام متحدہ میں شامل رہنا پرلے درجے کی حماقت ہے۔ لہٰذا مسلم ممالک کو اقوام متحدہ کا بائیکاٹ کر کے خلافت اسلامیہ کے پرچم تلے اسلامی بلاک تشکیل دینا چاہیے۔

اسلامی ممالک لاکھوں جانوں کی قربانی دے کر یورپی اقوام سے آزاد ہوئے تو ابتدائی کٹھن حالات میں کسی سامراجی قوت نے مالی تعاون کی پیش کش نہ کی، جب پاؤں پہ کھڑے ہو گئے تو یہودی مالی اداروں نے غیر پیداواری سکیموں کی آڑ میں سودی قرضوں کا سلسلہ شروع کیا جس کے سبب آج اسلامی ممالک اربوں ڈالر کے مقروض ہو چکے ہیں۔ اسلامی ملک میں پیدا ہونے والا ہر بچہ ہزاروں کا مقروض ہے۔ سامراجی ایجنٹ ان قرضوں کے چکر میں کالا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دھندا کرتے رہے جن کے کھربوں روپے انہی یہودی بنکوں میں جمع ہیں۔ پوری دنیا کی معیشت ایک ہزار ملٹی نیشنل کمپنیوں کے کنٹرول میں ہے جن میں ۴۸۴ کمپنیوں پر یہودی اجارہ داری ہے۔ کسی اسلامی ملک کے سالانہ بجٹ سے ایک معروف یہودی کمپنی کا سالانہ منافع زیادہ ہوتا ہے جو اپنے بینکوں میں جمع کراتے ہیں۔

یہودی ساہوکار ہر دو طریقوں سے اکٹھا کیا ہوا سرمایہ پھر اسی ملک کو کڑی شرائط پر بھاری شرح سود پر قرضہ کی صورت میں دیتے ہیں۔ اس لیے ترقی پذیر خصوصاً اسلامی ممالک میں یہودی اداروں کے اشارے پر حکومتیں بنتی ہیں اور ٹوٹتی ہیں، وہ اس قدر بااختیار ہیں کہ ان کی مرضی کے بغیر مقروض ملک کی دفاعی، اقتصادی، تعلیمی و ذرائع ابلاغ کے شعبوں کی پالیسی نہیں بن سکتی اس طرح یہودی ساہوکاروں نے مقروض ممالک کی آزادی سلب کر رکھی ہے۔

مقروض مسلم ممالک میں سودی قسط ادا کرنے کے لیے ملک کے حساس نوعیت کے محکمے اور مقامات نج کاری کی آڑ میں بلا امتیاز مسلم یا غیر مسلم خصوصاً یہودی کو فروخت ہو رہے ہیں۔

نج کاری پرائیویٹائزیشن پر پابندی عائد کی جائے۔ قرضوں کا اصل زر واپس کیا جائے۔ سودی رقم دینے سے انکار کر دیا جائے۔ آئندہ سودی قرضہ نہ لینے کا آئینی عہد کیا جائے۔ یہودی کمپنیوں کی مصنوعات کی درآمد پر پابندی عائد کی جائے۔ درآمدی و برآمدی پالیسی میں مسلم ممالک کو ترجیح دی جائے۔ اسلامی منڈی کا قیام عمل میں لایا جائے۔

یہ حقیقت ہے کہ قرون اولیٰ میں یہودی سازش سے مسلمانوں کی تلواریں ایک دوسرے سے ٹکرائیں تو ہزاروں افراد لقمہ اجل بن گئے، جب منافقت کا راز فاش ہو جاتا تو وہ ایک دوسرے سے بغل گیر ہو جاتے۔ ایک گروہ کا سربراہ دوسرے گروہ کے امیر کی بیعت کر لیتا، وہ باہم شیر وشکر ہو کر دشمن کے خلاف سینہ سپر ہو جاتے، وہ حق کے پرستار اور اسلام کے مخلص خدمتگار تھے، کرسی کے طلب گار نہ تھے، وہ روز محشر کے خوف سے امارت وخلافت کی ذمہ داری کا بوجھ اٹھانے سے کوسوں دور بھاگتے تھے۔

جبکہ موجودہ دور کے جمہوری نظام نے امت مسلمہ کے ذہن میں اقتدار کا نشہ مسلط کر دیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ ہر ایک کرسی پر براجمان ہونے کے لیے بے چین و بے قرار ہے۔ سیکولر نظام نے مسلم معاشرہ کی جڑ کو کھوکھلا کر دیا ہے۔ مسلم ریاستوں کے سربراہ قرآن وسنت کو پس پشت ڈال کر کثرت رائے کے مطابق حکومتی امور سرانجام دے رہے ہیں۔ اگرچہ ان سنگین حالات میں اہل خیر کا فرض اولین ہے کہ وہ آپس میں روحانی انقلاب برپا کرنے کے لیے اتحاد کریں۔ لیکن ایسی سیاسی جماعتوں کو ہرگز شامل نہ کریں جنہوں نے جمہوریت کی کوکھ سے جنم لیا ہو اور وہ دینی حلقوں میں جمہوری نظام کی آبیاری کر رہی ہوں حتی کہ خلافت کو بھی ''عامہ'' (ریاست کے ہر شہری) کے تابع کرنے پر زور دے رہی ہوں۔ اگر اس قسم کی جماعتیں تحریک میں شامل ہوں گی تو خدشہ ہے کہ تحریک عروج پر ہو تو وہ خود یا کسی خفیہ قوت کے اشارے پر الیکشن کے میدان میں کود جائیں۔

ایسا پیشہ ور طبقہ جو فروعی مسائل کی بنیاد پر فرقہ واریت پھیلا کر امت مسلمہ میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت کی دیوار حائل کر رہا ہے ایسے صاحبان کو تحریک میں کسی صورت شامل نہ کیا جائے۔

دینی جماعتوں میں تیسرا طبقہ ایسا ہے کہ جو خود تو الیکشن میں حصہ لے کر کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوسکتا البتہ کسی سیاسی جماعت کے ساتھ انتخابی معاہدہ کر کے اسلامی نظام قائم کرنے کے لیے کوشاں ہے۔ یہ درست ہے کہ تاریخ میں ایسی تحریکیں گزری ہیں جن میں علماء نے علاقائی امراء کا ساتھ دیا تو انہوں نے کامیاب ہو کر شرعی قانون کا نفاذ کیا۔ میں ان کی غلط فہمی دور کر دوں کہ وہ سلاطین، عسکری میدان میں سرگرم عمل تھے۔ جمہوری سیاست ہرگز نہ تھی۔ اس قسم کی دینی جماعتوں کو شامل ہونے کی دعوت دو لیکن ان سے عہد لیا جائے کہ وہ آئندہ کسی الیکشن میں حصہ نہ لیں گی۔

اس قسم کی تحریک میں مراعات یافتہ جماعتیں اور افراد شامل نہ ہوں گے، اس کی پرواہ نہ کریں کیونکہ تحریک میں مراعات نہیں خطرات کا سامنا ہے۔ یہ الفت کا نہیں عزیمت کا سفر ہے۔ عوام کی خوشنودی نہیں مرضی الٰہی ہے۔ حصول حکومت کا نہیں اصلاح حکومت کا سفر ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتخابی سیاست، سرمایہ، برادری اور جھوٹ کی بنیاد پر پروان چڑھتی ہے۔ اس کی منزل اقتدار کی کرسی ہے جبکہ انقلابی سیاست کی بنیاد ذہنی صلاحیت، قابلیت اور کارکردگی پر استوار ہوتی ہے۔ اس کی منزل راہنمائی کا جذبہ ہوتا ہے۔

انتخابی سیاست میں چند افراد کا تقویٰ بہت جلد سیاسی مصلحت کا شکار ہو جاتا ہے اس کے برعکس انقلابی سیاست کا طریقہ کار قیادت کے تقویٰ کو مضبوط اور پائیدار کرتا ہے اور وہ تحریک فولادی قوت اختیار کر لیتی ہے پھر اس تحریک سے قیادت کے نایاب ہیرے اس طرح منظر عام پر آ جاتے ہیں جس طرح لہریں سمندر کی گہرائی سے موتیوں کو نکال کر ساحل پر پھینک دیتی ہیں۔

جب قیادت کا ہدف یہودی پروٹوکول کی پیش قدمی کے سامنے آہنی دیوار کھڑی کرنا ہو اور جس کا عزم اپنے ملک میں شرعی قانون کا نفاذ اور بین الاقوامی سطح پر احیائے خلافت کی منزل ہو تو قیادت اور عوام میں اخوت اسلامی کا رشتہ مضبوط تر ہوگا۔ ایک دوسرے پر اعتماد کی فضا قائم ہوگی۔ یہی وہ رشتہ ہے جو جمہوری سیاست میں قطعاً پیدا نہیں ہوتا۔ جب بے لوث قیادت اور مخلص عوام یک جان ہو جائیں گے تو وہ آہنی قوت کی صورت اختیار کر لیں گے۔ جس کا مقابلہ سامراجی ایجنٹ نہیں کر سکیں گے۔ ایسے موقع پر ایک صورت حال ضرور پیدا ہوگی کہ برسر اقتدار قوت، تحریک کے لائحہ عمل قرآن وسنت کے نفاذ کو عملی جامہ پہنائے گی یا اسے اقتدار کی کرسی چھوڑ کر دیار غیر میں پناہ لینا پڑے گی۔

دعوت وجہاد کا چولی دامن کا ساتھ ہے:

جہاد اسلام کی روح ہے لیکن جہاد سے پہلے دعوت واصلاح مقدم ہے۔ ہمارے اسلاف دعوت وجہاد کا پرچم لے کر نکلے تو کرۂ ارض کے نصف حصہ پر اسلام کا پرچم لہرا دیا۔ جہاں قدم رکھتے پہلے اسلام کی دعوت دیتے پھر جزیہ کی شرط پیش کرتے بصورت دیگر تلوار سے فیصلے کرنے کا اعلان کرتے۔ وسط ایشیاء کے علاقہ سمرقند میں قتیبہ بن مسلم کی سپہ سالاری میں مسلمان کافی دنوں کی لڑائی کے بعد فتح یاب ہوئے تو وہاں کے لوگوں نے قاضی عساکرؒ کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سامنے شکایت کی کہ سپہ سالار نے ہمیں دعوت نہیں دی، تصدیق ہونے پر فوراً مسلمانوں کو شہر خالی کرنے کا حکم دے دیا گیا۔ جب سپہ سالار نے قاضی کے حکم پر شہر خالی کر دیا، وہاں کے لوگ عدل وانصاف سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ اسلامی ممالک کے پاس دفاع کے لیے فوج ہے۔ فوجی سپاہیوں کے دل میں دشمن کے خلاف لڑنے کا جذبہ بھی ہے مگر وہ تعلیم وتزکیہ سے محروم ہے کیونکہ سوائے دو تین کے اسلامی ریاستیں اپنے ملک کے اندر امر بالمعروف نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینے سے عاری ہیں۔ اس لیے وہ دوسروں کو حملہ کرنے سے پیشتر اسلام کی دعوت کیسے دے سکتے ہیں جبکہ اسلامی معاشرہ میں بعض تنظیمیں ایسی ہیں جو امر بالمعروف کا فریضہ تو سرانجام دے رہی ہیں لیکن نہی عن المنکر کا فریضہ زبان سے بھی ادا کرنا بھی ضروری نہیں سمجھتی۔ جبکہ اسلام یں دعوت وجہاد کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ لیکن مسلم حکومتیں اس فریضہ سے غافل ہیں۔ اسی لیے وہ اغیار کے سامنے بھیگی بلی بن جاتی ہیں، اور اپنے ملک کے کمزوروں کے لیے خونخوار بھیڑیا۔

کیا آپ خلافت کے خاتمہ سے لے کر اب تک کسی اسلامی ملک کی مثال پیش کر سکتے ہیں، جس نے ملت کفر کو ظلم سے باز رہنے اور اسلام کی دعوت دینے کا فریضہ ادا کیا ہو۔ بالفرض کوئی صاحب مثال پیش کرے تو آپ اتنا پوچھ سکتے ہیں کہ اس کی دعوت پر کس نے اسلام قبول کیا ہے اگر نہیں تو جزیہ کا معاہدہ پیش کرو بصورت دیگر داعی نے اس کے خلاف اعلان جنگ کرنے کا حق ادا کیا ہو ایسا ہرگز نہیں۔

اس لیے کوئی اسلامی ملک اس قدر مستحکم نہیں کہ وہ ملتِ کفر کو دعوت کا پیغام دے کہ تیرے درد کی دوا رب کے قرآن اور ہمارے ہادی کائنات ﷺ کے فرمان میں ہے! اسلام کو غالب کرنے کے لیے ایسے صاحب اقتدار کی ضرورت ہے جو عالم کفر میں دعوت وجہاد کا پرچم بلند کرے اور ظالم وجابر قوتوں کو فلسطین، کشمیر، چیچنیا، فلپائن کے مظلوم مسلمانوں پر ظلم سے باز رہنے کا الٹی میٹم دے لیکن موجودہ دور کے حکمرانوں کی پالیسی دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ صہیونی ورلڈ آرڈر کی سیکولر ڈرپ سے ان کے گرم خون کے ذرات منجمد ہو چکے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلیبی جنگ کے دوران فرانس کا بادشاہ لوئیس جب مسلمانوں کی قید سے آزاد ہو کر واپس آیا تو اس نے اپنے ارباب حل وعقد سے مل کر مشترکہ حکمت عملی پر مبنی لائحہ عمل تیار کروایا کہ یورپ کو مسلمانوں کی یلغار سے بچاؤ کے لیے نہر سویز کے مشرق میں ایک ایسی ریاست قائم کردی جائے جو مغرب کی وفادار ہو اور مسلمانوں کی ازلی دشمن ہو۔ صلیبی صیہونی گٹھ جوڑ کے بعد اسرائیل قائم ہوگیا تو خلیجی ریاستیں اسے عرب قوم کا مسئلہ بنا کر کانفرنسیں کرتی رہیں، کوئی متفقہ لائحہ عمل اپنا نہ سکے۔ اسرائیل شہ زور ہوتا گیا وہ ان کے دانت کھٹے کرتا رہا۔ حتی کہ یہود نے مسجد اقصیٰ کو آگ لگا دی تب بھی او۔ آئی۔ سی کی کارکردگی دعوت وجہاد کے میدان میں صفر رہی۔

آج کا طالب علم تاریخ اسلام کے اوراق پڑھ کر یقین کرنے سے قاصر ہے کہ یہ وہی مسلمان ہیں کہ جن کے اسلاف کے نام سن کر قیصر وکسریٰ کے محل لرزہ براندام ہو جاتے تھے۔ چین کا خاقان خراج دینے کی اپیل کرتا تھا، فرانس کے دروازے پر مسلمانوں کی دستک سن کر یورپ میں کھلبلی مچ جاتی تھی۔ آج اسی امت مسلمہ کے سربراہان مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کا بدلہ لینے کے لیے صرف گفت وشنید کرتے رہے، ادھر یہود ونصاریٰ کی افواج نے خلیجی علاقہ میں داخل ہو کر حرمین شریفین کا گھیراؤ کرلیا ہے۔ دراصل یہ صیہونی منصوبہ کا حصہ ہے جس میں اسرائیل کو وسعت دے کر نیل سے لے کر فرات تک قبضہ کرنا مذکور ہے اس نقشہ میں مدینہ منورہ بھی شامل ہے۔☆

جب تک او۔ آئی۔ سی یا ابتدائی سطح پر چند اسلامی ممالک مل کر صیہونی ورلڈ آرڈر کے خلاف بغاوت کرکے ''مدنی ورلڈ آرڈر'' پر متفق نہیں ہو جاتے۔ یہودی اقوام متحدہ سے بائیکاٹ کرکے خلافت اسلامیہ قائم نہیں کرتے، اپنے ملک میں یہود ونصاریٰ کی کمپنیوں کو دی گئی مراعات ختم کرنے کا اعلان نہیں کرتے، یہودی مصنوعات کے بائیکاٹ کا اعلان نہیں کرتے، امریکہ ویورپ کے بنکوں سے رقوم نہیں نکلوا لیتے، دفاعی معاہدہ کرکے اپنی فوج کے

☆ اور یہ نقشہ اسرائیل کی پارلیمنٹ (کنیسا) پر موجود ہے۔ (رضی الدین سیّد)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تزکیہ نفس کا اہتمام کر کے ملت کفر کے خلاف دعوت و جہاد کا پرچم بلند نہیں کرتے، اس وقت تک مسلمانوں میں کسی قسم کے اتحاد کا اعلان مؤثر ہوسکتا ہے نہ ایسا اتحاد خلافت کا حقدار بن سکتا ہے۔

میں اقوام متحدہ میں شامل مسلم ممالک کی طرف نگاہ دوڑاتا ہوں کہ کوئی تو ایسا ملک نظر آئے جو ملت کفر کے سرپرست، اسرائیل کے خلاف اعلان جہاد کر کے مسلم عوام کے دل جیت لے۔ اس لیے کہ ہر مسلم حکومت کے سامنے اقتصادی ودفاعی مجبوریوں کے علاوہ اقوام متحدہ کے ضابطوں کی دیوار حائل ہے اس لیے وہ صہیونی ورلڈ آرڈر کے خلاف بغاوت نہیں کر سکتے۔ چنانچہ ہر اسلامی ملک میں ایسی تحریک کی ضرورت ہے جس کا ہدف یہودیوں کی بیخ کنی ہو اور احیائے خلافت جس کی منزل ہو۔ جو امت مسلمہ کی نشاۃ ثانیہ پیدا کرے اور اسلامی سربراہان کو ان کے فرائض منصبی سے آگاہ کرے۔ ☆

☆ پندرہ روزہ "المنبر" ۱ تا ۳۱ جولائی ۲۰۰۲ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہلیت کا معیار

جمہوریت میں حکومت کی تشکیل عوام کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ سیاسی جماعتیں عوام کی رائے کو منظم کرتی ہیں۔ عوام بالغ رائے دہی کی بنیاد پر انتخابات کے موقع پر اپنی مرضی کے نمائندوں کے لیے اپنا حق رائے دہی استعمال کرتے ہیں۔ یہی منتخب نمائندے کثرت رائے کی بنیاد پر سربراہ چنتے ہیں اور قانون سازی کے امور سرانجام دیتے ہیں۔ اُن کو انتظامیہ پر دسترس حاصل ہوتی ہے۔ حکم عدولی کی صورت میں متعلقہ افسر کو معطل اور تبادلے کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ قومی سطح پر مشورہ دینے والوں کو حلقے کے تعمیراتی کاموں کی آڑ میں بے پناہ مالی گرانٹ دی جاتی ہے۔ مخصوص طبقہ دراصل عوام کے نام پر حکومت کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عوام آئندہ انتخابات میں ان امیدواروں کے حق میں رائے کا اظہار کرتے ہیں جو ان کے ذاتی جائز و ناجائز کام میں معاونت کرتے ہیں۔ بلاشبہ عوام میں باشعور طبقہ بھی ہے جو وطن کے استحکام اور قومی تعمیر و ترقی میں خاطر خواہ کردار ادا کرنے والے امیدواروں کے حق میں ووٹ کا حق استعمال کرتے ہیں لیکن ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے۔

قرآن حکیم رشد و ہدایت کا محور ہے۔ اللہ ذوالجلال نے عہدے داروں کی اہلیت و صلاحیت کا معیار بیان فرمایا ہے۔ شاہ مصر نے حضرت یوسف کو نامزد کیا تو اُن سے کہا:

﴿إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ﴾ [یوسف : ۵۴]

"آپ ہمارے ہاں آج سے ذی عزت اور امانت دار ہیں۔"

حضرت موسیٰ مدین میں تشریف لے گئے حضرت شعیب کی بیٹیوں نے انھیں اپنے ہاں خدمت کے لیے مقرر کرنے کی بات کی تو اُن کی دو صفات بیان کیں:

﴿إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ﴾ [القصص : ۲۶]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''بے شک ایک بہتر ملازم جو آپ رکھیں وہی ہو سکتا ہے جو طاقت ور اور امانت دار ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے طالوت کو بادشاہ بنا کر بھیجا تو انھوں نے یہ کہہ کر انکار کیا کہ اس کے پاس دولت کی وسعت نہیں ہے۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا:

﴿إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ﴾

[البقرة: ٢٤٧]

''اسے اللہ نے تم پر چن لیا اور اسے علم اور جسم میں کشادگی زیادہ دی۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عہدے کے لحاظ سے علم، قوت اور امانت کی خوبیوں کا تذکرہ کیا۔

اہل و قابل افراد کا چناؤ عوام الناس کے بس کا روگ نہیں بلکہ باشعور طبقے کی ذمہ داری ہے جو قومی مفاد کو مدنظر رکھ کر امیر کا چناؤ کریں۔ موقف کی تائید کے لیے خلفائے راشدین کے دور کا واقعہ پیشِ خدمت ہے:

حضرت عمر نے اپنی زندگی کا آخری حج کیا وہاں حضرت عبدالرحمان بن عوف نے کسی شخص کو یہ کہتے سنا کہ ''اگر عمر کا انتقال ہو گیا تو میں فلاں شخص کی بیعت کروں گا۔'' یہ بات حضرت عمر کو پہنچی تو انھوں نے فوراً عام مسلمانوں سے خطاب کر کے اس کے بارے میں واضح ہدایات جاری کرنے کا فیصلہ کیا مگر حضرت عبدالرحمان کے کہنے پر کہ اس مجمع میں ہر سطح کے لوگ ہوں گے کوئی آپ کی بات سمجھ سکے گا کوئی نہیں سمجھ سکے گا پھر جیسی کیسی سمجھ آئی ہو گی وہ اس کے مطابق آپ کی بات کو کیا سے کیا مطلب دے دیں گے۔ آپ مہربانی فرمائیں اور مدینہ منورہ جا کر یہ بات کریں تو بہتر ہو گا۔ کیونکہ وہ دار الہجرت ہے وہی سنت رسول کا مرکز اور فقہاء کا شہر ہے...... حضرت عمر نے ان کی یہ بات تسلیم کر لی۔ (بخاری، حدیث: ٦٨٣٠)

جب حضرت عمر کو خنجر کا زخم لگ گیا اور ان کے بچنے کی امید نہ رہی تو صحابہ نے ان سے اپنا جانشین مقرر کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے غالباً حج پر مکہ مکرمہ میں پیش آنے والے واقعہ کو سامنے رکھتے ہوئے جلیل القدر صحابہ کی کمیٹی بنائی جس میں حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت سعد اور حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی شامل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ ان حضرات کی اہلیت کا معیار انھوں نے یوں بتایا کہ ''میری نظر میں امر خلافت کے لیے ان حضرات کے علاوہ کوئی اہل نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ جب اس دنیا سے تشریف لے گئے وہ ان سے راضی تھے۔'' (صحیح بخاری، حدیث: ۳۷۰۰)

اسلام سول اور فوجی میں فرق رکھنے کا روادار نہیں نبی کریم ﷺ فوج کی کمانڈ کرتے رہے۔ خلفائے راشدین دور نبوی میں غزوات میں شریک رہے، خلافت کے سنہرے دور میں امیر مملکت نے محاذِ جنگ میں فوج کی کمانڈنگ کا فریضہ بھی سرانجام دیا۔ چنانچہ فوج، عدلیہ اور انتظامیہ کے سربراہان اور معروف قومی راہنما مل کر غور وفکر کریں۔ مختلف ناموں پر بحث مباحثہ کرنے کے بعد جو شخصیت اسلام کی سربلندی، وطن کی یک جہتی وترقی اور عوام کی فلاح و بہبود کے لیے مفید اور کارآمد نظر آئے اتفاق رائے سے یکے بعد دیگرے ان پر بیعت کریں۔ پھر ریفرنڈم کے ذریعے عوامی بیعت کا اہتمام کریں۔ پاکستان میں سانحہ پشاور کے بعد سول، فوج اور سیاسی لیڈروں نے اجلاس میں دہشت گردی کے خاتمے کے لیے نیشنل ایکشن پلان پر اتفاق کیا جس کے مثبت نتائج برآمد ہوئے۔ اگر خلوص نیت سے چاہیں تو ملک کے سربراہ منتخب کرنے پر بھی اتفاق کر سکتے ہیں۔ قرآن حکیم نے مومن کی ایک خوبی کا تذکرہ یوں کیا ہے:

﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ﴾ [الشوری : ۳۸]

''ان کا (ہر) کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے۔''

مشاورت کے حکم کی وجہ سے جمہوری نظام کی تائید کرنا درست فعل نہیں کیونکہ جمہوریت میں ہر بالغ شہری کو بلافہم وفراست ووٹ دینے کا حق حاصل ہوتا ہے جبکہ اسلام میں چند خصوصیات کے حامل افراد کو مشورہ دینے کا اہل قرار دیا ہے۔ رائے دینے والا نمازی اور زکاۃ ادا کرنے والا ہو۔ مذکورہ آیت میں جہاں مشورے کا تذکرہ ہے وہاں دیگر خوبیوں کا بھی بیان ہے:

''وہ نماز قائم کرتے ہیں اور رب کے مال سے خرچ کرتے ہیں۔''

مشاورت مقدس امانت ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

المستشار مؤتمن. (متفق علیه)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی جن سے مشورہ لیا جاتا ہے، وہ خود کو ایسے سمجھیں جیسے کوئی امانت ان کے پاس رکھی گئی ہے (اور اس کی واپسی کا مطالبہ کیا جا رہا ہے)۔

مشیر کا فرض منصبی ہے کہ وہ ذاتی و گروہی مفاد سے بالاتر ہو کر اسلام کے فروغ اور شہریوں کی فلاح و بہبود کے لیے بہتر مشورہ دے۔

رائے دینے کا حق دار وہ ہے جو معاملے کو جانتا ہو۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۝﴾ [النحل: ٤٣]

''اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھ لو۔''

اہل ذکر سے مراد اہل علم ہیں۔ امن یا خوف کے مسئلے کے بارے میں ذہنی الجھن ہو کہ کیا کروں تو تحقیق کرنے والے سے پوچھے:

﴿لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ﴾ [النساء: ٨٣]

اور اپنے میں سے ایسی باتوں کی تہ تک پہنچنے والوں کے حوالے کر دیتے تو اس کی حقیقت وہ لوگ معلوم کر لیتے۔

ریاست کے ہر شہری کو امیر کے چناؤ کا اختیار دینا جمہوریت ہے جبکہ اہل ایمان میں سے امین، اہل ذکر اور تحقیق صفت کو چناؤ کی ذمہ داری سونپنا نظام شورائی ہے۔

حضرت محمد ﷺ معاملے کی نوعیت کو مدنظر رکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرتے تھے۔ اگر معاملہ فنی نوعیت کا ہوتا تو جو صحابی اس فن میں ماہر ہوتا آپ ﷺ اس سے مشورہ کرتے مثلاً بدر و خیبر میں پڑاؤ ڈالنے کے بارے حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا اور غزوہ احزاب کے موقع پر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے کو قبول کیا۔ اگر عمومی نوعیت کا مسئلہ درپیش ہوتا تو آپ ﷺ مجلس کے حاضرین سے مشورہ طلب کرتے جیسے غزوات کے موقع پر حاضر حال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رائے لی۔ البتہ معاملہ اہم اور خاص نوعیت کا درپیش ہوتا تو آپ ﷺ مخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرتے تھے۔ مثلاً رب کے حکم سے نبی کریم ﷺ کو ہجرت کرنے کا حکم ہوا تو آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا۔ آپ نے کسی اور صحابی کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آگاہ تک نہیں کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بستر پر سلا دیا لیکن ان کو بھی نہ بتایا اور نہ مشورہ کیا۔ اس میں حکمت یہ تھی جب کفار صبح پوچھیں کہ نبی کریم ﷺ کہاں ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ کی زبان سے سچی گواہی کا اظہار ہو کہ مجھے علم نہیں ہے۔

رہبر کامل ﷺ اور خلفائے راشدین درپیش دنیوی معاملات میں اہل شوریٰ سے مشورہ کرتے۔ وہ عوام کی رائے (ووٹ) سے منتخب نہ ہوئے تھے بلکہ دعوتی، تحریکی اور جہادی خدمات کی وجہ سے معروف تھے۔ کائنات ارض میں بے شمار علوم وفنون ہیں اسی طرح حکومت کے مختلف شعبے ہیں چنانچہ کسی تعلیم یافتہ شہری کا حکومت کو درپیش تمام معاملات میں احسن انداز میں رائے دینا مشکل امر ہے مثلاً میڈیسن سے متعلق بحث کرنا مقصود ہو تو ڈاکٹر سے رائے لینا درست اور انجینئر سے رائے لینا غیر دانش مندانہ فعل ہے۔

جمہوری نظام میں سرمایہ دار اور جاگیر دار طبقہ ہی اثر ورسوخ کی وجہ سے منتخب ہوتا ہے۔ وہ عموماً دفاع، خارجہ اور آئینی معاملات وغیرہ میں پرکھ کر رائے دینے کی صلاحیت سے بہرہ ور نہیں ہوتے۔ چنانچہ حکومت کے مختلف شعبوں کی اصلاح وترقی کے لیے الگ الگ ارکان کا انتخاب کیا جائے، مثلاً آئینی وقانونی اصلاح کے لیے وکلاء برادری، علمی ترقی کے لیے ماہرین تعلیم، دفاعی معاملات کے لیے ریٹائر فوجی، صنعت وحرفت کے لیے معروف صنعت کار، زرعی ترقی کے لیے کسان برادری وغیرہ۔ مختلف شعبوں کی ترقی واصلاح کے لیے معروف اہل افراد کے نام طلب کیے جائیں غور وفکر اور تحقیق کے بعد حسب ضرورت چند پر اتفاق کیا جائے تاہم بدعنوانی اور بے انصافی سے دامن بچانے کے لیے ان کو اختیارات نہ دیے جائیں۔ اس طرح امارتی وشورائی نظام صوبائی اور لوکل سطح پر رائج کیا جاسکتا ہے۔

قومی اداروں میں اہم کردار ادا کرنے والوں کا انسانی خود ساختہ دستور کے تحفظ کے لیے حلف اٹھانا جمہوریت ہے جبکہ اللہ کی کتاب اور نبی کی سنت کے تحفظ اور نفاذ کے لیے حلف اٹھانا نظام خلافت ہے۔ ☆

☆ الاعتصام، ۱۹ تا ۲۵ اگست ۲۰۱۶ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عصر حاضر/اسلام/متبادل سیاسی نظام

دین اسلام اللہ کا آخری اور جامع و اکمل ضابطہ حیات ہے جو بنی نوع انسان کے معاشرتی، تمدنی، سیاسی، اخلاقی اور معاشی پہلوؤں پر محیط ہے۔ انسانی خودساختہ قوانین دنیاوی ترقی کو مدنظر رکھ کر وضع کیے جاتے ہیں، جبکہ خالق کائنات کے نازل کردہ ضابطے دنیا و آخرت کی فلاح کی ضمانت فراہم کرتے ہیں۔

قرآن حکیم اللہ کی نازل کردہ آخری کتاب ہے۔ خاتم النبیین محمد ﷺ کی سیرت طیبہ اس کی تفسیر ہے۔ انسانی خودساختہ آئین میں کثرت رائے سے ترمیم ہوسکتی ہے لیکن آئین الٰہی میں کسی کو ترمیم کا حق حاصل نہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو یقیناً عمر بن خطاب ہوتے۔ (ترمذی) انھوں نے عورتوں کا حق مہر مقرر کرنا چاہا تو بڑھیا نے فوراً ٹوک دیا جب اللہ نے حق مہر مقرر نہیں کیا تو آپ کیوں کر رہے ہیں؟ اس لیے اسلام کا دستور ناقابل ترمیم ہے جس میں کسی کو رد و بدل کرنے کا اختیار حاصل نہیں۔ چنانچہ

اسلامی ریاست کا دستور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہے

اہل اجتہاد اس کے نفاذ کا لائحہ عمل اور جدید دور کے پیش آمدہ مسائل کے حل کے لیے اجتہادی فیصلہ کرنے کے مجاز ہیں تاہم وضع شدہ ضابطے قرآن وسنت سے متصادم نہ ہوں البتہ وفاقی شرعی عدالت کو آئینی اختیار حاصل ہو کہ مسلم شہری کی درخواست پر قومی وصوبائی اسمبلی کے پاس کردہ قوانین یا صدر و گورنر کے صادر کردہ احکامات کو اس بنا پر کالعدم قرار دینے کا اختیار رکھتی ہو کہ وہ قرآن وسنت سے مطابقت نہیں رکھتے۔

نبی کریم ﷺ کی دعوت پر لبیک کہنے والے تمام صحابہ کرام کو رضی اللہ عنہم کا سرٹیفکیٹ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل ہوا۔ انھوں نے دعوت و جہاد کے میدان میں قربانیوں کی لازوال داستان رقم کی۔ اس دوران اُن کی خداداد خوبیاں نکھر کر سامنے آگئیں۔ جن کو مدنظر رکھ کر نبی کریم ﷺ نے اہم ذمہ داریاں ان کے سپرد کیں۔ تاہم دعوت وعزیمت کے سفر میں نمایاں خصوصیات کی بنا پر ان کے مرتبہ و مقام میں فرق ہے۔ عشرہ مبشرہ کو جو مخصوص اعزاز حاصل ہوا وہ دیگر صحابہ کرام کو نہیں۔ اُن کے بعد اہل بدر، پھر بیعت رضوان میں شامل ہونے والوں کا مقام ہے۔ خلفاء راشدین نے اپنے دور میں اس معیار کو برقرار رکھا۔

تاریخ شاہد ہے کہ خلفاء کے تقرر میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حصہ نہیں لیا۔ بلکہ اُن سے چند اہل حل وعقد خصوصاً عشرہ مبشرہ نے خلیفہ کے انتخاب میں مرکزی کردار ادا کیا۔ بعد ازاں دیگر صحابہ کرام و تابعین نے اطاعت کے اظہار کے لیے بیعت کی۔

عصر حاضر میں جس تحریک کی جدوجہد سے ریاست میں اسلامی انقلاب کی فضا سازگار ہو جائے اُس تحریک میں فعال کردار ادا کرنے والوں کا اہل حل وعقد اور تحریکی قائد کو امیر تسلیم کرنا اسلاف کا منہج ہے۔

ڈاکٹر عبد اللہ الطریقی (پروفیسر سیاست شرعی جامعہ محمد بن سعود الاسلامیہ ریاض، سعودی عرب) نے اہل شوریٰ اور اہل حل وعقد کے درمیان اس طرح موازنہ کیا ہے۔

اہل شوریٰ امام کے مطالبے پر مشورہ دیتے ہیں جبکہ اہل حل وعقد امام (حکمران) کا بھی تعین کرتے ہیں۔

اہل شوریٰ صرف اہل علم سمجھے جاتے ہیں جبکہ اہل حل وعقد اہل علم ہونے کے ساتھ ساتھ طاقتور اور مؤثر لوگ ہوتے ہیں۔ (ماخوذ اہل حل وعقد)

عصر حاضر میں اُن کا تعین کس طرح ممکن ہے؟

اہل شوریٰ: سرور کائنات ﷺ نے بدر و خیبر کے غزوات میں فوج کا پڑاؤ ڈالنے کے بارے میں حربی ماہر حباب بن منذر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا اور ان کی رائے پر عمل کیا۔ موجودہ دور میں روز زندگی کا مشاہدہ ہے کہ جس قسم کا مسئلہ درپیش ہو اس کے متعلقہ ماہر سے مشورہ کیا جاتا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ مثلاً اگر کوئی مریض ہے تو جسمانی طبیب سے مشورہ کیا جاتا ہے۔ عدالتی مقدمہ درپیش ہوتو وکیل سے رجوع کیا جاتا ہے۔ تعمیر کا معمہ ہوتو انجینئر کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں۔ اسی طرح شرعی امور سے آگاہی مطلوب ہوتو شرعی علوم کے ماہر عالم سے استفسار کیا جاتا ہے۔

اسلامی ریاست میں علمی وفنی ماہرین موجود ہوتے ہیں۔ جن کی اہلیت، ذہانت اور دیانت معاشرہ میں معروف ہوتی ہے لیکن انتخابی عمل میں اُن کی کامیابی کے امکان نہیں ہوتے ضرورت اس امر کی ہے کہ شرعی وزرعی، صنعتی وتعلیمی، معاشرتی اور دفاعی ماہرین کو مشیر مقرر کیا جائے تاکہ سربراہ ریاست کو جس شعبہ کی ترقی وفلاح پر غور کرنا ہوتو اس کے ماہرین سے مشورہ کرلے۔

اہل حل وعقد: مجلس شوریٰ کے تمام ارکان اہل حل وعقد میں شامل نہیں ہوتے البتہ اہل حل وعقد کا ہر رکن شوریٰ کا رکن ہوتا ہے۔ حربی ماہر حباب بن منذر رضی اللہ عنہ مشیر تو تھے لیکن اہل وعقد میں شامل نہیں تھے۔

عشرہ مبشرہ (اہل حل وعقد) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ووٹوں سے منتخب نہیں ہوئے بلکہ دعوت وجہاد کی تحریک میں اہلیت وصلاحیت اور کارکردگی کی بنا پر اہل حل وعقد کے مقام پر فائز ہوئے۔

موجودہ دور میں فوج کا چیف کمانڈر سپاہیوں کے اور عدالت عالیہ کا چیف جسٹس وکلاء (تعلیم یافتہ طبقہ) کے ووٹوں سے منتخب نہیں ہوتے تو حکومت کے تمام شعبوں کے سربراہ کا چناؤ کرنے والے اہل حل وعقد کو خواندہ وناخواندہ عوام کے ووٹوں سے منتخب کرنا دانش مندانہ فعل نہیں۔

عشرہ مبشرہ صحابہ کرام نے غزوات میں بھرپور حصہ لیا اور خلفاء راشدین کے دور میں فوجی مہمات میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ سیّدنا علی المرتضیٰ چیف جسٹس کے عہدہ پر فائز رہے۔ دین اسلام میں سول وفوجی کا کوئی امتیاز نہیں اور نامزدگی میں بھی شرعی ممانعت نہیں۔ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد خلیفہ مقرر کیا۔ سیّدنا علی المرتضیٰ کی شہادت کے بعد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ (سپہ سالار) نے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی پہلے بیعت کی اس کے بعد تمام لوگوں نے بیعت کر لی۔

عصر حاضر میں بری، بحری اور فضائی افواج کے چیف آف سٹاف، سپریم دہائی کورٹس کے چیف جسٹس، انتظامیہ کے مرکزی عہدیدار اور نمایاں قومی سیاسی جماعتوں کے قائدین اسلام کی سربلندی، وطن کی یک جہتی و سلامتی اور عوام کی خیر خواہی کو پیش نظر رکھ کر بحث و مباحثہ کے بعد صلاح و مشورہ سے امیر مملکت کا چناؤ کریں۔

''شوریٰ'' کا مطلب رائے کو پختہ کرنا ہے۔ شہد کی مکھیاں جو شہد بناتی ہیں اس عمل کو عربی میں شوریٰ کہتے ہیں جس طرح وہ مختلف پھلوں اور پھولوں سے شہد تیار کرتی ہیں۔ اسی طرح مسلمان اہل شوریٰ مختلف تجاویز دیں گے۔ بحث و مباحثہ میں وہ تجاویز پختہ ہوتی چلی جائیں گی چونکہ ہر شخص کے دل میں ملت کا درد ہوگا وہ خلوص سے اختلاف بھی کرے گا اور اتفاق بھی بالآخر اجتہادی یا امارت کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

جس طرح پاکستان میں سانحہ پشاور کے بعد سول و فوجی سربراہان اور سیاسی لیڈروں نے دہشت گردی کے خاتمہ کے لیے نیشنل ایکشن پلان پر اتفاق کر لیا اگر یہی احباب خلوص نیت اور حب الوطنی کا مظاہرہ کریں تو وہ قرآن و سنت کو سپریم لا بنانے اور ریاست کے امیر کے چناؤ کرنے پر اتفاق رائے کر سکتے ہیں۔

الٰہی میری محنت کو شرف قبولیت بخش اور پاکستان کو دہشت گردوں سے محفوظ فرما اور حقیقی معنوں میں اسلام کا قلعہ بنا۔ آمین

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علم وآگہی کی ضرورت

ماضی قریب میں سرخ وسفید سامراج میں نظریاتی کشمکش رہی۔ سیاسی سکالر ایک کی مخالفت اور دوسرے کو اسلام کا لبادہ پہنانے میں صلاحیتیں صرف کرتے رہے۔ ملت اسلامیہ کی موجودہ نسل اسلام کے شورائی نظام کے خدوخال سے نابلد رہی ان کو آگاہ کرنا اہل علم کی ذمہ داری ہے۔

اسلامی حکومت میں قرآن وسنت کو سپریم لا کی حیثیت حاصل ہے۔ البتہ روزمرہ زندگی میں انفرادی واجتماعی، تشریعی اور انتظامی نوعیت کے ایسے مسائل درپیش ہوں جن میں نفع و نقصان کے دو پہلو نظر آئیں تو اسلام نے ایسے موقع پر مسلمانوں کو مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

''اور وہ لوگ جنھوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور نماز قائم کی اور ان کا کام آپس میں مشورہ کرنا ہے۔'' (الشوریٰ: ۳۸)

اس آیت میں مشاورت کا حکم نماز کے حکم کی طرح ہے۔ مشورہ کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس معاملہ کے تمام پہلو سامنے آجائیں البتہ جن سے مشورہ کیا جائے وہ اس کے اہل ہوں کہیں وہ عوام یا امیر کی رائے کو مدنظر رکھ کر دلیل تلاش نہ کریں بلکہ کتاب وسنت کی روشنی میں مسئلہ کی نوعیت پر غور وفکر کریں اور اسلام کے فروغ، وطن کے استحکام اور خدمت انسانیت کے لحاظ سے اقرب الی الحق رائے کا اظہار کریں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا معمول تھا کہ ایسے پیش آمدہ مسائل جن کے بارے میں وحی نازل ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرتے تھے۔ مثلاً اذان کا مسئلہ ہو یا بدر کے قیدیوں سے برتاؤ کا اسی طرح غزوۂ احد کے موقع پر مدینہ منورہ میں رہ کر دفاعی انداز

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختیار کیا جائے یا شہر سے باہر نکل کر کھلے میدان میں مقابلہ کیا جائے۔ تاریخ شاہد ہے نبی کریم ﷺ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے رائے طلب فرماتے۔ اگر کسی موقع پر ان کی رائے میں اختلاف ہوتا تو دیگر عشرہ مبشرہ و بدری صحابہ کرام کو بلا کر مشورہ طلب فرماتے تھے۔ اگر مسئلہ عام نوعیت کا ہوتا تو موقع پر موجود تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رائے طلب کرتے تھے۔ خلفاء راشدین کے استخلاف کے وقت عشرہ مبشرہ و اہل بدر کے باحیات اور اوس وخزرج کے سرداران اہل حل وعقد ہوتے کیونکہ یہ لوگ سابقین و اولین میں سے تھے اور علم و ایمان میں کامل اور راسخ تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد جن چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نامزد کیا وہ بھی عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ اس میں قابل غور پہلو ہے کہ عشرہ مبشرہ یا بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عوام کے منتخب نمائندے نہ تھے بلکہ ان کو دعوت و عزیمت کے عملی میدان میں اہلیت وصلاحیت کے جوہر دکھانے پر اعزاز حاصل ہوا۔ اس لیے وہ اہل شوریٰ میں ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دلیل کی روشنی میں موقف پیش کرتے البتہ حتمی فیصلہ نبی کریم ﷺ فرماتے خلفائے راشدین کے دور میں یہی طرز عمل رہا۔ ''اسلام میں مشورہ کی اہمیت'' میں چند واقعات تحریر کر چکا ہوں ایک اور واقعہ پیش خدمت ہے۔

حضرت محمد ﷺ نے تبوک میں دس سے کچھ زیادہ دن قیام کیا لڑائی تک نوبت نہیں پہنچی۔ آپ ﷺ نے آگے بڑھ کر رومیوں پر حملہ کرنے کے سلسلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! ''اگر آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگے چلنے کا حکم ہے تو چلیے۔'' آپ نے فرمایا: ''اگر مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا پھر تم سے مشورہ کرنے کی ضرورت نہ تھی۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ رومیوں کے پاس بے شمار فوجیں ہیں آج مسلمانوں میں ان کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔ آپ ان کے نزدیک پہنچ چکے ہیں اور آپ کے نزدیک آنے سے وہ خوفزدہ ہو گئے ہیں۔ بہتر ہے اس سال آپ ﷺ واپس تشریف لے چلیں بعد میں آپ ﷺ جس طرح چاہیں یا جس طرح اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو حکم دے، عمل کر لیں'' اس مشورہ کے بعد آپ نے مدینہ کی طرف مراجعت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمائی اور لڑائی تک نوبت نہیں پہنچی۔ (مختصر سیرتِ رسول، ص: ۶۳۵، مطبوعہ جامعہ اثریہ، جہلم)

عصر حاضر میں ضرورت اس امر کی ہے کہ سیرۃ مصطفیٰ اور خلفاء راشدین کی روشنی میں مختلف واقعات پیش کر کے نئی نسل کو آگاہ کیا جائے کہ سروں کو گن کر نہیں بلکہ رائے کو کتاب و سنت، وطن کی سلامتی اور مفاد عامہ کے پیمانہ میں تول کر فیصلہ کیا جائے۔

روزمرہ کی زندگی کا مشاہدہ ہے کہ گاؤں یا محلّہ کی مسجد میں امام کی تقرری کے وقت گاؤں میں رہائش پذیر مرد عورتوں کی رائے نہیں لی جاتی بلکہ نمازی حضرات شریعت میں مذکورہ شرائط کو مدنظر رکھ کر باہمی صلاح مشورہ سے موزوں آدمی کا انتخاب کرتے ہیں۔ اسی طرح اسلامی سیاست کی رو سے امیر مملکت وزراء اور اہل شوریٰ کو اہلیت، صلاحیت و قابلیت کا معیار بنا کر مقرر کیا جائے۔

خاندان میں موزوں رشتہ کے فیصلہ کے لیے برادری کے خواتین وحضرات کی رائے شماری کرانا احمقانہ فعل ہے۔ بلکہ لڑکے کی سیرت، صورت، تعلیم، روزگار، اخلاق اور مملوکہ رہائش کو حقائق کی روشنی میں پرکھ کر فیصلہ کرنا دانش مندانہ فعل ہے۔ اس طرح ریاستی امور طے کرتے وقت شرعی امور، قومی سلامتی استحکام وطن اور خدمت انسانیت کو مدنظر رکھ کر فیصلے کرنا شورائی نظام ہے۔

وہ اصحاب علم جو اقتدار کی بجائے غلبہ اسلام میں مخلص ہیں وہ خاندان برادری کی سطح پر امارتی نظام اپنائیں۔ مسجد کو مرکز مان کر محلّہ کی سطح پر زیرک، فطین معاملہ فہم افراد پر مشتمل شورائی کونسل تشکیل دیں۔ امیر کا تقرر اتفاق رائے سے کیا جائے۔ عشر زکوۃ صدقات کی مدد سے محلّہ کے یتیموں، مسکینوں، بیواؤں اور نادار طلباء کی تعلیم وتربیت میں مدد کریں اور رات کو چوری ڈکیتی سے تحفظ کے لیے معقول پہرہ دار کا انتظام کرے۔

دیوانی مقدمات میں اپیلوں کے حتمی فیصلہ کے انتظار میں سالہا سال گزر جاتے ہیں۔ وقت اور دولت کا بے پناہ ضیاع ہوتا ہے۔ چنانچہ ثالثی کونسل اپنے محلّہ میں نکاح طلاق، وراثتی معاشی لین دین اور سکنی پلاٹ کی حدود کے تعین میں تنازعات کو شریعت کی رو سے فوری اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جلد فیصلہ کرے تحریری اس وقت دے جب فریقین بذریعہ اسٹام ثالثی کونسل پر اعتماد ظاہر کرے۔ انصاف پر مبنی فیصلے کر کے معاشرہ کو امن کا گہوارہ بنائیں۔

چنانچہ معاشرہ میں ابتدائی سطح پر اسلام کا شورائی نظام کی عکاسی کا نمونہ پیش کر کے نئی نسل کو اسلام کے عادلانہ نظام کی برکات سے آگاہ کریں تاکہ پروان چڑھ کر ریاستی سطح پر شورائی نظام کی بحالی کے لیے اپنی صلاحیتیں صرف کرنے سے دریغ نہ کریں۔

عالم اسلام کے مسائل، اہل مغرب کا دوہرا معیار

اور

مسلم ممالک کے مابین تعاون واشتراک کے لیے تجاویز

حرم کی پاسبانی

از

عطا محمد جنجوعہ

ملنے کا پتہ

1- کتاب سرائے، الحمد مارکیٹ، اُردو بازار لاہور، فون: 042-37239884

2- مکتبہ اسلامیہ، بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اُردو بازار، لاہور، فون: 042-37244973

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کے اجتماعی اداروں خصوصاً اس کا سیاسی نظام آج کیوں کسی ملک میں نافذ اور فعال نہیں ہے؟ اور یہ کیسے نافذ ہوسکتا ہے؟ ان دو سوالوں کے واضح جواب جناب عطا محمد جنجوعہ صاحب نے اس کتاب میں دیے ہیں۔ اس معاملے پر غور کے دو پہلو ہیں۔ داخلی طور پر ہمارے حکمران مجرم ہیں کہ وہ اسلام کے تفصیلی سیاسی نظام کی صورت گری کرتے اور اسے نافذ کرنے کے لیے تیار نہیں۔ ہماری سیاسی دینی جماعتیں مغربی جمہوریت میں چند اسلامی اصول داخل کرکے اسے اسلامی جمہوریت سمجھے بیٹھی ہیں اور مسلسل ناکامیوں کے باوجود اپنے موقف پر نظر ثانی کے لیے تیار نہیں۔ ہماری تبلیغی اصلاحی تحریکیں اور دینی مدارس مغربی فکر و تہذیب کی ہلاکت خیزی کو سمجھنے اور اسلام کے اجتماعی اور سیاسی اداروں کو مسلم معاشرے میں روبہ عمل لانے کی اہمیت تسلیم کرنے سے عاری ہیں اور ہماری یونیورسٹیوں کے شعبہ ہائے علوم سیاسیہ و علوم اسلامیہ مل کر عصر حاضر میں اسلام کے سیاسی نظام کی تفصیلات وضع کرنے کے لیے کوئی سنجیدہ علمی و تحقیقی کام کرنے کی اہمیت سے غافل ہیں۔ ان حالات میں مسلمان عوام کو کیسے دوش دیا جائے کہ وہ مغرب کی لادین جمہوریت کو قبول کیے بیٹھے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے ووٹ سے تبدیلی اور خصوصاً اسلامی تبدیلی آجائے گی۔

دوسری طرف خارجی دائرہ ہے جس میں مغرب نے اپنے اجتماعی اداروں خصوصاً اس کے سیاسی نظام 'جمہوریت' کو ایک مقدس عقیدے کی طرح دنیا بھر میں متعارف کرایا ہے بلکہ علی الاعلان اسے اپنی سیاسی، معاشی اور حربی قوت سے مسلمان معاشروں میں نافذ کرا رہا ہے اور اسلام کے سیاسی نظام کے بننے اور روبہ عمل آنے کے سارے راستے اس نے پُرامن حکمت عملی اور حربی قوت دونوں کے استعمال سے مضبوطی سے بند کر رکھے ہیں۔

ان حالات میں ہمارے جیسے اور عطا محمد جنجوعہ صاحب کی طرح لکھنے والے اس کے سوا کیا کریں کہ سوئی ہوئی قوم کو جگائیں، حکمرانوں کو ان کی نااہلی پر متنبہ کریں، دینی قوتوں کو ان کا فرض یاد دلائیں، سکالروں اور محققوں کی خدمت میں عرض کریں کہ خدارا جاگو اور تحقیق کا پٹارہ کھولو۔ وہ قوم کے پڑھے لکھے طبقوں کو جھنجھوڑیں کہ مغرب کی فکری اور سیاسی غلامی کو سمجھو، اس سے نکلو اور حریت فکری سے کام لیتے ہوئے انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اسلام پر عمل کے راستے ہموار کرو۔

ہمیں خوشی ہے کہ عطا محمد جنجوعہ صاحب اس عظیم کام میں لگے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے کام میں برکت عطا فرمائے، معاشرے میں اس کے اچھے اثرات پیدا فرمائے اور انہیں استقامت اور جزائے خیر عطا فرمائے۔

محمد امین مدیر ماہنامہ، البرہان لاہور

لاہور، 7 مارچ 2017ء

ڈسٹری بیوٹر
مکتبہ اسلامیہ
لاہور: بادیہ حلیمہ سینٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
042-37244973 - 37232369
فیصل آباد: بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ فیصل آباد
041-2631204 - 2641204
www.maktabaislamiapk.com
Facebook.com/maktabaislamia1
maktabaislamiapk@gmail.com
2514800161

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ